قرآن، سائنس و تصوف

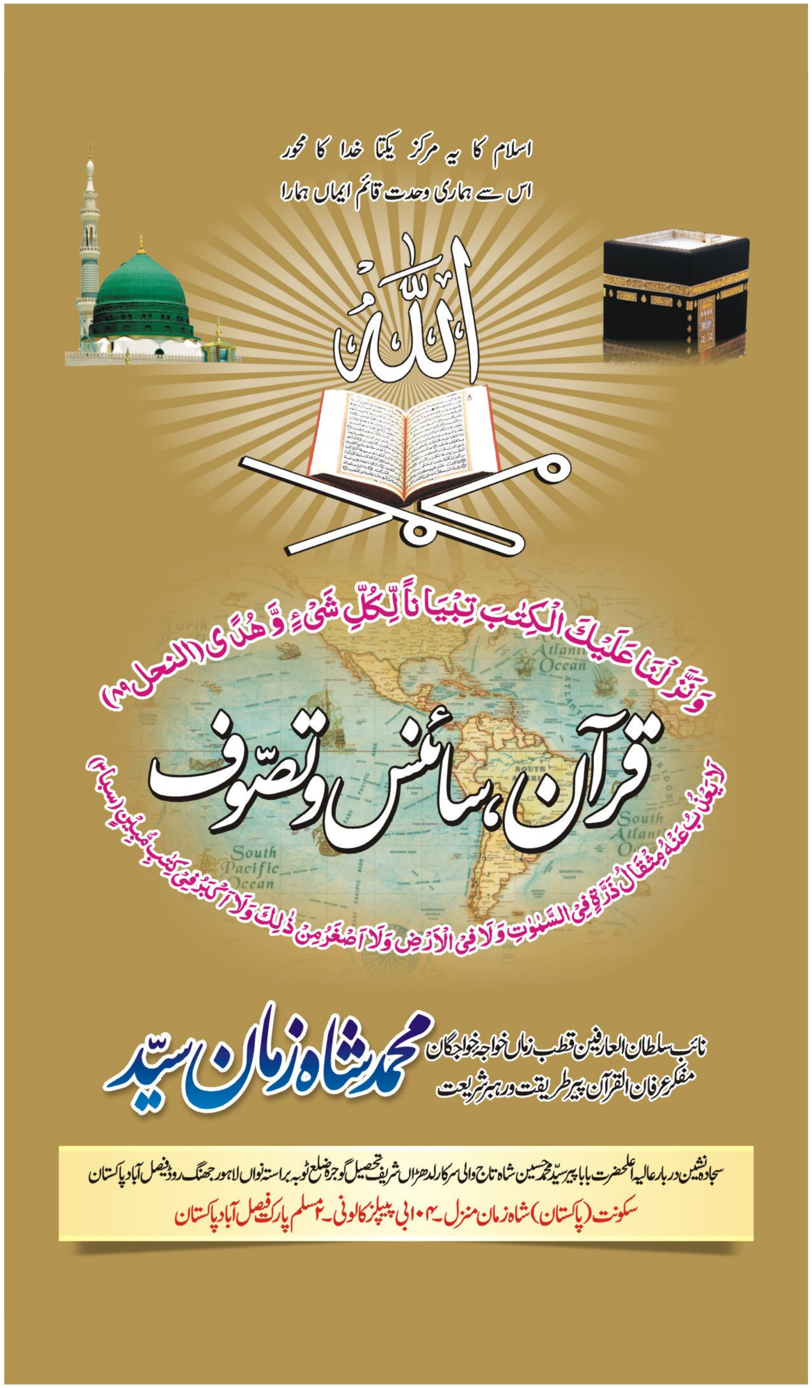

مومنو صَلِّی عَلٰی کا بھی تو مطلب سمجھو

کون کہتا ہے ملاقات نہیں ہوسکتی
ان کے میخانے میں یہ بات نہیں ہوسکتی

جب تلک ذکر نبی سے نہ سجے گی محفل
دوستو کچھ بھی ہو برکات نہیں ہوسکتی

جو دل عشقِ نبیؐ میں سرشار نہیں ہے
وہاں رحمت کی یہ برسات نہیں ہوسکتی

میرے آقا جو اٹھا دیں رُخِ انور سے نقاب
میرا دعویٰ ہے کہ پھر رات نہیں ہوسکتی

مومنو صَلِّی عَلٰی کا بھی تو مطلب سمجھو
قُربِ اللہ نہ ہو صَلٰوۃ نہیں ہوسکتی

شاہ زماں درد بھرا دل ہی انہیں پیش کریں
اس سے بہتر کوئی سوغات نہیں ہوسکتی

درودِ نور

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ نُّوْرِ الْاَنْوَارِ وَ سِرِّ الْاَسْرَارِ وَ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَ زَيْنَ الْمُرْسَلِيْنَ الْاَخْيَارِ وَ اَكْرَمَ مَنْ اَظْلَمَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ وَ اَشْرَقَ عَلَيْهِ النَّهَارُ وَعَدَدَ مَا نَزَلَ مِنْ اَوَّلِ الدُّنْيَا اِلٰى اٰخِرِهَا مِنْ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَ عَدَدَ مَا نَبَتَ مِنْ اَوَّلِ الدُّنْيَا اِلٰى اٰخِرِهَا مِنَ النَّبَاتِ وَالْاَشْجَارِ صَلٰوةً دَآئِمَةً بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (دلائل الخیرات)

فضیلت: یہ درود پاک بہت زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اسے صبح وشام ایک بار پڑھنے والا کبھی نامراد نہیں رہے گا۔ اس کا ایک بار پڑھنا برابر ہے کئی لاکھ درود کے۔

نابود ہیں توں یا بود ہیں توں

میں تے ناڑو ناڑ نکھیڑ لواں کتھے رہندا وچہ وجود ہے توں
تیرا کیوں نہیں یار دیدار ہوندا جد ہر شے وچ موجود ہے توں
ساتوں لکُدا رہیں بھاویں توں سجنا اسیں لا کے محبتاں نہیں بھجنا
سانوں حد ٹپنی کوئی مشکل نا بھاویں بے حد لا محدود ہے توں
محبوب دی قدر کراوٗندا سی آدم وچ میم لکاوٗندا سی
کاہنوں ملکاں سیس جھکاوٗندا سی جد اکو اک معبود ہے توں
وچ اوہلا اِکو میم دا ہے ایہہ تاں اوہو یار قدیم دا ہے
خود عاشق نبیؐ کریم دا ہے کتے ساجد تے مسجود ہے توں
میں صدقے ناز ادائیاں توں عبدہٗ دیاں یار صفائیاں توں
ڈر آوے بے پروائیاں توں ایاز میں شاہ محمود ہے توں
توں صبح تے میں ہاں مثل شمع نہ تابِ وصل جد ویکھ لواں
اِنج مرجاواں اُنج گھلدی رہاں مینوں کس رنگ وچ مقصود ہے توں
دس حال توں ساڈے ویڑے دا دلا تو رانجھے دے نیڑھے دا
ملے یار نہ لابھ کی کھیڑے دا کس کم آئیو بے سُود ہے توں
بے حد بے مثل جے کہندا زماں کیوں اندر لک لک بہندا زماں
توں ہیں یا میں ہاں ایہہ دس کھاں نابُود ہے توں یا بود ہے توں

اسلام کا یہ مرکز یکتا خدا کا محور
اس سے ہماری وحدت قائم ایماں ہمارا

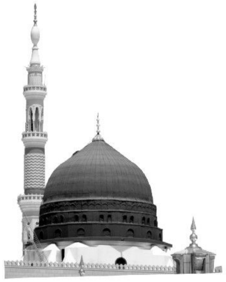

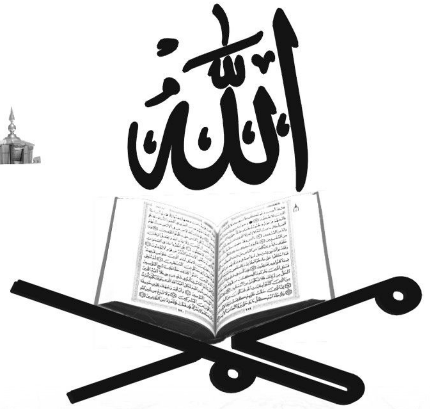

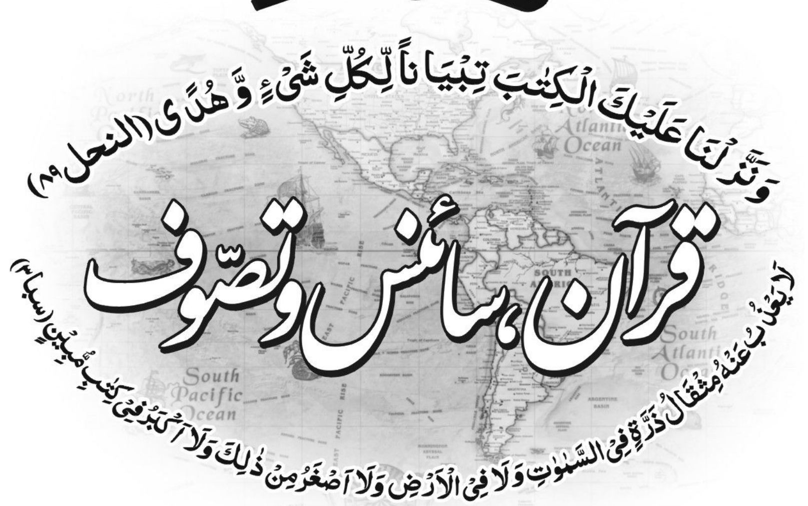

نائب سلطان العارفین قطب زماں خواجۂ خواجگان
مفکر عرفان القرآن پیر طریقت و رہبر شریعت
محمد شاہ زمان سیّد

سجادہ نشین دربار عالیہ اعلحضرت بابا پیر سیّد محمد حسین شاہ تاج والی سرکار لدھڑاں شریف تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ براستہ نواں لاہور جھنگ روڈ فیصل آباد پاکستان
سکونت (پاکستان) شاہ زمان منزل ۔۴ ۱۰۴ بی پیپلز کالونی ۔۲ مسلم پارک فیصل آباد پاکستان

حقوق بحق پیر شاہ زمان ٹرسٹ محفوظ ہیں

پیر شاہ زمان ٹرسٹ 104 بی پیپلز کالونی نمبر 2، فیصل آباد پاکستان عرفان القرآن کے مطابق علم تصوف پر تحقیقی مقاصد ترجمہ وتبصرہ کیلئے اقتباسات حوالہ کے ساتھ نقل کئے جاسکتے ہیں۔

نام کتاب: قرآن، سائنس وتصوف

مصنف: سلطان العرفا شیخ التصوف اسلام سیدنا محمد شاہ زمان سید

پروف ریڈرز: خلیفہ محمد عثمان فاروق (ایم ایس سی)
حافظ محمد عربی طیب (ایم ایس سی)

کمپوزر: حکیم خلیفہ مقصود احمد چشتی

اشاعت اوّل: جنوری 2017ء

تعداد: 1000

مطبوعہ: وقاص پرنٹنگ پریس امین پور بازار، فیصل آباد

کتاب ہذا ملنے کا پتہ

1- خلیفہ ڈاکٹر محمد رمضان چشتی MC-1397، گلی 3، مین بازار عظیم پورہ کراچی

2- خلیفہ محمد عثمان فاروق چشتی MC-1811 عظیم پورہ، شاہ فیصل ٹاؤن، کراچی

3- Khalfia Mashhood Haider, 38 Belmont Road, Ilford, Essex IGI - IYW, UK.

4- آستانہ عالیہ شاہ زمان سید۔ 104 بی مسلم پارک، پیپلز کالونی نمبر 2، فیصل آباد پاکستان۔

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پیشِ لفظ	1
2	تعارف وتقریظ	9
3	اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۵)	22
4	خالق قرآن ومعلم قرآن	23
5	ہوالظاہر	24
6	نقشِ حیات کائنات	24
7	رب (اِلٰہ) العالمین	25
8	سائنس اور دلائلِ توحید	29
9	حمد باری تعالیٰ	35
10	نعت وثنائے مصطفےٰ ﷺ	36
11	رحمت العالمین (نور مجسم)	37
12	سیرت وشان خیر البشر محمد مصطفیٰ ﷺ	72
13	نعت شانِ محمد ﷺ	72
14	دل میں اللہ زباں پہ محمد ﷺ	73
15	یہی تو چار ہیں	73
16	دل میں نبی نبی ہے	74
17	در شب معراج بر براق اُورفت برعرش بریں عرش بریں (منظوم)	75
18	مومنو صلّی علیٰ کا بھی تو مطلب سمجھو	76

فہرست

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
19	قرآن وسائنس	77
20	قرآنی نظریہ کائنات	78
21	قرآنی معجزات وسائنسی ایجادات	80
22	تلاشِ حق	109
23	شعور عالم کی کائنات کا راز	110
24	آغازِ کائنات وآفرینش آدم (خلیفۃ اللہ)	111
25	قرآن وتصوف	122
26	خلقیتِ وجود روح وربوبیت	123
27	روح پھونکنے سے کیا مراد ہے؟	126
28	انسانِ کامل	139
29	دریا ہے حباب اندر	141
30	لطائف کیا ہیں؟	142
31	حقیقت سابعہ ولطائف ستہ	144
32	مراتب حق	156
33	توحید الٰہی کا عرفان	163
34	توحید کا بیان (اقسام توحید)	164
35	تحصیل علم الحقیقت کی اہمیت	169
36	حقیقی علم کے ارکان	172

فہرست

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
37	درجات علم	173
38	علم الیقین۔عین الیقین۔حق الیقین	176
39	تاویل عرفان القرآن	179
40	عشق وعقل	182
41	عشق واطاعت	187
42	فقر کیا ہے؟	191
43	رباعی	195
44	نعتیہ غزل	195
45	تربیت گاہِ مصطفوی ﷺ کے اصحابِ صفہ	196
46	اسلامی تصوف کا ارتقاء	200
47	اسلامی تصوف اہل تصوف کی نظر میں	206
48	تصوف پر سیدنا محی الدین ابی محمد عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کا بیان	214
49	صد شکر حمد کبریا	218
50	ناقصاں را پیر کامل	219
51	منازلِ تصوف	220
52	جدولِ ارتقائی مراحل تصوّف	230
53	ذکر محبوب خدا	232
54	جدول منازلِ تصوف	233

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
55	تفکرِ ملت وخودشعوری	238
56	راہِ سلوک کیا ہے؟	239
57	اخلاص کیا ہے؟	241
58	اطاعت واخلاص	244
59	سفرنا تمام	244
60	آرزوئے وصل	244
61	نویدِ جمہوریت	245
62	اخلاق کیا ہے؟	245
63	سنہری اُصول	246
64	مرتبہ احسان کیا ہے؟	247
65	وجدوجدان وسماع	249
66	وہ تیرا ہی تو گھر نکلا	252
67	عرفانِ خداوندی کیا ہے؟	253
68	اسلام اور تصوف	254
69	فناوبقا	255
70	بالیدگی نفس وقلب	257
71	مقام معرفت کیا ہے؟	258
72	مشاہدہ کیا ہے؟	259

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
73	محاضرہ ومکاشفہ	263
74	مراقبہ	265
75	استخارہ کرنا سُنتِ رسول ہے	269
76	متفرق سوالات وجوابات	272
77	وحدت الشہود کی وضاحت	278
78	وحدت الوجود	278
79	طریقت کی نماز	294
80	نماز مومنین کیلئے معراج ہے	300
81	کامل مرشد (عارف اللہ) کی پہچان	314
82	بیعتِ مُرشد	323
83	تصورِ شیخ	330
84	صحبت وتعظیم مرشد	334
85	وجودِ انسان (اُم الکتاب) کے اہم کردار روح، قلب، نفس	337
86	نفوسِ ستہ کا بیان	344
87	اقسام نفس کی تفاصیل	345
88	خلاصۂ حقیقتِ تصوف	363
89	معمولات وظائف واذکار	376
90	اقوال زریں	389

فہرست

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
91	تقریظ آباواجدادا کرام ونامور مشائخ عظام	392
92	شجرہ شریف نسب	395
93	شجرہ شریف سلسلہ تصوف	396
94	مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰؓ	398
95	سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث الثقلین قدس سرہٗ	402
96	سید تاج الدین عبدالرزاق	408
97	سید عماد الدین ابو صالح نصر	408
98	حضرت اویس قرنیؓ	409
99	حضرت حسن بصریؒ	411
100	حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ	413
101	حضرت داتا گنج بخشؒ	415
102	حضرت جنید بغدادیؒ اور اُن کے ہمعصر مشائخ عظام	418
103	خواجہ سیدنا معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری المعروف غریب نواز	423
104	حضرت بابا فرید الدین مسعود المعروف گنج شکر	432
105	حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابری کلیری	440
106	سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ	446
107	حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی	455
108	سلطان العارفین حضرت سخی سلطانِ باہوؒ	459

فہرست

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
109	قبلہ عالم مجدد سید مہر علی شاہ قدس سرہ	465
110	سلطان العارفین شیخ کاملین حضرت خواجہ سیدنا پیر محمد حسین شاہ تاج والی سرکار	468
111	قصہ پیر و مرید	483
112	مولانا رومی کے افکارِ تصوف تمثیلاً تشبیہاً مختلف مسائل کے جوابات	489
113	اہل تصوف کا دینی لائحہ عمل کیا ہے؟	490
114	عارفانہ مکالمے معلوماتی سوالات و جوابات	492
115	کثرت میں وحدت	501
116	لا موجود الا اللہ	502
117	وجود و عدم	502
118	ذکر نفی و اثبات کلمہ طیّب	503
119	جاہل عالم	503
120	جنت کا حقدار	503
121	حد اور بے حد کون ہے انحد	504
122	دیدارِ الٰہی	504
123	نورِ ازل	505
124	دستورِ دین	505
125	نذرانۂ عقیدت	505
126	چشمۂ نور پر عقیدت کے پھول	506

507	اسلامی عقائد اصحابہ آئمہ واولیائے اکرام	127
535	طب نبوی قرآن شفائے امراض	128
570	مندرہ شاہ علی المرتضیٰؓ	129
571	شجرہ شریف خواجگان چشت	130
576	مطبوعات	131

پیشِ لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا یَا رَبِّ ذَا الۡمَسۡجِدِ وَالۡعُلٰی صَلِّ عَلَیۡہِ صَلٰوۃً دَائِمَۃً سَرۡمَدِیَّۃً لَا اِنۡقِطَاعَ لَہَا وَسَلِّمۡ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ۔ (کہف 1)

تمام حمد وثنا اس صانع ذوالجلال حقیقی کیلئے ہے جو کہ مقامِ احدیت لاتعین پر کُنۡتُ کَنۡزًا مَّخۡفِیًّا کا نقاب اوڑھ کر قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ﴿۳﴾ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٪﴿۴﴾ (سورہ اخلاص) تھا، جس کی کنہ حقیقی میں سوائے اسکے کسی کو دخل نہیں اور اَلۡاٰنَ کَمَا کَانَ ہر خوبی کا سزاوار ہے، جب اُس ذاتِ مقدس بے ہمتا خالقِ کائنات نے مقامِ وحدت پر اعیانِ ثابتہ میں فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرِفَ کا اِرادہ کیا تو مقامِ وحدیّت مَرتبہ اجمال پر اپنی جمیع صفاتِ ارواح کو اپنے امر سے عالمِ میثاق میں وَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ (الحجر:۲۹) سے مرصّع کر کے عالَمِ اعیانِ خارجہ میں فَخَلَقۡتُ الۡخَلۡقَ کہا۔ چنانچہ وحدت میں کثرت کا ارادہ کر کے اِنَّ فِیۡ جَسَدِ اٰدَمَ لَمُضۡغَۃ وَفِی الۡمُضۡغَۃِ فُؤَادٌ وَفِی الۡفُؤَادِ قَلۡبٌ وَفِی الۡقَلۡبِ رُوۡحٌ وَفِی الرُّوۡحِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ خَفِیٌّ وَفِی الۡخَفِیِّ اَخۡفٰی اَنَا کہا اور وجودِ آدم کو اَلۡاِنۡسَانُ سِرِّیۡ وَاَنَا سِرُّہٗ کہہ کر اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ (البقرۃ:۳۰) کا لقب دے کر مسجودِ ملائک بنایا۔

دُرود وسلام اس محبوبِ رب العزت کیلئے ہے جس نے شیونِ اسمائے الٰہیہ کے ساتھ ظاہر ہو کر مقامِ وحدت پر تعین اوّل، عقل کل، قلم، روح اعظم اور اُم الکتاب کا خطاب

حاصل کیا اور باہمہ صفاتِ خداوندی اکمل، اطہر، افضل اور انور اَنَا مِنۡ نُوۡرِ اللّٰہِ وَ الۡخَلۡقُ کُلُّھُمۡ مِنۡ نُّوۡرِیۡ (الحدیث) فرما کر وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۷﴾ (انبیاء) اپنی رحمتِ عامہ سے ساکنانِ عرصۂ امکان کو نیستی کے گہراؤ سے ہستی کے اَوج تک پہنچایا اور کل انبیاء واولیاء کو وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾ (البقرۃ) کا مژدہ سنایا۔ علاوہ ازیں کُنۡتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیۡنَ الۡمَآءِ وَالطِّیۡنِ (الحدیث) کی عظمت اور بزرگی کے ساتھ لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡاَفۡلَاکَ (الحدیث) کا پیغامِ حق سنا کر قرآنِ مجید کے دل یا اُمّ سورہ فاتحہ کے حقیقی معانی سے اہلِ طریقت کو آگہی بخشی اور مخلوق کو ان کی استعداد کے مطابق توحید الٰہی کی ہدایت فرمائی اور طالبانِ دیدار کو فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۵۱﴾ (آل عمران) کی راہ دکھلائی اور وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ٪﴿۶۹﴾ (العنکبوت) جو لوگ ہماری راہ میں تحقیق، مشقتیں (مجاہدے) برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھاتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے مومنوں کے ساتھ ہے۔ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (الذریات) کی طرف متوجہ کیا۔ خود صورتِ روحانی اور حقیقت معنوی کے باطن میں حضرت علی کرم اللہ کو بقولِ حدیثِ نبوی لَحۡمُکَ لَحۡمِیۡ وَ دَمُکَ دَمِیۡ وَجِسۡمُکَ جِسۡمِیۡ وَرُوۡحُکَ رُوۡحِیۡ (الحدیث) کی خصوصیت سے سرفراز کر کے برسرِ مجلس عام حکم لَا یَعۡرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اَنَا وَعَلِیٌّ وَلَا یَعۡرِفُنِیۡ اِلَّا اللّٰہُ وَعَلِیٌّ وَلَا یَعۡرِفُ عَلِیًّا اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَا (الحدیث) سنایا اور مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَا فَعَلِیٌّ مَوۡلَاہُ اور اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا (الحدیث) کو تعلیم تصوف وولایت کا رہبرِ کامل شیخ قوم کُنۡبِیۡ فِیۡ اُمَّتِیۡ کا اعزاز دے کر طریقہ بیعت مرشد وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ (المائدۃ:۳۵) تا یوم

قیامت جاری کیا اور بموجب وعدہ دولتِ عرفان مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (الحدیث) سے طالبانِ راہِ طریقت کو مالا مال کیا اور ہادی من رہبر کامل قدوۃ السالکین، سلطان العارفین، منہاج المتقین، فخر الکاملین، عارف باللہ اعلیٰحضرت خواجہ پیر روشن ضمیر سید محمد حسین شاہ صاحب گیلانی چشتی صابری کے فیوض و برکات سے چشمۂ علم العرفان وانوارِ الٰہی جاری وساری کیا۔

آپ کے مصطفوی فیضان سے اِلٰہ العالمین نے اپنے اسمِ ذاتی اللہ سبحانہ کے احسان و برکت کا دروازہ کھول دیا، تصوف اور عرفان القرآن کے لطیف، پیچیدہ و عجیبہ روحانی نکات اور سوالات کے جوابات الہامی طور پر بھی رویائے صالحہ سے اس فقیرِ بےنوا، بےریا کے قلب پر القا کیے اور بندۂ ناچیز کا دوطرفہ عشق و محبت کا رشتہ ایسا استوار ہوا کہ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (القرآن) نماز اور عبادت کا جُزْوِ لَايَنْفِك بن گیا۔ اوائلِ عمر میں عارفانہ اشعار، ورقۂ قرطاس پر لا کر اشاعتِ اوّل بعنوانِ "عرفانِ الٰہی" نثری روحانی کتاب کی صورت میں منظر عام پر آئی تو اعلیٰحضرت نے خوش ہو کر دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو ولایتیں عطا فرمائے۔ 1955ء 24 سال کی عمر میں برطانیہ میں تعلیم کے دوران علمی ولایت کے ساتھ روحانی ولایت کے سفر کا آغاز ہوا۔ ایک کیتھولک پادری سے خدا کی وحدانیت بمقابلہ تثلیث پر مناظرہ ہوا تو حق باطل پر غالب آ گیا جس کے نتیجہ میں کئی غیر مسلم انگریز حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ گلاسگو کی پاکستانی کلچرل سوسائٹی کے نائب صدر حافظ نور محمد نے میرے مقالے کی پانچ ہزار کاپیاں چھپوا کر تقسیم کیں، اس طرح رضائے الٰہی اور فیضانِ مصطفےٰ کا دینی و روحانی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ (الواقعہ:۱۱)

ترجمہ: اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی مقربِ بارگاہ ہیں۔

جو اللہ کا ولی بن جاتا ہے تو اللہ اس کا والی (رفیق) بن جاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ مَنْ عَادَلِی وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِی بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِی يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهُ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِی يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِی يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِی يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِی يَمْشِی بِهَا، وَلَئِنْ سَئَلَنِی لَاُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِی لَاُعِيْذَنَّهُ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی رکھی، تحقیق میں اسکے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں، فرائض سے بڑھ کر مجھے کوئی ایسی چیز محبوب نہیں جس کے ساتھ بندہ میرا اقرب حاصل کرے اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ میرا اقرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے محبوب ولی بنالیتا ہوں اور جب وہ میرا محبوب ولی بن جاتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر پناہ مانگے تو پناہ دیتا ہوں۔ (حدیثِ قدسی)

بلا مانگے وہ دیتا ہے سبھی کو   اپنے اپنے نصیب ہوتے ہیں

میری خوش نصیبی ہے کہ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کامل ولی اللہ کے دستِ حق پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا، چھ سال کا قلیل عرصہ مرشد کامل جو سلطان العارفین العصر تھے، کی صحبت میں گذارا، 23 سال کی عمر میں تصوف پر ایک جامع کتاب عرفانِ الٰہی تحریر کی۔ اصلاحِ باطن اور حسنِ عمل کے حصول کیلئے علمِ تصوّف وطریقت کے بحرِ وحدت میں شریعت کی کشتی رانی کا فن کامل ناخدا (مرشد) کے زیرِ تربیت مجاہدات کے چپو چلا کر

دلجمعی سے سیکھا کہ کس طرح اہلِ طریقت تزکیۂ نفس میں تند و تیز لہروں کا محاسبہ کرتے ہوئے عین الیقین کے ساتھ بحرِ بیکراں میں پائے جانے والی صدفِ حقیقت کے پردہ ''جبۃ القلب'' میں پوشیدہ گوہر کے حصول کیلئے حق الیقین کے ساتھ غوطہ لگا کر (مراقبہ میں) حقیقت کی صدف کو حاصل کرکے اس میں پلنے والے گوہرِ معرفت کو پا لیتے ہیں۔ شریعت اور طریقت لازم و ملزوم ہیں، مجاہدہ کے بغیر مشاہدہ ممکن نہیں، فقہا، علما اور مشائخ دین کی مستند کتابوں کے وسیع مطالعہ سے تصوف کے نایاب موتی جمع کرکے اس کتاب کی زینت کو آراستہ کیا گیا ہے۔ سند کے طور پر ضروری اقتباسات بھی لیے گئے ہیں۔ موضوعات تصوف کی بیشتر اصلاحات اور اعلیٰ تشریحات میں غیر ضروری ترامیم کی بجائے مناسب اضافی تشریحات کرتے وقت مضامین کی خوبصورتی کو برقرار رکھنا، بکھرے ہوئے علم کو جمع کرکے آسان طریقے سے عام فہم کرنا بھی علم کی خدمت ہے۔ میرے لیے باعثِ انبساط و ثواب ہے کہ بعض علما مصنفین نے میری کتاب عرفانِ الٰہی مع عرفان القرآن کے عنوانات اپنی تصنیفات کے لیے پسند کیے۔ اس کتاب کے تحریر کردہ مضامین میں مشائخ دین، اہل قلم کی متفقہ رائے، یکجہتی کو مقدم رکھا گیا ہے۔

جامِ رحمت انہیں بھر بھر کے عطا ہوتے ہیں
تیرے نزدیک جو مقبولِ رضا ہوتے ہیں
شاہ زماں پل کے صدف میں ہی گہر بنتے ہیں
وہی قطرے جو کہ دریا میں فنا ہوتے ہیں

فرمانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے: تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَیَتَلَبَّسُوْا خِلَعَ صِفَاتِ الْبَشَرِیَّۃِ کَمَا قَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِذَا اَحْبَبْتُ عَبْدًا کُنْتُ لَہٗ

سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّ لِسَانًا وَّیَدًا وَرِجْلًا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْصُرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَمْشِیْ فَتُھَذِّبُوْا بِمَا سِوَی اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کَمَا قَالَ جَلَّ وَ عَلَا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ﴿۸۱﴾ (بنی اسرائیل)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو اور جامہ صفاتِ بشریت اتار کر صفاتِ الٰہی کا لباس پہنو (یہ ذکر نفی اثبات کی طرف اشارہ ہے) حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں کسی بندے کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں پھر وہ میرے ہی واسطے سے سنتا، دیکھتا، بولتا، پکڑتا اور چلتا ہے۔ ماسوا اللہ سے اپنے باطن کو پاک صاف کرو۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اے حبیب پاک فرما دیجئے: حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل کو آخر کار مٹنا ہی ہے۔

قرآنِ مجید فرقانِ حمید رشد و ہدایت، علومِ ظاہری و باطنی کا نوری مخزن ہے جو اللہ کے محبوب پیغمبر اسلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلے اور واسطے سے صحابہ کرام، آئمہ، اولیا، فقرا، اہلِ تصوف علماء و عرفاءِ حق کے دلوں کو اپنے اسماء کی مہک اور معرفت کی خوشبو سے معطر و منور کر رہا ہے۔ درحقیقت نزولِ قرآن کا حقیقی مقصد قربِ الٰہی اور معرفت ربانی ہے جو تزکیہ نفس اور تطہیرِ قلب، اخلاص و اخلاق، تقوٰی و توکل، ایثار و قناعت، اطاعت و رضائے حق و رسول اللہ کے بغیر ممکن نہیں۔ قرآن کا درس کیا ہے؟

تقوٰی، تنظیم، ایمان محکم — علم و حکمت، یقین، عمل پیہم
عدل و انصاف، اتحاد باہم — درس قرآن نے یہ ہی دیا ہے
شاکر ہوں میں ذاتِ اِلٰہ کا — آسرا ہے حبیبِ خدا کا
شاہ زماں ہے کرم مصطفٰےؐ کا — دینے والے نے سب کچھ دیا ہے

قرآن ہمیں جمود سے نمود، عقیدہ میں عدمِ توازن کی درستگی، ظاہر و باطن کی اصلاح، اعمال کا محاسبہ، مجاہدات، مشاہدات پر غور وفکر، تحقیق وتدبر، علم وحکمت کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن عالمِ خلق میں دنیا کا عظیم آسمانی معجزہ ہے، تقریباً چودہ سو سال قبل قرآن نے جو سائنسی وعلمی حقائق بیان کیے، جدید سائنس نے ان حقائق ومعلومات کی تائید وتصدیق ہی نہیں بلکہ اپنے تجرباتی وتحقیقی عمل میں رہنمائی حاصل کی ہے اور قرآنی کلامِ الٰہی اور معجزات کو سائنس کی تحقیقات وتجربات کے حوالے سے درست ثابت کر دیا ہے۔

انبیاء کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامات قوانینِ فطرت کے عین مطابق ایک قدرتی عمل ہے، سائنسدانوں نے سالہا سال کی ان تھک محنت و کاوش سے جو سائنسی معلومات، تحقیقات اور ایجادات حاصل کیں ان کے حیرت انگیز واضح اشارے، معلومات اور انکشافات قرآنی آیات میں ملتے ہیں، گویا دورِ حاضر کا سائنسدان اپنی تحقیق وحکمتِ عملی کیلئے قرآن کا مرہونِ منت نظر آتا ہے۔ قرآنِ مجید، اسلامی تصوف اور سائنس میں کوئی تضاد نہیں۔ ایک کا نظامِ وحی کو ذریعہ صداقت، باطنی تجربات ومشاہدات اور کیفیات کی حقیقت کو سمجھنا اور معرفت کو پانا ہے اور دوسرے کا سائنسی علوم ومعلومات کا عقلی طور پر حقیقت کا مشاہدہ کر کے یقین کرنا ہے۔ دونوں اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہیں، جیسے سائنس معائنہ (Observation) محاسبہ (Hypothesis) تجربہ (Experiment) اور عینی تصدیق (Verification) کے مراحل طے کرتی ہے۔ ویسے ہی قرآنی تصوف شریعت میں علم الیقین کے ساتھ مجاہدہ، طریقت میں عین الیقین ہو کر اپنے اَعمال کا محاسبہ، حقیقت میں حق الیقین ہو کر مشاہدہ ومعرفت میں حق کے ساتھ اخلاص وروحانی ربط استوار کرتا ہے۔ اور آخری

منزل تک رسائی کا نتیجہ حاصل کر لینے سے مراد ہے کہ اس مقام پر سالک طالبِ دیدارِ خالقِ حقیقی قدرت کی نشانیوں کو اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۵) آفاق میں دیکھتا ہے اور نفسِ مطمینۂ کے ہمراہ لطائف ستہ میں هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحدید:۳) کی حقیقت کو باطنی بصائر سے مشاہدہ کرتا ہے۔

سابقہ تصانیف عرفانِ الٰہی مع عرفان القرآن، مینارِ معرفت، عقائد صحابہ واولیائے کرام (اُردو) قرآن، صوفی ازم و سائنس (انگریزی) پر اِس کتاب قرآن، سائنس و تصوف کو سبقت حاصل ہے، کیونکہ قارئین کی رہنمائی کیلئے اسلامی تصوف کی ارتقائی تحقیق اور حقیقت کو اجتہادِ علمی، فکری، سائنسی، عرفانی کے مخصوص عنوانات قرآن فہمی ذرائع علم الحقیقت ومعرفت، منازلِ تصوف، سلوک و احسان، وظائف و اذکار، اہلِ تصوف کا تعارف، اقوال اور طریقِ عمل وعبادت اور قرآن کا سائنسی، عرفانی اور تحقیقی تجزیہ کا مجموعہ و محاصل بالتفصیل وبالمطلب اس کتاب میں موجود ہے۔

الشیخ تصوفِ اسلام، مفکرِ قرآن
محمد شاہ زمان سید رزاقی چشتی صابری تاج والی سرکار
سجادہ نشین: دربارِ عالیہ سلطان العارفین بابا سید محمد حسین شاہ تاج والی سرکار
لدھڑاں شریف 342/ ج ب براستہ نواں لاہور جھنگ روڈ
تحصیل گوجرہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ پاکستان

تعارف وتقریظ

مدعائے تقریظ یہ ہے کہ مصنف کی تالیف وتصنیف کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ طالبانِ حق، غواصِ بحرِ طریقت وحقیقت قارئین کتاب کے مصنف کے نام کو زندہ رکھیں اور دعائے خیر سے یاد کرتے رہیں۔

اسلامی تصوف سے متعلق کتب کے عمیق مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہے کہ دنیا کی کوئی قوم کسی دور میں اخلاقی تربیت، علمی تحقیق، اصلاحِ نفس وقلب تعمیری اور صالح اندازِ فکر، خواہ ادبی ہو یا روحانی سے خالی اور بے بہرہ ورنہیں رہی، مختلف ادیان کے مصلحین اپنے مخصوص طریق اور انداز میں انسانوں کے فکر وعمل کی درستگی واصلاحِ قلب ونظر کی پاکیزگی کیلئے کوشاں رہے۔ انسان فطرتاً خیر پر پیدا کیا گیا تاکہ بحیثیت خلیفہ اور نائب حق تعالیٰ وہ اپنے فرائضِ منصبی ادا کرے اور اپنے خالقِ حقیقی معبودِ یکتا کی غلامی، بندگی اور معرفت حاصل کرے۔ رب العزت کی دی ہوئی امانت کا امین بن کر تعلیمِ نبوت کی پیروی میں اللہ کے اخلاق واوصاف سے اپنے آپ کو متصف بنائے، خدا نے انسان کو اپنی معرفت کا مکلف بنایا ہے۔ اگر ہمارے اندر خدائے تعالیٰ شعورِ اعظم کی خودشعوری یا اس کی روح کے نوری جلوہ کا عکس نہ ہوتا تو ہم خدا کو پہچان نہ سکتے، بلکہ اس کی عبادت بھی نہ کر سکتے کیونکہ خدا کو پہچاننے کیلئے خود کی پہچان ناگزیر ہے۔ صوفیائے کرام نے امام الاولیا حضرت علی المرتضٰے **کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم** کے اس قول پر عمل کر کے تصوف کی منازل طے کیں اور ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچے، **مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ** گویا۔

اپنی پہچان کی خاطر رب نے　　مجھے تخلیق کیا ہو جیسے
کوئی موجود نہیں اسکے سوا　　ہر جگہ اسکی ضیا ہو جیسے

شاہ زمان مصور کا کمال　　پسِ تصویر چھپا ہو جیسے

جو اسرار مخفی ہیں لوح و قلم میں　　وہ ہیں عرش وکرسی میں ہفت ونہم میں
یہ سب شاہ زماں نور کی منزلیں ہیں　　حدوث و قدم میں وجود و عدم میں

یہ اشعار ایسے ولی کامل کے ہیں جن کا تذکرہ مدعائے تقریظ ہے، دنیائے روحانیت میں عرفانِ خداوندی کو مرکزیت کا مقام حاصل ہے۔ عرفانِ الٰہی بغیر عرفانِ قرآن ناممکن ہے۔ آباء آئمہ وامام الاولیاء حضرت علی المرتضٰے **کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم** عارفِ قرآن اور فقرا کے امام ہیں، آپ کا زریں قول **مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ**۔ جس نے اپنے نفس کی معرفت حاصل کر لی گویا اس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کر لی۔ بے شک یہ قول قرآنِ مجید، فرقان حمید میں ارشادِ باری کا مفہوم ہے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ترجمہ: عنقریب ہم ان اطرافِ عالم میں اور ان کے نفوس (جانوں) میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے حتیٰ کہ اُن کو یقین ہو جائے کہ حق ہے۔

(حم السجدۃ: ۵۳)

یعنی ان پر آشکارا ہو جائے کہ (عرفان القرآن کی رو سے) خودشعوری ومعرفتِ الٰہی حق ہے۔ بحوالہ سورہ الذریات، آیت ۵۱: میں خود تمھارے نفوس میں ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے۔ یعنی اپنے باطن اور خارج پر غور نہیں کرتے۔ کشف المحجوب (مترجم معین الدین نعیمی) صفحہ 31 (بعنوان تصوف) میں حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ نبوی تحریر کی ہے:

مَنْ سَمِعَ صَوْتَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ فَلَا يُؤْمِنُ عَلٰى دُعَائِهِمْ كُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ

الْغَافِلِيْنَ۔ جس نے اہلِ تصوف کی آواز نہ سنی اور اس پر کان نہ دھرے اس کا شمار اللہ کے نزدیک غافلوں میں ہو گیا۔

تحقیقی غور و فکر کرنے سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تصوف تزکیۂ نفس صفائی قلب سے طالب، سالک اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں پاک ہو کر بحیثیت ولی اللہ، اللہ کے دوستوں کی صف میں عجز و نیاز کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے، دنیا و مافیہا سے کٹ کر اللہ کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے یعنی فنائے ذاتِ حق میں گم رہنا اس کیلئے باعثِ کیف و سرور اور شراب طہور ہے۔

تجھی کو ڈھونڈنا دیکھنا اور تجھ میں گم ہونا
مقامِ معرفت اہلِ طریقت اسکو کہتے ہیں
یہی ہے شاہ زماں تکمیلِ عبدیت کہ سب عارف
صلوٰۃِ دائمون کے سُکر میں ہی مست رہتے ہیں

اعلیٰحضرت شیخ الشیوخ تصوف اسلام سیدنا محمد شاہ زماں سید مصنفِ کتاب ہذا "قرآن، سائنس و تصوف" دینی و دنیوی تعلیم کے معراج سے یکساں طور پر ہمکنار ہیں۔ آپ قرآن کی روحانی، حکمیاتی، نفسیاتی، سائنسی، طبیعاتی، حیاتیاتی غرضیکہ علومِ جدید کی تفسیرات اور تشریحات کے قائل ہیں۔ آپ نے اپنے والد گرامی سلطان العارفین بابا پیر سید محمد حسین شاہ گیلانی چشتی صابری ﷫ سے سترہ سال کی عمر میں بیعت ہو کر عارفانہ شاعری کا آغاز کیا اور کالج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے مرشد سے تصوف کے اسرار و رموز سے کماحقہ آگہی حاصل کی اور 23 سال کی عمر میں تصوف و سائنسی علوم کی روشنی میں ایک جامع کتاب بعنوان ''عرفانِ الٰہی'' تحریر کر کے 1954 میں پہلا ایڈیشن پیش کیا۔ علمائے

کرام، مشائخ دین اور اہلِ قلم نے کتاب کو تصوف اور معرفت کی ایک مکمل روحانی دستاویز قرار دیا۔ تشنگانِ روحانیت کے ذوق و شوق کے پیشِ نظر 1965ء میں کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا جبکہ آپ کی عمر 34 سال تھی۔ آپ کے مرشد گرامی بابا جی، جو تاج والی سرکار کے نام سے مشہور تھے، نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے موضوع پر گفتگو کے دوران آپ سے وضاحتاً تبصرہ کرنے کو فرمایا تو آپ نے بلا تامل اپنے عرفانی اشعار میں اس پیچیدہ مسئلہ کو حل کر دیا۔

شاہ زمان مصور کا کمال — پسِ تصویر چھپا ہو جیسے

یہ ہمہ اوست وحدت الوجود کی دلیل ہے۔ پھر مزید وضاحت کیلئے اپنی پنجابی میں تحریر کردہ نعت کا شعر پڑھا:

بے حد بے مثل جے کہندا زماں — کیوں اندر لُک لُک بہندا زماں
تُوں ہیں یا مَیں ہاں ایہہ دس کھاں — نابُود ہیں توں یا بُود ہیں توں
تیرا کیوں نائیں یار دیدار ہندا — جد ہر شے وچہ موجود ہیں تُوں

اور وحدت الشہود (ہمہ از اوست) پر ایک مصرع پڑھ کر داد ہی نہیں بلکہ دُعا لی، شعر حسبِ ذیل تحریر ہے:

نہیں وہ کسی سے سبھی ہیں اُسی سے — ہمیں اپنی ہستی کا پردہ پڑا ہے

(ہمہ از اوست)۔ پھر وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر ایک رباعی پڑھی:

خود کا احساس عالمِ وحدت الوجود ہے — حدِ فکر کی کثرت وحدت الشہود ہے
کائنات میں یہ تکثر بھی لا حدود ہے — کثرت میں حُسنِ ازل کی وحدت موجود ہے

اعلیٰحضرت بابا تاج والی سرکار آپ کا کلام سن کر اس قدر مسرور اور خوش ہوئے کہ فرمایا: شاہ زمان تم نے ہماری بیس سالہ عبادت کا صلہ لے لیا، اللہ نے تمہیں دو ولایتیں عطا

کر دیں۔ آپ نے معصومانہ انداز میں دو ولائتوں کی وضاحت طلب کی تو سلطان العارفین بابا جی تاج والی سرکار نے فرمایا: آپ بحیثیت ہمارے نائب ولایت کے حقدار ہو اور دوسری ولایت برطانیہ جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرو گے اور غیر مسلم انگریزوں کو حلقۂ بگوشِ اسلام کرو گے۔ یہ دُعائیں تیر بہ ہدف ثابت ہوئیں، آپ کے ہاتھوں کئی غیر مسلم انگریز مسلمان ہوئے، ان کیلئے آپ نے انگریزی میں قرآن صوفی ازم وسائنس کتاب لکھی۔ علاوہ ازیں عقائد صحابہ، مجتہدین اور اولیائے کرام اور کئی ایک کتب مختلف موضوعات اسلام پر شائع کیں۔ 1989ء میں مینارِ معرفت اشاعتِ اوّل اور 2000ء میں اشاعت دوم شائع ہوئیں۔ 1999ء میں ٹرافالگر اسکوائر لندن میں جلسۂ عام کے دوران انگریز نومسلم شاگردوں میں انگریزی کتاب قرآن صوفی ازم اینڈ سائنس تقسیم کی گئی اور تصوف سے حاضرین کو آگہی دی۔ وائس پریزیڈنٹ وکنسلٹنٹ آف مینجمنٹ سروسز کے عہدہ سے فارغ ہو کر 2002ء میں عرفانِ الٰہی مع عرفان القرآن کا پہلا ایڈیشن شائع کیا جس کی تین مرتبہ اشاعت ہو چکی ہے۔

فاضل مصنف نے نہایت خوش اسلوبی سے پیچیدہ مسائل اور موضوعات پر سیر حاصل تقاریر ہی نہیں بلکہ تحریری طور پر اسلام اور تصوف کو عام فہم کر دیا۔ آپ کی تصانیف، مقالہ جات کے مطالعہ اور زندگی کے معمولات گفتار اور کردار، اخلاص بالعمل سے حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ یقیناً آپ مدارج ولایت کے منتہائے کمال اعلیٰ درجہ و مقام اور روحانی مرتبہ پر فائز ہیں۔ قرآن کے عرفان، علمِ تصوف کے بحر بیکراں کے غواص ہیں۔ آپ کو طالبانِ سالکین شریعت فی الحقیقت کیلئے روشنی کا مینار کہنا بجا ہوگا۔ حضرت باوا جی پیر سیدنا شاہ زمان سید کو ایک مفکر قرآن کی حیثیت سے علم باطن، تصوفِ اسلام پر اس قدر عبور

حاصل ہے کہ ہر بات کا جواب قرآن اور حدیث کے عین مطابق دلائل سے دیتے ہیں تا کہ لاعلمی اور غلط فہمی کی وجہ سے قارئین کے سطحی اختلافات دور ہوں، حقیقی تصوف میں پابندِ شریعت وطریقت ہونے سے کسی کو انکار نہیں۔ نفس کی اصلاح، قلب کی صفائی، روح و جسم کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی، نشونما کیلئے مؤثر ذریعہ علم تصوف اور روحانی تربیت ناگزیر ہے۔ سماع کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: سماع حق اور مکاشفہ الٰہی کا فیضان ہے اور سماعِ نفس حجابِ حق کا ذریعہ ہے۔ روح ایک لطیف چیز ہے، خوش الحانی ترنم میں ایک لطافت ہے جو روح اور دل کو گداز اور نرم کر دیتی ہے، آپ محفلِ سماع میں سریلی آواز اور ترنم میں بامعنی کلام سننا پسند فرماتے ہیں۔ اگر کوئی قوال خلافِ شریعت فی الحقیقت قول گا کر بیان کرتا ہے تو اسے روک کر درست کر دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ عرس کی محفلِ سماع میں ایک قوال بار بار مصرع گا رہا تھا۔ "خدا عرش کا فرش پر آ گیا"۔

آپ سرکار نے اُسے روک کر فرمایا کہ اس طرح بیان کرو۔

خدا خدا ہے، مصطفٰے مصطفٰے ہے　　　اللہ ہی جانے کون جدا ہے

اسی وقت پنجابی زبان میں ایک شعر لکھ کر دیا کہ حضور ﷺ کی شان کو گا کر سمجھاؤ۔

حد لگے تے بشر اے بے حد لگے تے نور　　　حد بے حد دونوں لگیں تے احمد پاک حضور
جس حد توڑی چڑھیا سولی وانگوں شاہ منصور　　　شاہ زماں میرا اللہ احد دل توں ناہیں دور

آپ کے روحانی فیض سے ہزاروں لوگ فیض یاب ہوئے ہیں۔ سحر و آسیب زدہ مریضوں کو قرآنی کلامِ الٰہی سے دم پڑھ کر صحت یاب کر دینا، بے اولادوں کو نرینہ اولاد عطا کر دینا کرامت سے کم نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ کی گفتگو اور ہر حرف کھلی کرامت ہے۔ جنات اور آسیب زدہ مریضوں کو ٹیلی فون پر دم کر کے جنات وغیرہ کو بھگا دینے کے بارے

میں میرے استفسار پر فرمایا کہ حکم خدائے رب کریم کا ہوتا ہے، زبان گویائی بظاہر وجودی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ اپنے پاس بیٹھے خلفا کو حکم فرماتے کہ تصورِ شیخ کے ساتھ مریض پر دم کرو تو وہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔

آپ کے ایک نہایت قابل خلیفہ ڈاکٹر رمضان سے ایک واقعہ سنا ہے کہ حضرت قبلہ عالم کراچی میں پی آئی اے کے ریٹائرڈ آفیسر انور صاحب کے گھر مدعو تھے، اُن کے کسی دوست کا ٹیلیفون آیا کہ اپنے پیرومرشد سے میرے لیے دُعا کروائیں کہ کاروبار میں بہت بڑی رکاوٹ آ گئی ہے۔ انور صاحب نے حضور سے دُعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا تم اپنی زبان سے کہہ دو کہ تمہارا کام ہو گیا۔ دوسرے دن سائل کا ٹیلی فون آیا کہ غیر متوقع ہونے والا کام ہو گیا ہے۔ آپ کے درویش صفت مرید انور صاحب نے حضور سے پوچھا کہ میرے کہنے پر اس کا اتنا اہم کام کیسے ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: تمہاری روحانی نسبت اپنے شیخ سے ہے اور تمہارے شیخ کی نسبت اللہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ سے ہے۔ ایسے ہی ایک مسیحائی کرامت کا اظہار چشم دید واقعہ سے متعلق ہے۔ حضرت کے برادرِ خورد دماغی چوٹ سے ہسپتال میں زیرِ علاج تھے، ایک ہفتہ کے بعد ڈاکٹروں نے ان کو مردہ قرار دے کر تجہیز و تکفین کا بندوبست کرنے کو کہہ دیا۔ میں حسبِ معمول حضرت صاحب کو مریض کی تیمارداری کیلئے لے کر ہسپتال گیا اور اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ باواجی ایک دم پڑھتے ہیں تو مریض صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ وہی دم اپنے بھائی پر بھی کرتے، میں نے باواجی کو دم پڑھنے کو کہا تو حضور نے یونہی دم پڑھ کر آواز دی، آنکھیں کھولو تو مردہ مریض نے آنکھیں کھول دیں۔ نرسیں حیرانی سے پوچھنے لگیں کہ آپ روحانی معالج ہیں۔ فرمایا: روحانی معالج اللہ ہے، ہم نے تو اللہ سے مدد طلب کی تھی۔

حدیثِ نبوی حق ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں ولی اللہ بمنزلہ صفتِ نبی کے ہوں گے۔

ایک واقعہ قابلِ تحریر ہے کہ میری بیوی شادی سے قبل کسی ہوائی چیز آسیب وغیرہ سے خوف زدہ ہو کر بے ہوش ہو جاتی تھی۔ اس کے دو بڑے بھائی یونیورسٹی پروفیسر حضرت قبلہ عالم باباجی کے مرید ہیں۔ ان کی درخواست پر باواجی گھر تشریف لائے اور دم کیا تو وہ صحت یاب ہو گئی، آئندہ حفاظت کیلئے روحانی تعویذ عطا فرمایا۔ شادی کے بعد ہم دونوں نے لندن میں باواجی کے گھر پر رہائش پذیر ہونے کا فیصلہ کر لیا تاکہ آپ کی صحبت میں رہ کر دینی و روحانی فیض سے مستفید ہوں۔ باواجی نے ازراہِ کرم میرے ذوق وشوق اور روحانی مزاج ومیلان کو دیکھ کر مجھے اپنے خرقہ خلافت کیلئے منتخب کر کے ہدایت فرمائی کہ خود کو اس روحانی منصب کیلئے تیار کرو۔ ایک دفعہ میرے سوال پر آپ نے فرمایا۔ "جب انسان خود کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے تو اللہ اپنے بندے کے کام اپنے سپرد لے لیتا ہے"۔ یہ فیوض و کرامات من جانب اللہ تعالیٰ ہیں۔ جس نے انسان کو اپنے نائب اور خلیفہ بنا کر مسجودِ ملائک اور اشرف المخلوقات کی خصوصیات سے سرفراز فرمایا۔ لہٰذا لازم ہے کہ انسان رب العزت کے عطا کردہ منصب اور انعام کے خود کو اہل بنائے۔

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان بننا — مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

بسا اوقات آپ کی روحانی گفتگو سے ایسا لگتا ہے کہ آپ بحیثیت مفکر قرآن، نائب سلطان العارفین اپنے والد کے علوم باطن کے حقیقی وارث اور ترجمان ہیں۔ آپ نے علمِ تصوف کے نہایت پیچیدہ اسرار و رموز کو نہایت آسان طریقہ اور خوش اسلوبی سے جدید علوم کی روشنی میں بیان کر دیا ہے۔

سلطان العرفا قطب زمان پیر سید شاہ زمان معہ زیر تربیت خلفاء کے دربار عالیہ چشتیہ تاج والی سرکار

قرآن، سائنس و تصوف

سلطان العرفا قطب زمان پیر سید شاہ زمان معہ صاحبزادہ کیپٹن نعیم الزمان سید (بی ایس سی۔ بی ایڈ)

سلطان العرفا قطب زمان پیر سید شاہ زمان معہ خلیفہ محمد عثمان فاروق (ایم ایس سی)

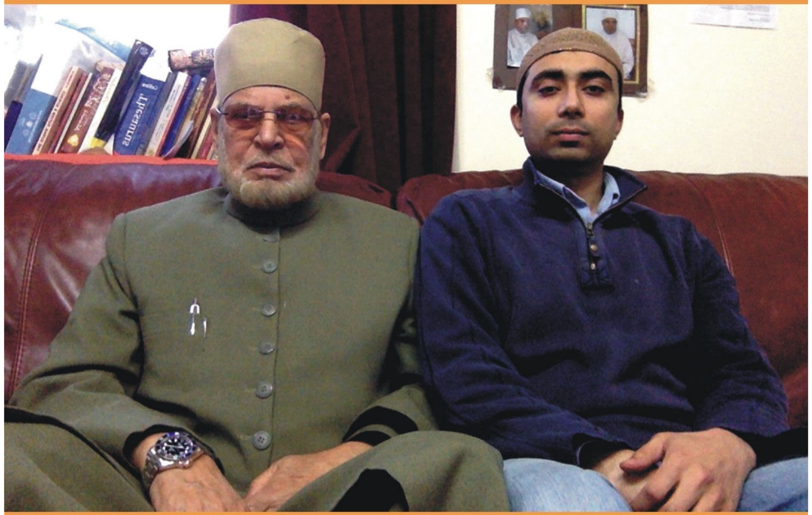

نقشہ جات اور تمثیلات قرآن وحدیث اور سائنسی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ علمِ تصوف جو قرآن کی روح ہے کوئی مفروضہ نہیں۔ دورِ حاضر کے تعلیم یافتہ اور اہل بصیرت لوگوں کیلئے آپ کی تصانیف مشعلِ راہ ہیں۔ قرآنی تصوف اور دورِ جدید کے سائنسی علوم میں مسلسل تحقیق وترقی جاری ہے۔ سائنس نے کرۂ ارض کی حدود پار کر کے خلائے بسیط میں سیٹیلائٹس معلق کر رکھے ہیں۔ خلائی سیاروں کی گزرگاہوں میں خلائی سفر کر رہے ہیں، اسی طرح انسان بھی مردِ حق بن کر ارتقائی عمل و تحقیق کے میدان میں نئی منازل کی طرف گامزن ہے، شدت سے ایسی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ قرآن پاک کی تاویلات وتعبیرات کو دورِ حاضر کے علمی، سائنسی تقاضوں کے مطابق عوام الناس کے سامنے لایا جائے۔ قرآن کو محض ثواب کی خاطر نہ پڑھا جائے، بلکہ تحقیق وعمیق نظر سے قرآن کی روح تصوف کو سمجھا جائے اور اسے سائنسی علوم سے ہم آہنگ کیا جائے۔ 84 سال کی عمر میں باوا جی سرکار کی کاوش قابلِ تحسین ہے کہ آپ نے قرآنِ مجید کے بحرِ بیکراں میں اپنے علمی اور روحانی ادراک سے غوطہ زن ہو کر عرفانِ خداوندی کے انمول گوہر نکال کر قلم بند کیے اور سائنس کی روشنی میں علمِ تصوف کو بیان کر کے حیرت انگیز اضافہ کیا اور نوجوان نسل کو دعوتِ فکر دیتے ہوئے قرآن کے علمِ باطن کو سمجھنے کیلئے آسان طریقہ سے نئی راہیں کھول دیں۔ علمائے ظاہر کی تصوف سے دوری پر اظہارِ تاسف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نظر کوئی آئے چہرہ نورانی ‏ ‏ ‏ عشقِ اویسی کا جذبۂ ایمانی
کہاں شاہ زماں ہیں تصوف کے بانی ‏ ‏ ‏ رومی، غزالی، جنید، الفِ ثانی

میرے لیے اس کتاب کی اشاعت باعثِ فخر ہی نہیں بلکہ باعثِ ثوابِ دارین بھی ہے۔ میری فرمائش پر آپ نے روحانیت کے شعبہ میں طالبانِ تصوف کی رہنمائی کیلئے

اپنی آخری معرکہ خیز کتاب تحریر کرنے کا عزمِ مصمم کیا اور اپنی سوانح حیات کے چند واقعات مع تصاویر میری حسبِ خواہش بیان کیے تا کہ قارئین صاحبانِ علم و ادب اور تشنگانِ علمِ باطن پر حقیقت عیاں ہو کہ تصوف کے میدان کے شہسوار گوشہ نشینی کو ترجیح دینے کی بجائے قال وحال میں ہم آہنگی برقرار رکھتے ہوئے مرتبۂ کمال تک بھی رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں تین سال کی عمر میں سخت بیمار ہو گیا تو والدہ محترمہ نے میرے والد محترم سرکار خواجہ پیر محمد حسین تاج والی سرکار کو حضرت علی احمد صابر جو حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے بھانجے اور روحانی خلیفہ بھی تھے کے سالانہ عرس کی صدارت کیلئے سفر کا ارادہ ملتوی کرنے کو کہا تو آپ نے فرمایا لاکھوں عقیدت مند تشنگانِ تصوف کو محروم کرنے والی بات ہے، بیمار بچے کو ساتھ لیے چلتے ہیں، علی احمد صابر کسی روحانی طبیب سے کم نہیں۔ ضلع سہارن پور انڈیا میں کلیر شریف پہنچے اور مجھے علی احمد صابر پیا کی تربت مبارک کے ساتھ لٹا کر حجرہ میں زادِ سفر رکھنے چلے گئے، اسی دوران میرے پاس ایک دبلا پتلا سفید پوش بزرگ آیا اور میرے شکم پر مسلسل ہاتھ پھیر کر مجھے سلا دیا۔ بابا جی واپس آئے اور حجرہ میں لے گئے، شام کے وقت مجھے حاجت ہوئی تو پیٹ سیاہی مائل غلاظت سے ایسا صاف ہوا کہ میں عمر بھر بیمار نہ ہوا۔ رات کو باوا جی نے مزارِ مبارک پر حاضری دی اور کشفِ قبور کر کے علی احمد صابر کے مثالی وجود سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تو علی احمد صابر پیا نے فرمایا: آپ کے فرزندِ ارجمند کو حکم الٰہی سے رو بصحت کر دیا ہے، اسے پاک وصاف غذا دینا اور بدبو سے دور رکھنا۔ اعلٰحضرت نے ہمیشہ ان دو باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھا۔

دوسرا دلچسپ واقعہ کالج کی تعلیم کے دوران پیش آیا۔ آپکے والد اپنے مریدین کو ملنے دو ماہ کے دورہ پر روانہ ہوتے وقت موسمِ گرما کی دو ماہ کی تعطیلات کیلئے کالج کی فیس دینا

بھول گئے اور آپ کو بھی مانگنے کی عادت نہ تھی، لہٰذا کالج کی دو ماہ کی فیس ادا نہ ہو سکی۔ فیس کی عدم ادائیگی کی وجہ سے کالج سے خارج کر دینے کا نوٹس بورڈ پر پڑھ کر پریشانی ہوئی تو کالج کے پرنسپل صاحب سے جب لیٹ فیس جمع کروانے کی مہلت مانگی تو پرنسپل صاحب نے آفس سے میرا تعلیمی ریکارڈ منگوا کر دیکھا کہ میں ہر مضمون میں اوّل آیا تھا، اس بنا پر بقایا دو سال گریجویشن کیلئے فیس معاف کر دی گئی۔ جب اعلیٰحضرت باواجی تاج والی سرکار اپنے دورہ سے واپس تشریف لائے۔ آپ نے میرے سر پر دستِ شفقت پھیر کر کہا کہ ہم آپ کو فیس کی رقم دینا بھول گئے تھے تو آپ کا معاملہ خواجہ اجمیری معین الدین غریب نواز کے سپرد کر دیا تا کہ آپ کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ آپ نے عرض کی: باباجان! دو ماہ کے بجائے میری کالج کی فیس اب آخری دو سال کیلئے بھی معاف ہو گئی ہے۔

ایک اور دلچسپ واقعہ قابلِ ذکر ہے کالج کے جلسہ تقسیم اسناد کی تقریب پر طلبا کو سیاہ رنگ کا گاؤن (جبہ) پہن کر تقریب میں شامل ہونے کیلئے کہا گیا تھا۔ باواجی نے فرمایا: میرا جبہ (گاؤن) پہن کر جاؤ اور ڈگری لے آؤ، انکار کرنے کی جرأت نہ ہوئی، دل میں خیال آتا تھا کہ اطلس اور سنہری تاروں سے کڑھائی کیا ہوا گاؤن (جبہ) دیکھ کر کالج کے طلبا کیا کہیں گے۔ بہر حال اپنے بزرگوار مرشد کے حکم کی تعمیل کی یہ سنہری کڑھائی کیا ہوا نہایت قیمتی جبہ (گاؤن) جو بہاولپور کے نواب خاقان عباسی نے بطورِ تحفہ بھجوایا تھا اور آپ کے دیوان میں عرفانی حکایات کو کتابچہ کی صورت میں چھپوا کر عوام الناس میں تقسیم کرنے کی اجازت بھی طلب کی تھی۔ اس واقعہ سے ایسا لگتا ہے کہ آپ کی صوفیانہ خرقہ پوشی کی رسم تو اوائلِ عمر میں ہی ادا ہو گئی اور آپ کو دنیاوی اعلیٰ منصب پر فائز ہوتے ہوئے قصرِ شاہی میں فقیری کا سلیقہ سکھا دیا اور تمام تر منازلِ تصوف طے کروا دیں کہ کیسے بندۂ مومن خود شعور ہو

کر خدا آشنا ہو جاتا ہے۔

تصوف کیا ہے خدا آشنائی   مومن کی زد میں ساری خدائی

میرے استفسار پر آپ نے اس شعر کی تشریح بیان کی کہ جب بندۂ مومن فقر کے درجۂ کمال تک پہنچ کر اللہ کا ہی ہو جاتا ہے تو اللہ اپنے بندہ کو اپنا رفیق اور محرم راز بنا لیتا ہے بمطابق حدیثِ نبوی (اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ) کا مفہوم یہ ہے۔

صاف کہہ دوں گا کسی نے گر پتہ پوچھا تیرا
آپ کا محرم ہوں میں مجھ سے ہے چرچا تیرا
کھو گئے وہم وشک میں جو جدا تجھ سے ہوئے
ان کو شہرِ دل کی جانب نہ ملا رستہ تیرا

کتاب تحریر کرتے وقت آپ اکثر رات کے ایک بجے تک بیدار رہتے۔ 84 سال کی عمر میں کتاب کا مسودہ تیار کرنا بڑی ہمت اور عزمِ صمیم کی دلیل ہے۔ نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر آپ نے نہایت خوش اسلوبی اور دلائل کے ساتھ بیان کیا تو میں نے فرمائش کی کہ وحدت الوجود کا مضمون اس کتاب میں شامل ہونا چاہیے، لہٰذا آپ نے اپنی پہلی کتاب عرفانِ الٰہی میں تحریر شدہ مضمون وحدت الوجود پڑھ کر سنایا اور فرمایا: اس مضمون کو دوبارہ سائنسی حوالے سے اس نئی کتاب قرآن، سائنس و تصوف میں شامل کریں گے۔

مجھے حکم دیا کہ وحدت الوجود کو سائنس کی رو سے ثابت کروں تا کہ مستقبل کے سائنسدان نظریۂ وحدت الوجود کے قائل ہو کر ولایت کے درجہ پر فائز ہونے کا شرف حاصل کر سکیں۔ آئن سٹائن کی تھیوری آف ریلیٹیویٹی کا حوالہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ

تھیوری تو وحدت الوجود کے نظریہ کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ اس کو مضمون کا اضافی حصہ بنا کر کتاب میں شامل کرنا مناسب ہوگا تاکہ دورِ حاضر کے سائنسدان اسلام کی روحِ تصوف جو کہ ایک روحانی سائنس ہے کے مطالعہ سے مستفید ہو سکیں اور اسلامی معاشرہ کے تمام افراد تصوف کے بنیادی اصول تزکیۂ نفس اور صفائے قلب کے ذریعہ خصائلِ حمیدہ سے متصف ہو کر اختلافی مسائل کے قطع نظر باہمی محبت و اخوت کا روحانی نظام قائم کریں۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ عالمِ اسلام کو دینی، اخلاقی اور روحانی تعلیمات پر عمل با اخلاص کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری
من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

آمین ثم آمین وما توفیقی الا باللہ

خاک پائے صلحاوعرفا

خلیفہ محمد عثمان فاروق

ایم ایس سی (لندن)

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾

He (Allah) is the First and The last.
The Evident and the Immanent and
He has full knowledge of all things. (57:3)

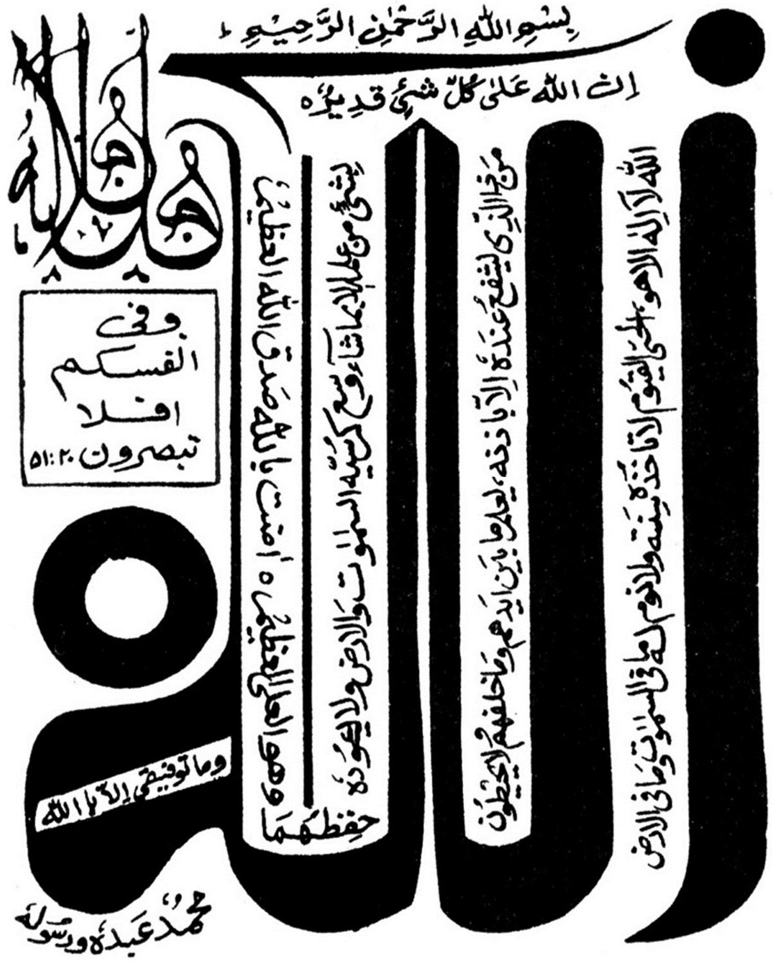

اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (النور:۳۵)

خالقِ قرآن و مُعلّمِ قرآن

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جا کے نظر کہاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ
مُعَلِّمُ الْقُرْآنِ نُوْرُ مُجَسَّمِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے انسان کو قلم سے علم سکھایا اور وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا (وہ انسان کامل) قرآن کی تعلیم دینے والا نوری بشر ہے، آپ پر اللہ کی رحمت (قربتِ دوام ہو) اور سلامتی ہو۔

زمیں سے آسماں تک آسماں سے لا مکاں تک ہے
خدا جانے ہمارے عشق کی دنیا کہاں تک ہے
نہ جانے شاہ زماں یہ جلوۂ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

ھوالظاہر

وہی معبودِ واحد ذات ہے ہر نفس میں مضمر
وہی اوّل وہی آخر وہی باطن وہی ظاہر
ہے ذَوقِ طلب تو پھر گذر جا اِس قیدِ ہستی سے
حدودِ عقل کی اِس قید سے بالا ہے وہ جوہر

نقشِ حیاتِ کائنات

نقشِ حیاتِ کائنات تیری نُمودِ ذات ہے
تیرا ظہور صبحِ نور تیرا عدم ہی رات ہے
یہ جہانِ رنگ و بو شانِ جل جلالہ
نورِ خدا سے چار سُو روشن یہ ممکنات ہے
بے مثل واحد خدا مالکِ ارضِ و سما
واحدہٗ لا شریک تُو خَالِقِ کائنات ہے
مَیں مکاں ہوں تو مکیں میں جہاں ہوں تو وہیں
تجھ سے جُداہوں بالیقیں میری کہاں نجات ہے
فنا ہوں میں، بقا ہے تو، بندہ ہوں میں، خدا ہے تو
ہستی میری نفی نفی، تو ہی تو اَثبات ہے
شوقِ جنوں میں عشق نے اپنا مقام پا لیا
عقل نارسا ابھی طالبِ معجزات ہے
شاہ زماں معراج نوری بشر کی پرواز ہے
عبدہٗ کی ذات سے عرشِ علیٰ پہ بات ہے

رب (اِلٰہ) العالمین

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (النور:۳۵)

اللہ زمین وآسمانوں کا نور ہے،نور میں شعور ہے شعور سے ظہور ہے۔

یہ دنیا جو ہماری آنکھوں کے سامنے پھیلی ہوئی ہے، ایک ایسے معبودِ حقیقی پر شاہد ہے جو تمام صفاتِ کامل سے متصف ہے اور اس شہادت کی بنیاد ایسے امور پر ہے جن کا ہم خارج میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ سب سے پہلی چیز جو انسانی نظر کو متوجہ کرتی ہے وہ اس کائنات کا حسن و جمال ہے چونکہ انسان کے اندر حسن کا نہایت گہرا احساس ودیعت کیا گیا ہے، جب وہ اپنے اردگرد دلفریب مناظر اور بے حجاب جلووں کو دیکھتا ہے تو دفعتاً اس کے اندر ان کے صانع کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ؁۱۴ (المومنون) بڑا ہی خیر و برکت والا ہے، اللہ جو بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ قرآنِ حکیم کہتا ہے کہ ستاروں کی بزم آرائیاں، شفق کی جلوہ کاریاں، قوس وقزح کی رنگینیاں، دشت وچمن کی دلفریبیاں سب اس لیے ہیں کہ انسان کی حسِ باطن کو بیدار کریں اور اس میں یہ بصیرت پیدا ہو کہ ایسی حسین جمیل دنیا بغیر کسی خالق کے وجود میں نہیں آسکتی۔ جب ہم اس کائنات کے اجزا کے انفرادی وجود سے گزر کر ان سے ترکیب پائی ہوئی اس حسین وحدت یعنی اس مجموعی دنیا کے حسن و جمال کو دیکھتے ہیں تو ہم پر ایک اور حقیقت روشن ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کائنات کا خالق و رب ایک ہی ہے۔ کوئی اس کا شریک و ہمسر نہیں۔ صرف ایک ہی کی مشیت اور ایک ہی کا ارادہ ہے جو ان تمام رنگا رنگیوں کے اندر کارفرما ہے۔ اگر مختلف ارادے اور مختلف پسندیں اس کائنات کے اندر کارفرما ہوتیں، اوّلاً تو اس کا قیام ہی ناممکن ہوتا۔ اگر قیام فرض بھی کر لیا جائے تو یہ ایک آراستہ بزم کی جگہ کباڑیئے کی دکان معلوم

ہوتی، جہاں ہر چیز بے قرینہ، بے ربط اور بے جوڑ ہوتی، کیوں کہ مختلف ارادوں اور مذاقوں کے تصادم کے ساتھ تناسب کا وجود محال ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ؁۲۱ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ؁۲۲ (الانبیاء:۲۲)

ترجمہ: کیا انہوں نے زمین کے الگ معبود ٹھہرائے ہیں کہ وہ پیدا کرتے ہیں اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور کوئی معبود ہوتے تو یہ درہم برہم ہو جاتے، پس اللہ عرش کا مالک پاک ہے ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

کائنات کے مختلف اجزاء کا باہمی توافق اور ان کی باہمی سازگاری پر غور کیجئے، زمین وآسمان، شب و روز، گرمی وسردی، نور وظلمت، حرارت و برودت، نر و مادہ، جیسی ضدوں میں توفق کا پہلو ہی نمایاں نہیں ملتا بلکہ پورے نظامِ کائنات میں ایک ہمہ گیر توافق اور سازگاری ہے۔ ایک ننھے سے پودے کی نشوونما کیلئے کائنات کے تمام عناصر کس طرح سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔ زمین اس کیلئے گہوارہ بنتی ہے تو ہوائیں لوریاں دیتی ہیں، سورج اس کو گرم رکھتا ہے تو شبنم اسے ٹھنڈک پہنچاتی ہے اور ابر رطوبت فراہم کرتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ ایک مدبر ہستی کے اشارے پر ہو رہا ہے جو ان تمام اجزائے مختلفہ کے اندر توافق وسازگاری پیدا کرتی ہے اور ان کو پروان چڑھاتی ہے۔ اس حیرت انگیز توافق کو ایک اتفاقی واقعہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ؁۱۶۳ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَتَصۡرِيفِ ٱلرِّيَٰحِ وَٱلسَّحَابِ ٱلۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ ﴿١٦٤﴾ (البقرة:۱۶۴)

ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ رحمٰن اور رحیم آسمانوں اور زمین کی خلقت روز و شب کی آمد و رفت اور کشتی میں جو لوگوں کیلئے سمندر میں نافع چیزیں لے کر چلتی ہے اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا اور اس سے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر طرح کے جاندار پھیلائے اور ہواؤں کی گردش میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں دلیلیں ہیں (توحید کی) سمجھنے والوں کیلئے۔

ظاہر بین نگاہیں صرف موجوں کے تلاطم کو دیکھتی ہیں۔ موجوں کے اندر صدف اور صدف میں پرورش پانے والے گہر تک ان کی رسائی نہیں ہوتی اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآنِ مجید بار بار توجہ دلاتا ہے کہ اس کائنات کے اضداد کو نہ دیکھو، ان صالح نتائج کو دیکھو جو ان اضداد کی کشمکش کے اندر پیدا ہو رہے ہیں اور اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ ایک ہی حکیم کا ہاتھ اس تمام کائنات پر متصرف ہے، سورج چاند ستارے اپنے حسن و عظمت کے باوجود اور زمین، دریا، پہاڑ، ہوا، ابر، برق، رعد اپنی سطوتِ قوت اور جلالت کے علی الرغم ایک محکم نظامِ حکمت کے تحت مقہور و مسخر ہیں۔ دیکھئے جیسے طلوعِ آفتاب کے ساتھ اس کائنات کی ہر چیز کا سایہ بتدریج سورج کی مخالف سمت سے اٹھنا شروع ہوتا ہے اور ایک مصلی کی طرح پورے قیام کی حالت میں آجاتا ہے، پھر سورج کے زوال کے ساتھ جھکنا شروع ہوتا ہے گویا رکوع میں ہے اور غروبِ آفتاب کے ساتھ زمین پر بچھ جاتا ہے جیسے سجدہ میں ہو، اسی طرح سب کارکنانِ قدرت بھی کسی ایک حاکمِ اعلیٰ کے تابع معلوم ہوتے ہیں جو ان سب کا خالق اور سب پر فرماں روا ہے۔ لہٰذا یہ سب بے شک

مسلمان ہونے کی شرائط پوری کرتے ہیں اور ہر ذی شعور انسان کو دینِ فطرت یعنی اسلام کی طرف دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ نے توحید خداوندی کو جس حجت و دلیل سے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا، ابراہیمی حسنِ مجادلہ کی بہترین تصویر ہے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيۡهِ ٱلَّيۡلُ رَءَا كَوۡكَبٗاۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّيۖ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَآ أُحِبُّ ٱلۡأٓفِلِينَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَءَا ٱلۡقَمَرَ بَازِغٗا قَالَ هَٰذَا رَبِّيۖ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمۡ يَهۡدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلضَّآلِّينَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَءَا ٱلشَّمۡسَ بَازِغَةٗ قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَآ أَكۡبَرُۖ فَلَمَّآ أَفَلَتۡ قَالَ يَٰقَوۡمِ إِنِّي بَرِيٓءٞ مِّمَّا تُشۡرِكُونَ ﴿٧٨﴾ إِنِّي وَجَّهۡتُ وَجۡهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ حَنِيفٗاۖ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ﴿٧٩﴾ (الانعام:۷۹)

ترجمہ: جب اس کو رات نے ڈھانک لیا، اس نے ایک ستارے کو دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، جب وہ غروب ہو گیا کہا میں غروب ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جب چاند کو چمکتا دیکھا کہا یہ میرا رب ہے جب ڈوب گیا بولا اگر میرے پروردگار نے میری رہبری نہ فرمائی تو لازماً میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو چمکتا دیکھا کہا یہ میرا رب ہے، یہ بڑا ہے، جب وہ بھی ڈوب گیا، کہا اے میری قوم میں نے اپنا رخ یکسو ہو کر اس ذات کی طرف پھیرا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی کی رو سے انہوں نے ثابت کر دیا کہ خالقِ حقیقی نے انسان کو فی الجملہ آزادی بخشی ہے کہ شر جو کائنات میں حق کی ضد کی حیثیت سے پایا جاتا ہے، کے سامنے نظم و ضبط کے ساتھ کس طرح عقل و استدلال سے راہِ فطرت اختیار کرنا چاہئے جو کہ اللہ کو پسند ہے۔

سائنس اور دلائلِ توحید

دورِ حاضرہ کے سائنسدان جس مادہ سے اس کائنات کے وجود کی تعبیر کرتے ہیں وہی مادہ اپنے خالق کی خود ایک ٹھوس دلیل ہے کہ عالم کی سماوی وارضی اشیاء کی اصل دوامر ہیں۔ مادہ اور اس کی قوت یعنی حرکت، سائنسدانوں کے خیال میں مادہ یعنی ایتھر کے چھوٹے چھوٹے ذرات قانونِ کشش سے جمع ہوکر ایک کرہ بن گیا جسے شمس کہتے ہیں جو کہ اپنے محور کے گرد گردش کرنے لگا۔ گردش کے مقتضا کے موافق ستاروں کی شکل میں مادہ آفتاب کے کچھ ٹکڑے اس سے جدا ہونے لگے اور پھر فضائے بسیط میں ٹھنڈے ہوکر اس کے گرد گردش کرنے لگے۔ جس کو نظامِ شمسی کہتے ہیں۔ یہ کرۂ ارض بھی ایسا ہی ایک ٹوٹا ہوا ستارہ خیال کیا جاتا ہے جو کہ اپنے محور پر گردش میں ہے۔ اس کی آتشیں سطح سرد ہوکر مختلف طبقات بن گئے اور کیمیاوی عمل کے سبب جمادات، نباتات، حیوانات بالترتیب پیدا ہوتے رہے، الغرض سائنسدان مادہ کو حدوث سے بچانے کیلئے مادہ کے ذرات بسیط کیلئے حرکت ثابت کرکے اس امر کا ثبوت دیتے ہیں کہ مادہ ہی قدیم ہے اور کوئی خدا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے وجود کا وہ یقین نہیں کرتے جو کہ اسلام کی رو سے مادہ کا بھی خالق ہے اور قدیم بھی۔ سائنس دان یہ دلیل دیتے ہیں کہ مادہ کی اشیاء معلول (نتیجہ) ہیں اور مادہ کی حرکت علت (سبب یا فعل) ہے، اگر مادہ اور حرکت قدیم ہیں تو اس کے معلول (اشیائے جہاں) بھی قدیم ہوں گی کیونکہ معلول علت سے کیسے جدا ہوسکتا ہے اور حلولی علت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا مگر سائنسدان خود یہی کہتے ہیں کہ مادہ کی علت پہلے موجود نہ تھی۔ بلکہ مادہ کے ذرات کے تبدیل ہونے یعنی اس نے یہی صورت زائل کرنے کے بعد دوسری صورتوں کا سلسلہ اختیار کیا اور صورتِ وجود سے حادث ہوا۔ اب بتائیے کہ قدیم کا زائل ہونا

محال ہے کیونکہ اس کی ذات اس کے وجود کیلئے علت ہوگی اور پھر قدیم کا صورت رکھنا بھی محال ہے کیونکہ مادہ کی صورت سے اہل سائنس کو بھی انکار نہیں۔ صورت لازم ہے اور مادہ ملزوم ہے۔ لازم ملزوم سے جدا نہیں ہوسکتا۔ اگر مادہ قدیم ہو تو سب صورتیں بھی قدیم اور لازم ہوں گی لیکن صورتیں عدم کو قبول نہیں کرتی ہیں تو زائل ہونے والی چیز قدیم نہیں ہوسکتی تو پھر مادہ یعنی ملزوم بھی قدیم نہیں ہوسکتا۔ جو شے خود معدوم ہو اور زائل ہونے والی ہو تو اس سے اختیاراً باارادہ سب کچھ باقاعدہ طور پر کیسے موجود ہوسکتا ہے۔ اب عقل خود ہی سوچتی ہے کہ کونسی شے ہے جس سے مادہ حادث ہوا کیونکہ کوئی شے بلا وجہ اس کائنات میں ظہور پذیر نہیں ہوسکتی اور وہ شے جس سے مادہ جو عالم کی اصل ہے، پیدا ہوا ہے، ضرور موجود ہے اور اس کا معدوم ہونا بھی محال ہے، کیونکہ موجودات کسی معدوم سے ہرگز حادث نہیں ہو سکتی۔ جیسے بم پھٹ جانے سے ہزاروں مربع میل تک کثیر تعداد میں اجزائے بم خلا میں پھیل تو جاتے ہیں لیکن بم کی حقیقت مٹ جاتی ہے اور دوسرے نہ وجود اور عدم، دونوں اکٹھے ہی ہوسکتے ہیں تو یقیناً ایک شے کی ضرورت پیش آئی جس کے امر کے یہ موجودات تابع ہو، اس کا نام عالم کا خدا رکھا گیا۔

اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ (القصص:۳۰)

ترجمہ: تحقیق میں اللہ ہوں اور عالمین کا رب ہوں۔

لیکن خدا قدیم ہے یا حادث کیونکہ خداوند اگر مادہ کی شکل میں حادث ہو تو اس کو حادث کرنے والا کوئی دوسرا خدا ہوگا تو پھر

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء:۲۲)

ترجمہ: اگر ہوتے دونوں زمین و آسمان میں خدا سوائے ایک کے تو البتہ دونوں خراب ہوتے۔

لہٰذا یہ حادث ہیں لیکن جلوہ گر جو کہ اپنے ارادے اور اختیار سے انہیں اپنے مقتضا کے مطابق ظاہر کررہا ہے قدیم سے قدیم ہے کیونکہ موجودات میں سوائے حدوث اور قدیم کے کوئی تیسری شق ہو ہی نہیں سکتی۔ جس کو قدیم بالذات مانا جائے کیونکہ اس کی ذات ہی اس کے وجود کو مقتضا ہے۔ اہلِ تصوف اسے واجب الوجود کہتے ہیں اور اس کی ذات ارادہ کرنے والی احدیت وحدت کے رنگ میں ذی اختیار مختار اور ہر شے پر قادر ہے۔ لوہے اور موم کی شکلیں ضرور بدلتی ہیں لیکن لوہا و موم اپنی جگہ اور اپنی ذات میں قائم رہتا ہے:

كَانَ اللّٰهُ مَعَهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْئًا اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ۔ یعنی تھا اللہ ہی ایک نہ تھی ساتھ اس کے کوئی شے، وہ اب بھی جیسا تھا ویسا ہی ہے۔

یہ فلسفے جونیست کو ہست نہیں مانتے، اس کا مطلب ہے کہ وہ کسی ایسے جوہر کو موجود نہیں مانتے جو اس سے پہلے موجود نہ ہو۔ اگر سایہ کی اصل شے سے کوئی ہستی نہیں تو اس کی علت مادی اس شے سے الگ کیا ہو سکتی ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ (النساء:۱۲۶)

ترجمہ: خدا کائنات کی تمام اشیاء پر چھایا ہوا ہے۔

آفتاب کا نور دنیا کی وسعتوں میں آفتاب سے الگ کیا ہے؟ دنیا کی تمام ہستیاں اس کی مستعار ہیں، شعاعیں جب تک آفتاب میں ہیں ان میں تعدد یا تکثر بھی نہیں۔

اَلْوُجُوْدُ فِي الْقِدَمِ قَدِيْمٌ وَفِي الْحَادِثِ حَادِثٌ۔

ترجمہ: ذاتِ حق کا وجود قدیم سے قدیم ہے اور حادث سے حادث بھی۔

حادث سے حادث کی اور صفات کے درجہ تکثر (کثرت) ہونے سے ہے، ورنہ مرتبہ ذاتِ حق میں خدا کی ہستی مطلق واحد و یکتا ہے۔ آفتابِ حقیقی کا نور واحد ہے، نور اور روشنی کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا، آفتابِ حقیقی کے نور کی کرنیں تمام ممکنات اشیاء جہاں کو منور

(ظاہر) کررہی ہیں۔ روزانہ اس کی ایک نئی شان ہے کہ شاہد حقیقی ازل سے جلوہ افروزی فرما رہا ہے اور عالم محسوس کے تمام تغیرات اس کے گونا گوں شیون ہیں۔ اور ذات کیلئے مظاہر کا کام دے رہے ہیں۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ (الرحمن:۲۹)

رب العالمین کی تمثیل اور پہچان خود انسان کا وجود ہے، جس میں موالیدِ ثلاثہ (جمادات، نباتات اور حیوانات) کا وسیع الارض جہاں آباد ہے، حضرت علی المرتضےٰ آباء آئمہ وامام الاولیاء کا قول ہے:

وَتَزْعُمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ وَفِيْكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ۔

ترجمہ: تو گمان کرتا ہے کہ ایک چھوٹا سا جسم ہے حالانکہ تیرے اندر ایک عالمِ کبیر لپٹا ہوا ہے۔

وَالْاِنْسَانُ كِتَابٌ كَامِلٌ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ یعنی بے شک انسان ایک کامل کتاب ہے جس کی پہچان اور معرفت سے رب العالمین کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔

(مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ)

ان زریں اقوال سے بات واضح ہوگئی کہ انسان کا اپنا وجود ہی خدا کے وجود کی روشن دلیل ہے کہ خدائے بزرگ و برتر عالمِ ناسوت، عالم ملکوت، عالمِ جبروت، عالمِ لاہوت، عالمِ باہوت، عالم ھاہوت، عالم ھویت سات عالموں کا رب ایک زندہ ہستئ مطلق خود اپنی ذات میں قائم و دائم حَیٌّ و قیوم ہے، اگر سائنسی دور کا انسان جن صفات اور خصوصیات کے ساتھ اپنی ہستئ موہومہ کا تجربہ کررہا ہے تو الہ العالمین اپنی صفاتِ الٰہیہ اور خصوصیات کے ذریعہ کائنات میں اپنا تجربہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ بقول علامہ اقبال

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

چنانچہ تسلیم کرنا پڑے گا، اگر میرا وجود یقینی ہے تو کائنات کے خالق رب العالمین کا وجود (لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ) کیوں یقینی نہیں، اگر میری بنائی ہوئی مشین سیٹلائٹ کا ریموٹ کنٹرول میرے ہاتھ میں ہے تو اس میں کیا تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ خدائے مطلق شعورِ عالم اپنے بہترین وضع کردہ قوانین کے تحت اپنی ذہانت خودشعوری سے نظامِ کائنات کو باحسن الطریق چلا رہا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ رب العالمین کو تسلیم کرنا ایسا ہی ہے جیسے اپنے آپ کو ماننا اور اپنے وجود کو تسلیم کرلینا اگر خدا کو ماننا بھی اتنا ہی عجیب ہے تو پھر ایک عجیب کو مان لینے سے دوسرے عجیب کو مان لینے میں کیا رکاوٹ ہے۔

قرآن کی سورۂ حم سجدہ میں واضح ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ

ترجمہ: عنقریب ہم ان کو اطرافِ عالم اور ان کی جانوں میں (نفسِ انسانی کے اندر اور خارج کی دنیا میں) اپنے نشانات دکھائیں گے (یعنی اپنی ربوبیت، طبیعات، حیاتیات اور نفسیات کے بعض حقائق سے آشنا کر دیں گے) حتیٰ کہ ان پر ثابت ہو جائے کہ خدائے وحدہ لاشریک اور قرآن برحق ہیں۔ (حم سجدہ: ۵۳)

یہ اُم الکتاب، قرآن مجید، فرقان حمید اپنے مطالب علمی اور روحانی معانی، منظم حکمیاتی نظریۂ حیات کی صورت میں معلمِ اعلیٰ خاتم النبیین سید الانبیاء حبیبِ کبریا محمد ﷺ کے لوحِ قلب پر نازل ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ دینِ حق اسلام کا نظامِ حکمت، فطرتِ انسانی کا فلسفہ، خداشناسی، خودشعوری، ہر زمانہ کی علمی صداقتوں اور سائنسی حقیقتوں سے ہم آہنگ اور روحانی رہنمائی کا سرچشمہ ہمارے پیارے رسول اللہ کا الہامی واسطہ اور روحانی وسیلہ ہمارے اور خدائی نشرگاہ کے درمیان ایک قسم کا ریڈیو سیٹ ہے، بلاشبہ قرآن کا روحانی فلسفہ بے عیب ہے، رب العالمین نے اپنی وحی الکلام کو دیگر تمام علمی و عقلی نظریات، نصب

العینوں پر غالب کر دیا ہے جو علمی، سائنسی معیار پر پورا اتر رہا ہے، قرآن کی تعلیمات سے ثابت ہوتا ہے کہ خالقِ کائنات ایک عظیم بزرگ و برتر شعورِ عالم ہے جو اپنی ربوبیت (کمترین چیز کو بتدریج اعلیٰ ترین ترقی) دینے والا اعلیٰ ذہانت، ریاضیاتی فکر و عمل سے کائنات کے اس قدر حیرت کن نظام کو کنٹرول کیے ہوئے ہے۔ گردشِ لیل ونہاران گنت سیارے اور کہکشائیں ایک ایسے مدبر، خودشناس ہستی مطلق کا پتہ دیتی ہیں جو اپنی صفتِ خود شعوری سے ساری کائنات کے اندر ارتقائی عمل سے کارفرما ہے اور اپنے عظیم شاہکار انسان میں بھی جلوہ گر ہے جو عدم سے عالم ہستی میں آیا۔ اللہ تعالیٰ سورۂ دھر میں فرماتا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ② (الدھر: ۱، ۲)

ترجمہ: بے شک انسان پر کوئی ایسا وقت بھی تھا جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا، ہم نے انسان کو ایک ٹپکنے والے قطرۂ آب سے پیدا کیا تاکہ ہم اسے آزمائیں، پس ہم نے اسے سننے اور دیکھنے کی توفیق دی۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ⑬ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ⑭ (نوح: ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ (اپنے رب العالمین) سے وقار کے آرزو مند نہیں ہوتے اور یقیناً اس نے تمہیں مختلف مراحل سے گزار کر پیدا کیا۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ⑰ (نوح: ۱۷)

ترجمہ: اور اس نے تمہاری نسل کو زمین سے اگایا جیسا کہ اور چیزیں زمین سے اگتی ہیں۔

(الانبیاء: ۳۰) کیا ان کو معلوم نہیں کہ زمین اور آسمان ملے ہوئے تھے اور ہم نے ان کو ایک دوسرے سے الگ کیا اور پانی سے ہر جاندار کو زندہ کیا جب تمام مخلوقات سے افضل

انسان میں خودشعوری جو اللہ کے اوصاف میں ایک صفت ہے، کا ملکہ ظہور پذیر ہوا تو فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي (الحجر:۲۹) انسان کے اندر اپنی روح (نور) پھونک کر اسے مسجودِ ملائک کا شرف بخشا تا کہ میری معرفت حاصل کرے، بقولِ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔ جس نے اپنے نفس کی پہچان کر لی (خودشعور ہوگیا) گویا اس نے اپنے رب العالمین خالقِ حقیقی کو پہچان لیا۔

حمد باری تعالیٰ

اللہ تو عظیم ہے رحمان ہے رحیم ہے
نور ہے صبور ہے غفار ہے غفور ہے
سامع شکور ہے علی و علیم ہے
احد بے مثال ہے رب ذوالجلال ہے
شان باکمال ہے نبیوں کا کلیم ہے
حیّ اور قیوم ہے عالم و معلوم ہے
مخزن علوم ہے الف لام میم ہے
واحد لا شریک ہے جان سے قریب ہے
ولیوں کا رفیق ہے لطیف ہے کریم ہے

نعت وثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کر لوں زبان پاک میں جب لا اِلٰہ کہوں
نامِ محمد چوم کر صل علیٰ کہوں
عاشق کہوں یا دلربا نورِ خدا کہوں
محبوبِ کبریا سے آگے میں کیا کہوں
جانِ جہاں کو رحمت رب العلیٰ کہوں
بدر الدجیٰ شمس الضحیٰ نور الہدیٰ کہوں
جس نور کا سفر تا سدرۃ المنتھیٰ
اس نورِ حق کو نور سے کیونکر جدا کہوں
جن کے ظہور سے ہوئیں کافور ظلمتیں
اُس نورِ مصطفیٰ کو خیر الورٰی کہوں
یا شافعِ روزِ جزا حاجت روا کہوں
شاہ زماں وقتِ دُعا مشکل کشا کہوں

رحمت العالمین (نورِ مجسم)

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ

باعثِ ایجاد عالم کون ہیں — موجبِ تخلیق آدم کون ہیں
فخرِ موجوداتِ عالم کون ہیں — شاہ زماں نورِ مجسم کون ہیں
آنکہ ختم المرسلین شاہ خوباں مہ جبیں — ذکر و فکرِ مومنین روحِ قرآن مبیں
شافعِ روزِ جزا رحمۃ للعالمین — شاہ زماں نورِ خدا محبوبِ رب العالمین
لَا سے اِلٰہ جب اِلَّا میں ہوا اللہ — وحدت کو کثرت میں جلوہ نما دیکھا
ظاہر ہوا کن سے اک نوری تجلیٰ — آغاز ہوا خلقِ خدا ارض و سما کا
اُس نوری تجلی کو ملکوں نے کیا سجدہ — پھر نورِ مجسم کو دیا نام محمد کا
اللہ کا بنا نور مجسم ہی وسیلہ — کہہ دے میرا اللہ بے مثل ہے یکتا
وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى — اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ — فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

لطیف نکتہ یہ ہے کہ مذکور (اللہ تعالیٰ) نے اپنا تعارف اپنے حبیب محمد رسول اللہ (ذاکر) کے وسیلے اور واسطے سے کروایا: اے محبوب تو کہہ دے کہ میں واحد و یکتا ہوں کوئی میرا ہمسر لائق عبادت نہیں ہے۔

دیکھو شانِ خدا ہو جیسے — نور سے نور جدا ہو جیسے
اپنی پہچان کیلئے رب نے — مجھے تخلیق کیا ہو جیسے
کوئی موجود نہیں اسکے سوا — ہر جا اسکی ضیا ہو جیسے
مجھے انکارِ خدا کب تھا — زندگی جرم و سزا ہو جیسے
مرے گوشِ تخیل میں بھی — یادِ ماضی کی صدا ہو جیسے
شاہ زمان مصور کا کمال — پسِ تصویر چھپا ہو جیسے

جو اسرار مخفی ہیں لوح و قلم میں
وہ ہیں عرش و کرسی پہ ہفت و نہم میں
یہ سب شاہ زماں نور کی منزلیں ہیں
حدوث و قدم میں وجود و عدم میں
منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی تیرے قد و رخ سے ظہور کی

حسنِ حقیقی کے ذوقِ نمود نے انگڑائی لی۔ خطیرۂ قدس کی ملکوتی فضا میں ہلکا سا تموج پیدا ہوا۔ ملأ اعلیٰ کے حریمِ ناز کے حریری پردوں میں غیر محسوس سی جنبش پیدا ہوئی۔ دُور جانب عرشِ عظیم سے کن کی جبروتی آواز نے عما کے طلسم سکوت کو توڑا، عدم کے پردے اٹھنے لگے اور افق سے اسی پار عالمِ تصور سے نگار خانہ کائنات میں نورِ وحدت نے خاموشی سے ابھرنا شروع کیا۔ سائنس دانوں نے اسے حرکت و حرارت اور Cosmos

background radiation سے تعبیر کیا اور فلاسفروں نے حلقہ دام خیال قرار دیا۔ اربابِ قضاوقدر نے ایک متعین پروگرام کا نقطہ اوّلین سمجھا۔ مذہب نے امرِ تکوین کا کرشمہ حیرت زا نام رکھا لیکن عشق نے جلوہ یکتائی محبوب سمجھ کر قلب سلیم سے مشیت ایزدی کے سامنے سر جھکا دیا۔ اس ہیولہ کائنات نے بکھرے ہوئے ذروں میں ربط وضبط پیدا کرنا شروع کیا۔ جس سے اس خاکہ میں رنگینی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ حریم قدس کے راز داروں نے کانوں ہی کانوں میں کچھ کہا سنا۔ زمین جھومنے لگی، آسمان کا سر چکرانے لگا، چاند کا ساغر زریں چھلکنے لگا۔ ستاروں کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ فضا میں ایک شور بلند ہوا کہ حضور سرورِ کائنات وفخر موجودات، رحمت عالمین، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ عرب وعجم کے شہنشاہ، نورانی کملی اوڑھے عالمِ وجوبِ امکان سے عالم ممکنات میں ظاہر ہوئے تو صاحبِ نظر نورِ حق کو

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (التین: ۴)

میں ملبوس دیکھ کر پکار اٹھے:

خطت کلامِ کلیم و رخت کلام اللہ — چہ خط، چہ رخ، چہ جبین لا الٰہ الاّ اللہ
(نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ)

خط سبز ولب ولعل و رخ زیبا داری — حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
شیوۂ وشکل وشمائل وحرکات وسکنات — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
(امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ)

پردے میں ہے جمال تو ہے شور اس قدر — اور بے حجاب ہو تو خدا جانے کیا کرے

جبرائیل امین نے مژدۂ ربِّ ذوالجلال والاکرام سنایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اے محمد ﷺ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کی رحمت کر کے بھیجا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (والضحیٰ: ۵)

ترجمہ: اور قریب ہے کہ تجھ کو تیرا رب دے گا، پس تو راضی ہو گا۔

حکم فرما کر شافع روزِ محشر بھی بنا دیا۔ جبرائیل امین ارشادِ باری لے کر آئے یا حبیب اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ (الفتح: ۱۰)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے ہی بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

یعنی رسول کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ ایک بار جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات پر مہرِ صداقت ثبت کر دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال: ۱۷)

ترجمہ: نہیں پھینکی مشت خاک جب کہ آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے منہ پر خود اپنے ہاتھ سے خاک ڈالی۔

یہ آپ کا پھینکنا اللہ تعالیٰ کا پھینکنا تھا، اگرچہ ہاتھ تمہارا ہی تھا، وہ (یدِ الٰہ) دستِ کرم تھا۔ جو دریائے وحدت کے بیش قیمت اور نایاب موتی لٹا رہا تھا۔ یہ وہ جوہر تھا جس کے طفیل سے یہ کائنات عالمِ وجود میں آئی۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ۔ اگر تجھ کو نہ پیدا کرتا اے محمد ﷺ! تو البتہ نہ ظاہر کرتا اپنی ربوبیت اور افلاک کو یعنی کائنات معرضِ وجود میں نہ آتی۔ (حدیث نبویؐ)

یہ وہ نور تھا جس کو سب سے پہلے اکمل واطہر اور انور صفات سے متصف کر کے ظاہر کیا۔ کبھی یہ عقل کلی، عرش وفرش، قطبی ستارے میں چمکتا رہا۔ کبھی صدف میں اور پھر ماں کے شکم میں اور کہیں مومن کے دل میں سما کر رہ گیا۔ جب اپنی شریعت پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی

اور مدینہ میں ایک اسلامی ریاست کا قیام وجود میں آ گیا تو اللہ تبارک تعالیٰ کا حکم آیا میرے محبوب میرے دوستوں کو بلاؤ، حضور ﷺ نے پوچھا: اے باری تعالیٰ! آپ کے کوئی اور محبوب دوست ہیں؟ ہاں میرے حبیب، مسجدِ نبوی کے چبوترے پر بیٹھے ہوئے فقرا اصحابِ صفہ میرے دوست ہیں۔ ان کی طرف توجہ فرماؤ! ان کے ساتھ اپنے آپ کو روک رکھیں۔ ان اصحابِ صفہ کو دوسرے خاص مصاحب کی طرح اسلامی تصوف کی تعلیم و تربیت کا شرف حاصل ہوا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ۔ جب مخلوق پیدا نہ ہوئی تھی تو ہمارا رب کہاں تھا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: قَالَ فِیْ عَمَاءٍ مَا فَوْقَ مَا تَحْتَهُ هَوَاءٍ۔ عما (لا) میں تھا جس کے اوپر نیچے غبار تھا۔ پھر عرض کی کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا تو فرمایا: اَوَّلُ مَا خَلَقَ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔ اَنَا مِنْ نُّوْرَ اللّٰهِ وَالْخَلْقَ كُلُّهُمْ مِنْ نُّوْرِیْ۔ میں اللہ کے نور سے ہوں اور مخلوق میرے نور سے ہے۔ کنت نبیا و آدم بین الطین والماء۔ میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم آب و گل میں جلوہ گر تھے۔ تو ثابت ہوا بظاہر آدم علیہ السلام حضور ﷺ کے والد ہیں، مگر حضور ﷺ انبیا کے سردار اور اوّل آدم ہیں۔ بظاہر درخت سے پھول مگر حقیقت میں پھول سے درخت ہیں۔ حقیقت واضح ہے کہ حضور اشیاء موجودات کا منبع ازلی بحرِ منور ہیں اور حضور ﷺ کا وجودِ اقدس نور تھا اور نور کثافت سے مبرا ہوتا ہے اور جس چیز میں کثافت نہ ہو وہ پاک اور لطیف ہو گی کیونکہ مادی وجودِ اطہر پاک ہونے سے باطنی طور پر حضور اکرم ﷺ نور اللہ تھے۔ ویسے بھی تمام موجودات کی حقیقت نور ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ (الم نشرح:۱،۲)

ترجمہ: کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (انوارِ علم و حکمت اور معرفت کیلئے) کشادہ

نہیں کر دیا۔

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی میں اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ کہنے اور اپنا نور بتانے اور ہر کثافت سے مبرا ہونے کا مطلب واضح ہے۔ نور اللہ کی صفت ہے۔ لہٰذا نور وجودِ عین ہے جو هُوَ الظَّاهِرُ خود ظاہر ہوتا ہے اور دوسروں کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آفرینش کائنات کی ابتدا اپنے نور (Energy) سے کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی واحد ذات عما میں موجود تھی، سوائے نور کے اس کے پاس کوئی اور Material (مادہ) نہ تھا۔ چنانچہ اپنے ہی نور پر کُنْ کہا کہ ظاہر ہو جا جسے سائنس دان اور حکمائے راز نے Big Bang کی تھیوری سے تعبیر کیا۔ اللہ کا یہ نور (Energy) ظاہر ہونے سے قبل عما میں دھند کی مانند تھا جسے سائنس دان Cosmos background radiation سے موسوم کرتے ہیں۔ اسی نورِ وحدت کو اسلامی تصوف کی روشنی میں حقیقتِ محمدیہ (نورِ محمدی ﷺ) کہا گیا ہے۔ قرآنِ پاک میں جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (المائدۃ:۱۵)

تو اس کی وضاحت میں حضور پرنور رسالت مآب ﷺ نے حدیثِ مبارکہ فرمائی: اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ وَ خَلَقَ كُلُّهُمْ مِنْ نُّوْرِیْ۔ ثابت ہوا کہ حقیقتِ محمدیہ کامل نورِ حق ہے جو عالم کا علم معلوم میں ظاہر ہے۔ جس نور سے تمام اشیائے خلق تخلیق ہوئیں، یہی نور اعیانِ ثابتہ کے آئینہ حق سے ظاہر ہو رہا ہے اور ساری کائنات کو منور کر رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حق تعالیٰ سے دونوں نسبتیں صفاتی ہیں۔ مرتبہ وحدت میں مظہرِ مجمل بدرجہ اتم اور مرتبہ وحدیت میں حقیقت عبدیت و مفصل ہیں۔ ہر انسان روح اور جسدِ خاکی کا مرکب ہے، اس کے فکر و عمل سے جو صفت اس پر غالب ہو گی وہی اس کی

شخصیت کو نمایاں کرے گی۔ سید الانبیا، محبوبِ کبریا، نبی کریم ﷺ پر جبرائیلی قوت، صفتِ الٰہیہ کے ذریعہ سوتے جاگتے، ہمہ وقت حق ہی غالب تھا، اس لیے آپ کے اوصافِ حمیدہ اور شخصیت میں نورِ حق کی تمام صفاتِ اکمل نمایاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آیاتِ قرآن میں اپنے رسول کو کہیں بھی جدا نہیں کیا۔ سورۂ نساء میں

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی (گویا) اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور سورۂ آلِ عمران میں

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ (آل عمران:۱۳۲)

ترجمہ: (دل سے) حکم مانو اللہ تعالیٰ اور رسول کا اور تم اس کی رحمت سے نوازے جاؤ گے۔

جبکہ سورۂ حجرات میں مومنوں کے ایمان اور عقیدہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ منسوب اور مشروط کر دیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ (الحجرات:۱۵)

ترجمہ: بے شک مومن وہ ہوتے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ و رسول پر اور پھر شک ہی نہیں کرتے اور پھر اپنے مالوں اور جانوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کی کوشش کرتے ہیں وہی سچے (مومن) لوگ ہیں۔

ذات کا ظہور بغیر صفات کے ممکن نہیں اور ذات کی پہچان صفات سے ہی ہو سکتی ہے۔ عبدیت کامل ہو جائے تو اسمائے صفات کے چلمن سے موصوف جلوہ گر نظر آنے لگتا ہے۔ خانہ کعبہ بیت اللہ (اللہ کا گھر) ہے، حضور مقبول نور اللہ (اللہ کا نور) ہیں اور بیت اللہ

میں نور ہی کا اُجالا ہوتا ہے۔ لہٰذا خانہ کعبہ خلد بریں کو حضور ہی کے دم قدم سے آبادی ملی۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ (المائدۃ:۱۵)

ترجمہ: تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور قرآن واضح۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔

ترجمہ: چاہتے ہیں کافر بجھا دیں گے اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے حالانکہ اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کافر ناخوش ہونے والے ہیں۔ (الصّف:۸)

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

نور کو کتاب کے ساتھ کیوں جمع فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی کتاب بھی اندھیرے میں پڑھی نہیں جا سکتی۔ لہٰذا قرآنِ پاک جو حضور سرور کائنات ﷺ (ناطقِ قرآن) کی تفسیر خاص ہے۔ اسے پڑھنے کیلئے نورِ الٰہی کی ضرورت ہے تا کہ قرآن کے باطنی معانی اور مفہوم سے آگاہی حاصل ہو۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ (الکھف:۱۰۹)

ترجمہ: فرمایا اگر سمندر میرے رب کی باتوں کیلئے سیاہی ہو تو ضرور ختم ہو جائے گا میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ اگر ہم ویسا ہی اور ان کی مدد کو لے آئیں۔

شانِ نزول: شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں: رب کے کلمات سے رب کے معلومات ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ کے فضائل اور کمالات و علوم مراد ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ اگر زمین کے تمام درخت قلمیں ہو جائیں اور سمندر کے ساتھ سات سمندر اور مل جائیں تو رب کے کلمات یعنی صفاتِ مصطفیٰ تمام نہ ہوں۔ ایک دفعہ یوں بھی فرمایا کہ اے

میرے حبیب ﷺ! تو ایسا چراغ نہیں جو کبھی روشن ہوا اور کبھی نہ ہوا بلکہ تو ہمیشہ روشن رہے گا اور تم سے بہت سے چراغ روشن ہوں گے اور تم شفاعت کے دن بھی روشنی کرو گے۔ چنانچہ سورۂ نور آیت نمبر 35 میں كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ کے معنی طاق میں چراغ سے مراد حضور مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ سے روایت ہے کہ جب آدم علیہ السلام اپنی لغزش پر پشیمان ہو کر روتے رہے کہ اے اللہ! مجھے معافی دے۔ اپنے محبوب محمد ﷺ کے نام معاف فرما تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے آدم! تو نے میرے محبوب محمد ﷺ کو کیسے پہچان لیا جبکہ وہ دنیائے بشریت (عالمِ اجسام) میں پیدا نہیں کیا گیا۔ آدم نے جواب دیا: اے باری تعالیٰ! جب تو نے مجھے پیدا فرمایا اور اپنی روح میرے وجود میں پھونکی تو میری نگاہ عرش کے پایہ پر پڑی، میں نے یہ کلمہ لکھا ہوا پایا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا یہ خاص اسم (محمد ﷺ) ہے جس کو اپنے نام کے ساتھ منسوب کیا ہے۔

غور طلب نکتہ ہے کہ اس کلمہ میں دونوں ناموں اللہ اور محمد کا ذکر ہے، لیکن ان میں اور کا حرف موجود نہیں، اور کے حذف کرنے اور ہٹانے سے دوئی ختم ہوتی ہے، بات سمجھ میں آئی کہ اللہ کا منشا اور ارادہ یہ ہے کہ اے محبوب! تیرے نام کو اپنے نام کے ساتھ کلمہ میں ایسے نتھی کر دیا ہے کہ اللہ محمد کی جب بھی بات ہو تو اللہ محمد میں واؤ بنا کر کوئی ایسا نہ سمجھ لے کہ دونوں میں دوئی ہے کیونکہ نورِ حق، حق سے جدا نہیں، جہاں میرا ذکر ہو گا تیرا ذکر بھی ہو گا۔ یاد رکھو!

خدا خدا ہے مصطفیٰؐ مصطفیٰؐ ہے
اللہ ہی جانے کون جدا ہے

دیگر ارشادِ باری ہے کہ اللہ اور اس کا رسول حق دار ہیں کہ ان کو راضی کیا جائے

اگرچہ یہاں بات دو کی ہے لیکن ضمیر واحد کی ہے۔ رضائے باہمی ایک ہے خدا کا گھر بھی ایک لیکن راستہ درِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ قربتِ خدا قربتِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔ خدا کی اطاعت مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت ہے۔ جو مصطفیٰ ﷺ کا نہ ہو سکا وہ خدا کا نہ ہو سکا۔ نظامِ مصطفیٰ ﷺ لانے والو مقامِ مصطفیٰ کو پہلے سمجھ لو۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نورِ منبع نور سے ہرگز جدا نہیں لیکن احمد میں میم لباسِ بشریت کا نام ہے۔ جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نور کیلئے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴ (التین : ۴) سے تعبیر کیا۔ چنانچہ میم کے لباس بشریت کو دیکھنا اور ماننا قرآن پاک کی تشبیہی آیات کے عین مطابق ہے۔ میم ایک نظم و نسق ہے۔ ظہور ترتیب کا ضابطہ فطرت ہے اور ایک سلسلہ قوانین ہے۔ ایک قوم کا مکمل دین ہے۔ یہ میم لباسِ شریعت ہے، عبودیت ہے، کمال صفات ہے، پیامِ ذات ہے، عاشق اور معشوق کے درمیان ایک پوشیدہ راز ہے اور یہ بھی ایک انداز ہے کہ میم ایک ساز ہے لیکن احد کی آواز ہے۔ جیسے علامہ اقبال مفکر اسلام اپنے باطنی مرشد مولانا رومی سے یوں مخاطب ہیں۔

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست
از کجامی آید ایں آواز دوست

غرضیکہ میم ہی سے نظام کائنات اور وجود عالم اسلام قائم ہے۔ میم کے گھونگھٹ میں حسن حقیقی کے ہزاروں افسوں اور بجلیاں پنہاں ہیں اور ہزاروں تجلیات ظاہر ہونے کو بے قرار ہیں۔ یتیموں کا ملجا یہی میم، غریبوں کا ماوا یہی میم ہے اور سب سے پہلے احد میں یہی میم نور بن کر چمکا کیونکہ احد کو اپنی نمود کیلئے اس میم کی ضرورت تھی، یہی میم قلم میں لکھنے (فعل) اور لوحِ محفوظ میں منفعل ہونے کی صلاحیت اور قوت رکھتا تھا۔ قدیم کی انتہا یہی میم

اور ممکنات کی ابتدا بھی یہی میم، روحِ اعظم میں جلوہ گر یہی میم، مادہ کی ابتدا یہی میم مخلوقات کی ابتدا یہی میم اور پھر آدم کی انتہا یہی میم۔ آدم میں یہی میم صفی اللہ کا خطاب لے کر مسجودِ ملائک ٹھہرا۔ موسیٰ میں یہی میم اسے خدا سے ہم کلام کرنے کا مجاز ہے اور اسی میم کے طفیل وہ کوہِ طور پر محفوظ رہے۔ دمِ عیسیٰ میں یہی میم مسیحائی اعجاز رکھتا ہے، ابراہیم علیہ السلام میں اسی میم کے طفیل آگ گلزار ہوگئی، حضرت اسماعیل علیہ السلام میں یہی میم خدا کو محبوب نظر آئی۔

الغرض اس میم کی بدولت عبدالمطلب کے گھرانے کو جاہ وحشمت ملی، یہی میم آمنہ کے لختِ جگر بن کر حلیمہ کی گود میں پلا۔ مکہ میں یہی میم، مدینہ میں یہی میم باعثِ برکت اور آباد ہوئی۔ مخلوقات کا منبع یہی میم تھا، عاشق کو یہی میم، معشوق کو یہی میم، مطلوب اور عارف کو یہی میم مقصود رہے۔ اسی طرح میم حقیقی نے عبودیت کی دوسری میم کو اپنے ساتھ منسوب کر کے میم ربوبیت اور میم عبودیت کا نام محمد رکھا۔ یہی دو میمیں بپالعل عبودیت تا سرتاج الوہیت کی دلیل ہیں۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ کا اسمِ محمد کے معنیٰ تعریف کیا گیا، جس کی تعریف خود اللہ سبحانہ کرے اور اپنے نوری فرشتوں کے ساتھ درود وسلام بھیجے، ان کی شان اور عظمت کا ذکر قرآن کے بیان میں بار بار کرے تو ایسا لگتا ہے کہ آپ کی عبدیت الوہیت کے صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے اور مذکور (اللہ) اپنے ذاکر (محمد ﷺ) کی اعلیٰ اور ارفع شان وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ (المنشرح:۴) دیکھنا چاہتا ہے کہ میرے محبوب رسولِ اکرم کا ذکر میرا ہی ذکر ہے، میرے مصطفیٰ کی اطاعت میری اطاعت ہے، قربتِ مصطفیٰ ﷺ قربتِ خدا ہے، فنا فی الرسول کے بغیر فنا فی اللہ کا مقام حاصل کیسے ہوگا، جو مصطفیٰ ﷺ کا نہ ہوسکا وہ خدا کا نہ ہوسکے گا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱ (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع (پیروی) کرو اللہ تم سے (خود بخود) محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس لیے ارشادِ باری ہوا:

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۰۳ (الاعراف:۲۰۳)

ترجمہ: میرے حبیب ان لوگوں کو فرما دیجئے کہ میں صرف اس کا اتباع (پیروی) کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے (وحی) حکم بھیجا گیا ہے۔ یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝۱۴ (طٰہٰ:۱۴)

ترجمہ: بیشک میں ہی خدا (معبودِ حقیقی) ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں میری ہی بندگی (غلامی) کیا کرو اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو۔

اور ان کو باور کرا دیجئے کہ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝۸۹ (النحل:۸۹)

ترجمہ: اور ہم نے قرآن اتارا ہے جو کہ تمام (دین کی) باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور (خاص) مسلمانوں (یعنی ماننے والوں) کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوشخبری سنانے والا۔

جو نہیں مانتے ان کو اس کا کیا فائدہ لیکن اللہ کا رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ﴿۳﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ﴿۴﴾ (النجم:۳،۴)

ترجمہ: نہیں بولتا (کلام کرتا) میرا نبی اپنی خواہش سے مگر وہ جو کلام کرتا ہے (وہ میری خواہش ہی ہوتی ہے) جو وحی آتی ہے۔

غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو اپنے رسول کی محبت سے مشروط کر دیا۔ اللہ کی محبت اور رسول کی محبت کو الگ سمجھنے والے اس آیت کے مفہوم کو بھی سمجھ لیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۵۰﴾ (النساء:۱۵۰)

ترجمہ: جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا اور وہ ارادہ یہ رکھتے ہیں کہ ان میں تفرقہ ڈالو (کہ اللہ اور اس کے رسول کے بیان (کلام اور محبت) میں کوئی تضاد ہے) اور کہتے ہیں کہ ہم ان احکام (اللہ) کو مانتے ہیں اور ان احکام (رسول) کو نہیں مانتے (یعنی مفہوم یہ ہے کہ اللہ کچھ اور کہتا ہے اور اس کا رسول کچھ اور بیان کرتا ہے) اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں۔

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کو الگ کرنا کفر ہے کیونکہ مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ کا رسول اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا بلکہ جو بیان کرتا ہے وہ اللہ کی ہی خواہش ہوتی ہے۔ ہر ذی شعور انسان کو تدبر اور تفکر سے کام لے کر سوچنا چاہئے کہ قرآن کی ہر آیتِ کریمہ ایک نہایت واضح حکم اور ارشادِ خداوندی ہے۔ جس پر عمل کرنے سے ہی حقائق کا پتہ چلتا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

قَدۡ جَآءَکُمۡ بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۚ فَمَنۡ اَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ عَمِیَ فَعَلَیۡهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَیۡکُمۡ بِحَفِیۡظٍ ﴿۱۰۴﴾ (الانعام:۱۰۴)

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس حق بینی کے ذرائع تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکے ہیں، سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔

پھر سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۷۲ میں فرمایا۔

وَمَنۡ کَانَ فِیۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰی فَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰی وَاَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۷۲﴾ (بنی اسرائیل:۷۲)

ترجمہ: اور جو شخص دنیا میں اندھا رہا سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور زیادہ راہِ مستقیم سے بھٹکا ہوا ہو گا اور استفسار کرے گا۔

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِیۡۤ اَعۡمٰی وَقَدۡ کُنۡتُ بَصِیۡرًا ﴿۱۲۵﴾ (طہٰ:۱۲۵)

ترجمہ: اور کہے گا اے میرے رب! آپ نے مجھے اندھا کرکے کیوں اٹھایا میں تو دیکھنے والا تھا۔

جواباً اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔

وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیۡشَةً ضَنۡکًا وَّنَحۡشُرُهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اَعۡمٰی ﴿۱۲۴﴾ (طہٰ:۱۲۴)

ترجمہ: اور جو شخص میری نصیحت سے روگردانی کرے گا تو اس کیلئے تنگی کا جینا ہو گا اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کرکے اٹھائیں گے۔

وَاِنَّهُمۡ لَیَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ وَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۳۷﴾ (الزخرف۳۷)

ترجمہ: بیشک روکتے ہیں لوگوں کو میرے راستے (راہِ مستقیم) سے اور گمان کرتے ہیں کہ ہدایت پائے ہوئے ہیں (مفہوم یہ کہ نہ جانتے ہوئے گمان کرنا کہ جانتے ہیں جہل مرکب ہے)

چنانچہ ارشادِ باری ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا ﴿۳۰﴾ (الفرقان:۲۵)

ترجمہ: اس دن رسول اللہ کہیں گے اے میرے پروردگار میری اس قوم نے اس قرآن کو جو کہ (واجب العمل تھا) بالکل نظر انداز کر رکھا تھا۔

لیکن میرے پیارے حبیب ﷺ ان بے خبر لوگوں پر واضح کر دیجئے۔

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: اے میرے حبیب ﷺ آپ ان سے کہہ دیجئے ان میرے بندوں کو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (کفر و شرک کیا ہوا ہے، برائیاں کی ہوئی ہیں، قتل کئے ہوئے ہیں) کہ میری رحمت سے نہ امید نہ ہوں اور بیشک اللہ (تمام گذشتہ) گناہ معاف فرمادے گا کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے۔

نوٹ:۔ اب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کئے ہیں۔ تو اب ہم کس کے پاس رحمت کیلئے جائیں۔ چونکہ قرآن جاری و ساری ہے۔ اس کا ہر حرف اور آیت ہر دور میں ہر شخص کیلئے ہے۔ اور اس لئے بمطابق (سورہ الحجرات ۴۹۔ آیت ۷) ہر مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ حضورِ اکرم ﷺ ہم میں موجود ہیں اور بارانِ رحمت سے اہل ایمان کے دلوں کو سیراب کررہے ہیں۔ آپ ﷺ کو موجود نہ ماننا بے یقینی کی علامت ہے۔

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِیۡکُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ؕ لَوۡ یُطِیۡعُکُمۡ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَکَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ۙ﴿۷﴾ (الحجرات ۴۹: آیت ۷)

ترجمہ: اور علم رکھو (یقین قامل رکھو) کہ تمہارے (درمیان) میں میرا رسول (موجود) ہے۔ (مفہوم پر غور کرو، اگر موجود نہیں تو دوسرے جھوٹے لوگ دعوی کرتے ہیں کہ ان کو نبی مان لو مگر ایسا نہیں) اگر وہ رسول تمھاری بہت سی باتوں کو مان لے تو تم مصیبت میں پڑ

جاؤ یعنی تمھاری تکلیفوں میں اضافہ ہو جائے لیکن اللہ تو اس بنا پر تم سے محبت کرتا ہے کہ تم مومن ہو اور تمھارے دلوں کو اسنے زینت بخشی ہے اور کفر سے بے زاری عنایت فرما دی ہے اور نا فرمانی اور حکم عدولی سے بھی۔ یہی مومن لوگ ہیں جو بھلائی اور نیکی کرنے والے ہیں۔

یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ کَثِیۡرًا مِّمَّا کُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ ۬ؕ قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ ﴿ۙ۱۵﴾ (المائدہ ۵۔ آیت ۱۵)

ترجمہ: اے اہل کتاب بغور سوچو تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (محمد ﷺ) آئے ہیں کتاب میں جن امور کا تم اخفا کرتے ہو (یعنی بہت باتیں جو تم نے اپنی کتابوں سے تحریف کر دی ہیں) ان میں بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے صاف صاف کھول کر بیان کر دیتے ہیں اور بہت سے امور کو واگذاشت کر دیتے ہیں۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ہدایت (میرا رسول) اور ایک واضح کتاب (قرآن) آیا ہے۔

وَلَا یَاۡتُوۡنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئۡنٰکَ بِالۡحَقِّ وَاَحۡسَنَ تَفۡسِیۡرًا ﴿ؕ۳۳﴾ (الفرقان ۲۵: ۳۳)

ترجمہ: اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب (الٹا سیدھا) سوال آپکے سامنے پیش کریں مگر ہم (اسکا) ٹھیک (حق) جواب وضاحت میں اتم درجہ کا آپ ﷺ کو عنایت کر دیتے ہیں۔

مکارم اخلاق محمدی ﷺ کے اللہ تعالیٰ خود معترف ہیں تاکہ مسلمان ان کو اپنا لائحہ عمل بنائیں۔ اسلئے سورہ آل عمران آیت ۱۵۹ میں فرمایا۔

فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ ۚ وَلَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ ۪ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ وَشَاوِرۡہُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾ (آل عمران ۳:۱۵۹)

اے میرے پیارے حبیب ﷺ اگر آپ اپنے رب کی رحمت خاص سے نرم دل نہ ہوتے (ان لوگوں کیلئے) اگر آپ حد سے (زیادہ) سخت دل ہوتے تو یہ آپ سے بھاگ جاتے (تو) درگذر کرو اوران کیلئے بخشش مانگ اوران سے اپنے کسی کام میں مشورہ بھی لے (فرمایا) جب کوئی عزم کرلو اور پھر اللہ پر بھروسہ توکل رکھو (عزم صمیم کرو) اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

کائنات کے خالق و مالک خدائے ذوالجلال والاکرام نے قرآن مجید کے معلم اعلیٰ محبوب رب العزت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے آپ کو دونوں جہاں کی سراپا رحمت بنا کر بھیجا۔ (انبیاء آیت ۱۰۷) اوراپنے نور ہونے کی واضح الفاظ میں تصدیق بھی فرمادی۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ (مائدہ ۵:۱۵)

ترجمہ: تحقیق اے لوگو تمہاری طرف آیا اللہ کی طرف سے نور (نور ہدایت) اور واضح قرآن (قرآن بیان کرنے والا)۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ (التوبہ ۹:۳۲)

ترجمہ: چاہتے ہیں کافر بجھاویں گے اللہ کے نور (نورِ ہدایت) کو اپنی پھونکوں سے حالانکہ اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کافر ناخوش ہونے والے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح ارشادات کے مطابق آپ کو نورانیت ومحبوبیت کے اکمل وافضل مرتبہ وحدت پر معبوث کیا اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿٤﴾ (التین) آدم کو آپ کی خاطر نہایت احسن خوبصورت پیکر خاکی کے ساتھ پیدا کر کے مسجود ملائک ٹھہرایا۔ (حدیث بحوالہ امام زرقانی علی المواجب ۲۴ صفحہ ۳)

اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنانے سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ معبود مطلق ہے۔ اللہ ہی کی ذات لائق عبادت اور معبود مطلق اور واحد ہے جو اپنے واجب الوجود میں کسی اور وجود اور شے کا محتاج نہیں۔ انسان مشرک تب کہلائے گا جب وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود مطلق کو لائق عبادت مانے۔

نوع بشر کے تمدنی اور ذہنی ارتقاء کے ساتھ خدا کی ہدایت کا بھی ارتقا ہوا اور اُس کا کمال حضور ﷺ کی تعلیم ہے۔ روحانی ارتقاء اہل تصوف کے نزیک ایک مسلسل عمل ہے۔ جو نبیوں اور ولیوں کا روحانی طور پر ترقی کرنا اور بلند درجات پانا، قرآن کی اس آیت کا مفہوم ہے۔

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٨٣﴾ (الانعام ۶:۸۳)

ترجمہ: ہم جس کے درجات چاہیں بلند کرتے ہیں کیونکہ ہم محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٦﴾ (یوسف ۱۲:۵۶)

ترجمہ: ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں ہم نیکوکاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔

اللہ اپنے محبوب نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہے۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿٧٩﴾ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۹)

ترجمہ: عنقریب خدا آپ کو قابل ستائش مقام (محمود) عطا فرمائے گا۔

آپ ﷺ کے درجہ نبوت و محبوبیت کو بلندی ہی نہیں بلکہ وَرَفَعْنَا لَكَ

ذِكْرَكَ ﴿۴﴾ (الشرح ۹۴:۴) آپ ﷺ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کرے گا اور اپنے مومن بندوں سے جنت کے عوض ان کی جانیں اور ان کے مال خریدے گا بلکہ مرد مومن فقرا کی صف میں کھڑے ہو کر اپنے فالتو مال سے الگ ہو کر اپنے ہی مقصدِ حیات کی تکمیل میں لگے رہتے ہیں۔ اصحابہ صفہ اور اولیاء کرام کے بارے میں سیر حاصل بیان کتاب میں شامل ہے۔

مومن اور فقراء نبی کریم ﷺ کی طرزِ زندگی کو اپنا لائحہ عمل بناتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کا اتباع کر کے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ جیسے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔

نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَه

ترجمہ: ہم انبیاء کا طبقہ اپنا ورثہ نہیں چھوڑتے، ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے
(شعیصی مرویات شرح بحرانی، اہل تشیع کی اپنی دقیع کتب کشف انعمہ میں ارشادات رسول اللہ ﷺ کی تصدیق موجود ہے)

یہ نقطہ نبی کی وراثت پر اعتراض اٹھانے والوں کو سمجھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی وراثت ان کا دین اسلام اور اپنی سنت اور اہل بیت کا عمل روحانی نمونہ ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: بیشک مومن وہ ہوتے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور رسول پر اور پھر شک ہی نہیں کرتے اور پھر اپنے مالوں اور جانوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کی کوشش کرتے ہیں وہی سچے (مومن) لوگ ہیں۔
(الحجرات ۴۹۔ آیت ۱۵)

اس آیت کا مفہوم واضح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرط رکھ دی ہے کہ جب اللہ

اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تو پھر اس عقیدے پر شک نہ کرو۔ شک تب ختم ہوتا ہے جب شک کرنے والا اپنی نفی تام کر کے اپنی انائیت پر حق کی انائیت کو غالب کر لے اور اسکی قائم بذات کو اثبات کرے کہ وہی مالک و مختار اعلیٰ ہے۔ یہی مقام صدیق ہے کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ کو آنحضرت ﷺ کے معراج میں اپنے رب سے بنفس نفیس براہ راست ہمکلام ہونے کا واقعہ بتایا گیا تو آپ نے اس واقعہ پر ذرا بھر بھی شک کا اظہار نہ کیا بلکہ کہا اگر اللہ کے رسول نے فرمایا ہے تو سچ ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں یہ ہے مقام صدیق۔ اسلئے برادران اسلام۔

وہ عدل عمر، صدق صدیق سیکھو — وہ صبر حسین حوصلہ مرتضیٰ کا

مفکر اسلام علامہ اقبال نے مومن کا کردار ان دو اشعار میں قلمبند کیا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے — مومن کی یہ پہچان گم اس میں ہے آفاق

اللہ تبارک وتعالیٰ خود اپنے محبوب پیغمبر اسلام کی رسالت کے مصداق ہیں اور سورہ النساء (۴۔ آیت ۷۹) میں اپنے رسول کی گواہی دے رہے ہیں۔

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ (النساء ۴۔ آیت ۷۹)

ترجمہ: اے میرے (پیارے) نبی میں نے آپکو لوگوں (عوام الناس) کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپکے لئے آپکا اللہ ہی گواہی کیلئے کافی ہے۔ (یعنی کسی دوسرے کی گواہی کی ضرورت نہیں)

اسی طرح اپنی اطاعت اور تابعداری کو اپنے رسول ﷺ کی اطاعت اور تابعداری سے مشروط کر دیا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ

حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ (النساء ۴۔آیت ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔جس نے رو گردانی کی اس پر تیری نگہبانی (ذمہ داری) نہیں (یعنی مفہوم یہ ہے کہ اسکو میں ہی سنبھالوں گا)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی اطاعت کو اپنے رسول کی اطاعت سے مشروط کر دیا اور رسول کی تعظیم وتکریم پر بھی زور دیا۔

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (سورہ اعراف ۷۔آیت ۱۵۶)

ترجمہ: میری رحمت (رحمت اللعالمین) تمام اشیاء جہان کو گھیر رکھا ہے۔

اور یہ رحمت ان لوگوں کیلئے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکٰوۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات (احکام) پر ایمان لاتے ہیں اور جو لوگ (میرے) ایسے رسول امی کا اتباع کرتے ہیں۔

اور (سورہ النور ۲۴۔آیت ۵۶) میں تاکیداً ارشاد فرمایا۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: (اے مسلمانو) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (باقی احکام خداوندی) رسول کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (مفہوم واضح ہے کہ رحم بھی رحمت اللعالمین کی اطاعت سے مشروط کر دیا گیا)۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ
وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: پس نہیں قتل کیا آپ نے بلکہ میں نے قتل کیا ان کو (سبحان اللہ) اللہ نے حبیب ﷺ کے ہر فعل کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے) اور جنگ کے دوران آپ ﷺ نے جب کنکریاں پھینکی (تو کافروں کی آنکھوں

میں لگیں) نہیں پھینکی تو نے جب کہ پھینکی ہی تو نے ہاتھ تیرا ہی تھا لیکن اللہ نے پھینکی تاکہ آزمائے مومنوں کو (یہ آزمائش بہت بڑی تھی کہ شک نہ لائیں) بیشک اللہ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔

(الانفال ۸۔آیت ۱۷)

جیسے پہلی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی خواہش کو اپنے رسول کی خواہش قرار دیتے ہیں۔ بعینہٖ اپنے رسول کے ہاتھوں کو غرضیکہ اللہ کی راہ میں ہر عمل وفعل کو خود سے منسوب کر رہے ہیں۔ مفہوم اسکا واضح ہے کہ سننے جاننے والا تو اللہ ہے کہ وہی سنتا ہے وہی جانتا ہے۔ اگر ہم قیاس کریں کہ ہم سنتے ہیں اور ہم جانتے ہیں تو بڑا شرک تو ہم کر رہے ہیں۔ اسلئے خدائے بزرگ وبرتر کی ذات بے ہمتا کو وحدت الوجود ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔

جیسے سورۃ الفتح ۴۸۔آیت ۱۰ میں ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ (الفتح ۴۸:۱۰)

ترجمہ: بیشک وہ جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں (خواہ وہ جنگ دین کیلئے یا قبول اسلام کی ہو) تو وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں (وہ سب میری ہی خواہش سے بولتا ہے) جو کوئی عہد کو توڑ دے گا وہ اس کے ذمے ہے اور جو شخص وفا کریگا یعنی اس عہد (بیعت) کو پورا کریگا پس جلدی اللہ اس کو اجر عظیم دے گا۔

نیک عورتوں کو بیعت کرنے کا حکم قرآن کی اس آیت کریمہ سے ثابت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاۗءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓي اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ

بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِنَّ وَاَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِىۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ
لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲﴾ (الممتحنہ ۶۰: آیت ۱۲)

ترجمہ: اے میرے پیارے حبیب اگر آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں تو ان کو بیعت کرو بشرطیکہ کہ نہ شرک کریں اللہ کے ساتھ اور نہ چوری کریں اور نہ بدکاری کریں اور نہ قتل کریں اپنی اولاد اور نہ کسی پر بہتان باندھیں اور اے میرے پیارے آپکی نافرمانی نہ کریں (معروف احکام پر) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ الرعد (۱۳۔آیت ۷) میں آنحضرت حضور اکرم ﷺ کو ہر قوم کا ہادی (ہدایت کرنے والا) فرمایا گیا۔

اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ (الرعد ۱۳۔آیت ۷)

ترجمہ: کہ سوائے اس کے کہ ہے تو ڈرانے والا اور واسطے ہر قوم کے تو (ہادی برحق) یعنی ہدایت دینے والا ہے۔

غور کا مقام ہے کہ آپ ﷺ ہر قوم کیلئے ہادی ہیں جو کوئی آپ ﷺ سے ہدایت کا طلبگار رہو۔ اگر آپ ﷺ کو ہر قوم کیلئے ہادی نہ مانا جائے تو پھر کسی دوسرے ہادی کے آنے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ اسلئے آپ ﷺ کو ہر قوم کیلئے آخر الزماں نبی اور ہادی تسلیم کرنے پڑیگا۔

مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ ۚ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرۡشِدًا ﴿۱۷﴾

ترجمہ: جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کرے پھر ہرگز نہیں پائے گا اس کیلئے کوئی ولی (دوست) اور ارشاد کرنے والا مرشد۔
(الکہف ۱۸۔آیت ۱۷)

مفہوم جو لوگ حضور نبی کریم ﷺ کو ہادی نہیں مانتے وہ یقیناً اس آیت کریمہ

اور مذکورہ آیات کی رُو سے گمراہی کے رستے پر چل رہے ہیں کوئی ان کا مرشد اور ہادی نہیں کیونکہ کہیں یہ ثبوت نہیں ملتا کہ صحابہ کرام کو کسی جگہ اور مقام سے کوئی غیبی آواز آئی ہو کہ آؤ میں تمہیں ہدایت دوں۔ سب لوگوں کو ہدایت ملی ہے تو حضور اکرم ﷺ سے ہی ملی ہے۔ اسلئے ثابت ہوا کہ آپکی ہدایت اللہ کی ہدایت ہے۔ آپ ﷺ کا فیض اللہ کا فیض ہے اور آپکی ﷺ کی اطاعت اللہ کی ہی اطاعت ہے۔ جو گمراہی کے راستے پر زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا اسکی نشانی ہے کہ اس کا کوئی ولی اور ہدایت کرنے والا (ہادی) نہیں ہوگا۔ اللہ پاک نے خود ہی بے مرشد کی نشانی بتا دی۔ سور الفرقان (۲۵۔آیت ۱) اور سورہ سباء (۳۴۔آیت ۲۸) میں آپ ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا فرما کر سمجھایا کہ اکثر لوگ حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ سے لاعلم ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ۙ ﴿۱﴾

ترجمہ: بہت برکت اور اعلیٰ وہ اللہ ہے جس نے قرآن (یعنی کفر اور اسلام میں فرق کرنے والا) نازل کیا اپنے بندے پر تاکہ تمام جہانوں (لوگوں) کیلئے ڈرانے والا ہے۔ (الفرقان ۲۵۔ آیت ۱)

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا
يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸﴾ (سبا ۳۴۔آیت ۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو سارے لوگوں کیلئے خوشخبری اور ڈرانے والا بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ یہ علم نہیں رکھتے۔ یہ اس سے واقف نہیں ہیں۔

کچھ لوگ غلط بیانی کرتے پھرتے ہیں کہ اللہ کا پیارا آخر الزمان نبی ہدایت نہیں کرسکتا۔ حالانکہ ہدایت کرنے والا، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا اور اللہ کی زبان بن کر بولنے والا اور ہاتھ بن کر عمل کرنے والا قرآن کی بے شمار آیات کی رُو سے آپ ﷺ کو کہا

گیا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴿۱۰۷﴾ (انبیاء۲۱۔آیت ۱۰۷)

ترجمہ: اور اے میرے پیارے حبیب ﷺ میں نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ نے اپنی رحمت کو اپنے رسول کی رحمت سے منسوب کرتے ہوئے فرمایا۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (الاعراف ۷:۱۵۶) (میری رحمت اللعالمین محمد ﷺ نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے"۔

غور کرو حضور پر نور ﷺ کہاں ہیں جبکہ رحمت جاری و ساری ہے۔ اگر فوت ہو گئے ہیں تو رحمت کہاں گئی۔ اس آیت کریمہ سے منصب رسالت جناب کی عظمت و رحمت آشکارہ ہے اور آپ کو خلدی زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمائی گئی ہے تا کہ آپ ﷺ ہر زمانے ہر دور کیلئے رحمت اللعالمین بن کر گنہگاروں اور طلبگاروں کی بخشش کیلئے دعا گو رہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے گناہوں سے توبہ کی قبولیت اور بخشش کو نبی کریم کی دُعائے برائے بخشش سے مشروط کر دیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴿۶۴﴾ (سورہ النساء ۴۔آیت ۶۴)

ترجمہ: اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اگر تیرے پاس آئیں اور بخشش مانگیں اللہ سے ہمیں معافی لے دیں۔ رسول ﷺ کو چاہئے کہ ان کیلئے بخشش مانگیں۔ البتہ آپ ﷺ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی توبہ کی قبولیت کو اپنے محبوب کی دعا برائے بخشش

سے مشروط کر دیا۔ یہاں یہ سند دی گئی ہے اگر آپ ﷺ کے پاس آئیں تو میں ان کی توبہ ضرور قبول کروں گا۔ یہ بات غور طلب ہے کہ ہم نے اپنی جانوں پر کتنا ظلم کیا ہے۔ ہم اب کس کے پاس جائیں۔ جب کہ حضور ﷺ تو چودہ سو سال پہلے اس جہاں فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اللہ پاک نے اپنی بخشش کو اپنے محبوب نبی کی دعا اور وسیلے سے مشروط کرتے ہوئے یہ بھی فرما دیا۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (آل عمران ۳: آیت ۱۳۳)

ترجمہ: اور دوڑو طرف (رسول کی طرف) مغفرت (کی شفاعت کیلئے) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے (ودیعت) ہے۔

وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا﴿۳۳﴾ (الفرقان ۲۵:۳۳)

ترجمہ: اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب (الٹا سیدھا) سوال آپکے سامنے پیش کریں مگر ہم (اسکا) ٹھیک (حق) جواب وضاحت میں اتم درجہ کا آپ ﷺ کو عنایت کر دیتے ہیں۔

کیونکہ قرآن خود احسن التفسیر اعلیٰ وضاحت کرنے والا ہے۔ چنانچہ قرآن فہمی سے حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف حمیدہ، حاضر و ناظر، حیات جاودانی اور علم غیب کے بارے میں اس قدر واضح آیات قابل توجہ ہیں کہ امت واحدہ میں کسی قسم کے جھگڑے اور بحث کی گنجائش نہیں مندرجہ ذیل آیات کے مفہوم کو سمجھیں۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ﴿۸۱﴾ (آل عمران ۳: آیت ۸۱)

ترجمہ: اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے میثاق رسالت کیلئے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ
میں تم کو کتاب او علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو
مصدق ہو اور اس کا جو تمہارے پاس ہے تم ضرور اس رسول پر یقین
اور ایمان لانا اور اسکی طرفداری بھی کرنا۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا
اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا وہ بولے ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد فرمایا
تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اس آیت میں یہ نقطہ قابل غور ہے۔ ذرا تفکر کرو تو مفہوم واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ باطنی طور پر تمام انبیاء کے پاس مثالی وجود میں تشریف لائے اور ان پر نازل کی گئی کتابوں اور علم کی تصدیق فرمائی۔ بظاہر آپ ﷺ عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چھ سو سال بعد دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ اس آیت کریمہ سے بلاشک وشبہ ماننا پڑیگا کہ آپ حضور اکرم ﷺ کو حیات ابدی حاصل ہے ورنہ وہ تمام انبیاء کے پاس جا کر ان کے علم اور کتاب کے مصدق نہیں ہو سکتے۔

سورہ الحجرات (۴۹۔ آیت ۱۷) میں حضور اکرم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے میں ارشاد باری پر غور کریں۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ "ماننا پڑے گا تم میں اللہ کے رسول (موجود) ہیں"۔

اور کلمہ کا ترجمہ کریں تو وہ بھی فعل حال میں ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یعنی اب بھی حاضر و موجود ہیں۔ ایسے واضح ثبوت کے بعد فرمایا کہ سورہ آل عمران (۳۔ آیت ۱۰) آپ کس طرح کفر کر سکتے ہو (انکار) کر سکتے ہو جبکہ تم پر تلاوت کی جاتی ہیں اللہ کی نشانیاں یاد رکھو کہ تمہارے درمیان میرا رسول ہے۔ یہ آیت ثابت کرتی ہے

کہ اللہ کا رسول ہم میں موجود ہے۔ کسی اور نبی کی اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ جو متعصب اور بے خبر لوگ حضور ﷺ کا فوت ہو جانا تصور کرتے ہیں وہ آپ ﷺ کے بعد جھوٹے نبی کا آ جانا اسی لئے جائز سمجھتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ ختم النبین ہیں اور تمام انبیاء کرام کے آخر میں ظاہری طور پر تشریف لائے اور قرآن میں بھی ہم يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ سے آپ ﷺ سے مخاطب ہوتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کو پکارتے ہیں۔ کسی موجود کو ہی پکارا جائیگا۔ حضور نبی کریم ﷺ (اپنے مثالی وجود میں) حاضر و ناظر ہیں ہر محفل اور ہر عاشق و محب کے دل میں عشق رسول ﷺ اُن کی مثالی صورت موجود ہے۔ انسان کا قلب منوری کے نور کی روشنی، ٹیلی ویژن کی مانند منعکس ہوتی ہے۔ مولانا جلال الدین رومی نے اپنے باطنی تجربہ، مراقبہ کی حالت اور کیفیات کو اپنے اس شعر میں واضح کر دیا ہے۔

چشم بند گوش بند و لب ببند　　گر نہ بینی نورِ حق برمن بخند

ترجمہ: کانوں کو، آنکھوں اور لبوں کو بند کر لے پھر اگر اُس (نورِ حق) کو نہ دیکھے تو مجھ پر ہنس لینا۔

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ (المائدہ ۵۔ آیت ۵۱)

ترجمہ: حالانکہ آیا ان کی طرف (روشنی والا) واضح رسول۔

یہ نکتہ تاویل القرآن کا توجہ طلب ہے۔ آپ ہر مومن کے قلب کی نوری سکرین پر جلوہ گر ہو سکتے ہیں اور حسب طلب دُعا فرماتے ہیں۔

اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۱۰۳ (التوبہ ۹۔ آیت ۱۰۳)

ترجمہ: دعائے خیر بھیج اوپر اُن کے تحقیق تیری دُعا ان کیلئے باعث تسکین ہے اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ۴۱

ترجمہ: پھر کیسا ہوگا حال ان لوگوں کا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لیں گے اور آپ کو سب پر گواہ ٹھہرائیں گے۔ (النساء ۴۔آیت ۱۴)

غور کریں حضور ﷺ تقریباً چھ سو سال بعد تشریف لائے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں ہر امت سے ایک ایک سرکردہ (بڑا) گواہ لاؤں گا۔ اس سے حضور پرنور ﷺ کی گواہی کی بات میں واضح ارشاد باری ہے گواہی حاضر و ناظر کی ہوتی ہے۔ اور ان سب گواہوں پر آپ کو گواہ ٹھہراؤں گا (ذرا غور کریں کہ گواہ موقع پر حاضر و موجود نہ ہو تو عدالتیں سنی سنائی باتوں پر گواہی قبول نہیں کرتیں حضور اکرم ﷺ تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے تقریباً چھ سو سال بعد تشریف لائے آپ آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک کس طرح ان کی گواہی دیں گے۔ اگر آپ کو حاضر و ناظر نہ مانا جائے۔ سورہ النحل (۱۶۔ آیت ۸۹) بھی آپ ﷺ کی گواہی کی تصدیق کرتی ہے آپ کو آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک ہر امت پر گواہ ٹھہرائیں گے۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ (النحل ۱۶۔آیت ۸۹)

ترجمہ: اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ جو ان میں سے ہی ہوگا اور ان لوگوں (گواہوں) کے مقابلے میں آپ ﷺ کو گواہ ٹھہرائیں گے (قائم کریں گے)

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ (الزخرف ۴۳۔آیت ۴۵)

ترجمہ: اے میرے رسول آپ ان رسولوں سے پوچھ لیں جو آپ سے قبل آئے کہ کیا ہم رحمٰن کے علاوہ کوئی (اور) معبود بنایا ہے جسکی عبادت کی جائے۔

اس آیت کے مفہوم پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ آپ پوچھ لیں۔ مگر حضور نبی کریم ﷺ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے تقریباً چھ سو سال بعد تشریف لائے یقیناً اللہ پاک وہ حکم نہیں دیتے جس کی تعمیل ناممکن ہو لیکن یہ آیت ہمیں بتا رہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تمام انبیاء سے پوچھا ہوگا کہ کیا تم نے بھی کوئی ایسا کام کیا ہے جس سے شرک ظاہر ہو یعنی رحمٰن کو مختلف اشکال میں پوجا ہو۔ آپ عقل سلیم سے خود ہی فیصلہ کریں کہ وہ ان انبیاء سے کس طرح سوال کرنے کے مجاز ہونگے اگر ان کو حیات ابدی (خلدی زندگی) حاصل نہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ ۔

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ ﷺ کے ساتھ ہیں کافروں کے ساتھ سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔ (الفتح ۴۸۔آیت ۲۹)

مقام تفکر ہے کہ مسلمانوں کیلئے کہ آپ حضور اکرم ﷺ کے ساتھی ہیں یا کافروں کے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ (الحجرات ۴۹۔آیت ۲)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لاچکے ہو اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ اونچی آواز سے بلاؤ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

حضورِ پرنور اپنے عاشق طلب گاروں کی التجا و طلب دعا کو سنتے ہیں اور انکی داد رسی کرتے ہیں اور زیارت کا شرف بخشتے ہیں۔ انبیاء کرام، مومنین، عارفین اور آئمہ کو باطنی

طور پر حیات ابدی حاصل ہے۔اگر حضور اکرم ﷺ اس جہاں سے رخصت ہو گئے ہیں تو اس آیت کریمہ کا کیا مفہوم لیا جائیگا جبکہ قرآن کی ہر آیت ہر وقت اور زمانے میں قابل عمل ہے۔لہذا ہمیں غور کرنا چاہئے کہ قرآن کی رُو سے حضور پر نور کو حیات ابدی حاصل ہے وہ حاضر وناظر ہیں۔ان کی روح اقدس ہر مومن کے قلب منوری پر جلوہ افروز ہوتی ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: نہیں دی ہم نے کسی بشر کو آپ سے پہلے خلدی زندگی یعنی ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ کا وصال ہو جائے تو یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ کیلئے رہیں گے۔ (الانبیاء ۲۱۔آیت ۳۴)

اس آیت کریمہ میں جو مفہوم بظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ آپ کو خلدی زندگی نہیں دی بلکہ دوسروں کو دی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کو دی یا دوسرا مفہوم یہی نکل سکتا ہے کہ آپ کو دی اور دوسروں کو نہیں دی درحقیقت عبودیت اور ربوبیت کے مقامات میں واضح فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔موت وجود انسانی کو ہے روح کو کوئی موت نہیں۔جو اس جہان فانی میں مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْتُ مُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مر کر یعنی اپنی ہستی مدہومہ کی نفی تام کر کے اپنی روح کو آزاد کر لیتے ہیں) ان کو بقا باللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔جس کو مفکر اسلام علامہ اقبال نے اس طرح سمجھایا ہے کہ اللہ کے ولیوں کو حیات جاوداں حاصل ہے۔کیا اللہ کے محبوب نبی ﷺ کو حیات ابدی نہیں ملی؟

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی   یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

درود وسلام زندوں کو بھیجا جاتا ہے جو سنتے ہیں۔الٰہ العالمین اپنے پیارے رسول رحمت العالمین کا ذکر کرتا ہے اور کرواتا بھی ہے یہاں تک کہ اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿۵﴾ (الضحیٰ ۹۳۔آیت ۵)

ترجمہ: اور البتہ جلدی دیوے گا تجھ کو پروردگار تیرا۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (البقرہ ۲۔آیت ۱۴۴)

ترجمہ: پس البتہ پھریں گے ہم تجھ کو اس قبلہ کی طرف کہ پسند کرے تو اس کو۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ (القصص ۲۸۔آیت ۵۶)

ترجمہ: بیشک تو ہدایت نہیں کر سکتا جس کو تو چاہے مگر جس کو چاہئے اللہ ہدایت دیتا ہے۔اور وہ سب سے زیادہ جانتا ہے ہدایت یافتہ کو۔

اس آیت کریمہ سے مفہوم واضح ہے کہ اللہ کا رسول اسکی خواہش ورضا سے کلام کرتا ہے۔کچھ احباب کہہ دیتے ہیں کہ اللہ ہدایت کرتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں مگر یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ نے کسی کو آواز دے کر کہا ہو کہ آؤ میں تمہیں ہدایت دیتا ہوں بلکہ تمام ہدایت اور رہنمائی حضور ﷺ کی معرفت ہوئی۔جس کو بھی ہدایت نصیب ہوئی آپ ﷺ کی زبان سے ہوئی ہے۔آپ نے ہی ہدایت فرمائی تو اس کو ہدایت ہوئی۔جس کو آپ ﷺ نے ہدایت نہیں دی وہ ہدایت یافتہ نہ ہوا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ (الانعام ۶۔آیت ۵۲)

ترجمہ: اے میرے حبیب ﷺ ان لوگوں کو اپنے در سے دور نہ کر جو صبح وشام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور صرف اور صرف ان کا ارادہ اللہ کا چہرہ دیکھنے کا ہے۔(ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہے)۔آپ ﷺ پر ان کا حساب اور نہ ان کا حساب آپ پر ہے۔اگر پھر بھی آپ ان کو دھتکار دیں گے تو آپ

بھی ظالموں میں ہو جائیں گے۔

مفہوم یہ ہے کہ آپ سے کوئی مال و دولت لینے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ وہ تو آپکی نورانی صورت کو دیکھنے کی تمنا رکھتے ہیں اگر وجہ اللہ (یعنی اللہ کا چہرہ) کہیں اور ہوتا تو وہاں جا کر دیکھ لیتے یقیناً یہ مومنین عاشقان رسالت (اصحاب صفہ) تو والضحیٰ کا چہرہ دیکھنے کے مشتاق ہیں۔

لاکھ پردوں میں بھی رہ کر نہ رہا پردہ تیرا
تیرا مظہر تو نہیں یہ والضحیٰ چہرہ تیرا
صاف کہہ دوں گا کسی نے گر پتہ پوچھا تیرا
آپ کا محرم ہوں میں مجھ سے ہے چرچا تیرا
چھوڑ کر کوچے کو تیرے جائیں تو جائیں کہاں
ہر گلی کوچہ تیرا جنگل تیرے صحرا تیرا
کتنے وہم و شک کے یہ اونچے درو دیوار تھے
جن کو شہر دل کی جانب نہ ملا رستہ تیرا
شاہ زماں نہ طلبِ جنت نہ ہمیں دوزخ کا غم
ہم گنہگاروں کو کافی ہے فقط سایہ تیرا

ان مومنین کو اللہ پاک نے سورہ انفال میں آخرت کی حیات جاودانی کا عندیہ دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لا چکے ہو (مومنو) قبول کیا کرو جب آپ کو اللہ اور رسول کا حکم آئے جب وہ تمہیں پکاریں تاکہ تمہیں زندہ کیا جائے اور

جان جاؤ (یقین کرلو) کہ اللہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان (حائل) آڑ بن جاتا ہے اور بیشک تم اس کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔
(الانفال ۸۔آیت ۲۴)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کی سورہ آل عمران (آیت ۱۷۰) کی رو سے مومنین و آئمہ کرام (اولیاء وشہدا) مردہ نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں تو پھر زندہ کو زندہ کرنے سے کیا مفہوم اور مراد لی جائے گی مفہوم واضح ہے کہ مومنین کو حیات جاودانی دی جائے جس کو حوض کوثر کہا گیا ہے۔ سورہ المائدہ (۵۔آیت ۵۶) میں ارشاد باری ہے کہ زمین پر ہمیشہ اللہ کے ولیوں اور دوستوں اور اسکے نورانی چہرہ کی زیارت کرنے والوں کا گروہ ہی غالب رہے گا۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: اور جو کوئی دوستی کرتے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ اور بیشک یہ اللہ کا گروہ ہے اور یہ ہمیشہ غالب رہنے والا ہے۔ (المائدہ ۵۔ آیت ۵۶)

قرآن میں ولی کا لفظ دوست کیلئے آیا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ کے ولیوں اور دوستوں کا گروہ ہی غالب رہے گا۔ مسلمانو غور فرماؤ کہ پوری زمین پر کون غالب ہے۔ آپکی دوستی کن سے ہے انعام پانے والوں سے یا ان سے جو اللہ کے غضب کا شکار ہوئے۔ آپ دوسری قوموں سے اسلئے پیچھے رہ گئے ہو کہ تم گروہوں میں بٹے ہوئے ہو۔ قرآن فہمی سے بے بہرہ ہو اور اللہ کے دوستوں، ولیوں سے گریزاں ہو۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (الانبیاء ۲۱۔آیت ۱۰۵)

ترجمہ: البتہ تحقیق کہ ہم نے زبور میں بھی یہ لکھ دیا گیا تھا کہ بیشک یہ جو زمین ہے وہ میرے مومن (صالحین) بندوں کی وراثت ہے۔

مذکورہ آیات کے بغور مطالعہ سے آپ کی عقل سلیم میں مفہوم واضح ہو گیا ہوگا کہ قرآن کا بیان کس احسن الطریق سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان بیان کر رہا ہے۔ جیسے اول الذکر قرآن مجید کے علم کے درجات بیان کئے گئے ہیں۔ ہر مکتب فکر و اسلامی تعلیم اپنے اپنے درجہ پر قرآن کی تعلیم و تربیت دیتا ہے۔ اسے فرقہ بندی سے موسوم کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ پرائمری درجہ (ترتیل القرآن) کے طالب علم کو ہائی اسکول کے طالب علم سے بحث و مباحثہ کرنے میں نہیں الجھنا چاہئے۔ ایسے ہی ہائی اسکول کے طالب علم کو یونیورسٹی کے تحقیقی شعبہ کے طالب علموں سے بلاوجہ بحث برائے بحث مول نہیں لینی چاہئے بلکہ قرآن فہمی کے شرعی، عرفانی اور روحانی مدارج اپنی خداداد صلاحیت اور استعداد کے مطابق طے کرنے چاہئے۔ ہر اسکول کے اساتذہ قابل احترام ہیں اور قرآن فہمی کے علمی مدارج طے کرنے کیلئے علمائے اکرام اور مشائخ دین کے پاس جا کر اور ان سے تنزیل القرآن اور تاویل القرآن کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا لائحہ عمل ہونا چاہئے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں بیشمار آیات شان رسالت اور سیرت النبی کے بارے میں نازل ہوئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے لوگوں کے استفسار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کے بارے میں فرمایا کہ قرآن کا تمام بیان رسالت مآب کی شان اور سیرت النبی کا آئینہ دار ہے۔

سیرت و شان خیر البشر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سیرت ہے محمدؐ کی قرآنِ مجیدہ — ہوں کیسے بیاں تیرے اوصاف حمیدہ
آیا نہ آئے گا مثل تجھ سا جہاں میں — بیدار ہوئے تجھ سے انسان خوابیدہ
ہے نورِ محمدؐ سے دو جگ میں اُجالا — حق ذات رہے گی آنکھوں سے پوشیدہ
تا حشر منائیں گے میلاد نبیؐ کا — ہر نعت بنے گی آقا کا قصیدہ
سرکار رفو کرنا اِسے دست کرم سے — دامانِ محبت ہے عاشق کا دریدہ
دیدار شب ہجراں دو شاہ زماں کو — گریاں دل مضطر پرنم رہے دیدہ

نعت شانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خدا جانتا ہے شانِ محمدؐ — خدا خود بنا میزبان محمدؐ
کلام اللہ ازبر زبان محمدؐ — تفسیر قرآن بیانِ محمدؐ
وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی — اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی
فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ — مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ
لائق عبادت واحد خدا ہے — لائق اطاعت رسول خدا ہے
عرش و فرش میں اُسی کی ضیا ہے — مثل مہر تاباں جلوہ نما ہے
اللہ سلطان ارض و سما ہے — خلوت میں جلوت میں ہر جا نما ہے
مگر شاہ زماں انبیاء میں محمد — ستاروں کے جھرمٹ میں مہِ لقا ہے

دل میں اللہ زباں پہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دل میں اللہ زباں پہ محمدؐ میری آنکھوں میں مشکل کشا ہے
کربلا ہو نجف یا مدینہ رحمتوں کا خزینہ کھلا ہے

میں محب ہوں علی پنجتن کا مَیں خادم ہوں شاہِ زمن کا
جو شافی ہے محشر کے دن کا کملی والا میرا رہنما ہے
سید الانبیاء میرے والی شاہِ بطحا کی ہے شان عالی
جائے خالی نہ کوئی سوالی ایسا در یہ درِ مصطفیٰ ہے
نورِ حق وہ حبیب خدا ہے جن کی منزل عرش العلیٰ ہے
کوئی کیا جانے کیا انتہا ہے اُن کا رتبہ ورا الورا ہے
اپنی اُمت کو مولا سنبھالو کشتی طوفاں میں آقا بچالو
ہم خطاوار ہیں پرخطا ہیں تو عطا ہی عطا ہی عطا ہے
تقویٰ تنظیم ایمان محکم علم و حکمت یقیں عمل پیہم
عدل و انصاف اتحاد باہم درس قرآن نے یہ دیا ہے
مَیں شاکر ہوں ذاتِ الٰہ کا آسرا ہے حبیب خدا کا
شاہ زماں ہے کرم مصطفیٰ کا دینے والے نے سب کچھ دیا ہے

یہی تو چار ہیں

سید یہی تو چار ہے خلفائے نبیؐ عمر و ابوبکر ہیں عثمان اور علی
اور پانچ بے مثال ہیں اہل بیت بھی جن کے فیوض وکرم سے سب آئمہ ولی

دل میں نبی نبی ہے

دل میں نبی نبی ہے زباں پہ علی علی
ہے آرزو ہماری زیارت ہو آپ کی
روشن ہے مصطفیٰ کا ہر دل میں اِک دیا
عالم میں ہر طرف ہے محمدؐ کی روشنی
دیکھو گے سینہ چیر کر اپنے غلام کا
نکلے گی دل میں گنبد خضرا کی حاضری
خوش بخت ہیں جو آپ کے نورانی شہر میں
جی بھر کے دیکھتے ہیں پھر کر گلی گلی
رحمت کا در کھلا ہے رب کے حبیب کا
محمد کے شہر میں ہے کس چیز کی کمی
صورت بھی بے مثال ہے سیرت بھی بے مثال
اللہ کو بھا گئی مرے آقا کی سادگی
جو پنجتنی عاشق آل رسول ہیں
اُن کے ہیں مولا مرتضیٰ مشکل کشا علی
آتے ہیں سید شاہ زماں اکثر وہ خواب میں
ہوتی ہے خادموں پہ عنایت کبھی کبھی

درشب معراج بر براق اُورفت برعرش بریں عرش بریں

آنکہ ختم المرسلین شاہ خوباں مہ جبیں
ذکر و فکر مومنین روحِ قرآن مبین
صاحب دنیا و دیں
درشبِ معراج بر براق اُورفت برعرش بریں عرش بریں
احد و احمد راز داں چہ ماند پردہ درمیاں
ذات راچوں بے نقاب دید شاہ دو جہاں
مالکِ کون و مکاں
درشبِ معراج بر براق اُورفت برعرش بریں عرش بریں
مژدہ آوردہ امیں در حضور مجتبیٰ
یا محمد مصطفیٰ صلی علیٰ نور خدا
منتظر ذاتِ علیٰ
درشبِ معراج بر براق اُورفت برعرش بریں عرش بریں
از ثنائے مصطفیٰ تو ذاتِ حق را شاد کُن
شاہ زماں بے ہر دمے مصطفیٰ را یاد کُن
پیشِ اُو فریاد کُن
درشبِ معراج بر براق اُورفت برعرش بریں عرش بریں

مومنو صلّی علیٰ کا بھی تو مطلب سمجھو

کون کہتا ہے کہ ملاقات نہیں ہو سکتی
ان کے میخانے میں یہ بات نہیں ہو سکتی
جب تلک نعت نبی سے نہ سجے گی محفل
دوستو باعثِ برکات نہیں ہو سکتی
جو دل عشقِ نبی سے مخمور نہیں
وہاں رحمت کی برسات نہیں ہو سکتی
میرے آقا اُٹھا دیں رخ انور سے نقاب
میرا دعویٰ ہے کہ رات نہیں ہو سکتی
مومنو صلّی علیٰ کا بھی مطلب سمجھو
قرب اللہ نہ ہو صلوٰۃ نہیں ہو سکتی
شاہ زماں درد بھرا دل اُنہیں پیش کریں
اس سے بہتر کوئی سوغات نہیں ہو سکتی

قرآن وسائنس

سائنس کے سب تجربات علم وفن مشاہدات
علمی ایجاد و کمال ہیں درجاتِ حیات
نور کی تجلیات شعور کے کرشمات
انبیاء کے معجزات اولیاء کی کرامات
وجدانی لمحات مراقبات مکاشفات
نور کا دفعتاً ظہور جبرائیل ہے ان پر مامور

قرآنی نظریہ کائنات

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۗ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ (حم سجدہ ۴۱۔ آیت ۵۳)

ترجمہ: عنقریب ہم اُن کے نفس انسانی کے اندر و خارج کی دنیا میں (آفاق) میں اپنے نشانات دکھائیں گے (یعنی اپنی ربوبیت، انسانی نفسیات، طبیعات اور حیاتیات کے بعض حقائق سے ہم آشنا کریں گے) حتیٰ کہ ان پر ثابت ہو جائے گا کہ خدا اور اُس کا قرآن برحق ہے۔

جو مطالب اور معانی، منظم حکمیاتی نظریہ حیات کی صورت میں معلم اعلیٰ خاتم الانبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لوحِ قلب پر نازل ہوا اُس قرآن میں اسلام کا نظام حکمت فطرت انسانی کا فلسفہ خود شعوری، خداشناسی ہر زمانہ کی علمی صداقتوں اور سائنسی حقائق سے ہم آہنگی اور روحانی رہنمائی موجود ہیں۔

قرآن کی تعبیر، تشریح اور تفسیر کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مستند احادیث موجود ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن سوالات اور جوابات کیلئے خود احسن التفسیر ہے۔ قرآن کا روحانی علمی فلسفہ بے عیب ہے اور دیگر تمام علمی و عقلی نظریات، نصب العینوں پر غالب نظر آتا ہے۔ دنیا میں فقط ایک اسلامی نظریہ حیات ہے جو علمی معیار پر پورا اترتا ہے۔

قرآن کی تعلیمات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسے پیغمبر اسلام پر وحی کرنے والا عقل کلی کا موجد عظیم شعور عالم خالق کائنات ہے جو اپنی صفات الٰہیہ جلال و جمال، خلقیت قدرت اور ربوبیت، ذہانت ریاضیاتی فکر سے نظام کائنات کو با احسن طریق چلا رہا ہے۔

اس وسیع و عریض کائنات کا شعور عالم ہماری طرح خود شناس اور خود آگاہ ہے۔

اس کائنات کی گردش لیل و نہار ان گنت سیارے اور ستاروں کی کہکشائیں ایک ایسی مدبر اور منظم ہستی مطلق کا پتہ دیتی ہیں جو ایک بے مثل خود شعور ہے جو اُس کے شاہکار انسان میں جلوہ گر ہوئی ماہرین حیاتیات کے اخذ شدہ نتائج کی رو سے ہر جاندار کے جسم کے اندر ہی نہیں بلکہ ساری کائنات کے اندر ارتقائی عمل کے مطابق شعور عالم کی صفت خود شعوری عقل کل Supreme Intelligence کارفرما ہے اور ارتقائی تسلسل کے قانونِ قدرت کے قول (جب خدا کسی بات کا ارادہ کرتا ہے) اُسے کہتا ہے کن اور وہ ہو جاتی ہے کے ماتحت اپنے نائب خلیفہ (کامل آدم) کو خود شعوری کے وصف سے بہرہ ور کیا گیا۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ جو اپنے نفس سے خود شعور ہو گیا، وہ خدا کے واجب الوجود سے آگہی حاصل کر گیا کیونکہ انسان کا وجود ہی خدا کے واجب الوجود کے ہونے کی دلیل ہے۔ جس کے ایک تدریجی عمل سے چھ طویل العصر ادوار میں کائنات کو پیدا کیا گیا۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے وقار کے آرزو مند نہیں ہوتے۔ یقیناً اُس نے تمہیں مختلف حیاتیاتی مراحل سے گذار کر پیدا کیا اور اس نے تمہاری نسل کو زمین سے اُگایا ہے (پیدا کیا) ہے جیسے کہ اور چیزیں زمین سے اُگتی ہیں۔ (طٰہٰ)

انسان پر کوئی وقت ایسا بھی تھا جب وہ کوئی قبل ذکر چیز نہ تھا (عدم میں تھا) ہم نے انسان کو حقیر قطرہ آب سے پیدا کیا تا کہ ہم اُسے آزمائیں۔ (الدھر:1)

قرآنی معجزات وسائنسی ایجادات

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ (الانعام ۶۔ آیت ۳۷،۳۸)

ترجمہ: وہ (یعنی کفار) کہتے ہیں کہ اللہ رسول پر کوئی معجزہ نہیں نازل کرتا۔ اے رسول انہیں کہہ دو کہ اللہ کو معجزات اتارنے کی طاقت حاصل ہے۔ لیکن یہ لوگ بڑے بے علم و جاہل ہیں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ زمین پر چوپاؤں کی ایک دنیا آباد ہے اور ہوا میں رنگ برنگ پرندے اڑ رہے ہیں جن کی فنا اور بقا کا آئین تمہاری ہی طرح ہے۔

پھر سورۂ یوسف ۱۰۵ میں ارشاد ہوا کہ۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (یوسف ۱۲۔ آیت ۱۰۵)

ترجمہ: ارض و سماء میں معجزات کی ایک دنیا آباد موجود ہے۔ لیکن یہ غافل لوگ منہ پھیر کر پاس سے گذر جاتے ہیں۔

قرآن کریم میں جو خالق کائنات کی ایک جامع تصنیف ہے مظاہر فطرت و عجائبات عالم کے اندر ایک روشن اور قابل فہم صداقت کا سبق دیتا ہے حکمائے فطرت اور سائنس دانوں نے اس قدر جستجو اور تحقیق کے بعد صحیفہ کائنات کی ورق گردانی کر کے جن نامعلوم اشیاء اور باتوں کو دریافت کیا آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن مجید نے اس سب انسانی ایجادات و معلومات کا انکشاف کر دیا تھا۔ مثلاً آغازِ آفرینش کو لیجئے۔ سائنسدانوں نے تحقیق کر کے معلوم کیا ہے کہ آغاز میں سمندر کے اندر یا ساحل پر ایک جرثومہء حیات

نے جنم لیا جو منقسم اور متضاعف ہو کر نر و مادہ کی تکوین و تکمیل کو پہنچا۔ نیز یہ بھی دریافت کیا کہ ابتدائے آفرینش میں سمندر کے ساحل پر لاکھوں سال سورج کے چمکنے سے ٹھیکری کی مانند مٹی جو پانی اور آگ کے لوازمات سے ہی تیار ہوتی ہے سے حیات کا تانا اور بانا تیار ہوا۔ سائنسدانوں کے اس نظریہ نے قرآنی معجزات کی تصدیق کر دی۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (النساء ۴۔ آیت ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔

ہم نے آغاز میں تمہیں ایک ذی حیات جرثومہ سے پیدا کیا یہ جرثومہ (امیبا) طریق توالید سے خود بخود دو حصوں میں نر اور مادہ میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس سے اس کی مادہ نکلی اور پھر اس مادہ و نر سے ہم نے بے شمار مرد اور عورتیں پیدا کیں حیات کے تانے اور بانے کے متعلق ارشاد ہوا۔

خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ (الرحمن ۵۵۔ آیت ۱۴)

ترجمہ: اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی۔

اللہ نے انسان کو ایسی مٹی سے پیدا کیا جو تمازت آفتاب سے ٹھیکری بن چکی تھی۔

مٹی میں ٹھیکری جیسی صفت پیدا کرنے کیلئے پانی درکار ہے۔ اور پانی اس وقت بنتا ہے جب اسکے اجزاء دو حصہ ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن کی ایک معین مقدار میں آمیزش کی جائے۔ سائنسدانوں نے دریافت کیا ہے کہ اگر ان دو گیسوں ہائیڈروجن اور آکسیجن کی مقدار ذرا بھر بھی گھٹا بڑھا دی جائے تو ایک زہر ہلاہل تیار ہو جاتا ہے جو کہ زندگی کیلئے

نہایت ہی مہلک ہے۔ دیکھئے کس خوبی سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنی معجزات نازل کر کے ان باتوں کا انکشاف کیا ہے۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ (سورہ القمر ۵۴۔ آیت ۴۹)

ترجمہ: بیشک ہم نے ہر چیز کو (مقررہ) اندازے سے پیدا کیا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (انبیاء ۲۱۔ آیت ۳۰)

ترجمہ: اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا۔

ہم نے ہر چیز کو معین مقدار میں پیدا کیا اور ہم نے پانی کو ہر چیز کا مدارِ حیات قرار دیا۔ آغازِ آفرینش کے بارے میں سائنسدانوں پر اس بات کا انکشاف ہوا کہ کائنات کی ہر جاندار شے میں ذراتِ برقیہ (یعنی خون) کی بدولت زندگی ہے۔ اور سب کی پیدائش ایک ہی نفس سے ہوئی ہے اور تمام حیوانات ایک ہی خلیہ سے بنے ہیں۔ قرآن حکم میں واضح ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ (اعراف ۷۔ آیت ۱۸۹)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک نفس (منفیہ) سے پیدا کیا۔

رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا

ترجمہ: اللہ نے تمہیں واحد الخلیہ (جاندار) سے پیدا کیا اور اس سے اس کی مادہ نکالی۔ (النساء ۴۔ آیت ۱)

چنانچہ ذی عقل انسان نے شاذ و نادر ہی اپنی زندگی کے اجزائے تکوینی کی ترکیب پر غور کیا ہوگا کہ انسانی نطفہ آکسیجن، ہائیڈروجن، کاربن، اوزون، کبریت، فاسفورس، پوٹاش میگنیشیم، چونا اور فولاد ان دس عناصر کا مرکب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی صناعی اور قدرت دیکھئے کہ اس میں عقل و حواس موجود ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۲﴾

ترجمہ: بیشک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کیلئے پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ (الدھر /الانسان ۷۶۔ آیت ۲)

تاکہ ہم اسے آزمائیں لیکن فریب خوردہ انسان خدائے ذوالجلال والاکرام کی بزرگی وعظمت توحید ومعرفت بیان کرنے والے پیغمبروں سے اس قدر واضح کلام الٰہی سننے کے بعد بھی معجزات کا طلبگار رہا چنانچہ کفار کی فرمائش پر پیغمبر اسلام کی انگلی کے اشارے سے چاند دوٹکڑے ہوگیا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آفتاب سے جدا ہوکر فضائے بسیط میں گھومنے والے ایک زمین نما ستارے کو دوبارہ جداگانہ دوٹکڑے کر دینا اور پھر باہم ملا دینا بعید نہ تھا۔ بعضوں نے سوسمار کو بولنے کی درخواست کی کہ یہ جانور انسان کی طرح بول کر آپ کے سچا ہونے کی شہادت دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بعینہ اپنی بہترین مخلوق کے تخلیق وایجاد کردہ بے جان آلہ فونوگراف جس سے انسانی آواز نکلتی ہے کی طرح ایک جاندار اور زبان رکھنے والے جانور کو کلام کرنے کی قدرت دی۔ حکیم اُمت نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کی انگلیوں سے میٹھا پانی جوش مار کر بہتے دیکھ کر علم کیمیاء اور کیمسٹری جاننے والوں کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ لیکن شاید وہ غور نہیں کرتے کہ ان سب عناصر جن سے پانی بنایا جاتا ہے کو پیدا کرنے والے خدا کیلئے ایسا کر دینا بعید نہ تھا۔ اسی طرح بعض لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان سے زمین زیر آب آگئی تھی کو بعید از قیاس خیال کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ زمین کی مسلسل رفتار میں معمولی سی کمی آجانے یا چاند کی کشش اور ہوا میں عناصر کے تغیر وتبدل سے ایسے طوفان کا آنا بے سبب اور بادی النظر نہیں۔ آج ماہرین نباتات اپنی تحقیق پر فخر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پودوں میں نر و مادہ الگ الگ ہوتے ہیں اور انہوں نے یہ دریافت کر کے

یہ نر کا غبارِ مغویہ (Pollon) مادہ تک پہنچانے کا کام شہد کی مکھیاں، بھنورے، تتلیاں اور ہوا سرانجام دیتی ہے۔ اللہ کے رسول پر نازل کی گئی ان قرآنی آیات کی تصدیق کر دی۔

وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿۵﴾ (حج ۲۲۔آیت ۵)

ترجمہ: تم دیکھتے ہوئے کہ پہلے زمین پیاسی ہوتی ہے۔ پھر جب ہم بارش برساتے ہیں تو وہ خوش ہوتی ہے۔ اس کے قوائے نمو بیدار ہوتے ہیں اور وہ خوشنما اشجار وازہار کے جوڑے (نر ومادہ) اُگانے لگ پڑتی ہے۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ (حجر ۱۵۔آیت ۲۲)

ترجمہ: ہم نے ایسی ہوائیں چلائیں جو غبار منویہ سے لدی ہوئی تھیں۔

آج معدنیات تلاش کرنے والے ماہرین کی تلاش وتحقیق پر زمین کی آغوش سے ابتدائی زمانے کے عجیب وغریب جانوروں کی ہڈیاں چونے کی شکل میں دستیاب ہوئیں۔ درخت کوئلے کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ لیکن قرآن مجید میں کئی سوسال پہلے ان باتوں کو بشارت دے دی گئی۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ (واقعہ ۵۶۔آیت ۶۰، ۶۱)

ترجمہ: ہم نے موت کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے اور ہمیں کوئی نہیں روک سکتا کہ تمہاری ماہتیں بدل دیں اور تمہیں ایک ایسی صورت میں پیدا کریں جس کا تمہیں قطعاً علم نہیں۔

اب ذرا نظام شمسی پر غور کریں ہر کلائڈ کیس ایک پہلے سائنس دان نے زمین کو متحرک تسلیم کر کے کہا تھا کہ اس کا ایک چکر چوبیس گھنٹوں میں ختم ہوتا ہے۔ اسٹارکس نے بھی

زمین کو متحرک تسلیم کیا تھا لیکن ان سے کہیں پہلے زمین کے گول اور متحرک ہونے کا ثبوت قرآن حکیم میں موجود ہے۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (طٰہٰ ۲۰۔آیت ۵۳)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے زمین کو گہوارہ بنایا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ۗ (الزمر ۳۹۔ آیت ۵)

ترجمہ: نہایت اچھی تدبیر سے اس نے آسمان اور زمین کو بنایا وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے اور اس نے سورج چند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ہر ایک مقررہ مدت تک چل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پیدا کئے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں تبدیل کیا اور آفتاب و ماہتاب کو مسخر کیا۔ یہ تمام کے تمام ایک معین معیاد تک محوحرکت رہیں گے۔ چنانچہ نہ جانے ہماری زمین سے بڑی دنیائیں اور کس قدر سورج فضائے آسمانی میں سرگرم عمل ہیں۔ ایک ماہر فلکیات اسحٰق رابرٹ لور پول نے آسمان کے صرف......آدھے حصہ کی تصویر لی تو لوحِ تصویر پر سولہ ہزار ستارے اترے۔ چنانچہ سائنسدانوں کا قول ہے کہ آسمان کے سات طبقات ہیں اور ہر طبقہ میں ستاروں کی تعداد مختلف ہے۔ چونکہ ان ساتوں کا فاصلہ بھی اپنے مرکز سے مختلف ہونے کی وجہ سے ان کی گردش میں تفاوت ہے۔ اس لئے ان ستاروں کے یوم و ماہ اور سال برابر نہیں۔ عطارد کا سال صرف 88 دن کا ہے۔ جب کہ زمین کا سال 365 دن کا ہوتا ہے۔ چنانچہ نظام شمسی میں اپنے مرکز سے دوری کی وجہ سے ستارے نیپچون کا سال ہمارے 165 سال کے برابر ہے۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ اس سے بھی دور فاصلہ پر گردش کرنے والے ستارے کا سال ہمارے ہزار سال کے برابر ہو جیسے

ارشاد ہے کہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا کُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: ہم نے تمہارے اوپر سات گذرگاہیں (ستاروں کی) بنائیں اور ہم تخلیق سے غافل نہ تھے۔ (المومنون ۲۳۔ آیت ۱۷)

وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ (الحج ۲۲۔آیت ۴۷)

ترجمہ: اللہ کا ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہے۔

آج سے دوسو سال پہلے کسے معلوم تھا کہ فولاد جیسی دھات کو شمشیر و سنان کے علاوہ انسان اپنی ترقی کی راہیں استوار کرنے کیلئے دریاؤں پر پڑے بڑے پل کوہ پیکر بحری اور ہوائی جہاز، ریلیں اور ہر قسم کی کارآمد مشینری بنانے کے لیے اسے استعمال میں لاکر اس کی بدولت ناقابل تسخیر مہمات سر کرلے گا۔ چنانچہ تمام انسانی ایجادات کیلئے مفید ثابت ہونے والی دھات کا ثبوت اس قرآنی معجزہ سے ظاہر ہے۔

وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحدید ۵۷۔آیت ۲۵)

ترجمہ: اور ہم نے فولاد اتارا جس میں زبردست ہیبت اور دنیا کیلئے بے شمار فوائد ہیں۔

حکمائے مغرب نے سالہا سال کی تحقیق و تلاش کے بعد دریافت کیا کہ موتی میٹھے اور مونگا کھارے پانی میں تیار ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے ان باتوں کی پہلے ہی خبر دے دی۔

یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ (الرحمٰن ۵۵۔آیت ۲۲)

ترجمہ: ان دونوں پانیوں (میٹھے اور کھاری) سے موتی اور مونگے پیدا ہوتے ہیں۔

چونکہ موتی اور مونگے انسانی زندگی اور کڑوا چھلکا رکھنے والے نارنگی جیسے پھلوں کی

نشوونماء کیلئے میٹھے اور کڑوے پانی کا علیحدہ علیحدہ رکھنا اور میٹھے پانی کو سورج کی تپش، ہوائی بیکٹیریا، جراثیم امراض اور ذرات غبار سے محفوظ کرنے کیلئے زمین کی رگوں اور تہوں میں ذخیرہ اندوزی کرنا اس چھوٹے سے قطعہ ارضی کو اس کے مشرق میں بحرالکاہل اور جنوب بحر اوقیانوس جیسے میلوں گہرے سمندروں کے درمیان حائل کرنا اور ان کو بین الاقوامی تجارت کے فروغ کا ذریعہ بنانا قرآن مجید کی ان آیات کا روشن معجزہ ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾ (فاطر ۳۵۔آیت ۱۲)

ترجمہ: زمین کے یہ دو سمندر برابر نہیں۔ ایک میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا آسان ہے دوسرا کھاری اور کڑوا ہے۔ ان ہر دو سمندروں سے تم تازہ گوشت حاصل کرتے ہو اور سامان زینت (موتی) نکال کر پہنتے ہو۔ تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ پانی کی سطح کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہیں کہ تم تجارت کر کے اللہ کی رحمت کماسکو۔ اور پھر اس رحمت (دولت) کو قوم کے قیام اور استحکام پر صرف کر کے عملاً شکر بجالاؤ۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ (الرحمٰن ۵۵۔آیت ۱۹،۲۰)

ترجمہ: اللہ نے دو سمندروں کو آپس میں ملا دیا۔ ان کے درمیان ایک برزخ ہے جس پر وہ دست درازی نہیں کر سکتے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿١٨﴾ (المومنون ۲۳۔آیت ۱۸)

ترجمہ: ہم نے ایک معین مقدار میں پانی برسا کر اسے زمین میں محفوظ کر دیا اور ہم اس ذخیرہ آب کو خشک کر دینے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔

کسی کو معلوم نہ تھا کہ دور حاضر میں سمندر کی سطح پر 73 ہزار ٹن سے بھی زیادہ وزنی کوہ پیکر بحری جہاز پر ہیبت ایئر کرافٹ کیریئر تجارت و دیگر جنگی ضروریات انسانی کیلئے استعمال ہوں گے۔ لیکن اللہ کو ان سب باتوں کا پہلے ہی علم تھا۔ اس لئے قرآن مجید میں پہلے ہی ان کا ذکر کر دیا گیا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ (شوریٰ ۴۲۔آیت ۳۲)

ترجمہ: سمندر کی سطح پر کوہ پیکر جہاز اللہ کی آیات ہیں۔

درحقیقت قرآن حکیم نے علوم وفنون کی طرف ترغیب دیتے ہوئے انسان میں علوم ظاہری و باطنی کا جذبہ تجسس پیدا کیا۔ چنانچہ صحیفہ کائنات کے مختلف مناظر کو بارہا قرآنی آیات سے تعبیر کر کے ماہرین فلکیات اور جغرافیہ دانوں کی توجہ جغرافیہ و فلکیات (Astronomy and Geography) کے مطالعہ کی طرف دلائی۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ (آل عمران ۳۔آیت ۱۹۰)

ترجمہ: ارض و سما کی تخلیق اور اختلاف لیل و نہار میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں موجود ہیں۔

قرآن مجید نے سیاحت سے مکمل استفادہ حاصل کرنے کی تلقین کی ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (العنکبوت ۲۹۔آیت ۲۰)

ترجمہ: اے رسول دنیائے انسانی کو حکم دے وہ زمین پر چل پھر کر دیکھے کہ خدا نے کس طرح آفرینش کی ابتدا کی۔

چنانچہ انسان نے علم نباتات (Botany) علم حیوانات (Zoology) علم فلکیات (Astronomy) علم کیمیاء (Chemistry) اور دیگر علوم میں تحقیق و تلاش

(Research) کر کے وہ کچھ حاصل کیا جسکی اسے تمنا تھی۔ علوم سائنس کی اس قدر ترقی کے بعد انسان کو یہ کمال حاصل ہوا ہے کہ وہ خلاء آسمانی میں راکٹ اور سٹلائیٹ بھیج کر حیرت انگیز معلومات فراہم کر رہا ہے۔ اور چاند اور ستاروں پر کمندیں ڈالنے کی ان تھک کوشش میں کامیابی حاصل کر رہا ہے۔ حکیم امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی معجزہ کے ذریعہ ان باتوں کی اہمیت پر زور دیا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ (ابراهیم ۱۴۔آیت ۳۲ تا ۳۳)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے زمین و آسمان پیدا کئے جس نے بارشیں برسا کر تمہارے لئے پھل تیار کئے۔ سمندروں میں الٰہی قانون سے تیرنے والے جہاز تمہارے قبضے میں دیئے۔ نہریں تمہارے لئے مسخر کیں۔ گھومنے والے آفتاب و ماہتاب پر تمہیں حکمران بنایا۔ اور لیل و نہار کا سلسلہ تمہارے بس میں کر دیا۔ نیز تمہیں وہ سب کچھ دیا جس کی تمہیں تمنا تھی۔

غرضیکہ کائنات کی کوئی چیز سائنس اور علم ایسا نہیں جن کا انکشاف قرآنی معجزات نے نہ کیا ہو۔

لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳﴾ (سبا ۳۴۔آیت ۳)

ترجمہ: ذرہ یا ذرے سے کم و بیش کوئی زمینی یا آسمانی چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو۔

بیشک قرآن مجید واضح کتاب ہے سر چشمہ ہدایت اور منبع العلوم اور خالصتاً وحی ہے جو قدرت کے حقائق بیان کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس لئے باطنی و روحانی تعلیمات کے علاوہ دورِ جدید کے علوم سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے جن حقائق کی سائنسدانوں کو ضرورت اور تلاش ہے چودہ سو سال قبل ظاہر کر دیئے چنانچہ دورِ جدید کی ترقی یافتہ سائنس قرآن حکیم سے رہنمائی کی محتاج نظر آتی ہے۔ سائنس اور جدید علوم کا ہر ذی شعور مسلمان کو مطالعہ کرنا چاہیے۔ اسلامی تصوف باطنی سائنس ہے۔ جس کا علم و عمل مسلمان کو مومن بننے میں مدد اور طریقہ کار مہیا کرتا ہے اور سائنسدانوں کو قرآن سمجھنے اور اس سے کما حقہ طور پر تحقیقی رہنمائی و ایجادات کیلئے کئی راہیں کھول رہا ہے تاکہ ان پر گامزن ہو کر مکمل طور پر استفادہ حاصل کر پائے۔ دور جدید کے سائنسدانوں نے کہا کہ کائنات کی ترکیب میں مادہ (Matter) اور توانائی (Energy) شامل ہے۔ مادہ کی بناوٹ میں تین اجزائے ترکیبی ایٹم، مالیکولز اور آئنز شامل ہیں۔ 1808ء میں جان ڈالٹن نامی سائنسدان نے ایٹم کو ناقابل تقسیم ذرہ (مثقال ذرہ) قرار دیا لیکن بعد میں دوسرے سائنسدانوں نے ایٹم سے بھی چھوٹا ذرہ الیکٹرون اور پھر قوارک دریافت کیا اور مزید برآں تحقیق جاری ہے۔ عارفِ قرآن مرد مومن نے چھوٹے ذرہ الیکٹرون یا قوارک کا حوالہ قرآن کی سورہ یونس اور سورہ سبا کو دیتے ہوئے بیان کیا کہ 1400 سال قبل کائنات کے سب سے عظیم ترین سائنسدان خالق مطلق رب العالمین نے اپنے عظیم پیغمبر آخر الزمان نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ راز ظاہر کر دیا تھا۔

وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِیْ

الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾

(سورۃ یونس ١٠، آیت ٦١)

ترجمہ: اے نبی کریمؐ! تم جس حال میں بھی ہوتے ہو قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو اور لوگو تم بھی جو کچھ کرتے ہو ان سب کے دوران ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کوئی ذرہ برابر چیز (ایٹم) ذرہ سے بڑی چیز یا چھوٹی (الیکٹرون یا قوارک) چیز زمین اور آسمان میں ایسی نہیں ہے جو اللہ کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک واضح اور صاف دفتر میں (کتاب مبین) میں نہ لکھی ہو۔

قرآن کے اس بیان کی تائید سورۃ سبا آیت 3 میں بھی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣﴾ (سبا ٣٤: آیت ٣)

ترجمہ: اور کہنے لگے منکر نہ آئے گی ہم پر قیامت تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی البتہ آکر رہے گی تم پر جاننے والا ہے (عالم الغیب) ہے اس سے کچھ ذرہ بھر ایٹم (الیکٹرون) زمین اور آسمان میں سے غائب نہیں ہوسکتی بلکہ اس (ایٹم) سے بھی چھوٹی (الیکٹرون یا قوارک) ذرہ سے بھی چھوٹی اور نہ ہی بڑی مالیکیولز اور جو آئنز (Ions) جو واضح کتاب (قرآن) میں نہ ہو۔

حتیٰ کہ بعد موت حیات دوبارہ زندہ ہونے کا واضح اشارہ سورۃ سبا میں دیا گیا ہے۔ آیت نمبر 7 اور آیت 19 پر غور کریں جو آیت نمبر 3 کی مزید وضاحت کرتی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ

مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿٧﴾ (سبا ٣٤: آیت ٧)

ترجمہ: کافر کہتے ہیں کہ ایک شخص (پیغمبر اسلام) تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم (مرنے کے بعد) ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ گے اور ہر ٹکڑے کا چورا بن جائے گا تم کو پھر نئے سرے سے بننا (زندہ ہونا) ہے۔

سائنسدان بھی بائیو کیمیکل کے عمل سے مردہ جسم کا خاک میں مل کر دوبارہ ایٹم، مالیکیولز آئنوں کے مجموعے اور الیکٹرون کے پیدا ہونے کی بات کرتا ہے۔ ان مرکبات سے حیاتیاتی عمل کا آغاز ہوتا ہے۔

زیست ہے قلب انسان میں اِک حرکت کا نام
موت کیا سفر منزل میں قیام بھر آرام
جسم خاکی خاک میں مل کر بھی زندہ ہے دوام
شاہ زماں سید فنا کا سلسلہ ہے نا تمام

سورۃ بنی اسرائیل آیات 49-50 میں مذکورہ اجزائے ترکیبی کے عوامل میں بننے والے ذرات کا ذکر آیا ہے۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ (بنی اسرائیل ١٧۔ آیت ٤٩، ٥٠)

ترجمہ: اور یہ (بھی) کہتے ہیں کہ جب ہڈی بن کر چورا چورا ہو جائیں تو کیا پھر دوبارہ اسی طرح بنا کے اٹھائے جائیں گے۔ فرمان الٰہی (اٹل ہے) ان (کافروں) سے کہہ دو تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا پھر بھی دوبارہ زندہ ہوں گے۔

سائنس اس کی تصدیق کرتی ہے کہ تغیرات کے عمل سے مٹی سے لوہا ہڈیوں کے چورے سے چونا بنتا ہے جبکہ پتھر آئنوں اور مالیکیولز سے بنتے ہیں۔ مرنے کے بعد کاربن

ختم ہو جاتا ہے تو اُسے تابکاری کہا جاتا ہے۔ جو نیوٹرون کی وجہ ہی سے بنتا ہے۔ تابکار کاربن کے ٹوٹ پھوٹ (Decay) کے دوران بیٹا شعاعیں (Beta Rays) خارج ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں الیکٹرون ہیں۔ کرۂ ارض میں ہوا، پانی، مٹی کے ذرات اور گیسیں ہیں اور حیات کے اجزائے ترکیبی بھی موجود ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ سورۃ بقرہ 2 آیت 22 اور سورۃ فاطر آیت 9 میں زمین کو بچھونا، آسمان کو چھت اور آسمان سے بارش برسنے کا ذکر ہے۔ پہلا آسمان جو ستاروں سے مزین ہے۔ ہوائی کرہ کے نچلے حصہ سے شروع ہو کر ستاروں کی انتہا تک ہے۔ ہر ستارے میں آئن اور الیکٹرون ہوتے ہیں۔ روشنی کی شعاعوں کی وجہ سے کرہ ہوائی میں آئن اور الیکٹرون کا ایک سمندر ہے۔

سورۂ البقرہ 2 آیت 19 میں روشنی اور سورۂ نور آیت 43 میں روشنی کی لہروں سے مارنے اور ڈرانے خوف دلانے کا ذکر ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ (البقرہ ۲۔آیت ۲۰)

ترجمہ: "قریب ہے کہ بجلی کی ایک چمک ان کی بینائی زائل کردے جب یہ چمکتی ہے تو اس کی روشنی میں چلنے لگتے ہیں اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہے تو لے جائے ان کے کان اور آنکھیں بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اس طرح سورۃ نور کی آیت 43 میں بھی بجلی کی چمک سے آنکھوں کے ضائع ہونے کا ذکر ہے۔

اِن آیات میں روشنی کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ ہے کہ اس سے بینائی

ضائع ہوتی ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ روشنی کی مختلف اقسام ہے جس کی مقدار اور قسم کے لحاظ سے ان کے اثر اور خراج کا تعین کیا جاتا ہے۔ مثلاً ٹی وی کے سکرین سے انتہائی خطرناک شعاعیں خارج ہوتی ہیں جو نہ صرف بینائی کو کمزور کرتی ہیں بلکہ مختلف قسم کی اور بیماریاں بھی پیدا کرتی ہیں۔ ان بیماریوں میں برص جیسے مرض کا بھی قوی امکان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹی وی کے بنانے والے بھی اس کو ایک خاص فاصلے سے دیکھنے کی ہدایات دیتے ہیں۔ سورۂ روم آیت 24 کی برقی منقاطیسی خاصیت (الیکٹرو میگنیٹک) (Electro Magnetic) کا بیان واضح ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا (الروم ۳۰۔آیت ۲۴)

ترجمہ: اور اللہ کی نشانیوں میں سے جو تم کو بجلی (برق کی تیز چمک) دکھلاتا ہے اور ڈر اور امید کیلئے۔

مثلاً تار جس سے بجلی گذرتی ہے اُس کے گرد مقناطیسی (الیکٹرومیگنیٹک) شعاعوں کا حلقہ ہوتا ہے۔ قران نے برق کی قوت مقناطیسی اور روشنی کی لہروں کی خصوصیت پر تحقیقی عمل جاری رکھنے کی امید بھی دلائی ہے۔ میکس پلنگ وسائنسدان کے پیش کردہ روشنی کے جدید ترین نظریہ قوانٹم تھیوری اور آئن سٹائن نے روشنی کی مقررہ توانائی ایک جگہ سے دوسری جگہ گذرنے، حرکت پذیر ہونے کو فوٹان کا نام دیا۔ جس کی بہترین تشریح اور اصلیت سورۂ نور کی آیات 35, 36, 40 سے واضح ہے۔ جس سے کیمیا اور طبیعات کے کوئی پیچیدہ مسائل حل ہوتے ہیں۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ

عَلٰى نُوْرٍؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۟﴿۳۵﴾ (النور ۲۴: آیت ۳۵)

ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس پر چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی طرح قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے اگرچہ اسے آگ نہ بھی چھوئے نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے لوگوں (کے سمجھانے) کو یہ مثالیں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

اللہ روشنی (صفت اِلٰہ) نور (Energy) ہے آسمانوں کی اور زمین کی اس روشنی سے نور سے مراد اللہ کی صفاتی قوت اور قدرت ہے۔ مثال اس کی اللہ کے نور کی روشنی جو کائنات کے دائرہ کون و امکاں (مثل طاق) میں نقطہ مادہ (Matter) کے سب سے چھوٹے ذرہ (مثقال) سے نیچے تک مثل چراغ اپنے وجود کا احساس دلا رہا ہے۔ اس کی مصباح (نور) قدرتی طور پر امرِ الٰہی سے روشنی ہوتی ہے۔ قرآن میں خدائے بزرگ و برتر نے خود کو نور بتا کر کائنات میں ھوالظاہر بھی کہا۔ انسان کا وجود خدا کے ھوالظاہر ہونے اور لاموجود اللہ ہونے کی دلیل و تمثیل ہے۔ انسان جن صفات اور خصوصیات کے ساتھ اپنی ذات کا تجزیہ اور تجربہ کر رہا ہے اور اپنی ایجاد کردہ مشین ہوائی جہاز کو ریموٹ کنٹرول سسٹم سے خلا میں چلا رہا ہے۔ جیسے ہوا کو بھی مسخر کر کے ہوائی جہاز کا توازن قائم رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس میں کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نظام کے تحت کائنات کو چلا رہا ہے۔ انسان کی خصوصی صلاحیت اللہ کے نور (جوہر کامل) سے مراد ہے جس کو وجود آدم میں داخل

کر کے ملائکہ سے اُس کی تکریم و تعظیم کروائی وجود انسان اصلاحی اور روحانی معنوں میں کسی موجود ذات کا اسم بامسمہ ہے یعنی اللہ کا نور ذات الٰہ (مسمّٰی) کی پہچان کروانے والا ہے۔ جوہر کامل سے مراد انسانی روح ہے۔

صاف کہہ دوں گا کسی نے گر پتہ پوچھا تیرا
آپ کا محرم ہوں میں اور مجھ سے ہے چرچا تیرا

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا باب علم کا قول ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

He who recognizes himself recognizes God.

The heart of the believer is ALLAH'S Abode.

نفسِ رحمان (نور) نے نفس انسان کو اپنی نمود کیلئے پسند فرمایا۔ انسان کی روح (جوہر کامل) تمام اعضائے بدن کو حرکت میں لاتی ہے۔ گویا اللہ کی نوری قوت سے انسان سننے بولنے والا بن جاتا ہے۔ عارفِ قرآن نے نور (روح) نفس انسان کو روشنی دینے والا چراغ کہا ہے اور یہ چراغ نفس انسان (طاق) میں ہے اس نوری چراغ کی (مصباح) بتی کی حفاظت کیلئے شیشے کا فانوس (قلب کے پردوں میں) ہے جو انسان کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ یہ فانوس قندیل قلب انسان میں چمکدار ستارے کی مانند ایسی روشنی ہے جو مبارک زیتوں کے تیل (اللہ کی نوری قوت یا انرجی) کے ذریعہ روشن ہوتی ہے جو لامحدود ہے اس کا تیل ایسا ہے جس کو آگ بھی نہ چھوئے خود بخود (Automatic) جل اٹھے گا۔ اس کی برکت روشنی پر روشنی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے نور تک رسائی دے دیتا ہے وہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ سائنس کی رو سے

نور سے مراد انرجی قوت کاملہ ہے۔ نور کی روشنی کی قوت اور شدت اور رفتار اتنی زیادہ ہے جو کائناتی کہکشاؤں کی وسعت اور پھیلاؤ میں ہر مادی چھوٹے سے چھوٹے ذرہ ایٹم یا الیکٹران یا قوارک تک پہنچ کر اُسے اپنے وجود کا احساس دلاتی ہے۔

سورۂ نور سائنسدانوں اور عارف اللہ مومن دونوں کو تحقیقی دعوت فکر دے رہی ہے کہ حروف مقطعات الف، ل، م، ق، ن میں اللہ اور محمد نے علم واجب کو اپنے اندازِ تمثیلی کو مثل گلوب اور قندیل اپنے نور کے جیسے چمکتے ہوئے ستارے کی نگرانی حفاظت پر مامور کر دیا ہوا اور چمکتا ہوا نوری ستارہ بغیر کسی غیر اللہ کی محتاجی کے اپنی روشنی کی شدت سے خود بخود روشن ہوتا ہے۔ وہ نور علی نور روشنی پر روشنی دین حق (اسلام) کی کئی شمعوں اور قندیلوں کو روشن کئے ہوئے ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور اُس کے رسول پہ ایمان لاؤ تمہیں رحمت کا دوگنا حصہ عطا کرے گا اور تمہیں وہ نور بخشے گا جس پر تم چلو گے۔ قرآن کے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یعنی روشنی پر روشنی کے بیان کی تصدیق سائنس نے روشنی کی لہریں خصوصیات کنسٹرکٹو انٹرفیرنس (Constructive Interference) ایک لہر کا دوسری لہر کے اوپر نیچے نشیب و فراز کے عمل سے کر دی ہے۔ جب لہروں کا ملاپ اس طرح ہو کر لہروں کا اتراؤ (نشیب) اور چڑھاؤ (فراز) یکساں ڈبل ہو جائے تو توانائی کی شدت بڑھ جاتی ہے۔ یہ لہروں کا مثبت ہونا ہے۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ
ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ (النور ۲۴۔آیت ۴۰)

ترجمہ: جیسے اندھیرے گہرے دریا میں چڑھتی آتی ہے ایک لہر پر اور لہر اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں ایک پر ایک۔

یہاں پر پانی کی لہروں کے ذکر سے روشنی کی لہریں بھی ثابت ہوتی ہیں۔ سورۃ الجاثیہ۔ آیت 5۔ سورۃ مومن آیت 13۔ سورۃ سبا آیت 24 کا مفہوم آپس میں ملتا جلتا ہے۔ آسمانی رزق تین چیزوں۔ پانی، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور روشنی کے باہمی عمل سے بنتا ہے جو جاندار مخلوق کی خوراک ہے۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمہ: اور رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ روزی اللہ تعالیٰ آسمان سے (اجزائے ترکیبی کے عمل) سے اتاری اور پھر اس زمین کو مرنے (بنجر ہونے) کے بعد زندہ (زرخیز ہونے) اور ہواؤں کے بدلنے میں اہل عقل کیلئے نشانیاں ہیں۔ (الجاثیہ ۴۵۔آیت ۵)

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ
يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ (مومن ۴۰۔آیت ۱۳)

ترجمہ: وہی ہے تم کو دکھلاتا ہے اپنی نشانیاں اور اتارتا ہے آسمان سے روزی (آسمان بنانے والا)

سائنسدانوں نے شمسی توانائی اور روشنی مسخر کر کے اس سے بہت سے کام لئے۔ مثلاً الیکٹرومیگنیٹک شعاعوں سے پیغام رسانی جو کہ تیز ترین ذریعہ روشنی سے جس کی رفتار چودہ لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا (الرعد ۱۳۔آیت ۱۲)

ترجمہ: وہی (اللہ) کہ تم کو دکھلاتا ہے بجلی (روشنی) چمک ڈر اور امید کیلئے۔

وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ⑯ (النحل ۱۶۔آیت ۱۶)

ترجمہ : اور بنائیں علامتیں اور ستاروں سے کہ لوگ راہ پاتے ہیں۔

ستاروں کے سپکٹرم میں ریڈیو شعاعیں لہریں ہیں اس جیسی لہریں وائرلیس اور موبائل فون میں پیغام رسانی کا کام کرتی ہیں۔

اسی سورہ کی آیت 16 سے واضح ہے کہ میزائل، سٹیلائیٹ، لیٹر گائیڈ، ایکس ریز، مائیکرو وویوز، الٹرا وائلٹ شعاعیں سب انسان کے زیر استعمال ہیں اور مختلف بیماریوں کی تشخیص میں رہنمائی کرتی ہیں۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (الاعراف ۷۔آیت ۱۴۳)

ترجمہ: اور جب اللہ نے پہاڑ پر نور (روشنی) کی تجلی کی تو پہاڑوں ریزہ ریزہ کر دیا۔

سائنسی ایجاد لیزر اسی تیز شدت والی روشنی کا نام ہے اسی تیز روشنی (لیزر) سے گردوں کی پتھری کو ریزہ ریزہ کرنے اور آنکھوں کا پیچیدہ آپریشن کرنے میں مدد لی جاسکتی ہے۔

اللہ نے اپنے نور (قوت اور توانائی) کو تمام کائنات کیلئے عام کر دیا ہے۔ انبیاء کے معجزات اولیاء اللہ کی کرامات قوانین فطرت کے خلاف نہیں جو اللہ کی طرف سے عطا کئے ہوئے نور اور توانائی کے ذریعے انجام پاتے ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ کے دین اسلام کے مشن کی تکمیل کرتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ㉘

(الحدید ۵۷۔آیت ۲۸)

ترجمہ : اے مومنو اللہ سے ڈرتے رہو (اسے حاکم الحاکمین رب العالمین مان لو) اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ (مال و جان سے) تو اللہ تمہیں دوگنی

رحمت کا حصہ دے گا اور وہ نور (نوری توانائی قوت داور) عطا کرے گا جس پر تم چلوگے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرمادے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

روح کا وجود غیر فانی اور نوری ہے عارفین اللہ اس کو مثالی وجود کا نام دیتے ہیں اکثر مشاہدہ میں مثالی وجود کا حالت خواب میں اٹھ کر باہر جانا اور طویل ترین فاصلہ طے کرکے پسندیدہ مقامات اور باغوں کی سیر کرکے واپس آنا اس امر کی دلیل ہے کہ اس نور کے مثالی وجود کیلئے آسمانوں کے فاصلے بھی سمٹ جاتے ہیں۔ یہی نور موسیٰ علیہ السلام کو پانی میں راستہ دیتا ہے۔ یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے بحفاظت باہر لے آتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے امان دیتا ہے۔ یہی نور حق نار کو گلزار بنا دیتا ہے۔

1926ء میں میکس پلانگ سائنسدان نے روشنی کے ماخذ اور مقرر مقدار میں پیدا ہونے کا نظریہ پیش کیا جسے قوانٹم نظریہ کہا جاتا ہے کہ روشنی ٹھوس اجسام کے چھوٹے چھوٹے ذرات (ایٹم) کی ارتعاشی حرکت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ روشنی کی لہروں کی پیدائش حالت اور ترسیل اور مقدار کے بارے میں علم ہوا کہ روشنیوں کے پیکٹ (فوٹان) مخصوص مقدار میں ملتے ہیں۔ جیسے الیکٹرون، پروٹان اور نیوٹران ایٹم کے خاص ذرات سے بنتے ہیں ایک الیکٹرون اور ایک پروٹان کی خاص ترتیب اور مقدار میں یکجا ہونے سے ہائیڈروجن بنتا ہے۔ اب دیکھتے ہیں سائنس جو کہتی ہے وہ قرآن میں موجود ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ㊾ (القمر ۵۴۔آیت ۴۹)

ترجمہ : بیشک ہم نے ہر چیز ایک مقررہ مقدار میں اور اندازے سے بنائی۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ⑧ (الرعد ۱۳۔آیت ۸)

ترجمہ: اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ پیٹ میں رکھتی ہے اور جو سکڑتے ہیں پیٹ میں اور بڑھتے ہیں ہر چیز کا اُس کے یہاں خاص مقدار اور اندازہ ہے۔

مختلف ممالک کے معدنی ذخائر کی مقدار اور اندازہ ماہرین کو ہے مگر ان کی تقسیم اور استعمال کو بغیر کسی خلل کے اللہ نے ترتیب دیا ہے۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷ (الرحمٰن ۵۵۔آیت ۷)

ترجمہ: اور اونچا کیا آسمان کو اور توازن رکھا کہ زیادتی نہ کرو۔ یا مت خلل ڈالو توازن اور ترازو میں

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۡ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۱

ترجمہ: اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں (جنہیں) معین اندازے سے اتارتے ہیں۔ (الحجر ۱۵۔آیت ۲۱)

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝۱۸ (المومنون ۲۳: آیت ۱۸)

ترجمہ: اتارا ہم نے آسمان سے پانی ناپ کر اور پھر اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اس کو نابود کرنے پر بھی قادر ہیں۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ (الرعد ۱۳۔آیت ۱۷)

ترجمہ: آسمان سے پانی اتارا پھر اپنی اپنی موافق مقرر مقدار (ندی) نالے بہنے لگے۔

ثابت ہوا کہ (قوانٹم نظریہ) پانی اور روشنی کہاں کس مقدار میں اور کیسے پیدا ہوتے ہیں کتنی مقدار کم اور زیادہ سے کیا فوائد اور نقصانات نظام حیات روزی کے وسائل اور ماحول کو پہنچ سکتے ہیں۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۲ (الشوریٰ ۴۲۔آیت ۱۲)

ترجمہ: اُسی (اللہ) کے پاس آسمانوں اور زمین (کے خزانوں) کی کنجیاں ہیں جس کے واسطے چاہے روزی پھیلا دیتا ہے اور ناپ تول کر دیتا ہے۔ اُسے ہر چیز کی خبر ہے۔

سورۃ الرعد آیت نمبر 2 میں مقدار اور توازن کی وضاحت کردی گئی ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ

ترجمہ: پھر قائم ہوا عرش پر (اپنی خدائی قوت و جلال سے) اور سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا (تاکہ) مقررہ معیاد اور قوت پر چلتے رہیں۔

(الرعد ۱۳۔آیت ۲)

جیسے کائنات کے اجزائے ترکیبی مادہ اور توانائی کا ذکر ہو چکا ہے۔ مادے کے ذرات مالیکیولوں اور آئنوں کے حرکات وسکنات پر ٹھوس یا مائع کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے۔

سورۃ الحج آیت نمبر 18 اور رعد آیت نمبر 15 تمام اشیاء چھوٹی بڑی جاندار اور بے جان سب سجدے میں ہیں۔ (یعنی حرکت پذیر ہیں)۔

یہ بات سائنس اور قرآن سے ثابت ہے کہ تمام اشیاء کائنات حرکت میں ہیں ان کو حرکت دینے والی طاقت کہاں سے ملی ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ بگ بینگ (Big-Bang) کے دھماکے سے خارج ہونے والی توانائی کائنات کی ہر شے کی حرکت کا موجب بنی۔ لیکن سوال جواب طلب ہے کائنات کے اس اولین دھماکے کیلئے توانائی کہاں سے اور کیسے اور کیوں آئی۔ سورۂ نور آیت 35 نور خدا کی قدرت صفت کُنْ فَيَكُوْنُ کا ذکر ہو چکا ہے۔

جب اسی نور کی صفت روح کو وجود آدم میں رکھ دیا گیا تو اس کے حواس خمسہ حرکت میں آ گئے۔ چنانچہ اسی نور کی توانائی سے دنیا کا سب سے اولین دھما کہ ہوا قرآن نے سائنس کا یہ معمہ حل کر دیا۔

سورہ الذاریت آیت 3 ,2 ,1 میں بیان ہے۔قسم ہواؤں کی جو بکھیر نے والیاں ہیں اٹھانے والیاں (لفٹ اور تھرسٹ Lift or turst)اور نرمی سے چلنے والیاں ہیں۔

صوتی آوازوں اور ہواؤں کو مسخر کرنے، قابو میں لا کر اُن سے فوائد حاصل کرنے کے طریقے ایجاد ہوئے قرآن میں وضاحت کے ساتھ ان کا تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے۔ کائنات کے تمام ذرات اجسام، ایٹم، مالیکیول ٹھوس اشیاء اور مائع گیس مخصوص فریکیونسی صوتی آواز سے ارتعاش میں آجاتے ہیں اور زبان سے ادا کی گئی ہدایت کے مطابق کام کرتے ہیں جیسے مائیکروویو(اوون Oven)، میزائل، تارپیڈو۔ حضرت داؤد علیہ السلام پرند چرند کی آوازوں کو سمجھتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جانوروں، جنات، پرندوں کی بولیوں کو جانتے تھے۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۳۴ وَقَالَ
الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا
حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى
الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۳۵ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ
الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۳۶ اِنْ

تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۳۷
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۳۸ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ
وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۳۹ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ
اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۴۰ (النحل ۱۶۔آیت ۳۴ تا ۴۰)

ترجمہ: پس ان کے برے اعمال کے نتیجے انہیں مل گئے اور جس کی ہنسی اڑاتے تھے اس نے ان کو گھیر لیا۔ مشرک لوگوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤاجداد اس کے سوا کسی اور کی عبادت ہی نہ کرتے، نہ اس کے فرمان کے بغیر کسی چیز کو حرام کرتے۔ یہی فعل ان سے پہلے لوگوں کا رہا۔ تو رسولوں پر تو صرف کھلم کھلا پیغام پہنچا دینا ہے۔ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔ پس بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہو گئی پس تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھ لو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ گو آپ ان کی ہدایت کی خواہشمند رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کردے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہوتا ہے۔ یہ لوگ بڑی سخت سخت قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ مردوں کو اللہ زندہ نہیں کرے گا کیوں نہیں ضرور زندہ کرے گا یہ اس کا برحق لازمی وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اس لئے بھی کہ یہ لوگ جس چیز میں اختلاف کرتے تھے اسے اللہ تعالیٰ نے صاف بیان کر دیا اور اس لئے بھی کہ خود کافر اپنا جھوٹا ہونا جان لیں۔ ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو صرف ہمارا یہ کہہ دینا (کافی) ہوتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔

(حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا) بولواے درباریو تم میں کوئی (ولی اللہ یا علم و حکمت والا، اللہ کی کرامت والا) ہے جو میرے پاس لے آئے (ملک سبا کی کافرہ ملکہ بلقیس کا) تخت میرا حکم بردار ہوکر آنے سے پہلے۔ ایک عفریت نامی جن بولا میں آپ کی اپنی مسند سے اٹھنے سے قبل اُس کو لا دوں گا۔ میں طاقتور امانت دار بھی ہوں۔ آصف بن برخیا اصحابی بولا میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لائے دیتا ہوں۔ جس کے پاس اُم الکتاب کا علم تھا۔ (وہ انسان کامل تھا) پھر جب (حضرت سلیمان) نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اُس تخت کو اپنے پاس پڑا پایا۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝۸۱ (الانبیاء۲۱۔آیت۸۱)

ترجمہ: اور سلیمان کیلئے زور (طاقت) سے چلنے والی ہوا تابع کی۔ ہوا قوت سے برکت والی زمین کی طرف اُس کو لے جاتی تھی۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۱۲ (سبا۳۴۔آیت۱۲)

ترجمہ: اور ہوا کو (ہم نے) سلیمان کا تابع کر دیا تھا اس کی صبح کی منزل بھی مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی اور ان کیلئے ہم نے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور جنوں میں ایسے تھے جو ان کے پروردگار کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا اس کو ہم (جہنم) کی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔

سائنس دانوں کیلئے قرآن نے ہوا کو تابع کر کے ہوائی جہاز اڑانے کا فارمولا بتا

دیا۔ ان آیات سے تسخیر شدہ ہوا سے پرواز کے سارے اصول علم الٰہی سے حضرت سلیمان نے سیکھے اور اپنے خاص مصاحب کو علم سے آگاہ کیا ہوگا کہ ہوا کو کس طرح تابع کرنا اور اُس سے کیسے کام لینا چاہیے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰي كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۵ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ (النمل۲۷۔آیت۱۵،۱۶)

ترجمہ: اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم ظاہر (سائنس) اور علم باطن دیا اور وہ بولے اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ہم کو عظمت و بزرگی دی اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر اور حضرت داؤد کا قائم مقام (وارث) سلیمان بولا اے لوگو ہمیں اڑتے پرندوں اور (جانوروں کی بولیاں (زبانیں) بھی سکھائی گئی ہیں اور ہر چیز عطا فرمائی گئی۔

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۱۶ (النحل۱۶۔آیت۱۵،۱۶)

ترجمہ: اور اسی نے زمین پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے کہ تم کو لے کر کہیں جھک نہ جائے اور نہریں اور رستے بنا دیئے تاکہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک (آسانی سے) جاسکو اور (راستوں میں) نشانات (بنا دیئے) اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰۗفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ڤ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ۝۱۹ (الملک۶۷۔آیت۱۹)

ترجمہ: اور کیا اپنے اوپر (بلند فضا میں) پرندوں کو اپنے پر کھولتے اور سمیٹے ہوئے نہیں دیکھتے ہو، ان کو کوئی نہیں تھام رہا رحمٰن کے سوا اور ہر چیز اُس

کی نگاہ میں ہے۔

جاج کیلی اور رائٹ برادران کے سائنسی مطالعہ پر پرندوں کی پرواز کا مشاہدہ کر کے ہوائی جہاز کے پروں کے اوپر کے ہوا کا دباؤ کم اور نیچے زیادہ کے اصول پر جو قرآنی آیات کے ارشادات کے مطابق ہیں پر عمل کیا اور ہوائی جہاز ہوا میں اڑانے میں کامیاب ہوگئے۔ اللہ نے اسی طرح بحر و براور زمین و آسمان کی چیزیں بنی نوع انسان کیلئے مسخر کرر کھی ہیں۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ الۡفُلۡكَ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمۡ مِّنۡ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ ﴿۳۱﴾ (لقمان ۳۱۔آیت ۳۱)

ترجمہ: کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ دریا میں کشتیاں اللہ کے فضل سے چل رہی ہیں اس لئے کہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھادے، یقیناً اس میں ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡكُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِیًّا وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡیَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَتَرَی الۡفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِیۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ (النحل ۱۶۔آیت ۱۴)

ترجمہ: اور بحر بھی اس نے تمہارے بس میں کر دیئے ہیں کہ تم اس میں سے (نکلا ہوا) تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے زیورات نکال سکو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی (چلتی) ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہو سکتا ہے کہ تم شکر گزاری بھی کرو۔

سورۃ لقمان آیت 31 سورۃ النحل آیت 14 میں سمندروں سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں اُن کا ذکر ہے۔ مواصلات، معدنیات، نمکیات، ادویات انسانی خوراک اور

پانی کا ذخیرہ جو بارش کے حصول میں مدد کرتا ہے یہ تمام فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ کرۂ ارض کے سات طبقات کا ذکر سورۂ الطلاق آیت 12 میں ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ ؕ (الطلاق ۶۵۔آیت ۱۲)

ترجمہ: اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ویسی ہی زمینیں۔

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمانوں اور اتنے ہی سات زمین (طبقات) بنائے۔

زمین پر براعظموں کی تعداد بھی سات ہے۔ ان کے علاوہ۔

ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ (الاعراف ۷۔آیت ۵۴)

ترجمہ: پھر عرش قائم ہوا۔

وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّكَانَ عَرۡشُهٗ عَلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُوَكُمۡ اَیُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ (ہود ۱۱۔آیت ۷)

ترجمہ: اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے۔

قُلۡ اَئِنَّكُمۡ لَتَكۡفُرُوۡنَ بِالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَتَجۡعَلُوۡنَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹﴾ۚ وَجَعَلَ فِیۡهَا رَوَاسِیَ مِنۡ فَوۡقِهَا وَبٰرَكَ فِیۡهَا وَقَدَّرَ فِیۡهَاۤ اَقۡوَاتَهَا فِیۡۤ اَرۡبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیۡنَ ﴿۱۰﴾ (حم السجدہ ۴۱۔آیت ۹۔۱۰)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! اگر تم اس اللہ کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ گاڑ دیئے اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں (رہنے والوں) کی غذائوں کی تجویز بھی اس میں کر دی (صرف) چار دن میں ضرورت مندوں کیلئے یکساں طور پر۔

ان آیات میں واضح طور پر موجود ہے کہ ساتواں مرحلہ انسان کی پیدائش کا ہے۔ اللہ کے نائب خلیفۃ اللہ کی حیثیت اللہ کی بادشاہی قائم کرکے اُس کے عرش کا امین بننے سے مراد ہے۔ کیسے امین بنتا ہے۔ آگے تصوف کے بیان میں تفصیل ہوگی۔ وباللہ التوفیق

تلاشِ حق

خدا کیا، کہاں تھا خدا ہونے سے پہلے — لَا میں چھپا تھا اِلٰہ ہونے سے پہلے
اِلّا میں نُورِ مُجسم کو دیکھا — تخلیق ارض و سما ہونے سے پہلے
نہ تھا کچھ سوا اپنے، خود کو کہا — كُنْ فَيَكُوْنُ خودنما ہونے سے پہلے
اِلٰہ العالمین کا اللہ اسم ذاتی — صفاتی اِسم مصطفیٰ ہونے سے پہلے
حقیقت محمد کی اللہ ہی جانے — حبیب خدا کبریا ہونے سے پہلے
پہلے ہو موتو قبل انت موتو — فنا ہو کے دیکھو بقا ہونے سے پہلے
کتاب عمل نیکیوں سے سجا لو — ادا کر لو سجدہ قضا ہونے سے پہلے
درود و سلام شاہ زماں مصطفیٰ پر — خدا کی حمد و ثناء ہونے سے پہلے

شعورِ عالم کی کائنات کا راز

اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَ اَنَا سِرُّہٗ انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں۔ (حدیث قدسی)

صاف کہہ دوں گا کسی نے گر پتہ پوچھا تیرا — آپ کا محرم ہوں میں مجھ سے ہے چرچا تیرا
تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا — میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں
شاہ زماں یہ راز تھا آخر کھلا — میں تو واصل حق ہمیشہ ہی سے تھا

بود اسرار مکاں و لا مکاں در لا نہاں
گفت چوں الا زلا گردد زمین و آسماں
تا نہ وحدت شد اسیر کثرت کون و مکاں
مینا پر از مے نہ شد نے جام نے ایں بادہ خواں

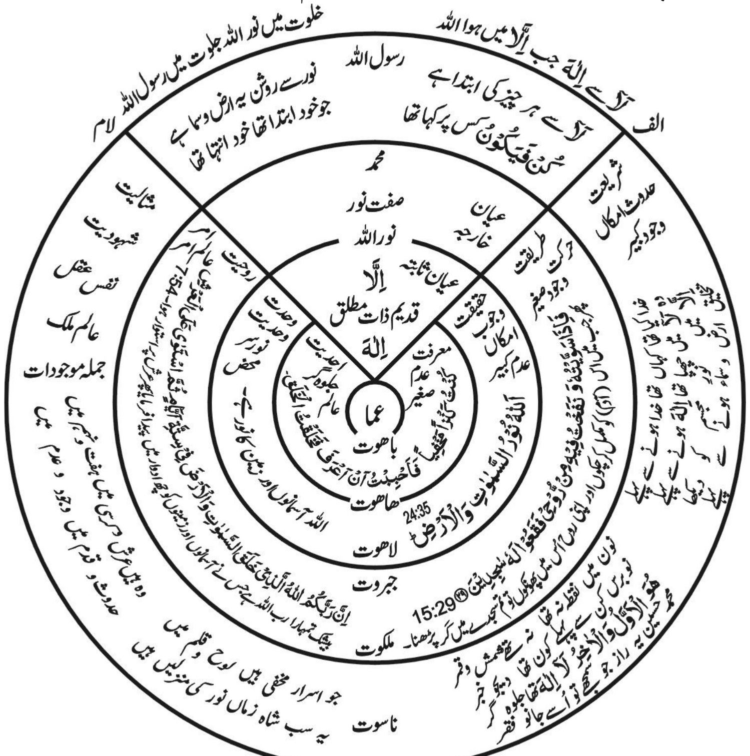

آغازِ کائنات وآفرینش آدم (خلیفۃ اللہ)

اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَـقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمۡ لَـكٰفِرُوۡنَ ﴿۸﴾

ترجمہ: کیا انہوں نے غور نہیں کیا اپنے دل میں کہ اللہ نے نہیں پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے مگر تدبیر (نظام حق) اور ایک مقررہ وقت کے دورانیے کے ساتھ بیشک (کافر) لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ (الروم ۳۰۔آیت ۸)

آغاز کائنات سے قبل لا تھا یعنی عما جو سفیدی مائل دخان دھوئیں کی مانند تھا۔

ثُمَّ اسۡتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ (حم السجدہ ۴۱۔آیت ۱۱)

ترجمہ: پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہو اور وہ دھواں (سا) تھا۔

بہت قوت والی ذاتِ مطلق احدیت (الہ العالمین) کُنۡتُ کَنۡزًا مَخۡفِیاً کا نقاب اوڑھ کر عما میں پوشیدہ تھی کَانَ اللّٰهُ مَعَدُ وَلَمۡ بَیۡنَ شَیۡاءً اَلۡاٰنَ کَمَا کَانَ وہ خالقِ حقیقی واحد تھا ساتھ اُس کے کوئی اور شے نہ تھی وہ اب بھی جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ جب اُسے فَاَحۡبَبۡتُ اَنَا عُرِفَ کا شوق ہوا کہ میں پہچانا جاؤں تو اُس ذاتِ باری (احدیت) کو مقام وحدت پر اپنے ہی نور پر کن کہنا پڑا تو مقام وحدیت میں اپنے جمالِ ذاتی وکمال صفاتی کا مشاہدہ کرکے اپنے حسن و جمال کا ظہور چاہا جو نقشہ خالق حقیقی کے علم واجب میں موجود تھا اپنی صفت امر سے اُس کا مظاہرہ فرمایا۔ کُنۡ کے جبروتی آواز نے

قوت ذوالجلالی سے عما کے طلسم سکوت کو توڑا تو لا کے دو ٹکڑے کر دیئے دائرہ کون میں لام سے سات کروں والا آسمان اور الف سے سات تہوں والی زمین تیار ہوئی۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمۡرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (یوسف ۱۲۔آیت ۲۱)

ترجمہ: اور اللہ اپنے (تخلیقی) کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس واقعہ کو امام حسین عالی مقام اپنی کتاب مرات العارفین میں بیان کرتے ہیں۔

فَشَقَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ مِنَ الزِّيۡقِ لِلۡمَلّٰتِيۡ بِالۡعُنۡصرِ الۡاَعۡظِمۡ۔

(ترجمہ) یعنی پھاڑا آسمانوں اور زمین کو بستہ شے سے عنصر اعظم کے جوہری ہیولہ سے۔

تمام ممکنات نظام کائنات کے متعین مدار میں باہمی کشش سے خوشی یا ناگواری سے خالق کائنات کے آگے جھک گئیں اور اربعہ عناصر نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق ظہور پکڑا۔ اس جوہری ہیولہ عنصر اعظم جو شعوری ربوبیت وخلقیت صفت اولیٰ سے متصف تھا، نے تجزی وتبعض ہونے کو قبول کیا۔

اس طرح خالق حقیقی نے اپنے نور (انرجی) پر کن (امر ربی) کہہ کر خاص ترکیب سے بتدریج چھ نوری تجلیات کے ذریعے ارض وسماء کی تخلیق (فیکون) تشکیل پائی۔ تجلیٰ اول سے سفیدی مائل دخان (دھواں)، تجلیٰ دوم سے اجرام فلکی، تجلیٰ سوم سے شمسی کرہ آفتاب اور اس سے زمین، باقی تین تجلیات سے موالید ثلاثہ (جمادات، نباتات، حیوانات) معرض وجود میں آ گئے۔ چنانچہ چھ طویل العصر میں اربعہ عناصر کے خواص کے باہمی اضداد وجدال سے پیدائش کا مرحلہ وار سلسلہ شروع ہوا۔ سائنس دانوں کی ارتقائی تحقیق کے قطع نظر عارفین اللہ کے علمی لدنی کی عرفانی تحقیق کے مطابق آگ اور مٹی کی باہمی رگڑ سے روح حیوانی (حیات)، ہوا اور مٹی کی رگڑ سے موت اور حیات اور موت کی رگڑ سے (قدرت کاملہ) تنفس کا ظہور ہوا۔ نور اور خاک (لطافت وکثافت) کی آمیزش سے ارتقائی عمل کے ذریعے مکمل آدم وجود محمدی کی قبا میں ملبوس ہو کر خلیفۃ اللہ بن

کر سماعت و بصارت و جملہ خواص سے سرفراز ہوا۔

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ (الانبیاء۲۱۔آیت ۳۰)

ترجمہ: آغاز ارض و سما کا ہیولیٰ ایک تھا پھر ہم نے اسے علیحدہ علیحدہ کرکے مختلف دنیائیں بناڈالیں اور جاندار اشیاء کو پانی (سمندر) سے پیدا کیا۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

ترجمہ: وہ اللہ ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا اور عرش اس کا پانی پر تھا۔ (ھود ۱۱۔آیت ۷)

پانی سے ہر چیز کی زندگی کا ذکر تخلیق کائنات کے سلسلہ تدریجی عملی ارتقاء سے ہوا ایک سائنسدان کنکسلے کہتا ہے کہ سمندر کا پانی تمام جانوروں کی ماں ہے۔

وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

ترجمہ: اور عرش اس کا پانی پر تھا۔ (ھود ۱۱۔آیت ۷)

اِن آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا عرش (حکمرانی) پانی پر تھی۔ چھ ایام سے مراد طویل المعیاد چھ مراحل ہیں۔ پہلے دو مراحل میں زمین کی پیدائش ہوئی پھر اُس کے اندر پانی نباتات کی زرخیزی وغیرہ چار دونوں میں چار مراحل میں ہوئی۔ سورۂ حم السجدہ آیت 10,9 میں مزید وضاحت کی گئی ہے۔ ساتواں مراحلہ انسان کی بودوباش کا ہے۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹﴾ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ (حم السجدہ ۴۱۔آیت ۹،۱۰)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! کہ تم اس اللہ کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر

کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ گاڑ دیئے اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں (رہنے والوں) کی غذاؤں کی تجویز بھی اسی میں کر دی (صرف) چار دن میں ضرورت مندروں کے لئے یکساں طور پر۔

خدائے تعالیٰ کی حکومت (قدرت) خلاقیت ربوبیت رحمت سب سے پہلے جس چیز کی طرف متوجہ ہوئی وہ سمندر کا پانی تھا۔ تورات اور انجیل قرآن کی اس آیت کی تصدیق کرتے ہیں۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ (المائدہ ۵۔آیت ۴۶)

ترجمہ: قرآن پہلی کتابوں (تورات و انجیل) کی تصدیق کرتا ہے۔

اور خدا نے کہا کہ پانی جان داروں کو کثرت سے پیدا کرے اور پرندے زمین کے اوپر فضا میں اڑیں اور خدا نے کہا زمین جانداروں کو اُن کی جنس کے موافق چوپائے اور رینگنے والے جاندار جنگلی جانوران کی جنس کے مطابق پیدا کرے اور ایسا ہی ہوا۔

تخلیق کائنات کی تدریجی شعوری طبیعاتی تشریح سے نہ صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کائنات کی تخلیق واقعات ایک خاص ترتیب سے وقت معین پر رونما ہوئے۔ کائنات کے بارے میں سب سے زیادہ قابل فہم بات یہ ہے کہ وہ ناقابل فہم نہیں وہ ایک خالق کی شعوری تخلیق اور قوانین فطرت اور ہم آہنگی کا ترتیبی اور اجزائے ترکیبی کا نظام ہے۔ آغازِ کائنات کی عمر تقریباً 14 بلین (ارب) اور زمین کی عمر 4.75 بلین (ارب سال) بتائی جاتی ہے۔ کائنات کے اجزائے ترکیبی مادہ اور توانائی ہے۔ مادہ میں اجزائے ترکیبی ایٹم، مالیکیول، آئنز اور مائع گیس ہیں توانائی میں الیکٹرومیگنٹک برقی اور مقناطیسی شعاعیں جو روشنی کے پیکٹ فوٹان سے حرکت پذیر ہیں جو ایٹم کے چھوٹے سے چھوٹے ذرات ایٹمی مالیکیول

کہلاتے ہیں اور نیوٹران بھی پروٹان اور الیکٹرون کا مرکب ہے۔ ان سب کے باہمی کیمیاوی عمل سے مثبت اور منفی برقی (کائناتی) شعاعوں کی لہریں باہمی کشش سے چھوٹے چھوٹے گروہ (سالمات) چورانوے اقسام میں بٹ گئے۔ ہر نمونہ کے سالمات آپس میں مل کر کیمیائی عناصر کے ذرات بن گئے۔ ذرات اور گیس دھواں کی مانند بڑے بڑے بادل میں اجزائے مادہ بلند درجہ حرارت اور حجم سے غیر منظم حرکت کر رہے تھے۔ اُن سے دھندلکی روشنی اور حرارت باہر نکل رہی تھی جسے Cosmos Background Radiation کہا گیا ہے ان کے اندرونی کشش ثقل بھاری بھرکم بادلوں کو سالم نہ رکھ سکی اور وہ ٹوٹ پھوٹ سے گیس کی حرارت سے پکتے ہوئے منقسم ہو کر ستارے بننے لگے۔ ان میں کائنات میں تقریباً دس بلین کہکشائیں اور ہر کہکشاں میں ایک کھرب (Trillion) ستارے ہیں۔

اس وسیع العریض کائنات میں ہمارا کرۂ ارض سورج کے مقابلے میں اتنا چھوٹا ہے کہ تقریباً بارہ (12) لاکھ کرہ ہائے ارض اُس سے بنائے جا سکتے ہیں۔ آج سے تقریباً 5 تا 6 ارب سال قبل کسی وقت سورج کے پاس سے بڑے سیارے کا گذر ہوا تو اُس کی کشش ثقل کے اثر سے سورج میں سے لاوا کی مانند پکتے ہوئے مادہ کے بڑے بڑے گیند نما سیارے الگ ہو گئے اور فضائے بسیط میں آہستہ آہستہ ٹھنڈے ہو گئے۔ ان میں سے ایک ٹھنڈا سیارہ الگ ہونے والا زمین ہے اور زمین کا چاند بھی زمین سے الگ ہوا اس کے اردگرد گھومنے لگا۔ بتدریج مراحل سے گذر کر زمین کا درجہ حرارت کم ہوا تو قطرات آبی بادلوں سے پانی کی صورت میں ٹپکنے لگے جیسے جیسے زمین کی سطح ٹھنڈی ہو گئی تو پانی برسنے لگا۔ زمین کے چونے جیسے آتشی اجزا پر پانی ٹپکنے سے آتشی گیس نکلی تو آتشی مادہ میں حرکت پیدا ہوئی جس کی وجہ سے نشیب و فراز بنے۔ پانی کے جمع ہونے سے سمندر اور جھیلیں بن گئیں اور ابھرے ہوئے حصے پہاڑ اور وادیاں بن گئیں۔ سمندر کے مدوجذر سے ساحل

سمندر کے کیچڑ نما پانی میں خمیر پیدا ہوا جس سے زندگی کے اولین آثار ظاہر ہوئے۔

زندگی کے ارتقائی عمل کی بتدریج ترقی نباتات کے بعد حیوانات کی مختلف اقسام وجود میں آئیں۔ اُن میں ترقی یافتہ نوع انسان ہے۔ دورِ جدید کے مشہور مسلمان مفکرین علامہ اقبال کا فلسفہ خودی اور ڈاکٹر رفیع الدین کا فلسفہ خود شعوری طالب علم تصوف اور راہِ سلوک پر چلنے والے سالک کیلئے اپنے آپ سے خود آگہی زادِ سفر حقیقت و معرفت ہے۔ ان فلسفہ دانوں نے جدید علوم کی روشنی میں نظام اسلام کو پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین اور ان سے قبل سائنسدانوں اور فلسفیوں کے نزدیک تقریباً چھ 6 بلین سال پہلے زمین گیس کے بادل کی صورت میں تھی۔ جو ٹھنڈی ہو کر اوپر سے ٹھوس ہو گئی۔ زندگی کے ظہور کی ترتیب میں پہلے پہاڑ اور جمادات بعد میں نباتات، پھر سمندری جانور، ہوا میں اڑنے والے پرندے اور زمین پر چلنے والے حیوانات وجود میں آئے۔ زمین کی گولائی 25000 میل بتائی گئی ہے۔ سائنسدانوں نے چاند سے لائے ہوئے پتھروں اور خلا سے زمین پر گرنے والے پتھر (شہاب ثاقب) کی عمر کا حساب لگا کر زمین کی عمر ساڑھے چار سے پانچ ارب سال تک بتائی ہے۔ اب نقطہ عجیبہ میرے خلیفہ محمد عثمان فاروق کو روح قلب کی باطنی کیفیت میں القا ہوا جو قارئین اور سالکین کیلئے ذہنی اور روحانی معلوماتی نقطہ باعث حیرت و انبساط ہو گا جو حدیث نبوی ﷺ کے عین مطابق زمین کی عمر کا صحیح تعین کرتا ہے۔

تاریخ الکبیر (امام بخاری) جواہر النہار (امام النہائی) روح البیان صفحہ 974 (امام اسمٰعیل الحقی) میں ایک نہایت اہم حدیث نبوی ﷺ بیان کی گئی ہے۔

ایک مرتبہ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت جبرئیل امین سے دریافت کیا کہ اے جبرئیل تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا حضور ﷺ مجھے کچھ خبر نہیں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی ستارہ ستر ہزار سال کے بعد چمکتا تھا

میں نے اُسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ **وَ عِزَّةُ رَبِّیْ اَنَا ذَالِکَ الْکَوْکَبُ** میرے رب کی عزت کی قسم میں ہی وہ نورانی ستارہ ہوں۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں اگر یہ فرض کیا جائے کہ کائنات کے افق میں جس ستارے کا ذکر حضرت جبرئیل امین نے کیا وہ کرۂ زمین ہے جو اللہ کے نورِ محمدی سے روشن ہے تو مندرجہ ذیل فارمولہ کی مدد سے زمین کی عمر کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

کل سال — $f\ (\text{numbers of years}) = gy \times (vw - 1) + v\,w$

ہر ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ — $gy = \text{gap in years} = 70000$

بہتر ہزار مرتبہ دیکھا — $vw = \text{viewing} = 72000$

$$f\ (\text{numbers of years}) = 70000 \times (72000 - 1) + 72000$$

$$= 70000 \times 71999 + 72000$$

$$= 5039930000 + 72000$$

$$= 5{,}040{,}002{,}000$$

5 billion, 40 million, two thousand.

اس ریاضیاتی فارمولے کی مدد سے زمین کی عمر پانچ ارب چالیس کروڑ دو ہزار سال بنتی ہے جو سائنسدانوں کے تخمینے کے لگ بھگ ہے۔ **واللہ اعلم وَرَسُوْلُ اَعلم**۔

کائنات کے تخلیقی مراحل سے گذر کر ایک باشعور مکمل انسان اس جنت نما کرہ ارض پر آیا اور اپنے خالق مطلق کیلئے سربسجود ہو کر اُس کی عبادت کرنے لگا اور کائنات کے خالق، شعور اعظم کا نائب اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز ہوا وہ مراحل ترکیبی حوا کی بیٹیوں کے شکم میں بار بار دہرانے کا کوئی مقصد اعلیٰ ہے جس کے ارتقائی سلسلہ آفرینش آدم کی تکمیل کیلئے انسان اپنے خالق کے ساتھ تعاون کرے اس کا پیغام وحی پیغمبروں کے

ذریعہ آیا اس کو سمجھنے اور عمل کر کے اللہ کی نیابت و منصب خلافت کا حق ادا کرے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾

(المومنون ۲۳۔ آیت ۱۲ تا ۱۴)

ترجمہ: ہم نے پہلے انسان کو کیچڑ کے بچے سلالہ (یعنی ایمیبا) سے پیدا کیا اور اب اس کی تولید کا سلسلہ رحم مادہ سے جاری کیا۔ پہلے ہم نطفہ کو علقہ یعنی جونک کی شکل میں تبدیل کرتے ہیں۔ پھر جونک کو گوشت کا لوتھڑا بمشابہ اسپ بناتے ہیں پھر ہڈیاں پیدا کر کے اوپر گوشت چڑھاتے ہیں اور اس کے بعد امر ربی سے ایک زندگی (روح) دے کر اُسے انسانی صورت باہر نکالتے ہیں۔ وہ بہترین خالق جو سب پیدا کرنے والوں سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٩﴾

(السجدہ ۳۲۔ آیت ۹)

ترجمہ: پھر اسکے اعضاء درست کئے اور اس میں اپنی روح (نور کی انرجی) ڈالی اور تمہیں کان آنکھیں اور دل عطا فرمائے تم لوگ اللہ کے اس احسان کا بہت کم شکر کرتے ہو۔

غرضیکہ رحم مادر میں تمام ارتقائی مدارج سلسلہ وار ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ

(السجدہ ۳۲۔ آیت ۴)

ترجمہ: وہی ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔

ایام سے مراد طویل المعیاد ادوار اور مراحل ہیں۔ انسان کی پیدائش کے رحم مادر میں بھی چھ ارتقائی مدارج ہیں۔ پھر قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۚ﴿۸﴾ (السجدہ ۳۲۔ آیت ۸)

ترجمہ: پھر اس کی نسل خلاصہ اخلاطہ یعنی بے قدر (گندے پانی) سے بنائی۔

رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (النساء ۴۔ آیت ۱)

ترجمہ: اللہ نے تمہیں واحد الخلیہ (Amoeba) سمندر کے نخر مایہ ایک جھلی والے مادے سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کی مادہ نکالی۔

واحد الخلیہ جو امیبا انسانی جاندار خلیہ سے مراد ہے جو ایک لوتھڑا کی طرح ہوتا ہے۔ امیبا کے توالد کا طریق آغاز آفرینش یہ تھا کہ وہ بڑھ کر دو حصوں میں بٹ جاتا تھا اور ہر حصہ الگ جاندار کی حیثیت سے بڑھنے لگتا تھا۔ جب جاندار کے جسم کے ارتقائی تغیر و تبدل سے الگ ہونے والے بعض اجسام مادہ اور بعض نر کے فرائض کیلئے موزوں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے شعوری قدرتِ کاملہ سے انسان کی مادہ اُس کے جسم سے الگ کر دی۔ اس طرح انسان کا جسم ایک جوڑے کی صورت میں پرورش پانے لگا۔ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔

سائنس اللہ تعالیٰ کے ارشاد کردہ فارمولے کو تسلیم کرتی ہے۔ نباتات و حیوانات کی ترکیب آکسیجن، ہائیڈروجن، کاربن، نائٹروجن اور میگنیشیم سے بنے ہوئے کلوروفل کے سالمہ سے ہی عالم وجود میں آئی۔ درجہ حرارت مقدار شمسی، توانائی، پانی، فضائی کرہ جو ہماری زمین کی طرح کشش ثقل رکھتا ہے اور 100 ڈگری کیلون اور 1000 ڈگری کیلون (Kelvin) کے درمیان واقع ہو۔ ان سب چیزوں کا صحیح تناسب میں ہونا ہی زندگی کی شرط ہے۔ زندگی کے وجود کیلئے ایسے خلیوں کی ضرورت ہے جو خود بخود ایک دوسرے سے پیدا ہوتے چلے جائیں یہ عمل صرف کاربن کے بنے ہوئے پیچیدہ خلیے ہی سرانجام دے سکتے ہیں۔

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾

ترجمہ: تخلیق میں کہیں تمہیں عدم تناسب یا فقدانِ ہم آہنگی نظر نہیں آئے گا بار بار دیکھو۔ کیا تمہیں کوئی کمی نظر آتی ہے۔ (الملک ۶۷۔ آیت ۳)

ہر چیز کی تکوین ذرات برقی سے ہوئی۔ اگرچہ مختلف نمک اور بیکٹیریا کا عمل کیمیاوی ہوتا ہے کہ حیوانات زمین کی نائٹروجن کھا کر ایک گیس سا خارج کرتے ہیں جن میں نائٹروجن کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بجلی کے چمکنے سے اردگرد کی آکسیجن نائٹروجن بن کر بارش کے قطروں کے ساتھ زمین پر آ گرتی ہے۔ اور نائٹروجن ہی حیات نباتات کا جزو اعظم ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ

(الانعام ۶۔ آیت ۹۹)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے آسمان سے بارش برسا کر مختلف قسم کے نباتات اگائے۔

اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

(الانعام ۶۔ آیت ۹۹)

ترجمہ: پھر ان پر غور کرو۔ نیز فرمایا ان نباتات میں اہل ایمان کیلئے معجزات و اسباق موجود ہیں۔

اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ (الواقعہ ۵۶۔ آیت ۶۳ تا ۶۵)

ترجمہ: اے کھیتی باڑی کرنے والوں کبھی غور بھی کیا اصلی کسان کون ہے۔ تم یا ہم۔ اگر ہم چاہئیں تو (بیکٹیریا کا عمل کیمیاوی روک کر) تمہاری لہلہاتی ہوئی کھیتوں کو برباد کرکے تمہارے حواس اڑا دیں۔ اگر نباتات نہ

ہوں تو حیوانات ختم ہو جائیں۔

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِكُوۡنَ ﴿٧١﴾

ترجمہ: کیا دیکھتے نہیں کہ حیوانات ہم نے پیدا کئے لیکن ان کے مالک انسان بنے ہوئے ہیں۔ (یٰسین ۳۶۔ آیت ۷۱)

حالانکہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا طٰۤـئِرٍ يَّطِيۡرُ بِجَنَاحَيۡهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡؕ

(الانعام ۶۔ آیت ۳۸)

ترجمہ: یہ چوپائے اور اڑنے والے جانور تمہاری طرح امتیں ہیں۔

كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِيۡحَهٗؕ (النور ۲۴۔ آیت ۱۴)

ترجمہ: ان میں ہر ایک اپنی نماز اور اپنے دستور العمل سے آگاہ ہے۔

اجرامِ فلکی طواف، پرندے، رکوع، جھک کر، درخت قیام اور زمین پر رینگنے والے حشرات الارض، حیوانات و بنی نوع انسان سجدہ ریزی میں اپنی تسبیح کر رہے ہیں۔ انسان کی برادری کس قدر وسیع ہے۔ کہکشاں، سیاروں سے لے کر لالہ صحرا تک ہر انس و جان کی رگوں میں ایک ہی خون (ذرات برقیہ) دوڑ رہا ہے۔ سب کی پیدائش ایک ہی نفس سے ہوئی۔

هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ (الاعراف ۷۔ آیت ۱۸۹)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک نفس (منفیہ) سے پیدا کیا۔

وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ (الحجر ۱۵۔ آیت ۲۹)

ترجمہ: پھر اپنی روح اس میں پھونکی۔

پھر انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔

قرآن و تصوف

☆ تصوف قرآن مجید فرقان حمید کی تعلیمات کی روح ہے جو انسان کے شعور کو بیدار کر کے حق و باطل کی پہچان کرواتی ہے۔

☆ اسلامی تصوف روح انسانی کی بیداری اور اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اس کا مقصد اصلاح باطن تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب اور اخلاق مکارم پیدا کرنا ہے۔

☆ تصوف کی بنیاد قرآن اور اسوۂ (شریعت فی الطریقت) اسلامی پر ہو تو قابل تقلید ہے۔

خلقیتِ وجود روح وربوبیت

خدائے یکتا کی ربوبیت کا ظہور خلقیت کے بغیر اور خلقیت ربوبیت کے بغیر بے نشان و بے جان ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح کیا چیز ہے؟ کوئی اس کو جوہر قائم بذات اور کوئی غیر قائم بذات کہتا ہے۔بعض مادی اور غیر مادی کہتے ہیں۔بعض بسیط اور مرکب کی تفریق کرتے ہیں۔لیکن کثرت رائے کا لحاظ رکھتے ہوئے اس پر بس کی جاتی ہے کہ روح ایک قائم بذات شے ہے جو کہ انسان کے دوران خون میں روح حیوانی کا محرک ہے۔

اقسام ارواح

۱۔روح اعظم: شعور اعظم حیی وقیوم محرک کائنات کی روح اور جوہر اعظم امہاتی ہے۔ اعیان ثابتہ کے دائرہ میں نور وحدت (اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) وجوب امکان اسماء الٰہیہ غیبی معلومات کا سرچشمہ ہے۔لطیفہ خفی (ھو) لطیفہ اخفا میں اللہ، دم، حرکت۔

۲۔روح انسانی: عیان خارجہ کے دائرے میں علم واجب، امر وخلق کے احکامات مندرج ہیں۔اس کی ابتداء (وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ) لطیفہ روحی اور انتہا لطیفہ سری ہے۔(وَالْاِنْسَانُ سِرِّيْ وَاَنَا سِرُّهٗ) انسان میرا بھید ہے اور میں اُس کا بھید ہوں۔

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں (علامہ اقبال)

۳۔روح حیوانی: کی ابتداء لطیفہ نفسی اور انتہا لطیفہ قلبی ہے اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿٧٧﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿٧٨﴾ کے لوح قلب پر قرآن کے علاوہ خالق ومخلوق کے مابین قلبی ربط اور

شناخت موجودات کی حرکات وسکنات کا ریکارڈ محفوظ ہوتا رہتا ہے اسی لئے انسان کو جملہ لطائف کی مختلف اشکال کے جمیع الجامع نسخہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔روح حیوانی کا محرک بظاہر روح انسانی ہے (وہ نور وحدت عقل سے بالاتر جوہر ہے) لیکن اس کی حرکت جسمانی روح انسانی کا لباس ہے روح کی صلاحیتوں کے خدوخال انسان کے تحت الشعور میں موجود ہیں جو قوت تجسس اور مخصوص توجہ (سرتا) سے لاشعور میں منتقل ہو کر عالم رویا یعنی خوابوں کے جہان میں مختلف صورتوں اور مثالی اشکال بن کر نظر آنے لگتے ہیں اس کے سراغ کو کشف الجو کہتے ہیں۔اس کا بیان اور تفصیل آگے معمولات ووظائف اور مراقبے میں تحریر کر دیا گیا ہے۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (بنی اسرائیل ۱۷۔آیت ۸۵)

ترجمہ: کہہ کہ روح میرے رب کا امر ہے۔

روح حیوانی عناصر کا مظہر ہے اور ان کے باہمی اعتدال کی تخلیق ہے۔عناصر چونکہ فانی ہیں تو فانی شے کی تخلیق بھی فانی ہوگی۔لیکن رُوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ایک لافانی شے ہے اس لئے کہ قدیم کی صفت ہے لیکن یہ لافانی جلوہ کہاں سے اور کس طرح اور کیوں کر ظہور میں آکر نمود ذات اور بقائے صفات ہوا۔یہ وہ جلوہ ہے جو کہ ذات احدیت کے تعین اول وحدت میں سما گیا تھا جو کہ اربعہ عناصر کے باہمی اعتدال کا محرک تھا لیکن ذات الٰہی کا مظہر وامر ہونے کی حیثیت سے جوہر لطیف کی صورت اختیار کر گیا۔چنانچہ روح ارتقائی صلاحیت رکھتی ہے جس طرح کیچڑ کے بچے جیسا ارتقائی مدارج طے کر کے خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ بن کر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ کی خوبصورت شکل و ہیئت اور مکمل جسم رکھنے والا انسان بن گیا تو روح حیوانی بھی ارتقائی مدارج طے کرنے کے بعد انسانی روح جسے اپنی نمود کیلئے خواہش اور حاجت ہے کی مدد کرتی ہے۔لہٰذا ارتقائی

مدارج روح حیوانی بھی نفس انسان کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ روح امر ربی بھار امانت کو اٹھانے کی متحمل بن جائے جسے دیگر اشیائے جہان (ارض وسماں) اٹھانے سے قاصر رہے۔ روح انسانی (وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ) اپنے اصل کی طرف رجوع کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ ذات احدیت کا مظہر ہے۔ جہاں سے آئی اس کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔

اس لئے اس خصوصیت انسان کو جو اس کو اپنے خالق کل سے ہے کی بنا پر اسے (سورہ بنی اسرائیل ۱۷۔آیت ۷۰) لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ کا خطاب ملا۔ اور اپنی جمیع اوصاف سمیع وبصیر سے بمطابق آیت۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ② (الدھر/الانسان ۷۶۔آیت ۲)

ترجمہ: پس کیا ہم نے اس کو دیکھنے اور سننے والا۔

موصوف کر کے اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً تحقیق میں زمین پر خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ کا عہدہ دے کر اپنا نائب مقرر کیا اور اعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا یعنی سکھایا واقف کیا اسکو (علم لدنی) کا علم رکھنے والا بنا کر اسے مسجود ملائک ٹھہرایا۔

وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ㉙ (الحجر ۱۵۔آیت ۲۹)

ترجمہ: اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی پس وہ اس کیلئے سجدہ کرنے والے ہیں۔

روح پھونکنے سے کیا مراد ہے؟

اہل فلسفہ اور سائنس انسانی حواس، خیال اور روح انسانی کی حقیقت سے نابلد ہے۔ انسانی حواس کا ذریعہ (Source) کیا ہے اور خیال کس شے کے بنتے ہیں؟ روح کیا ہے؟ تاریخ شاہد ہے کہ ابتدائے آفرنیش سے آج تک حواس خمسہ کے بارے میں کوئی ایک رائے قائم نہیں کی جا سکی۔ زمانیت ومکانیت (Time + Space) کی موجودگی کا شعور حواس سے کیا تعلق ہے۔ ذرا سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کون سی شے پر كُنْ فَيَكُوْنُ کہا کہ ظاہر ہو جا۔ عما (لا) میں وہ ذات تو واحد تھی معلوم ہوا کہ اس نے اپنے نور (Energy) پر ہی كُنْ کہا جس کو سائنس دانوں نے بگ بینگ (بڑا سانحہ) سے تعبیر کیا۔ یہی نور کا جوہر (Energy) اربوں سال زمانہ میں منجمد ہو کر (Space) زمانہ کی صورت بن گیا جسے کائنات کہتے ہیں۔ فیثا غورث جیسے سائنسدانوں نے اسے مادی ذرات کا مجموعہ کہا اور ویمز اطلیس نے کہا کہ مادہ کا آخری ذرہ جزولاتجزی ہے جسے توڑا نہیں جا سکتا۔ بیسویں صدی میں ذرہ (ایٹم) کو توڑنے کی کوشش شروع ہوگئی اور وہ ایٹمی قوت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ فرائد اور ڈارون حواس خمسہ اور ارتقاء کی زنجیروں سے روح انسانی کے ملبوسات ضرور تیار کرتے رہے لیکن انہوں نے ایتھر سے متعلق اپنی خود ساختہ تھیوریوں کو بچانے کیلئے روح کو لاشعوری کہہ کر جان چھڑائی لیکن حواس اور خیال اور وہم کے پس پردہ کائناتی حقیقت کو نہ پا سکے۔ قرآن نے نور کی جو تھیوری پیش کی کہ ارض وسما میں اللہ کا نور ہی کارفرما ہے۔ یعنی اس کی (نَفَخْتُ رُوْحِيْ) ہر شے کا محرک ہے۔ ثابت ہو چکا ہے کہ نور (انرجی) مادہ میں اور مادہ نور (انرجی) میں تبدیل ہو سکتا ہے۔

چونکہ انسان نور کی روشنیوں کا مرکب ہے اسلئے اس کے حواس اور خیال نور کی روشنی سے

بنتے ہیں۔ جیسے ٹیلویژن پر تصویریں بجلی کی روشنی سے ہی بن کر نمودار ہوتی ہیں اس طرح ہمارے خیال بھی نور سے ہی بنتے ہیں۔ خیال کا آنا اور حواس میں ارتعاش کا پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ذہن کے پردوں میں حرکت ہوئی۔ جب کوئی ہوا کا جھونکا آتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ کرہ ہوائی میں کہیں نہ کہیں کوئی تغیر اور ارتعاش واقع ہوا ہے۔ اس طرح جب انسانی ذہن میں کوئی چیز وارد ہوتی ہے تو اسکے معنی بھی یہی ہیں کہ انسان کے لاشعور میں کوئی حرکت واقع ہوئی۔ اسکا سمجھنا خود انسانی ذہن کی تلاش ہے۔ انسان کے مثبت حواس لاشعوری خوابوں کے جہاں میں اور منفی حواس خواب میں کارفرما ہوتے ہیں۔ جب مثبت حواس لاشعوری خوابوں کے جہاں میں کام کرتے ہیں تو اعضاء جسمانی ساکت رہتے ہیں۔ لاشعوری حواس کا اجتماع ایک ہی واحد نقطہ ذہنی ہے جسکے اندر حرکت واقع ہوتی ہے اور اس حرکت کا نام روح ہے۔ قرآن اس تھیوری کو واضح کرتا ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الۡاَنۡفُسَ حِيۡنَ مَوۡتِهَا وَالَّتِىۡ لَمۡ تَمُتۡ فِىۡ مَنَامِهَا‌ۚ فَيُمۡسِكُ الَّتِىۡ قَضٰى عَلَيۡهَا الۡمَوۡتَ وَيُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى‌ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ سورہ الزمر (۳۹۔آیت ۴۲)

ترجمہ: اللہ قبض کرتا ہے جانوں (مثبت حواسوں) کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں (حواس خمسہ) کو بھی جن کو موت نہیں آئی۔ ان کے سونے کے وقت (لاشعوری جہاں) میں تو پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا اور باقی جانوں کو ایک مقررہ وقت کیلئے رہا کر دیتا ہے۔ (واپس بیداری حواس بخش دیتا ہے) اس میں ان لوگوں (مفکرین، عارفین اور سائنس دانوں کیلئے) نشانیاں ہیں۔

اور پھر سورہ الانعام (٦۔آیت ۱۴) میں ارشاد ہوا۔

قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَهُوَ يُطۡعِمُ وَلَا يُطۡعَمُ‌ؕ قُلۡ اِنِّىۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَسۡلَمَ‌ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: آپ کہئے کہ کیا اللہ کے سوا، جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جو کہ کھلاتا ہے اور خود کھانے سے پاک ہے آپ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور ہرگز شرک والوں میں سے نہ ہوں۔ (الانعام ۴۔آیت ۱۴)

آپ (ان محققین اور مفکرین) سے کہہ دیجئے کہ کیا اللہ کے سوا اور کون آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں۔ (اور کون ہے) جو تم کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا۔ غور کریں کہ خواب اور نیند کی حالت میں بظاہر انسان نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے اور نہ ہی بولتا ہے۔ تمام حواس خمسہ عارضی طور پر کام سے رک جاتے ہیں لیکن لاشعور کے جہاں میں باطنی بصائر کارفرما ہوتے ہیں۔

جسد آدم میں روح پھونکنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنا نور (Energy) انرجی وجود آدم میں داخل کیا اس کے حواس خمسہ بیدار ہوگئے۔ تو وہ سننے والا اور بولنے والا ہوگیا۔ غور کریں کہ یہی نوری جوہر جو تمام اعضائے انسانی کو حرکت دیتا ہے اور بغیر کسی رکاوٹ خواب کے لاشعوری جہاں میں باہر چلا جاتا ہے اور اُس وقت وجود انسانی کے تمام اعضاء ساکن ہوجاتے ہیں۔ قرآن نے اس طرف واضح اشارہ دیا ہے کہ جن کو ایک مقررہ وقت کیلئے روک لیتا ہے وہ نیند میں ہوتے ہیں اور پھر وہ جوہر یعنی اللہ کا نور (روح) واپس آ کر خواب میں ساکن اعضا کو بیدار کر دیتا ہے یعنی جگا دیتا ہے اور تمہیں کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا کیونکہ وہ نور حق ہے جو ہر کامل ہے جس کو انسانی ذہن احاطہ نہیں کر پاتا کیونکہ وہ جوہر کامل اس کے شعور سے اوجھل اور غائب ہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ کے حضور سے انسان کا

اپنا غیب ہی بے خبری ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ خود کا عرفان ہی خدا کا عرفان ہے۔ ہمارا وجود (ممتنع الوجود) اور روح کا وجود (ممکن الوجود) ہی واجب الوجود کے ہونے کی دلیل ہے۔

خضر بتائے تو کیا بتائے   اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

ہر انسان کے اپنے اندر ایک ذوق موجود ہے جس کا نہ کوئی وزن ہے نہ فاصلہ وہ زمین اور آسمان کی حدود کا پابند نہیں۔ اسی ذوق سے انسان پوری کائنات میں زمان ومکان کی قید و بند سے آزاد فرشتوں کا سربراہ، اللہ کا نائب اور وارث نظر آتا ہے۔ اسلئے کہ دین اسلام دین فطرت مکمل ضابطہ حیات ہے اور اللہ کی نیابت کرنے والے انسان کو نوع انسانی کے اتحاد، مساوات، عدل و انصاف، حقوق وفرائض میں توازن کا ایک ایسا سوشل نظام مہیا کرتا ہے جو اقوام عالم کیلئے سب سے بڑی نصیحت ہے۔ مشاہدہ میں جو بات آئی ہے کہ عدم مساوات قومی تعصب ہی ظلم، بے انصافی اور دہشت گردی کو جنم دیتا ہے۔ اسکا علاج دین اسلام میں بتائے ہوئے احکام اللہ کی پابندی ہے کیونکہ اسلام کا روحانی پہلو شعوراً جبلتی، مادی اور حرص و ہوس کی تقاضوں کی بے لگامی کو روکتا ہے۔ توازن، تحمل اور اعتدال، عدل و انصاف کی راہ دکھاتا ہے اور عالم امر کو عالم خلق پر حاوی کرنے میں مدد دیتا ہے۔ مقام تفکر ہے کہ انسان کے اندر کوئی ایسا وجدانی جوہر اور نوری قوت ضرور پنہاں ہے جو اچانک بیدار ہو کر اسے مافوق الوجود قسم کی ہستی میں ڈال دیتی ہے کہ خود اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس نوری قوت سے بننے والے خیالات، تخیلات، تفکر و تدبر ارتعاش برق کی سی تیزی کے ساتھ کیسے منکشف ہو گئے اور وجود خاک سے اٹھنے والا جوہر اپنی وحشی جبلتوں کو تربیت دے کر نظم و ضبط کا پابند کر کے خاک باز سے خاک تاز کیونکر بن گیا۔ مادیت سے عقل کل کے بغیر عقلِ

جسمی تیز ضرور ہوتی ہے لیکن حقیقت آشنا نہیں ہو پاتی ہر ذی شعور انسان کو چاہئے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے اپنے عقیدے میں استحکام پیدا کرے اور اپنی شخصیت کو منتشر ہونے سے بچائے جب اسے اس صالح عمل سے شخصی وحدت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت طیبہ کو سامنے رکھ کر (صبغتہ اللہ) اخلاق اللہ کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ اسکی روح اپنے مادی وجود پر غالب آ جاتی ہے تو پھر اسکی مسلسل مادی تسخیرات سے روح کی قوت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

گرچہ آستاں عقل سے دور نہیں   لیکن اسکے مقدر میں حضور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب   آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کا قول ہے۔

ثُمَّ سَالَتَ يَا رَبِّ مَنْ اَىِّ شِيئٍ خَلَقْتَ الْمَلَائِكَ قَالَ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَ مِنْ نُوْرِ الْاِنْسَانِ وَخَلَقْتَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُوْرِ ذَاتِيْ۔

ترجمہ: پس سوال کیا اے میرے رب کون سی چیز سے تو نے فرشتوں کو پیدا کیا کہا میں نے فرشتوں کو نور انسان سے پیدا کیا اور انسان کو میں نے اپنی ذات کے نور سے پیدا کیا۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

(سورہ حم السجدہ ۴۱۔آیت ۵۳)

ترجمہ: اب ہم دکھائیں گے ان کو اپنی نشانیاں دنیا میں اور خود ان کی اپنی جانوں میں یہاں تک کہ کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے۔

کچھ عرصہ قبل انسانی جسم کی کمپیوٹر کے ذریعے تصویر لی گئی تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ انسان کے داہنے پھیپھڑے اور بائیں پھیپھڑے اور ہوا کی بڑی نالی کی بذریعہ

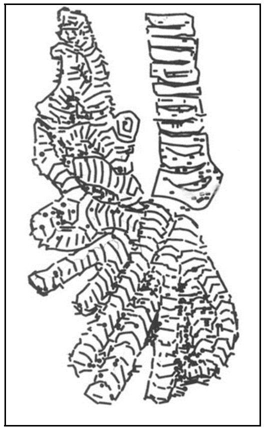

کمپیوٹر بنائی ہوئی تصویر میں سانس کی نالی کے گیارہ حلقے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ بناتے ہیں۔ جبکہ دائیں پھیپھڑے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلَ اللہ اور بائیں پھیپھڑے پر اللہ لکھا ہوا ہے۔ اس کی مکمل وضاحت حضرت خواجہ سید محمد حسین گیلانی چشتی صابری نے پہلے منظوم مکتوب میں بیان فرمائی ہے۔ مصنف نے اپنی دو تصانیف کتب عرفان الٰہی معہ عرفان القرآن اور "Quran Sufism and Science" میں یہ نقشہ متعارف کروایا تھا۔

جیسے کہ حدیث نبوی ﷺ سے واضح ہے اول خلق ما نوری سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا کیونکہ ہر شے کا منبع نور (انرجی) ہی تو ہے پھر خاک کے پتلے کو مسجود ملائک کر دیا۔ حضرت دل کی کرامت عشق کا اعجاز تھا۔

بمطابق حدیث نبوی ﷺ ہر انسان اپنے اندر کلمہ طیبہ لیکر بحیثیت مسلمان خلیفتہ اللہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اسکے سانس کی نالی پر جو حلقے بنے ہوتے ہیں وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی شکل بناتے ہیں اور بایاں پھیپھڑا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلَ اللہ کی شکل بناتا ہے چنانچہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَ اَنَا سِرُّہٗ انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں۔

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں (علامہ اقبال)
صاف کہہ دونگا کسی نے گر پتہ پوچھا تیرا
آپکا محرم ہوں میں مجھ سے ہے چرچا تیرا (پیر شاہ زمان سید)

انسان اس وسیع کائنات میں صدر محفل ہے اور اپنے اصل کی نقل ہے۔ اس کی عقل عقل کل کا مظہر ہے اور اس کی تخلیق اپنے خالق کی تخلیق کا مظہر ہے۔

امام الاولیاء اور آبا آئمہ حضرت علی المرتضیٰ کا قول کہ۔

وَالْاِنْسَانُ کَامِلٌ کِتَابٌ لَا رَیْبَ فِیْ بیشک انسان ایک کامل کتاب ہے۔

یہ فی الحقیقت جمال ظاہری اور باطنی رکھتا ہے اور یہ نسخہ جامعہ و مجموعہ کاملہ ہے۔ اس میں جمیع موجودات عالم وامر، ملکی، علوی، سفلی، منظوی مندرج ہیں۔ علم وفنون واوصاف الٰہیہ کا جمیع الجامعہ مرکز ہے۔ وَالْاِنْسَانُ کِتَابٌ جَامِعُ الْجَمِیْعُ الْکِتَابٌ انسان تمام کتابوں کی ایک جامع کتاب ہے۔ انسان کو اپنے وجود کی معرفت ہو جائے تو پھر اُسے معرفت حق ہوتی ہے جیسے حدیث قدسی سے ثابت ہے۔

لَوْلَاکَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَاَظْھرۃُ الرَّبُوْبِیْت۔

ترجمہ: اے محبوب اگر میں آپ کو خلق نہ کرتا تو افلاک نہ ہوتے اور میری ربوبیت ظاہر نہ ہوتی۔

بغیر ربوبیت خدا کی پہچان ممکن نہیں۔ ربوبیت اللہ تعالیٰ کی صفات جلال و جمال کا اظہار ہے۔ ربوبیت سے مراد اسی چیز کی مرحلہ وار ترقی اور ارتقاء ہے۔ خدا کی ربوبیت کائنات کی ہر چیز پر حاوی ہے۔ روح کو ربوبیت سے ایسی مناسبت ہے جیسے روشنی کو آفتاب سے۔

کوئی علم، ہنر اور صفت اس سے باہر نہیں جو کچھ موجود ہے اس کی نمود ہے اور اس کی تحقیق اس کا مقصود ہے۔ وجود انسان میں جمادات' نباتات اور حیوانات کا وسیع الارض جہاں آباد ہے۔ چار عناصر آگ، پانی، مٹی اور ہوا۔ چار اخلاط خون، بلغم سودا، ۲۴۸ ہڈیاں اور مختلف دھاتوں کے جوہر انسان میں جمادات کی صورت میں موجود ہیں۔ جسم کے بال نباتات ہیں۔ انسان میں حیوانی پیشہ ور موجود ہیں معدہ باروچی ہے۔ جگر طبیب ہے۔

انتڑیاں جلد، گردے اور پھیپھڑے غرضیکہ غلاظت کو جسم سے باہر پھینکنے والے جاروب کشش ہیں۔ اعصاب و جھلیاں بننے والا بافندہ ہے جسم کے کھیت نباتات کی طرح بال اگانے والا کاشتکار ہے۔ انسان میں حیوانی خصلتیں موجود ہیں۔ یہ شیر کی طرح بہادر، خرگوش کی طرح بزدل ہے، کوے کی طرح ہوشیار ہے تو اُلوّ کی طرح خود فراموش بھی ہے۔ بھیڑ کی طرح سادہ لوح تو لومڑی کی طرح مکار بھی ہے۔ گھوڑے کی طرح وفادار ہے تو سانپ کی طرح بے وفا بھی۔ مور کی طرح حسین اور گدھ کی طرح بدوضع بھی ہے۔ قطاء کی طرح رہبر ہے تو شترمرغ کی طرح گمراہ بھی۔ عندلیب کی طرح گویا ہے تو گدھے کی طرح بدآواز بھی ہے۔ انسان کی مسکراہٹ صبح صادق کی طرح ہے اور اس کا تنفس ہوا ہے۔ اس کا غم ظلمت اور اس کا رونا بارش ہے۔ اس کی بیداری یا علم اس کی حیات ہے تو اس کی نیند یا غفلت و جہالت اس کی موت ہے۔

1- وجود آدم کائنات کی حقیقت اور وجہ تخلیق کائنات ہے قرآن مجید فرقان الحمید کا موضوع اور تفسیر ہے۔ انسان کا تحت الشعور صفات الٰہیہ کے اسرار کا مخزن ہے۔ اس کا لاشعور صفات الٰہیہ کا نوری عکس ہے جسے اہل تصوف عیان ثابتہ کہتے ہیں جو زمان و مکان سے آزاد ہے۔ جبکہ انسان کا شعور عیان خارجہ میں کار ہائے جہاں سرانجام دیتا ہے۔

شعور عالم کی کائناتی سلطنت کا صدر مقام ہے اور اس شہر علم کا چاندنی بازار موتیوں جیسے سفید دندان سے آراستہ ہے۔ موالید ثلاثہ کے علاوہ حواس خمسہ بھی ایک قسم کا باغیچہ ہے جس میں رنگا رنگ پھولوں کی خوشبو دلوں کو روحانی طور پر معطر کرتی ہے جس کو دیکھنے (مشاہدہ) سے آنکھوں کو طراوت ملتی ہے۔ اس شہر میں تین بادشاہ، روح، قلب اور نفس معہ اپنے وزیروں اصفحان (دماغ) زبان اور شیطان، کے ساتھ اپنی اپنی حکومتیں کررہے ہیں۔ انسان اس طرح ایک آزمائش گاہ بنایا گیا ہے۔ اللہ کی کتاب کو نافذ العمل کرنا اتباع رسول پر عمل پیرا ہو کر اللہ کو دی ہوئی امانت کا امین

ثابت کرنا انسان کی منزل مقصود ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انسان اُم الکتاب اور علم و فنون کا جمیع الجامع نسخہ ہے۔ اس میں سات آسمان اور زمینیں ہیں یعنی چودہ طبق ہیں افلاک میں پہلا آسمان مغز۔ دوسرا آسمان چشم۔ تیسرا آسمان گوش۔ چوتھا آسمان حلقوم۔ پانچواں دگدگی۔ چھٹا آسمان شاہ رگ۔ ساتواں آسمان قلب منوری ہے۔ (قلب مومن عرش اللہ تعالیٰ)۔

2- اس طرح زمین کی سات تہیں (Layers) ہیں۔ پہلی زمین، ناف۔ دوسری زمین شکم۔ تیسری زمین پشت۔ چوتھی زمین کمر۔ پانچویں زمین رانیں۔ چھٹی زمین پنڈلیاں۔ ساتویں زمین کی تہہ قدم (تحت الثرا) ہے۔

3- علاوہ ازیں علم تصوف کی رو سے قلب کے احوال اور اسکی کیفیات مجاہدات اور مکاشفات سے بدلتی ہیں اُن کی تفصیلات اس طرح ہیں کہ وجود انسانی میں چھ قلوب، سات لطائف، سات نفوس اور سات منازل ہیں۔

کشف قلوب سے احوال کی خبر ملتی ہے وہ چھ ہیں۔ قلب منوری، قلب سلیم، قلب منیر، قلب منیب، قلب متفیفہ، قلب صنوری۔

کتنے وہم و شک کے یہ اونچے در و دیوار تھے
جن کو شہر دل کی جانب نہ ملا رستہ تیرا
سات پردوں میں چھپ کر نہ رہا پردہ تیرا
آپ کا مظہر ہوں میں مجھ سے ہے چرچا تیرا

قلب کے سات پردے ہیں۔

(1) صدر: اسلام و کفر حق و باطل خیر و شر کی کشمکش (2) قلب: باہمی، محبت، شناخت، پہچان (3) سقف: عقل، شعور ایمان وحیا (4) فواد: سرُتا، توجہ خاص سے مشاہدہ، دیدار (5) جبۃ القلب: عشق الٰہی مشاہدہ و مکاشفہ (6) ہویدا: اسرار الٰہیہ۔ (7) بحبۃ القلب

4- وجود انسانی میں سات وجود ہیں کچھ کثیف ہیں اور کچھ لطیف ہیں۔ افکار وظائف سے

یہ حجابات کھلتے جاتے ہیں۔

(1) واجب الوجود، ذات احدیت (الٰہ) کا وجود (2) احدالوجود، اللہ کے نور (تنفس) کا مقام ہے۔ (اللہ نور السموات والارض) اسے نور وحدت بھی کہا گیا ہے۔ (3) عارف الوجود، وحدیت میں نور کے احسن التقویم کے لباس (وجود محمدی) کو نگاہ بینا سے مشاہدہ کرنا، لوح اوّل کا خاکہ یا پلان کی ترتیب۔ (4) لازم الوجود، امر ربی، سری (الانسان سری و انا سرہ) مذکورہ چار وجود عالم عیان ثابتہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل وجود کا تعلق عالم عیان خارجہ سے ہے۔ (5) ممکن الوجود آدم علیہ السلام کو اسماء الٰہیہ و روح کے احوال کی خبر (6) جائز الوجود عقل و مثال کا موجود۔ (7) قلبی و نفسی لطائف پر برزخ محمدیت کا ممتنع الوجود

سلطان العارفین تاج والی سرکار فرماتے ہیں کہ چار منازل طے کر کے سالک عارف ہو جاتا ہے۔ لیکن سات مقامات کا عارف غوثیت اور قطبیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔

اس نسخے وچ ست وجود کیہڑے کس نوں کرن سجود
کیہڑے وچوں ہون نابود اسم صفت دا اک وجود
اسم صفت دے معنی جان سن ہو کے تو ما ر دھیان
ھوالذی فی اسماء سیان مطلق ذات موجود پہچان

تصوف اسلام کی چار اقلیم، چار مقامات، چار عقول اور چار یوم اللہ کے دن ہیں۔

اقلیم	مقامات منازل	عقول	اللہ کے دن
شریعت	ناسوت	جسمی	یوم المفصل
طریقت	ملکوت	قلبی و جزوی	یوم الحشر
حقیقت	جبروت	عرفانی	یوم القیامت
معرفت	لاہوت	کلی	یوم الخلو د

صاف کہہ دوں گا کسی نے گر پتہ پوچھا تیرا — آپ کا محرم ہوں میں مجھ سے ہے چرچا تیرا

محمد ﷺ شہر علم کے باب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ یعنی جس نے اپنے نفس کی پہچان سے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اُس کا قلب اللہ کے نور سے منور ہو گیا۔

4- سات لطائف۔ نفس، قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ ولی العبد فنا فی اللہ باطن ذات الٰہ (اللہ کا دوست، رفیق عبدہ)

کتنے وہم و شک کے یہ اونچے در و دیوار تھے — جن کو شہر دل کے جانب نہ ملا رستہ تیرا

5- وجودِ انسان میں سات وجود ہیں۔

(۱) واجب الوجود (ذات حق) (۲) احدالوجود (نور دوم)
(۳) عارف الوجود (چشم بصیرت نور کا وجود)
(۴) لازم الوجود (سر یعنی وحدیت کا وجود)
(۵) ممکن الوجود (روح کا وجود، روحیت)
(۶) جائز الوجود (عقل و مثال کا وجود)
(۷) ممتنع الوجود (قلب جو برزخ محمدی ہے)

6- اسلامی تصوف میں اسلام کی چار اقلیم ہیں چار مقامات اور چار ہی عقول ہیں۔

شریعت (اقلیم اوّل) مقام ناسوت عقل جسمی۔
طریقت (اقلیم دوئم) مقام ملکوت عقل قلبی و جزوی ہے۔
حقیقت (اقلیم سوئم) مقام جبروت عقل عرفانی۔
معرفت (اقلیم چہارم) مقام لاہوت عقل کلی ہے۔

انسان کامل ناطق قرآن اُم الکتاب ہے جس کے 28 حروف ہیں۔ ہر حرف سے روشن ہوتی ہے پوشیدہ چیز (حوالہ مراۃ العارفین، مصنف امام حسین عالی مقام) قرآن مجید فرقان الحمید

کا عنوان انسان ہے جو عکس محمدی ہے۔ تشبیہاً صورت محمدی تنزیہہ نورِ حقی ہے انسان موالید ثلاثہ جملہ اشیاء کا جمیع الجامع ذاتِ حق کا عین ہے۔ عالم کے علم کا معلوم اور فاعل فعل کا مفعول، روح کے اعتبار سے قلم نفس کے اعتبار سے کرسی اور قلب کے اعتبار سے عرش (اللہ تعالیٰ) ہے۔ اللہ تعالیٰ سے نہ آسمان نہ زمین میں ذرہ بھر اس سے چھوٹی (مثقال) یعنی ایٹم (یا اس سے بھی چھوٹی) چیز بھی غائب ہوسکتی ہے نہ کوئی بڑی چیز۔ کتاب مبین (قرآن) کا عنوان اور موضوع (ناطق قرآن) حضرت انسان ہے۔ جس کا (جائز الوجود) عقل، شعور، شہود وحدت الوجود کی شہادت دے رہا ہے کہ اللہ العالمین اپنے واجب الوجود میں واحد یکتا ہے۔ بقول باب شہر علم علی المرتضیٰ۔ "جس نے اپنے نفس (خودی) کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔

نہ در لوح و قلم نہ عرش و کرسی
کہ در دل تُست پیدا از کہ پُرسی

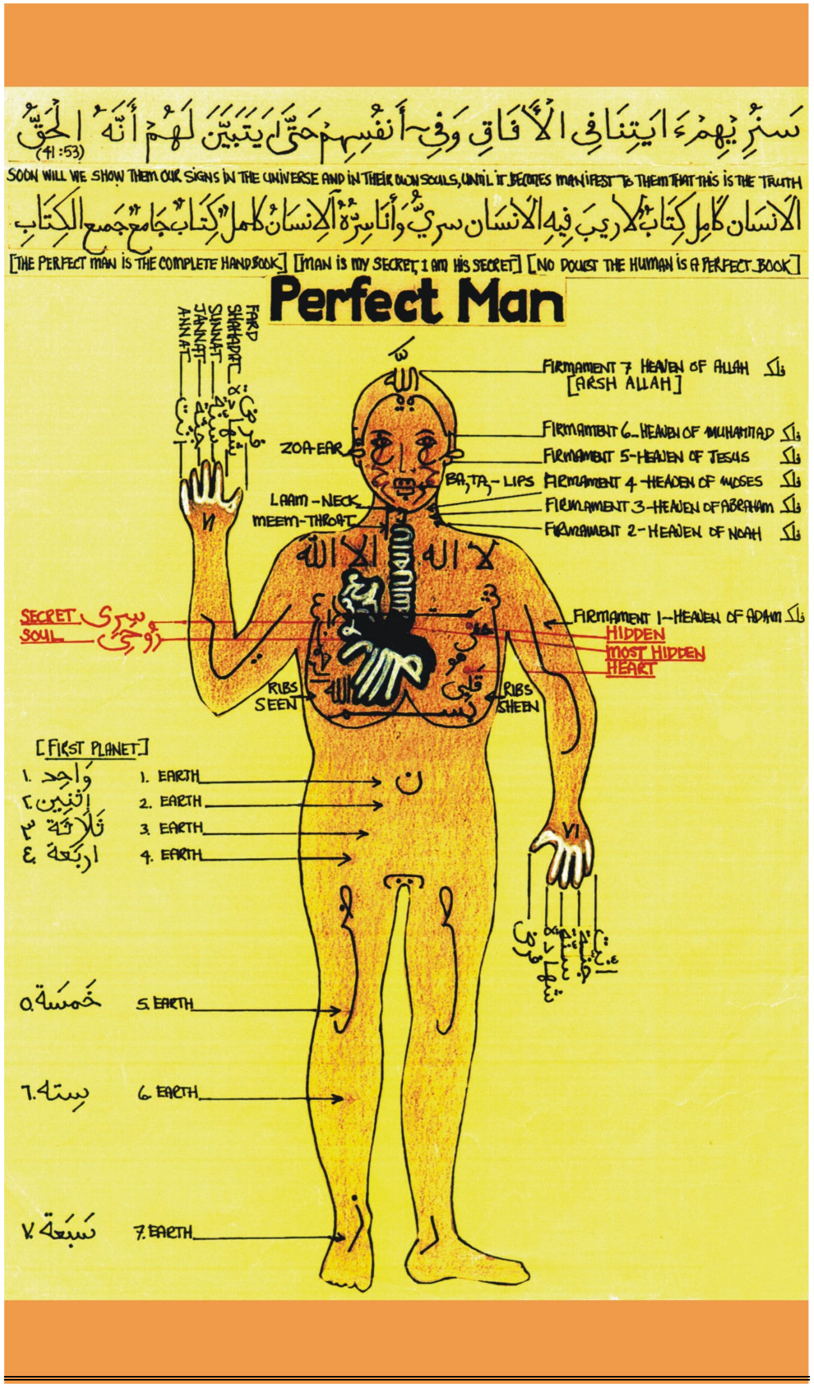

انسانِ کامل

خود شناسی خدا کا عرفاں ہے   رگِ جاں سے قریب رحماں ہے
شاہ زماں یہ راز یزداں ہے   اِنساں تو قرآں کا عنواں ہے

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ   (قول علی المرتضیٰؓ)

He who recognizes himself recognizes God.

قَلْبِ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللهِ تَعَالیٰ   (حدیث نبوی ﷺ)

The heart of the believer is Allah’s Abode.

عارفِ قرآن شعوری اور وجدانی طور پر سمجھتا ہے کہ کائنات کی رنگینیوں اور دلفریب حیرت انگیز نشانیوں اور اشیاءِ تخلیق کا مبدا اور تلاش اور پہچان انسان کی فطرت کا تقاضا ہے۔ اُس کے لاشعور میں یہ آرزو اور جستجوئے خالقِ حقیقی اُسے وحی خدا تعالیٰ (قرآن) اور معلم معظم صاحب قرآن (رسول اللہ ﷺ) کی اتباع اور رہنمائی کی طرف لے جاتی ہے تو ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم اور مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

ترجمہ: ہم اُن (طالبان حق) کو عنقریب اپنی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھا دیں گے اور اُن کی ذات (وجود) میں بھی اور یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ حق ہے۔ (سورہ حم السجدہ ۴۱۔ آیت ۵۳)

اِس آیت کا مفہوم اور معنی حضرت علی المرتضیٰ کے قول کی طرف اشارہ ہے اور حدیث نبوی ﷺ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللهِ تَعَالیٰ بندہ مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے۔ اللہ کے نور کی جلوہ گری تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس ہو جانے کے بعد ہوتی ہے جس کیلئے ذکر و فکر کے علاوہ شریعت طریقت اور تصوف کی تمام منازل طے کرنی پڑتی ہیں تا کہ نفس امارہ کی تمام الائشیں دور

ہوں اور نفس مطمعنہ بن جائے۔ امام حسینؓ عالی مقام نے اپنی کتاب مرات العارفین میں اپنے بابا امام اولیاء حضرت علی المرتضیٰ باب مدینۃ العلم کے اشعار سے ممکن الوجود (وجود آدم) کی وضاحت کی ہے اور اعلیٰ حضرت سلطان العارفین سید بابا پیر محمد حسین شاہ تاج والی سرکار نے تو انسان کامل (اُم الکتاب یعنی ناطق قرآن) کی مکمل تعریف بیان کر دی ہے۔ اس وجود محمدی کے بارے میں حکیم الامت علامہ اقبال نے لکھا ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب   گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

قرآن پاک کی سورۃ الواقعہ آیات ۷۷ تا ۷۹ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: بیشک قرآن بڑی شان والا ہے پوشیدہ کتاب (لوح قلب وجود محمد) میں جسے عارفین مقربین کے بغیر نہیں چھوتا (یعنی قرآن کے باطنی معانی تک رسائی نہیں)

حضرت علی المرتضیٰ کے اشعار بحوالہ مراۃ العارفین

يَا وَلَدِيْ فِكْرِكَ يَكْفِيْكَ   فَلَيْسَ شَيْئٌ خَارِجٌ فِيْكَ
اے میرے فرزند فکر تیرا تیرے لئے کافی ہے   کیونکہ کوئی چیز تجھ سے خارج نہیں
دَآءُكَ فِيْكَ وَمَا تَشْعُرُ   دوَآئُكَ مِنْكَ وَمَا تَبصَرُ
تیرا درد تیرے اندر ہے اور تو نہیں جانتا   دوا تجھ میں ہے اور تو نہیں دیکھتا
وَ تَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ   وَ فِيْكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ
تجھ کو گمان ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے   حالانکہ تیرے اندر ایک عالم کبیر لپٹا ہوا ہے
وَ اَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِيْنُ الَّذِيْ   بِاَحْرُفِهٖ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ
اور تو وہ ام الکتاب ہے   کہ جس کے ہر حرف سے روشن ہوتی ہے پوشیدہ چیز

دریا ہے حباب اندر

کہتے ہو کہ ظاہر ہوں رہتے ہو نقاب اندر
بہلانے کو کہتے ہو تیرا ہے جواب اندر
ہو مجھ میں نہاں جیسے خوشبو ہے گلاب اندر
انداز یہ کیسا ہے دریا ہے حباب اندر
اوصافِ حمیدہ جو قرآن بتاتا ہے
ملتے ہیں نشاں ایسے رسالت مآب اندر
سرکار غلاموں کو مایوس نہیں کرتے
جب یاد کریں اُن کو آ جاتے ہیں خواب اندر
گستاخِ نبی جو ہوں محروم ہیں رحمت سے
پالیتے ہیں منزل جو رہتے ہیں آداب اندر
کیا شاہ زماں سمجھیں ہم صانعِ قدرت کو
اَن گنت تو جلوے ہیں آئیں نہ حساب اندر

لطائف کیا ہیں؟

وجود انسان میں لطائف اُن باطنی مقامات مدارج اور روحانی مراتب کا نام ہے جو انسان (طالب مولا عارف اللہ) کو ذاتِ مقدس کے لطیف ترین جوہر کے قریب لاتا ہے۔ سائنسی اصلاح میں مالیکیول یا ایٹم یا قوارک (ذرہ) کی کم سے کم ماہیت کا جو لطیف ترین ذرہ ہوتا ہے اُسے سورۂ یونس اور سورۂ سبا میں مثقال کہا گیا ہے۔ نفس امارہ بہت شریر اور چالاک ہے جو ہمہ وقت خواہشات نفسانی کے حجابات کے پس پردہ روح وقلب کے خلاف سازشیں کرتا رہتا ہے۔ شیخ کامل کی رہنمائی میں مجاہدات اور ریاضت سے طالب اور سالک نفسانی خواہشات کی الائشوں اور کثافتوں کو قلب و روح سے اس قدر صاف اور شفاف کر لیتا ہے کہ مثقال بھر بھی غلاظت الائش وجود انسان کے اندرون خانہ میں نہیں رہتی نفس امارہ مغلوب ہو کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ نفسانی رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور خواہشات نفسانی کے حجابات اٹھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جن کی تفصیل آگے بیان کی گئی ہے۔ روح کی پاکیزگی اور لطافت اُتم درجہ کی صفائی قلب باطن کو نورانیت رسول اکرم ﷺ سے منور کر دیتی ہے۔

وظائف، مجاہدات سے تزکیہ نفس اور قلب کی صفائی ہوتی ہے نفس لطیف سے لطیف تر ہوتا جاتا ہے۔ امارہ سے لوامہ اور لوامہ سے ملہمہ اور ملہمہ سے نفس مطمعنہ کے مرحلہ پر پہنچتا ہے تو انسان کے وجدان کی کیفیت اور استعداد اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ ذات حق کا عرفانی ادراک جو معرفت ربانی سے مراد ہے حاصل ہو جاتا ہے۔ با آسانی طریقہ مراتب حق طے کرنا حدیث جبرائیل سے سمجھئے کہ خدا کی عبادت ایسے کرو گویا تو اپنی نماز میں خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اگر بمطابق

سورۃ الماعون۔آیت نمبر 5 ,4۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴿٤﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴿٥﴾

ترجمہ: ان نمازیوں کیلئے افسوس (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔

سَاهُوْنَ بے خبری کی وجہ سے نہیں دیکھ پاتا تو خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مقصد دراصل اللہ کو دیکھ کر ہی سجدہ کرنا ہے۔اسی خیال میں نماز عشاء کے بعد میں سو گیا تو باطنی بصائر کھل گئے تو میں مصلیٰ نماز پر اپنے دونوں ہاتھوں پر اسم اعظم اللہ کو سنہری رنگ میں دیکھ کر سجدہ کر رہا ہوں۔قلب میں یہ لطیفہ نکتہ القا ہوا کہ مسمیٰ اِلٰهَ اپنے اسم ذاتی (اللہ) کو خود ہی دکھا رہا اور دُعا کے وقت اللہ ہی نمازی کے سامنے آجاتا ہے تو فوراً برجستہ یہ شعر زبان سے نکلا۔

شاہ زماں یہ راز تھا آخر کھلا   مَیں تو واصل حق ہمیشہ ہی سے تھا

حقیقت سابعہ و لطائف ستہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کے راز و نیاز کا جمیع الجامع نسخہ ہے جس میں ہفت افلاک، کرہ ارضی و سماوی، نفوس و لطائف اور روحانی منازل درج ہیں۔انسان کی پیدائش کے نزول اور عروج سے آپ بخوبی واقف ہو گئے۔اب اس کے جمیع الجامع ہونے کا دلچسپ راز زیر بحث ہے کہ کس طرح وہ خدا کا راز ٹھہرا اور کس ترکیب اور ترتیب سے انسان کے وجود میں اللہ کی روح مضمر ہے۔غرضیکہ خدا نے انسان کو اپنے نور سے کچھ اس طرح سینچا کہ اس روحی پیکر میں دنیا و مافیہا کا سمٹ کر آ جانا دریا کو کوزے میں بند کر دینے کے مترادف ہے۔جیسے سورۃ الانعام آیت ۵۹ میں فرمایا گیا ہے۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾

کتاب مبین سے مراد انسان ہے۔اللہ تعالیٰ نے جسم انسان میں دونوں جہان پیدا کر دیئے۔یہ کیا کم ہے کہ دوسری جگہ جائیں اور امام حسین عالی مقام اپنی کتاب مراۃ العارفین میں اپنے فرزند زین العابدین کو فرماتے ہیں۔ اَلْاِنْسَانُ كَامِلٌ كِتَابٌ لَا رَيْبَ فِيْهِ انسان ایک کامل کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔کیونکہ اس کتاب پر کتاب والے کا نام بھی درج ہے۔انسانی ہاتھ حرف اللہ بناتا ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبال اس کو اُم الکتاب سے تعبیر کرتے ہیں جس کے اوراق میں ارض و سما نفوس و لطائف ہر چیز کی حقیقت موجود ہے۔حضرت انسان کا ظہور جن جن حقی، خلقی مراتب میں سے ہوا وہ سات ہیں تو آسمان بھی سات ہیں۔زمین کے طبقات بھی سات، ارواح بھی سات، وجود بھی سات، نفس بھی سات، سالک کی منزلیں بھی سات، صفات باری تعالیٰ بھی سات، شرط ایمان سات، صفت ایمان سات، اندام سجدہ سات،

سورۃ الفاتحہ کی آیات بھی سات ہیں، واجبات شریعت سات، طواف بیت اللہ سات، علم موسیقی کے سُر بھی سات، انسان کے جسم کے در بھی سات، غرضیکہ قوس وقزاح کے رنگ بھی سات ہیں۔

انسان کے جسم کے حصہ سر کو بغور دیکھیں تو دو آنکھیں، دو کان، دو نتھنے، ایک منہ (دہن) کل مل کر سات بنتے ہیں۔

قوس قزاح جس کو سائنس کی رو سے سورج کی روشنی کا سپیکٹرم کہتے ہیں جس کیلئے فضائے بسیط میں بارش کے بعد پانی کے قطرے منشور (PRISM) کا کام کرتے ہیں تو سات رنگی قوس وقزاح نمودار ہوتی ہے۔ روشنی کا حقیقی رنگ سات روشنیوں کا مرکب ہے۔ ہر رنگ کی روشنی کی اپنی توانائی (طاقت) ہے کم توانائی (طاقت رکھنے والی) روشنی کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور شدید توانائی والی روشنی کا رنگ بنفشی ہوتا ہے۔ کل رنگ سرخ، نارنجی، زرد، سبز، آسمانی گہرا نیلا، بینگنی اور بنفشی ہیں۔

وجود انسانی میں روحانی لطائف ستہ کے رنگ بھی سات ہیں۔ آگے لطائف کی تفصیل درج ہے۔ سائنسی تحقیق سے سات اجزائے ترکیبی ایٹمی شعاعوں اور ذرات کی ماہیت بھی سات ہے۔ مثلاً شعاعوں کے الیکٹرومیگنیٹک سپیکٹرم میں سات قسم کی شعاعیں اور روشنیاں ہیں۔

(1) ریڈیوویوز (2) مائیکروویوز (3) انفراریڈ (4) روشنی سے آنے والی مرئی شعاعیں (5) الٹراوائیلٹ (6) ایکسریز (7) گاماریز۔

ایٹمی ذرات میں توانائی (طاقت) الیکٹرون، پروٹون، نیوٹران وغیرہ کے بدلتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت پذیر الیکٹرون ایٹم (ذرات) کے مدار بھی سات ہیں۔ ایٹموں کا کیمیائی تعامل، بیرونی مدار میں سات الیکٹرون پر مشتمل ہے۔

یونٹ سیل قلمی ذرات کی خاص ترکیب سے بنتے ہیں ایکسریز کے ذریعہ ان قلموں کے

تجزیہ سے پتہ چلا کہ یونٹ سیل (Unit Cell) سات بنیادی شکلوں میں ہوتے ہیں۔

سورۃ الحجر آیت ۱۹ اور سورۃ المومنون میں خاص ترکیب، تعداد، طریقہ خاص اور سورۃ ملک میں کائنات کی مختلف چیزوں کی تعداد خاصیت اور ہم آہنگی کا ذکر آتا ہے۔ سورۃ المومنون میں پیدائش کے مراحل کا ذکر ہے۔ وہی (اللہ ہے جس نے سات آسمان تہہ بہ تہہ بنائے اور تم رحمٰن کی مخلوق میں کچھ فرق نہیں دیکھ سکتے اور پھر دوبارہ نظر دوڑا کر بھی دیکھو کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔ (سورۃ الملک)

اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور رکھ دیئے اس پر بوجھ (پہاڑ) اور اُگائی اس پر ہر چیز (موالید ثلاثہ)

زمین کی تہیں وطبقات سات ہیں زمینی قطعات براعظم سات ہیں۔

(1) ایشیا (2) یورپ (3) افریقہ (4) شمالی امریکہ

(5) جنوبی امریکہ (6) آسٹریلیا (7) انٹارکٹکا

یہ سات بری قطعات براعظم سات سمندروں میں گھرے ہوئے ہیں۔

سورۃ المومنون آیات 12, 13, 14 میں انسان کے اپنے وجود میں اُس کی مادہ میں پیدائش کے تمام مراحل جو کہ سات ہیں کو بیان کیا گیا ہے۔ جو میڈیکل سائنس کے تجربات سے سامنے آئے ہیں۔ قرآن نے ان سات مراحل کا علم چودہ سو سال قبل بتا دیا تھا۔ مثلاً انسان کی پیدائش مالیکیولی سطح سے شروع ہو کر کامل انسان پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اس سطح سے لے کر یعنی خوراک سے کامل انسان تک بھی سات مراحل ہیں۔ یہ بات سورۃ المومنون کی آیات 12, 13 اور 14 میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۗ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ

الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ (سورۃ المومنون ۲۳: آیات 12 تا 14)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر ہم نے اس کو پانی کی بوند کرکے ایک مقررہ ٹھکانہ میں رکھا۔ پھر اس بوند سے جما ہوا لہو بنایا۔ پھر جمے ہوئے خون سے گوشت کی بوٹی بنائی پھر اس بوٹی سے ہڈیاں بنائیں اور پھر چڑھایا گوشت پھر اس کو اٹھا کر ایک نئی صورت میں کھڑا کیا۔

پیدائش کے پہلے مرحلہ میں مٹی سے خوراک نباتات کو اور پھر نباتات سے انسان بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر حاصل کر لیتا ہے۔ اور یہی وہ پہلا مرحلہ ہے جب اس نچڑی ہوئی چیز سے نر میں سپرم اور عورت میں بیضہ بنتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الطارق کی آیت 6, 7 میں ہے۔

انسان کی پیدائش کے مراحل کی ترکیب و ترتیب یہ ہے۔

(1) مٹی یا خوراک سے سپرم اور بیضہ نر و مادہ بنتے ہیں۔ (2) نطفہ سے (3) علقہ یعنی لوتھڑا (4) مضغہ (5) کچی نرم ہڈیاں (6) گوشت والی مضبوط ہڈیاں (7) پیدائش کا آخری مرحلہ۔ پیدائش کے مراحل ملا کر کل سات ہیں۔

خوراک کے اجزاء سات ہیں۔

(1) پانی (2) نمکیات (3) کاربوہائیڈریٹ (4) حیاتین وٹامن (5) لحمیات پروٹین (6) روغنیات (7) نامیاتی تیزاب اور گینگ ایسڈز۔

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ کے ارض و سماء عرش پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ زمین آسمان (طویل العصر مراحل) چھ ایام میں پیدا کئے اور پھر عرش پر اللہ سبحانہ جلوہ گر ہوئے یعنی اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (الاعراف ۷: ۵۴) عرش کیا ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے قلب مومن (انسان کامل) کو عرش کہا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (وہی ہے اللہ جس نے زمین و آسمان کو چھ دن (طویل ادوار) میں بنایا اور اُس کا عرش پانی پر تھا)۔

پہلے طویل المعیاد مراحل کے دو یوم ہیں ارض و سما اور چار یوم (ادوار) میں جمادات، معدنیات اور نباتات مختلف طویل مراحل میں بنے۔ جب یہ مکمل ہوئے تو ساتواں مرحلہ عرش رب العزت کی اپنی ذات (واجب الوجود) کی طرف اشارہ ہے کہ کیا میں تمہارا رب (پالنے والا) حکمران نہیں ہوں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ جواب میں تمام نفسوں (ارواح انسانی) نے قَالُوْا بَلٰى ۚ کا اقرار کیا کہ (اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ ؕ) سے تیری اتھارٹی کو تسلیم کرتے ہیں پھر امر الٰہی سے زمین میں نوع انسانی کے بود و باش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے حدیث مروی ہے کہ قرآن سات مفاہیم پر نازل ہوا۔ ہر آیت کا حد آغاز اور انتہا ہے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہری علوم فقہ، اصول، احکام و اخلاق ہیں اور باطنی علوم علم لدنی، مع اللہ اور علم الی اللہ ہیں جو عارفِ قرآن کو عطا ہوتے ہیں۔

غوث اعظم محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی قصیدہ روحی و غوثیہ میں رقم طراز ہیں۔ سات، چوداں، اکیس، چالیس کی تعداد وظائف ذکر اذکار کا چلہ کشی کیلئے ہیں اور آیات قرآنی پڑھ کر دم کریں تو شفا ہو جاتی ہے۔

لطائف ستہ میں لطیفہ نفس اس لئے شامل کیا گیا ہے کہ روح اپنے لئے ایک جسم (نفس) کا تقاضا کرتی ہے۔ نفس اندرون خانہ کا پہرہ دار ہے باہر صحن خانہ کی صفائی کا کام

اس کے ذمہ ہے۔ نفس امارہ کی تربیت اور اصلاح سے بتدریج اسے نفس لوامہ، ملہمہ، مطمعنہ، راضیہ، مرضیہ اور کاملہ کے خصائل اور صفات کی خوبیوں سے آراستہ کرلیا جائے تو بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت اور دعوت جنت ملتی ہے۔ یاد رہے جب تک وجود انسان میں لطائف کی پاکیزگی اور صفائی قلب ونظر کی صفات پیدا نہیں ہوجاتی نور مقدس ومنزہ کیسے جلوہ گر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت سابعہ کو کس حسن ترتیب سے چھ فٹ کی لوح محفوظ (وجود محمدی) پر رقم کردیا۔ راقم الحروف نے مذکورہ حقیقت سابعہ کو وجود انسان میں نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفا اور فنا فی اللہ (ولی العبد) سے مراد لیا ہے۔ ان سب کو کچھ اس طرح سات لطائف میں ترتیب دیا کہ ہر لطیفہ سے خاص جداگانہ نوعیت کے اسرار الٰہی منکشف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے روحی پیکر یعنی وجود انسان کیلئے چار قسمیں کھا کر اُسے اپنے نور کیلئے منتخب کیا اور اشرف المخلوقات کا شرف بخشا۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝٤ (التین ۹۵۔آیت ۱ تا ۴)

ترجمہ: (سرزمین) تین وزیتون اور طور ومکہ کی قسم کہ انسان کو بہترین فطرت کے ساتھ پیدا کیا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥

ترجمہ: پڑھ اس اللہ کا نام لے کر جس نے انسان کو پہلے مثل جونک (لوتھڑے سے مضغہ) اور پھر انسان بنایا۔ اس معزز و معظم رب کا نام لے کر پڑھ

جس نے قلم کو علم دیا اور اس کو وہ کچھ سکھایا جس سے وہ ناآشنا تھا۔ (العلق ۹۶۔آیت ۱تا۵)

دائرہ نما نقشہ سے حقیقت سابعہ میں سیاروں، افلاک زمین اور انسان کے ظاہر و باطنی ارتقائی منازل و مدارج کو واضح کردیا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں واضح ارشاد باری ہے۔

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٣ (سبا ۳۴۔آیت ۳)

ترجمہ: ذرہ یا ذرے سے کم و بیش کوئی زمینی یا آسمانی چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو۔

چونکہ واضح کتاب منیر کا عنوان انسان ہے اللہ تعالیٰ کے اس شاہکار سے کارساز ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو ہدایت فرمائی کہ

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝١٤ (بنی اسرائیل ۱۷۔آیت ۱۴)

ترجمہ: (روز حشر کہا جائے گا کہ) اپنی کتاب (اعمال) پڑھ لے، آج تو اپنا خود ہی حساب کرلے۔

چنانچہ انسان کو اپنی باطنی کیفیات سے ہی ان باتوں کا علم ہوسکتا ہے۔

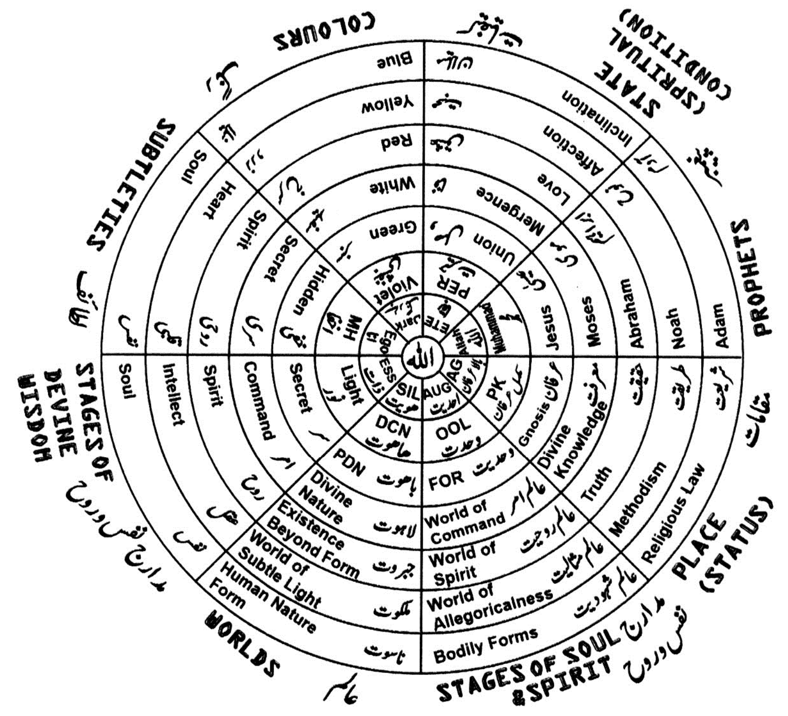

FOR	Forms of realities
OOL	Oneness of light
AUG	Absolute Unity of God
PDN	Presence of Divine nature
DCN	Divine creative nature
SIL	Silence
ESS	Essence

MH	Most hidden
PER	Perplexity
ETE	Eternity
PK	Perfect knowledge
AG	Above gnosis

ماخوذ از: کتاب قرآن صوفی ازم وسائنس (شاہ زمان سیّد)

وجود انسان میں لطائف ان مقامات و مدارج کے نام ہیں جن کو منور کرنے سے انسان پر معرفت الٰہیہ کے مخفی اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ جب انسان اپنی کثافتوں کو صیقل کر کے لطیف تر ہوتا جاتا ہے تو ذات مقدس کے لطیف جوہر کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ لطائف حسب ذیل ہیں۔

۱۔ پہلا لطیفہ نفس: مقام اس کا شریعت اور منزل اس کی ناسوت ہے۔ یہ فلک القمر سے منسوب ہے نفس کا تزکیہ اور دل کا تصفیہ کرنا چاہئے۔ نفی اثبات کا کثرت سے ذکر کرنے سے عالم ناسوت کے موالید ثلاثہ (جمادات، نباتات، حیوانات) منکشف اور عیاں ہوتے ہیں۔ رنگ اس لطیفہ کا نیلگوں مائل ہے۔ اس کی ولایت آدم علیہ السلام کے قدموں کے نیچے ہے۔ یہاں یہ نفس امارہ کے ساتھ لوامہ عیاں ہوتا ہے۔ اس لطیفہ کی کلید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اٰدَمُ صَفِیُّ اللّٰہِ ہے مکان حضرت اسرافیل کا ہے۔

۲۔ دوسرا لطیفہ قلبی: مقام اس کا طریقت ہے۔ اور منزل ملکوت ہے۔ ذکر روحی محبت ہے۔ فلک عطارد سے منسوب ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرنا چاہئے۔ نفی کے بعد اثبات ہو کر سیر من اللہ حاصل ہوتی ہے۔ سالک فرشتہ صفت ہو جاتا ہے۔ خزائن اللہ قدیر منکشف ہوتے ہیں۔ اس لطیفہ کا رنگ زرد ہے اور اس کی ولایت حضرت نوح علیہ السلام کے قدموں میں ہے۔ مقام عزرائیل کا ہے اس کی کلید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نُوْحٌ نَجِیُّ اللّٰہِ ہے نفس امارہ صفت بدل کر نفس لوامہ بن جاتا ہے۔

۳۔ تیسرا لطیفہ روحی: مقام اس کا حقیقت اور منزل جبروت ہے۔ ذکر روحی سے مکاشفہ حاصل ہوتا ہے۔ فلک زہرہ سے منسوب ہے۔ اس میں تصور شیخ کامل ہونا چاہئے۔ تجلیات ربانی اور حقیقت سبحانی سے واقف ہو کر سیر الی اللہ حاصل ہوتی ہے۔ اس لطیفہ کا رنگ سرخ ہے۔ اور اس کی ولایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں میں ہے۔ اس کی مفتاح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ ہے مکان میکائیل کا ہے۔ یہاں پر نفس ملہمہ کی صفت عیاں ہوتی ہے۔

۴۔ چوتھا لطیفہ سری: مقام اس کا معرفت اور منزل اس کی لاہوت ہے۔ مشاہدہ حق ہوتا ہے۔ یعنی مقام حضوری کا ہے۔ قلب کا پردہ فواد یہاں پر اٹھتا ہے۔ فلک شمس سے منسوب

ہے۔اس لطیفہ میں تصور اسم ذات کا کامل ہوتا ہے۔تجلیات جلالی و جمالی اور معرفت الٰہی سے سیر باللہ حاصل ہوتی ہے۔اس لطیفہ کا رنگ سفیدی مائل بینگنی ہے۔اس کی ولایت موسیٰ علیہ السلام کے قدموں میں ہے۔اس کی کلید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُوسٰی کَلِیۡمُ اللہِ ہے۔ مکان جبرائیل کا ہے۔کئی مست رَبِّ اَرِنِیۡ کہتے یہاں نظر آتے ہیں۔درحقیقت نماز اسی لطیفہ میں قائم ہوتی ہے۔ اور نفس مطمعنہ ہو جاتا ہے۔ **الانسان سری وانا سرہ** سے واقف راز ہونا مراد ہے۔

۵۔ پانچواں لطیفہ خفی: قلب کا پردہ جبہ القلوب ظاہر ہوتا ہے۔مقام الٰہی ہے۔یہاں پہ سالک کو ذکر سلطان نصیرہ کرایا جاتا ہے۔حقیقت اس کی مراقبہ ومکاشفہ ہے جس سے اسرار الٰہی مکشوف ہوتے ہیں۔ مقام اس کا عرفان منزل باہوت ہے۔ فلک اس کا مریخ ہے۔تصور اسم ذات کامل ہونا چاہئے۔تو واردات وحدیت خزانہ لطیفہ کا اَللہُ الۡبَصِیۡرُ منکشف ہوکر سیر مع اللہ حاصل ہوتی ہے۔ اس لطیفہ کا رنگ سبز ہے۔ اور اس کی ولایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدموں میں ہے۔اور مفتاح اس لطیفہ کی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ عِیۡسٰی رُوۡحُ اللہِ ہے۔مکان حضرت جبرائیل کا ہے۔یہاں نفس راضیہ ہو جاتا ہے۔

۶۔ چھٹا لطیفہ اَخۡفَا: عقل کلی بھی کہلاتا ہے۔ذکر اس لطیفہ کا مراقبہ فنا ہے۔قلبی پردہ ہویدا سے منسوب ہے۔مقام استغراق یعنی مکمل عرفان ہے۔منزل اس کی ہاہوت ہے۔ فلک مشتری سے منسوب ہے۔مراقبہ اور اسم اعظم کے کامل تصور سے وجود میں واردات وحدت (حقیقت محمدیہ) منکشف ہوکر سیر مع اللہ حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ برزخ محمدی ہے۔رنگ اس لطیفہ کا بنفشی ہے۔اس کی ولایت حضرت محمد ﷺ کے قدموں میں ہے۔ نفس مرضیہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی مفتاح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللہِ فنافی الرسول کا مقام ہے۔

۷۔ساتواں لطیفہ: (رفیق) اَنَا سلطان فنافی اللہ ہے۔جس کی انتہا فنافی اللہ ہے۔قلبی پردہ بجبۃ القلوب ہے۔فنافی اللہ ہوکر بقا باللہ ہوتا ہے۔اس کا مقام بالا عرفان اور منزل باہوت ہے۔مراقبہ وجدان اور کامل نتیجہ سے حاصل ہو جاتا ہے تاکہ ذات وجود میں گم ہونے لگے۔اس وقت سالک اسم ذات کی آواز در و دیوار سے اور شجر سے بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح انا اللہ سنتا ہے۔نور اس لطیفہ کا بے رنگ ہے۔ولایت اس کی اللہ کے نیچے ہے۔مفتاح اس کی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہے۔یہاں پہنچ کر نفس کاملہ مرضیہ ہو جاتا ہے۔

ان لطائف میں معرفت الٰہی تین طرح کی ہے۔معرفت ذات،معرفت صفات اور معرفت افعال۔سالک کو جب معرفت افعال ہو جائے تو وہ معرفت صفات حاصل ہوتی ہے اور معرفت صفات ہوتو معرفت ذات حاصل ہوتی ہے۔ انبیاء علیہ السلام کو یہ تینوں معرفتیں حاصل ہوتی ہیں۔

روایت ہے کہ جب لیلیٰ کے قاصد کو مجنوں نے پوچھا کہ لیلیٰ نے میرے جسم کے کس حصے کا گوشت طلب کیا ہے تو لیلیٰ نے یہ جواب پاکر کہا ابھی مجنوں کا عشق کچا ہے اور مرتبہ عالم ناسوت میں ہی گرفتار ہے۔اور لطیفہ قلبی میں عشق کی دھڑکنیں ہی محسوس کرتا ہے۔کچھ عرصہ بعد لیلیٰ نے پھر گوشت طلب کیا تو مجنوں نے کہا کاٹ کر لے جاؤ۔لیلیٰ کو معلوم ہوا تو کہنے لگی کہ اب میرے مجنوں کا عشق کامل ہوگیا ہے اور مرتبہ ملکوتی میں ہے اور لطیفہ روحی میں عشق دل کی جانب سے روح میں سرایت کر چکا ہے۔اور پھر مجنوں نے انا لیلیٰ کہنا شروع کیا جس طرح شاہ منصور نے انا الحق پکارا تھا تو وہ مرتبہ جبروتی میں فنافی العشق (فنافی الشیخ) ہو چکا تھا۔اور لطیفہ سری میں عشق کے راز سے محرم تھا جب ''میں'' جاتی رہی تو لیلیٰ لیلیٰ پکارنے لگا۔تو یہ مرتبہ لاہوت کا تھا۔اور لطیفہ خفی میں عارف ہو چکا تھا۔اور اس کے بعد ایسی گم گشتگی پیدا

ہوئی نہ لیلیٰ یاد رہی نہ مجنوں۔غرضیکہ نہ خودی نہ خدا نہ ذکر نہ ذاکر نہ مذکور ہی رہا۔

فقط فقر آیا تو کیا باقی رہا — نہ بادہ کش باقی نہ ساقی رہا

سبحان اللہ عالم حقیقی نے کس خوبصورت انداز اور ترتیب سے ساری کائنات کی حقیقت اور مکمل دین کی معرفت کتاب مبین میں درج کر دی اور کوئی تعجب نہیں کہ اس کے مقرب بندگان دین نے اپنی چشم بصیرت اور قلب سلیم سے اس وجود انسانی کی مکمل سیر کی۔جس طرح شاہ شمس تبریز نے ایران کے معروف عالم مولانا روم کو اپنی کرامات الٰہیہ سے اس اُم الکتاب کا ایک صفحہ کھول کر باطن اور اسرار الٰہی کی تھوڑی سی جھلک دکھائی تو مولانا نے فرمایا

شمس تبریزی نور مطلق است — آفتاب است و ز انوار حق است

بالآخر اپنے آپ سے باخبر ہو کر حقیقت آشنا ہو گئے تو ہستی موہومہ کی تمام کثافتوں کی جگہ ہستی مطلق کی لطافتوں نے لے لی تو وحدت کے آئینہ میں یہ منظر نظر آیا کہ۔

جملہ معشوق است و عاشق پردہ — زندہ معشوق است و عاشق مردہ

عارفین اللہ اور انبیاء کا ذہن طرزِ فکر اللہ تعالیٰ کی صفات کا قائم مقام بن کر زندگی کی ہر حرکت اور ہر چیز کا رشتہ براہِ راست نہیں اس کی معرفت اور وسیلہ، واسطہ سے استوار کرتا ہے۔اس رشتہ کی تلاش سوائے اہل روحانیت کے اور کسی قسم کے اہل علم وفن نہیں کر سکتے۔عابد ومعبود، شاہد ومشہود، طالب ومطلوب، عاشق ومعشوق کے مابین یہ رشتہ اَشَدَّ حُبًّ اللہ (عشق) سے قائم ہوتا ہے اور وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کا علم جسے علم لدنی کہتے ہیں جو لطائف کے مقامات کی سیر سے پروان چڑھتا ہے۔

ست لطائف نفس قلب روح سر خفی تے اخفا — سلطان رفیق فنا فی اللہ دا باطن ذات الٰہ
ذکر نفی اثبات لطائف کلمہ حق پکائیو — پڑھ کلمہ ہو کلمہ جائیو کلمہ وچ سمائیو

مراتب حق

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

ترجمہ: وہ (اللہ) وہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین (کی اس حکمتوں بھری کائنات) کو چھ دنوں (کی مدت) میں پھر وہ مستویٰ (و جلوہ افروز) ہوا عرش پر۔(الحدید ۵۷۔آیت ۴)

سوال: سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے ارض وسماء کو چھ دن میں کیوں بنایا؟ جب کہ وہ با آسانی اسے ایک لمحہ ہی میں پیدا کر سکتا تھا۔خدا تعالیٰ کے فرمان سے حقیقت واضح ہے کہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔آخر چھ دن میں ارض وسما پیدا کرنے اور ساتویں دن عرش کے قرار پکڑنے میں کیا راز ہے۔یہ راز ہی رہتا اگر وہ ہمیں پیدا نہ کرتا۔ہمارا وجود اس کے قانون وضابطہ فطرت پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے کس ترتیب سے بتدریج تمام اشیاء موجودات کو اپنے ازلی ارادے کے مطابق ظاہر کیا۔یہ چھ طویل المیعاد مراحل کی مراتب تکوین کی طرف اشارہ ہے، ان مراتب میں خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کی پیدائش کا اندازہ کرتے رہے۔پہلے مرتبہ میں خدا تعالیٰ خود پنہاں تھا۔دوسرے مرتبہ میں ظاہر ہونے کا ارادہ کیا۔تیسرے میں جو کچھ بنانا تھا اس کی حقیقت سوچی اور لباس مقرر کئے چوتھے میں اپنی ذات کا پرتو ڈال کر حقیقت کو ظاہر کیا۔یعنی مجمل کو مفصل کیا۔پانچویں میں لطیف صلاحتیں پیدا کیں۔چھٹے میں لطیف کے ساتھ کثیف صفات بھی شامل کر لئے تو پھر عرش قرار پکڑا یعنی کہ ساتویں مرتبہ میں جو کہ تمام صفات لطیفہ وکثیفہ کا جمیع الجامعہ تھا کو جسمیت سے موسوم کر کے نظام کائنات کا شعور بخشا۔اس کی ترکیب یوں ہوئی کہ پہلے مرتبے میں ذات دوسرے میں نور تیسرے میں سر چوتھے میں امر پانچویں میں عقل اور چھٹے میں نفس جس کے بعد ساتویں

درجہ میں وجود آدم کو مکمل کیا۔ ان مراتب کے نام کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت ہیں۔ پہلے تین مراتب قدیمہ حقی اور نزول کے ہیں۔ تقدیم اور تاخیر ان میں عقلی ہے زمانی نہیں۔ باقی تین مراتب خلقی عروج کے ہیں۔

المرتبہ الاولی: یہ مرتبہ احدیت ہے سب سے پہلا لاتعین ہے۔ قید واطلاق سے مقدس ہے۔ غیب الغیب بے حدود اور بے اندازہ ہے۔ تمام مراتب حقی خلقی (ذات الٰہ امہاتی) میں سلب تھے۔ مرتبہ وحدت نور جمال صفات سے منزل باہوت جو کہ انسان کے وجوب امکاں ہونے کی دلیل ہے۔ اسم صفت کی نسبت سے پاک اور تمام اشیاء کا جمع الجامع تھا۔ احدیت کی تعریف اس کے ذاتی مراتب باہوت' ماہوت اور ورالورا (سلطان نصیر المحمودہ) سے ظاہر ہے کہ وہ ذات بے رنگ' بے نشان تھی۔ اور یہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤ کی دلیل ہے۔ انسان جو کہ احدیت کے تمام حقائق اور علم کی ایک مکمل کتاب مبین ہے کے اوراق پڑھنے سے ساتویں لطیفے میں اس مرتبہ کی تصدیق ہوتی ہے جس کا نور بے نشان اور كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝٢٩ (الرحمٰن ۵۵:۲۹) سے موصوف ہے حضور محمد ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فنا فی الرسول کی منزل طے کر کے پھر فنا فی اللہ ہو کر اللہ کلیم سالک پر اس لطیفہ کا خزانہ مکشوف ہوتا ہے جیسے حضور نے فرمایا۔ مَنْ حَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالٰى جو شخص دوست رکھتا ہے دیدار خدا کو تو خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے دیدار کو۔ اس لئے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ سے سالک محرم اسرار ہوتا ہے اسے تحت الثریٰ سے سات ولایت تک اس کی رسائی ہوتی ہے۔

المرتبہ الثانیہ: یہ مرتبہ وحدت جسے حقیقت محمدیہ بھی کہتے ہیں دوسرا مرتبہ تعین اول ہے جو

عدم اضافی ہے۔ احدیت (عدم مطلق) اور وحدیت (عدم جامعہ) کے درمیان وحدت ہی برزخ کبریٰ ہے کیونکہ وحدت کا منشا احدیت اور وحدیت ہوتی ہے۔ اسی میں مراتب ازلیت وابدیت کے مکشوف اور اولیت وآخریت کا رابطہ اور باطنیت وظاہرت کا واسطہ پیدا ہوتا ہے وحدت جو اصل جمیع اشیاء ہے کا اطلاق اس بنا سے کہ دریافت احدیت اس مرتبہ میں ہوتی ہے۔ احدیت مرتبہ کل تفصیل ذات ہے اور وحدت مرتبہ اجمال صفات ہے۔ لیکن احدیت کی انتہا اس مرتبہ وحدت میں ہے کہ حق تعالیٰ کا ازلی ارادہ تھا تمام اشیاء کی حقیقت سوچی وہ حقیقت کیا تھی۔ علم اللہ تعالیٰ جو کہ اپنی ذات واسماء صفات با کمال اور جمیع موجودات کا عَلَى الْوَجْهُ الْكَمَالِ مِنْ غَيْرِ الْاِمْتِيَازُ بَعْضًا مِنْ بَعْض بلفظ دیگر حضور پرنور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات جس کا منشاء کل مراتب احدیت میں ایک عشق کا مقام ہے۔ جس کی منزل ہاہوت ہے جو کہ انسان کے وجود میں دلالت کرتا ہے۔ لطیفہ اخفا کے باطن عقل کلی میں اس بات کی دلیل ہے۔ رَبِّ مُحَمَّدٌ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدٌ رب محمد کا نہ پیدا کرتا محمد ﷺ کو تو یہ کائنات وجود میں نہ آتی۔ تو سالک اس حال سے گذر کر مقام قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى سے باخبر ہو جاتا ہے۔ اور حدیث نبوی ﷺ لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ کی حقیقت کو پالیتا ہے۔ یہ عالم استغراق کی وجدانی کیفیت کا نام ہے۔ (مجھ کو پروردگار کے ساتھ ایسا وقت ہے کہ نہیں پہنچتا فرشتہ مقرب اور نبی مرسل)۔ (حدیث نبوی ﷺ)

لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتًا یار و سچ نبی فرمایا
چپ محمد جس نے پایا او سے بھید چھپایا

مگر اس مقام پر کوئی نہیں پہنچتا سوائے فنا فی الرسول اللہ ﷺ کے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ مَنْ رَاٰنِيْ فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ جس نے دیکھا مجھے پس اُس نے دیکھا صورت

حق کو۔ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ (اوّل وہ شے ہے جو پیدا کی خدا تعالیٰ نے میرا نور ہے اور میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومن میرے نور سے ہیں)۔ اور مومن کا احترام کرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن کی یہ پہچان ہے گم اُس میں ہیں آفاق کیونکہ لذات دنیا سے بے نیاز ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

یہ ہے وحدت (نورِ محمدی) کی حقیقت اگر وحدت نہ ہوتی تو کثرت کا نام ونشان نہ ہوتا۔ خدا تعالیٰ اپنے محبوب سے اس حدیث کی روشنی میں لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ وَ رَوایته لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهرت الرَّبُوْبِيَّةَ (یوں مخاطب ہیں پیارے محبوب اگر نہ ہوتے آپ تو نہ پیدا کرتا میں آسمان اور پھر کہا اگر نہ ہوتے تم تو البتہ نہ ظاہر ہوتی میری ربوبیت)۔

المرتبہ الثالثہ: تیسرا مرتبہ وحدیت کا ہے۔ جسے حقیقت انسانیہ تعین ثانی کہتے ہیں۔ اس مرتبہ میں تمام حقائق کے لباس سوچے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات کا وجود علی الترتیب کیسا ہونا چاہئے۔ یہ سب کچھ اپنے مجمل ارادے میں مکمل کر کے پھر کُنْ فَيَكُوْنُ کہا اس مرتبہ میں حق تعالیٰ نے اپنی ذات کا ظہور پردہ صفات پر کرنا چاہا کیونکہ صفت غیر ذات نہیں۔ البتہ ذات ہے۔ صفات کے بغیر ذات کا دیکھنا ناممکن ہے۔ یہ صفاتی مرتبہ عدم جامعہ ہے۔ اس مرتبہ میں لطیفہ خفی کا مقام رنگ سبز ہے۔ منزل اس کی باہوت ہے۔ عالم تفصیل، عالم نور اور عالم شہود کے عجائبات ظاہر ہوتے ہیں اور سارے اسماء صفات اللہ اور صفات کونی (کون ومکاں) اس میں ایک ایک کر کے ظاہر ہوئے۔

ذات حق را بے صفاتش کس ندید — ذات حق باما کند گفت و شنید

المرتبہ الرابعۃ: چوتھا مرتبہ روحیت ہے۔ یہ عبارت ہے اشیاء کونیہ مجردہ بسیط سے جو کہ ذاتوں اور امثالوں پر ظاہر ہوتی ہے۔ یہ احدیت کا عین مظہر پاک منزہ اور لطیف ہے۔ عروج کا تیسرا مقام ہے۔ جب حق تعالیٰ کو اپنی معرفت کا شوق ہوا تو جمال ذاتی اور کمال صفاتی کا مشاہدہ کر کے عدم کو وجود میں لانا چاہا تو روح کو اپنے حکم سے اپنی صورت پر پیدا کیا قولہ تعالیٰ۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝٢٩ میں نے پھونکی اس میں اپنی روح اور وہ (فرشتے) اس کیلئے سجدہ کرنے والے ہیں۔

(الحجر ۱۵۔ آیت ۲۹)

چونکہ رُوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ہے اور حکم ہمیشہ حاکم کی ذات کی خصوصیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے روح عدم کو وجود میں لانے والی ہے۔ ہندوؤں کے خیال میں انند اور سرگ باشی اسی مرتبہ کا ماحصل ہے۔ کیونکہ وہ عیسائیوں کی طرح روح اور توحید کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ اس سے آگے ان کی رسائی نہیں کیونکہ حقی مراتب کی سیر کیلئے حضور ﷺ کا وسیلہ درکار ہے۔ جس سے وہ محروم ہیں۔ لطیفہ سر السری کا مقام ہے۔ منزل اس کی لاہوت ہے۔ لیکن جبروتیہ قوت سے اسرار الٰہیہ واردات معرفت و عالم محمدیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ تجلیات جلالی اور جمالی اس میں ہیں۔ علامہ اقبال کا ارشاد اسی مقام کی طرف ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی — جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

المرتبہ الخامسۃ: پانچواں مرتبہ عالم مثال جس کو عقل کہتے ہیں اور سائنس دان جس کو Supreme Intelligence (عقل عرفانی) کہتے ہیں۔ یہ عبارت اشیاء کونیہ مرکبہ لطیفہ سے ہے جو کہ دو قسم کا ہے۔ مطلق اور مقید جس تک انسان کا خیال پہنچے وہ مقید ہے اور جس تک عقل نارسا ہو وہ مطلق۔ اس مرتبہ پر عناصر میں قوت طبعی کے ساتھ مزاج پیدا کیا

جس سے ارکان یعنی اربع عناصر ظاہر ہوئے۔آگ، ہوا، پانی اورمٹی ہم مخلوط ہوئے جیسے ماں کی رحم میں نطفہ سے یہی چاروں عناصر پیدا ہوکرمل جاتے ہیں۔نہایت کمزورسی صورت اختیار کرتے ہیں۔جیسے پانی میں کچھ تغیر وتبدل کے بعد قوانین فطرت کے مطابق خود بخود حقیر سا کیڑا پیدا ہوجاتا ہے جو اپنے خالق حقیقی کے **حَیُّ وَ قَیّوم** ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح ماں کے پیٹ میں وہی کیڑا (سپرم) ارتقائی مدارج طے کرتا ہے۔جب جسم کی تکمیل ہوجاتی ہے اوراس میں روح قبول کرنے کی صلاحیت آجاتی ہے تو مرتبہ روحیت سے روح اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں آجاتی ہے۔اسی طرح نباتات کی مثال لیجئے۔پانی میں تو فطرت کے قانون کے مطابق کمزور گھاس پیدا ہوجاتی ہے۔اور پھر اپنے ارتقائی مدارج طے کرکے قد آور درخت ہرا بھرا لباس پہنے کرہ ارض کی زینت بن جاتے ہیں۔جمادات میں ہیرے جواہرات کی ابتدائی شکل نہایت کمزور تھی اور اب قدرت الٰہی سے سخت سے سخت معدنیات پائی جاتی ہیں۔غرضیکہ اس مرتبہ میں عالم مثال اور عالم ارواح کے بھید مخفی ہیں۔منزل اس کی مطلق ہوتو جبروتیہ مقید ہوتو ملکوتیہ ہے۔لطیفہ روحی کا مقام ہے۔

المرتبہ السادسہ: چھٹا مرتبہ جس سے مراد ہے کہ عرش پر قرار پکڑا، وجود آدم کا ہے، مذکورہ جسمانیہ ذاتیہ وحدت اور وحدیت کا جمیع الجامعہ ہے عروج کے مراتب میں سب سے پہلا مرتبہ ہے۔عرش سے تحت الثریٰ تک سارے افلاک طبقات زمین حقائق وعلوم الٰہیہ اس میں پوشیدہ ہیں اس کا مرتبہ احدیت کی آخری تجلی احسن تقویم کی خوشنما حسین وجمیل لباس میں ظاہر ہے۔بظاہر وحدت کا مظہر اور سر خدا ہے باطن اس کا حق ہے۔رنگ اس لطیفہ کا زرد ہے۔اس مرتبہ میں لطیفہ قلب کا مقام ہے جس کی منزل عالم اجسام میں عین ناسوتی ہے جسے عالم سفلی بھی کہتے ہیں۔نفس امارہ اور نفس لوامہ کے وصف کے ساتھ عیاں ہے۔پس ثابت

ہوا کہ انسان انہیں مراتب کو بتدریج طے کرکے اللہ تعالیٰ یعنی ذات احدیت کی ربوبیت کو پہچان سکتا ہے کیونکہ صفات کی مکمل نفی ہوجاتی ہے اور ذات کا تصور ہی باقی رہ جاتا ہے۔پس سالک ناسوت میں واقف ،ملکوت میں واصف، جبروت میں عارف ،لاہوت میں عاشق، ہاہوت میں عشق اور ہاہوت میں معشوق ہوجاتا ہے۔

المرتبہ السابعہ: ساتواں مرتبہ عالم اجسام شہودیت کا ہے اہل شہود مراتب کا یہاں پر ہی اختتام کرتے ہیں۔اسے نفس بھی کہتے ہیں۔کیونکہ منزل اس کی ناسوت اور رنگ نیلگوں۔ روح نفس کی قید میں آجاتی ہے۔یہ مرتبہ عبارت ہے اشیاء کونیہ مرکبہ کشفیہ سے جو کہ تجزی اور تبعیض قبول کرتے ہیں کیونکہ۔

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کرنہیں سکتی　　چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

یہ مقام لطیفہ نفس کا ہے۔اگر نفس امارہ سے لوامہ ہوجائے تو منزل ملکوتی ظاہر ہوتی ہے اور پھر کشف علوی عالم ملکوت کے حالات ظاہر ہوتے ہیں۔سالک کیلئے یہاں سیر فی اللہ کی ابتداء ہوتی ہے۔سیر الی اللہ کیلئے سبھی طالب نکلتے ہیں لیکن منزل پر چند ایک عاشق صادق پاکیزہ قلب صالح ذہن رکھنے والے ہی پہنچ پاتے ہیں۔

سات مراتب حقی خلقی تنزیہی تشبیہی　　تشبیہ سے تنزیہہ کو ڈھونڈ و دیکھو نور حقیقی

توحید الٰہی کا عرفان

لَآ سے اِلٰہَ جب اِلَّا میں ہوا اللہ — مقصود خدا تھا محمد کا وسیلہ
فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ — محبوب تیری خاطر کیا ارض و سما پیدا

توحید الٰہی یہ ہے کہ ذات باری اپنی صفت علم کے ساتھ موصوف اور اپنی صفات وقدرت سے ظاہر ہو۔ حدیث قدسی سے اللہ کی صفتِ نمود عارفین اللہ پر منکشف ہوئی۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتَ اِلَّا اَفْلَاكَ وَرَوَایتہ لَوْلَاكَ لَمَا اظہرت الرَّبُوْبِیَّۃَ اے محبوب اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو زمین وآسمان (کائنات) معرض وجود میں نہ لاتا اور میری ربوبیت (عدم سے وجود) میں ظاہر نہ ہوتی۔

آپ فرماتے ہیں اِنِّیْ اَلَسْتُ مَاحَكُمْ اِنِّیْ ابیت عِنْدَ رَبِّیْ فبطعمنی وَ یَسْقِیْنِیْ میں تم میں کسی کی مانند نہیں میں اپنے رب کے حضور میں رات گذارتا ہوں۔ وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ بارگاہ خداوندی میں میرا ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے جہاں میرے ساتھ مقرب فرشتہ یا کسی نبی مرسل کی بھی رسائی نہیں۔

آپ حضور ﷺ اطاعت حق، رضائے الٰہی، عشق ومعرفت ربانی کی بہترین مثال ہیں واقعہ معراج میں آپ کو مقام قرب سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا۔ گرچہ مقام کا فاصلہ تو تھا لیکن قرب میں فاصلہ نہ تھا۔ آپ دنیا و مافیہا سے ماورا حالت توحید میں خود سے گم ہوگئے کہ فنائے صفت میں بے صفت ہوکر متحیر ہوگئے۔ اللہ کی وحدانیت میں خود کو عدم خیال کیا جہاں کہنے والا اور جواب دینے والا سمیع وبصیر حق تعالیٰ تھا۔ نفس قلب روح قرب الٰہی میں سب سے جدا اور بیگانہ ہوگئے۔ چاہا کہ وجود کی نفی تام کردیں لیکن مقصودِ الٰہی اقامت

محبت تھی۔ فرمان ہوا اے محبوب اپنے حال میں رہو چنانچہ فنائے حق سے حق کا وجود ظاہر ہوکر ہمکلام ہوا کہ۔

مقام قرب کی انتہا ہو جیسے
نور سے نور ملا ہو جیسے

نسبت نور خود نور بنا دیتی ہے — قلب مومن کو حضور بنا دیتی ہے

توحید الٰہی یہ ہے کہ عرش سے آواز آئے۔

میرا عاشق دو عالم سے جدا میرے لئے ہے
یہ بندہ دل و جان سے فدا میرے لئے ہے

توحید کا بیان (اقسام توحید)

توحید کی تین اقسام اور نو مراتب ہیں۔ نفسی، آفاقی، آسمانی، صفاتی، تمثیلی، شرنائی، شہودی، وجودی، تنزیہی۔

(۱) توحید ذاتی (معرفت) (۲) توحید صفاتی (حقیقت)
(۳) توحید افعالی (شریعت وطریقت)

توحید کے معنی کسی شے کے واحد ہونے کا علم ذات احدیت حق تعالیٰ کی وحدانیت کو شواہد وکون ومکاں میں نور ایمان سے معائنہ کرکے واجب الوجود (لاموجود الا اللہ) کا اثبات اور جملہ موجودات (ممکنات) کو حق کے مقابل معدوم اور محتاج سمجھنا مراد ہے۔ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۳﴾ (البقرہ ۲) تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ (البقرہ۲۔آیت ۲۵۵)

دائم وقائم اور اپنے افعال کے ساتھ صانع وفاعل واحد خالق حقیقی معبود یکتا ہے اور ذات وصفات میں کَانَ اللّٰهُ وَلَمۡ یَکُنۡ مَعَهٗ شَیۡءٌ وَ اِلۡاٰنَ کَمَا کَانَ ہے (فقط) اللہ اُس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی اور اب بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔ ربوبیت خود حق تعالیٰ کا علم ہے۔ جو ذاتی علم باللہ ہے جہاں خود حق تعالیٰ اپنی ربوبیت کیلئے آئینہ ہے جس میں ذات حق کی صفات منعکس ہوتی ہیں تو جستجوئے یار وصل یار کے طلبگار عارفین اللہ اپنے دل ودماغ کو خدائی صفات کے رنگ (صبغتہ اللہ) تخلو باخلاق اللہ سے رنگ لیتے ہیں۔

۱۔توحید ذاتی کیا ہے؟: توحید ذاتی یہ ہے خدا کے قدم کو حدوث (خلق) سے پہچاننا شرع توحید کا گذر نبوت کے دریا میں ہے اور حق بحر محیط ہے۔ شرع توحید مانند چراغ ہے حق توحید مثل آفتاب ہے۔ اس لئے شرع توحید کو حق کے مقابل لانا گویا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ اصل عین (وجود) نہیں بدلتا مگر عین کی صفت بدل جاتی ہے۔ جب مردِ حق شریعت میں علم الیقین، طریقت میں عین الیقین سے حقیقت کا مشاہدہ کر کے حق الیقین کے ساتھ توحید الٰہی کے مقام پر پہنچتا ہے تو اُس کے قلب (قلب مومن عرش اللہ تعالیٰ) کے آگے زبان گنگ ہو جاتی ہے اور روح (امر ربی) کے آگے قلب مغلوب ہو جاتا ہے توصفت کی گفتگو (منہ الیہ) اُسی ذات کی طرف ہو جاتی ہے۔ یاد رہے اس مقام پر جو ذات حق کے ہوتے ہوئے اپنے آپ (خود) کو دیکھتا ہے اُسے عرفان خداوندی حاصل نہیں کیونکہ اس مقام پر جملہ کائنات کی ہستی تو انوار الٰہی میں ایسی فنا ہو جاتی ہے کہ سالک حدوث وامکان سے پاک اور آزاد ہو کر قطرہ انابت ذات حق کے دریا میں فنا درفنا ہو کر خود سے ایسا بے خبر گم ہو جاتا ہے کہ نہ وجود، نہ شہود، نہ قدم نہ عدم نہ خبر نہ اثر کچھ باقی نہیں رہتا۔

مجھے بود ہے نہ نمود ہے نہ وجود ہے نہ شہود ہے
میں جو ہوں سو ہوں تو جو ہے سو ہے، تو خود ہی بود و نمود ہے

یہ کیفیت احوال ووجدان ازلی ذات کی توحید معرفت عرفان خداوندی ہے کہ وہ مقام تنزیہی ہے جس کی طرف حضور اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا لِیۡ مَعَ اللّٰهِ وَقۡتٌ لَا یَسۡعُنِیۡ فِیۡهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرۡسَلٌ مجھ پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ (ذات حق کے سوا) نہ فرشتہ، نبی اور مرسل کو کوئی قربت یا دخل ہے اس وقت مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے جس نے اپنے آپ کو فنا سے پہچان لیا یقیناً اس نے حق تعالیٰ کو بقا کے ساتھ پہچان لیا۔

۲۔توحید صفاتی کیا ہے؟ صفات جملہ وموجودات کو صفاتِ خدا سمجھنا اور حق تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق کیلئے علم مع اللہ حق تعالیٰ اور اُس کی جملہ صفات واسماء کے ساتھ ہو اُس کی واحدانیت کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے عین الیقین کے ساتھ باری تعالیٰ کی صفات کے ظل وعکس کو کائنات میں وَهُوَ مَعَكُمۡ اَیۡنَ مَا كُنۡتُمۡ (الحدید ۵۷۔آیت ۴)
وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِهٖ (الانفال ۸۔آیت ۲۴) دیکھنا مراد ہے۔

جملہ موجودات کو صفات حق گردانتے ہوئے شواہد کون ومکان کا اخلاص کے ساتھ معائنہ ملاحظہ کر کے حق تعالیٰ کے واجب الوجود کا اثبات کر لینا کہ توحید صفاتی کی نسبت سے فطرتاً تمام کائنات کی جملہ اشیاء کو اصل واجب الوجود (وجود حق) میں مستغرق اور جاری وساری دیکھ کر محسوس کرنا کہ جو کچھ موجود ہے اُس کا انحصار وجود حقیقی (ذات حق) پر ہے۔ فنائے بے ثبات وعارضی ممکن الوجود (انسانی وجود) اور بقائے دوام (حق) واجب الوجود کا راز اپنے وجود خاکی کی نفی اور ذات حق کے اثبات میں مضمر ہے۔

کمال زندگی دیدار ذات است   طریقش رستن از بند جہات است
(علامہ اقبال)

اے طالب تو اپنے وجود کی انائیت کو ختم کرنے اور خواہشات کے معبودوں کو توڑ کر ذات مطلق کے جمال وحسن کو آفاق اور اپنے اندر جلوہ گر دیکھ سکے گا لیکن قطرے کا دریا میں گم ہو جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قطرہ اپنی انفرادیت کھو بیٹھتا ہے بلکہ اُس کے ننھے سے دل میں گویا

دریا سماچکا ہے۔

ہو مجھ میں نہاں جیسے خوشبو ہے گلاب اندر　　انداز یہ کیسا ہے دریا ہے حباب اندر

سلسلہ تصوف چشتیہ کے سربراہ خواجہ معین الدین چشتی سنجری (المتوفی ۶۳۳ھ) کے نزدیک حق اور خلق بندہ اور خدا کے درمیان دوری کا حجاب اس لئے ہے کہ بندہ من وتو کا فرق ختم نہیں کر پاتا، جب تک اُس کا اپنا وجود باقی ہے خدا بندے سے محجوب (پوشیدہ) ہی رہیگا۔

گر بقا طلبی اولت فنا باید　　گرتا فنا نشوی رہ نمی بری ببقا

(حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)

تلاش اوکنی جز خود نہ بینی　　تلاش خود کنی جز او نہ یابی

(علامہ اقبال)

مَیں جب ہوں تم مخفی ہو میں نہ ہوں تم ظاہر ہو
شاہ زماں نے آپ کو پایا اپنے ہی کھو جانے میں

(پیر شاہ زمان سید)

۳۔توحید افعالی: جسے علمی، شہودی اور نفسی بھی کہتے ہیں اس توحید سے مراد افعال جملہ موجودات کو خدا کا ہی فعل سمجھنا، مخلوق کیلئے احکام الٰہی علم من اللہ جاننا اور پھر خلوص دل سے عمل کرنا اور تسلیم کرلینا کہ ذات حق واحد لاشریک لائق عبادت ہے۔ پختہ یقین کرنا کہ ذات حق اپنے افعال میں خود قادر مطلق ومختار کل ہے۔ اپنی حیات سے حیی اپنے سمع سے سمیع اپنے بصر سے بصیر اور اپنے کلام سے کلیم ہے۔ اُس کی توحید شریعت اور طریقت کی جان ہے۔ ایمان کی کلید ہے۔ اس کی تصدیق دعوت عام اور تحقیق دعوت خاص ہے۔ کل افعال ومفعولات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ (اَلصّٰفّٰتِ ۳۷) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال ۸۔آیت ۱۷) قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (الاحقاف ۴۶۔آیت ۱۰)

جب عارف کو توحید افعال کے علم کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو علم توحید صفاتی کا عرفان ملتا ہے۔ توحید صفات سے توحید ذات کا علم وعرفان کا ہونا خدا تعالیٰ کے فضل واحسان کے بغیر ممکن نہیں اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تَفَكَّرُ فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَفَكَّرُ وَفِيْ ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى اس مقام کے علم کا طریق تفکر فی الافعال اور نظر واستدلال ہے۔ عارف کامل کی منزلِ مقصود توحید معرفت ہے۔ اسے توحید الٰہی بھی کہتے ہیں۔ عارفین اللہ مقامات ومراتب سیر الی اللہ و فی اللہ و مع اللہ طے کر کے مقام عین الجمیع وجمع ہوکر خدا جو انتہائے مراتب توحید ہے تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں تو خود کو بے خود اور عدم محض پاتے ہیں تو گویا وہ اعیان ثابتہ (قدیم) میں ہیں قرآن انسان کی اس حالت کا بیان فرماتا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ①

ترجمہ: آیا انسان پر اوقات میں سے کوئی وقت (ایسا) گذرا ہے کہ وہ ایسی (وجود خارجی ذہنی، نفسی) چیز نہ تھا جس کا ذکر کیا جاوے)
(الدھر ۷۶: آیت ۱)

روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم اس آیت کریمہ کو قاری سے سنتے تو فرماتے یَا اَیَّتُھَا تُمَّتْ کاش یہ حالت پوری مکمل ہوجائے اور جہاں (عدم) سے ہم نے سفر کیا تھا وہیں جا پہنچیں اور کثرت وحدت میں گم ہوجائیں۔

فاعل دا ہے فعل تمامی کوئی غیر نہ جانی
لا موجود الا اللہ ہے سمجھ قرآن دے معنی
تشبیہوں تنزیہہ نوں لبھیں حق دی ذات پیارے
جس دے امروں کل پسارے روح عناصر چارے
شاہ زماں ایہہ راز حقیقی صاف قرآن بتاوے
باجھوں مرشد کامل یارو سمجھ کسے نہ آوے

تحصیل علم الحقیقت کی اہمیت

اللہ تعالیٰ سبحانہ ہر جبروتی عظمت وجلال اور خوبی کا سزاوار ہے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ (بقرہ ۲:۲۸۲) (ہر شے کا علم رکھنے والا) وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ (بقرہ ۲:۱۹) (اُس کا علم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم اسرار کے ساتھ لاحق اور اظہار کے ساتھ محیط ہے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر چہارگانہ فرائض علوم کے بیان کا ذکر ہے۔ تلاوت قرآن، تعلیم عرفان القرآن، تعلیم وحکمت اور تزکیہ نفس۔ فرائض علوم نبوت کا بیان ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران ۳:۱۶۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ اہل ایمان پر بہت بڑا احسان کیا۔ جب انہیں میں سے اپنا رسول (ﷺ) بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

علم عرفان القرآن کی تلاوت شریعت اور تعلیم کتاب وحکمت (علم لدنی) طریقت ہے۔ قرآن حکیم میں اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ: اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ (البقرہ ۲۔ آیت ۱۵۱)

شریعت جس علم کا ظاہر ہے طریقت اس کا باطن ہے جسے علم لدنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

علم لدنی کا اظہار قرآن کی اس آیت سے ہوتا ہے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمہ: پس انہوں نے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت عطا کی ہوئی تھی اور اپنے پاس سے علم (علم لدنی) عطا کیا تھا۔ (الکہف ۱۸۔ آیت ۶۵)

علم لدنی کا ادراک مطالعہ کتب سے نہیں بلکہ صحبت عارفین اللہ سے ہوتا ہے اسی لئے طریقت میں ارادت شیخ کو فرض اولین کا مرتبہ حاصل ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں۔

"علم لدنی کے حصول کا ذریعہ قرآن کا باطن ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کا سینہ اطہر ہے اس علم لدنی کے حصول کا فقط واحد ذریعہ انعکاس ہے اس کے ادراک کا پتہ چلانا قیاس سے بعید ہے"۔ (التفسیر المظہری)

امام حسن بصریؒ سے مروی ہے۔

"علم دو قسم کا ہے ایک قلب کا علم، پس یہی علم نافع ہے اور دوسرا زبان کا علم پس یہ بنی آدم پر حجت ہے"۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۳۷)

ملا علی قاریؒ حدیث مذکورہ کی شرح میں یوں رقم طراز ہیں۔

"پہلا علم باطن ہے اور دوسرا علم ظاہر ہے"۔ (مرقاۃ المفاتیح ۱۔۱۵۶)

شریعت احکام الٰہی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور کلمہ توحید، فعل و عمل مجاہدہ، نیت اور اخلاص بالعمل دونوں لازم وملزوم ہیں۔ احکام شریعت کی حفاظت طریقت کے بغیر محال ہے۔ شریعت میں احکام الٰہی و اخلاق علم فقہ کی پابندی اور عمل و مجاہدہ ہے اور طریقت میں اس مجاہدہ کا محاسبہ (self-assessment / psyco-analysis) ہوتا ہے۔ نیکی و بدی خیرو شر، ریاکاری اور تکبر دغا فریب کو اپنے مافی الضمیر اور قلب کی کسوٹی پر پرکھنے کے عمل کو محاسبہ کا نام دیا گیا ہے۔ جیسے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوتا چلا جاتا ہے نفس امارہ کی بری خصلت نیکی میں بدل کر

نفس لوامہ میں بدل جاتی ہے۔ برائیاں اور الائشیں ختم ہونا شروع ہوتی ہیں اُن کی جگہ طالب سالک کا دل نیک کاموں کی طرف جھکنے لگتا ہے۔ تو نفس ملہمہ کی خصلت غالب آجاتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شریعت کا وضو تو پانی سے بار بار کرنا پڑتا ہے مگر طریقت کا وضو دائمی ہے جو گناہوں سے توبہ کر لینے سے ہوتا ہے۔

کر پاک دل کو غیر سے ہر دم وضو رہے — صلوٰۃ میں معبود تیرے روبرو رہے
ہو تیری نماز دائمی ہستی سے جا گزر — ایسا گزر کہ ہستی کی باقی نہ بُو رہے

خلاصہ تحریر یہ ہوا کہ شریعت کا مغز طریقت ہے اور طریقت کی حقیقت احسان ہے جو اہل اللہ کی باطنی کیفیات، کشف و کرامات کا ذریعہ ہے۔ اہل ظواہر کو منازل تصوف طریقت، حقیقت اور معرفت کے وجود کو تسلیم کرنا چاہیے کیونکہ شریعت بغیر حقیقت کے ریا اور خود نمائی ہے اور حقیقت بغیر شریعت کی حفاظت کے نفاق ہے اور جسم کو روح سے الگ کرنے کا فعل ہے۔ اگر عالم دین تصوف کے معانی اور معاملہ کی حقیقت کو جان لے تو عارف باللہ بن سکتا ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں "جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف سے نابلد رہا پس وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنایا مگر فقہ اور احکام شریعت کو نظر انداز کر دیا وہ زندیق ہوا۔ جس نے ان دونوں کو اخلاص بالعمل سے لائحہ عمل بنالیا اُس نے حق کو پالیا"۔

(مرقاۃ الفاتیح ۱:۲۵۶)

معلوم ہوا کہ شریعت ظاہر ہے اور حقیقت اس کا باطن ہے ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر مکمل نہیں گویا۔

علم ابتدا کا نہ ہے انتہا کا — مَیں ہوں راز تعمیر ارض و سما کا
شریعت میں میری تعمیر مضمر — طریقت میں رستہ ملا ہے خدا کا
کرو پیدا اوصافِ اسلام ایسے — رہے نام باقی نہ مکر و ریا کا
فرشتوں کا مسجود بن کر بھی انساں — پا نہ سکا راز اپنی بقا کا

حقیقی علم کے ارکان

حقیقی علم کے مندرجہ ذیل چار حصے ہیں۔

اوّل ذکر توحید: اس کے چار ارکان کا ذکر سورۃ آل عمران آیت ۶۴ میں آچکا ہے۔

دوئم: باطنی علم حقیقت کے بھی چار ارکان ہیں۔

(۱) احکام قرآن (۲) اصول فقہ (۳) اتباع رسول (۴) اجتہاد

سوئم: علم صفات باری تعالیٰ اپنی صفات علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام کے ساتھ دائم ہے۔

چہارم: افعال باری تعالیٰ۔ اللہ سبحانہ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ہر شے کا خالق و مالک ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ (الصّٰفّٰت ۳۷) اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور عدم سے وجود میں لایا اور جملہ موجودات ممکنات اشیائے کائنات کا محرک اور فاعل اِلٰهَ الْعٰلَمِيْنَ ہے وہ اپنے افعال میں خود مختار ہے کسی کا محتاج نہیں۔

ظاہر دا حق باطن ویکھیں وچہ صفات پیارے
سب منازل حقی خلقی وچہ وجود ہیں سارے
فاعل دا ہے فعل تمامی کوئی غیر نہ جانی
لا موجود الا اللہ ہے سمجھ قرآن دے معنی

(صفحہ 66: از کتاب راز دل۔ شاہ زمان سیّد)

درجات علم

حضرت محمد بن فضل علیہ الرحمۃ نے علم کے تین درجات فرمائے ہیں۔

(۱)علم من اللہ (۲)علم مع اللہ (۳)علم باللہ

(۱)علم من اللہ: اللہ کی طرف سے اپنے پیارے رسول ﷺ پر قرآن کریم، احکام الٰہی، فقہ کا علم شریعت کو وحی کر کے نافذ العمل کرنا، علم الیقین کے علم فقہ اصول اور علم توحید کی درستگی کرنا علم من اللہ ہے۔

(۲)علم مع اللہ: علم من اللہ کو اخلاص بالعمل وعین الیقین کے ساتھ طریق حق (طریقت) میں دینی واردات، مقامات اولیاء اللہ اور روحانی درجات کی معرفت حاصل کرنے کا نام علم مع اللہ ہے۔ دیگر جبر وقدر کے درمیان صحیح راستہ اختیار کرنا بھی شامل ہے اور یہ صراط المستقیم بصیرت سے نظر آتا ہے۔ مگر سیدھا راستہ کیا ہے؟ ارشاد باری ہے۔ فَاعْبُدُوْهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٥١﴾ میری غلامی کرلو یہی سیدھا راستہ ہے۔ (الزخرف ۴۳)

(۳)علم باللہ: علم عرفانِ خداوندی اور علم معرفت سے مراد ہے۔ اس منتہا درجہ کے علم کے حصول کیلئے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زہد و ریاضت اور مجاہدہ کیا آپؒ فرماتے ہیں میں نے تیس سال مجاہدہ کیا مگر مجھے علم اور اُس کی پیروی سے زیادہ مشکل کوئی اور چیز نظر نہیں آئی۔ معلوم ہوا کہ معرفت حق تعالیٰ کے مقام پر حق الیقین ہو کر عینی مشاہدات، وجدانی کیفیات واردالوجود ہونے لگیں تو دینی واردات یعنی بندے اور خدا کے درمیان روحانی نسبت کا باطنی شعور و تحقیق و توجہ الیٰ خالق و تعلق باللہ تصوف کا منہاج ہے اور یہ مقام ولایت کی نشانی ہے۔ چنانچہ تصوف جو دینی اسلامی واردات کی حیثیت رکھتا ہے حصول (ایمان اکمل) راسخ الاعتقادی علم الاخلاص بالعمل کا واحد ذریعہ ہے۔ طالب علم و سالک عقائد کی پختگی، کمال ایمانیت اور طریق

حق سے روحانی تجربات و مشاہدات سے گذر کر اپنے وجود کے لطائف ستہ کو منور کرتا ہے اور حالت سکر و وجد میں یہ کہتا سنائی دیتا ہے۔

جز ذوق طلب جز شوق سفر کچھ اور مجھے منظور نہیں
اے عشق بتا اب کیا ہوگا لگتا ہے منزل دور نہیں

حضرت ابو وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "جس نے صرف علم کلام پر اکتفا کیا اور زہد و مجاہدہ نہ کیا وہ زندیق (کافر) ہے جس نے علم فقہ (شریعت) پر قناعت کی اور تقویٰ اختیار نہ کیا تو وہ فاسق و فاجر ہے"

عظیم المرتبت امام غزالی جن کو فلسفہ، منطق اور علم الکلام پر کما حقہ عبور حاصل تھا اور علاوہ ازیں الراسخون فی العلم کا درجہ بھی حاصل تھا۔ اُن کو علوم ظاہر سے ذہنی اطمینان اور سکون قلب نہ مل سکا۔ بالآخر مدرسہ علم طریقت میں داخل ہو کر ہی تزکیہ نفس اور صفائے باطن اور تصفیہ قلب کی راحت نصیب ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں نے علم الکلام کے علماء سے پوچھا تمہارے پاس حق ہے تو کوئی تسلی بخش جواب نہ ملنے پر صوفیائے کرام کی بارگاہ میں پہنچا، اُن سے پوچھا کہ حق کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا حق ہماری راہ میں ہے چنانچہ میں نے اُن کی راہ کو اپنا لیا اور حق کو پالیا۔ چنانچہ راہِ حق پر چلنے والے عارفین کو حق تعالیٰ سبحانہ نے اپنے اسماء اور صفات کی مہک کے ساتھ معرفت الٰہی کی خوشبو سے معطر و منور کر دیا اور اپنے محبوبان اولیاء اللہ خواص کے سوا عوام الناس کو اپنے لطائف اور اسرار کی تحقیق (کھوج) سے مستور و پوشیدہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ ہر مخلوق کیلئے وہی چیز بہتر ہے جس کیلئے اُسے پیدا کیا گیا ہے اُس کے حصول کی راہ اس پر آسان کر دی گئی۔ مخلوق کا علم محدود بمقابلہ علم الٰہی لامحدود ہے کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت مخلوق کی صفت پر حاوی ہے۔ جیسے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٥﴾ جس قدر تمہیں علم کا حصہ دیا گیا ہے دراصل وہ بہت تھوڑا ہے۔ (سورۃ اسرا ۱۷)

ادراکِ علم عجز ہو ادراک علم ہے
فقر و رضا، ریاضت اطاعت کا حکم ہے
ہر حال میں قناعت کر شکر شاہ زماں
لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ ہے

ترجمہ: اگر تم نے شکر کیا تو تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ (۱۴:۷)

علم وعمل پختہ ایمان، کمال اطاعت، صبر وشکر، توکل وتقویٰ، عشق وایثار، ذکر وفکر تصوف کے بنیادی تقاضے ہیں جنکی تکمیل اہل طریقت وسالک کا مقصود ہے۔ اہل اللہ نے دینی واردات، علمی اور روحانی منازل ومراتب حق مرشد کامل کے وسیلے سے طے کر کے منتہائے مقصود اور قرب الٰہی تک رسائی حاصل کی اور معرفت حق کو پالیا۔ ارشاد باری سے واضح ہے۔

يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے درجے بلند کرے گا اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

المختصر علم کی دو اقسام ہیں ایک ہمارے اکتسابی معلومات کا خزانہ ہے۔ جس کا علم الٰہی سے کوئی واسطہ نہیں۔ دوسرا علم (علم تصوف) جو خواص اہل تصوف اولیاء اللہ کو اللہ کے خاص احسان سے عطا ہوتا ہے۔ جب سالک کی روح اور قلب سے اعمال صالح کا نور ظاہر ہونے لگے تو یقیناً علم العرفان سے اُس کی عقل عرفانی کو باطنی ادراک حاصل ہو گیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اُس پر علم باطن (علم العرفان) کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں۔ اہل اللہ نرم خو خلق کے ساتھ خُلق اور خالق کے ساتھ صدق کو تصوف سے تعبیر کرتے ہیں۔ کسی طالب علم نے حکیم الامت علامہ اقبال سے تصوف پر اظہار خیال کرنے کی فرمائش کی تو آپ نے مولانا رومی کا یہ شعر پڑھا اور آبدیدہ ہو گئے۔

زادِ دانشمند آثار قلم زادِ صوفی چیست انوار قدم

ترجمہ: عالم قلم پر چلتا ہے۔ اور صوفی قدم پر چلتا ہے۔

علم الیقین ۔ عین الیقین ۔ حق الیقین

علم کے معنی ہے کسی شے کا جاننا، علم سے بے خبری اور ساھون جہالت ہے علم کی صحت پر شک اور بے یقینی ہو تو وہ علم قیاس آرائی، وہم وگمان اور متشبہات میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ علم محض اعتقاد، ایمان کامل کی تائید وتصدیق نہیں کر سکتا۔ علم کی صحت کا معیار شریعت ہے اور شریعت ظاہر ہے اور طریقت فی الحقیقت شریعت کا باطن ہیں۔ دونوں لازم وملزوم ہیں شریعت اور طریقت کا رشتہ جسم اور قلب کا ہے۔

شریعت کا علم احکام واصول فقہ، عبادات ومعاملات ظواہر تک محدود ہے۔ لہٰذا علم الیقین علم من اللہ کے اخلاص بالعمل سے مراد ہے یہ علماء کا درجہ ہے۔ یہ درجہ مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔

جب کمال شریعت اپنے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے تو اُس کا نام طریقت ہے۔

طریقت کی منزل محبت وعشق اور اذکار جہری، پاس انفاس، نفی واثبات سے طے ہوتی ہے خود کو نفی اور اللہ کو اثبات کرنے سے عینی مشاہدہ ہوتا ہے جسے عین الیقین کہتے ہیں۔ عین الیقین سے ایمان اور عقیدہ کی پختگی، عقیدہ اور علم میں یکسانیت اور ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ درجہ عارفوں کا ہے، عارف معرفت نفس سے نفس رحمان کی پہچان کرتا ہے۔ مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ کی حقیقت سے آشنا ہو کر حق الیقین سے معرفت ربانی کا کشف، احوال حق کے معائنہ کی کیفیت وجدانی میں خود کو اللہ کی ذات میں فنا محسوس کرتا ہے۔ یعنی حق کے ساتھ علم مع اللہ سے گذر کر علم الی اللہ ہونا، عرفان خداوندی سے فھو المراد ہونے کا نام حق الیقین ہے یہ محبان خدا (ولی العبد) اللہ کا دوست اور محرم ذات حق اور فنائے ذات کا مقام ہے۔ بعض عاشق زاد عشق الٰہی میں اس مقام پر پہنچ کر ایسے معدوم ہو جاتے

ہیں کہ حسین بن منصور حلاج کی طرح (متوفی 309ھ) حق الیقین سے آگے حق الحق کا نعرہ انا الحق پکارنے لگ جاتے ہیں۔ توحید ظاہری میں حسین بن منصور حلاج شرک کا موجب بن کر شرعی احکام کی زد میں آگئے۔

حسین بن منصور حلاج کے نعرۂ انا الحق کو علمائے ظواہر نے اعلان الوہیت سمجھا اور اُسے سزا کا مرتکب ٹھہرایا حالانکہ وجودِ حق جب ماسویٰ پر غالب آتا ہے تو فانی ممکن الوجود (ہستی موہومہ) کی نفی تام ہو جاتی ہے تو ایک ہی قائم بالذات وجود (واجب الوجود) رہ جاتا ہے۔ ثابت ہوا انا الحق (میں حق ہوں) کو کہنے والا احد الوجود خود حق ہی ہے۔

حق گوئی کی پاداش میں ناحق مرے کوئی　　کیونکر تیرے عشق کا دعویٰ کرے کوئی

انا الحق کی صدا بے ریا بے باک ہے
آگ کی بھٹی میں تپ کر لوہا مثل آگ ہے
شاہ زماں لوہا نرم ہوکر کسی قابل بنا
نفسِ انسان مطمعنہ ہو جائے باطن پاک ہے

مگر ایسے صاحبان حال اولیاء اللہ منازلِ تصوف کے درجۂ کمال تک رسائی کر لینے کے باوجود اتباع رسول کے مقلد اور علمبردار ہوکر عجز و نیاز کے ساتھ مالکِ کل کی غلامی اور حاضری میں رہتے ہوئے ہمہ وقت ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں۔ اُن کا لائحہ عمل غلامی رسول عشق الٰہی ہوتا ہے۔ یقین کامل اور صدق دل سے اپنے آقا کے دیدار سے مستفید ہوتے ہیں۔

سرکار غلاموں کو مایوس نہیں کرتے
جب یاد کریں اُن کو آ جاتے ہیں خواب اندر
گستاخِ نبی جو ہوں محروم ہیں رحمت سے
پا لیتے ہیں منزل جو رہتے ہیں آداب اندر

درحقیقت وحی رسول اور احکام الٰہی کا درجہ علم الیقین ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کی پیروی اور اتباع عین الیقین ہے اور آپ کی اطاعت و محبت حق الیقین ہے۔ تصوف دراصل تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، احسان و اخلاص بالعمل کا نام ہے۔ یقین محکم عمل پیہم سے تصوف کی منازل طے ہوتی ہیں۔

شریعت استوارِ عمل ہے علم الیقین ہونا
طریقت راہِ مستقیم ہے عین الیقین ہونا
حقیقت منزل مقصود ہے حق الیقین ہونا
مقامِ معرفت کیا ہے؟ امانت کا امین ہونا

عبادت و مجاہدہ علم الیقین کیلئے، عبودیت و بندگی عین الیقین کیلئے، استغراق و وجدان حق الیقین کیلئے اور ربوبیت اور قرب الٰہی حق الحق کیلئے ہے۔ (ابوعلی دقاق ؒ)

وباللہ التوفیق

تاویل عرفان القرآن

اوّل حمد خداوند تائیں جو حمداں دا والی
سی اوہ ذات عما وچ مخفی وہم خیالوں عالی
احدیت تھیں وحدت ہوکے وحدیت وچ آیا
روح مثال شہود وجودی ہر ہر جا سمایا
جلوہ گریاں کردے کردے وجوب امکاں وچ آیا
ہر منزل وچ نور تجلہ وکھو وکھ وکھایا
جبروتی ملکوت ناسوتی تے لاہوت باہوتی
محمودہ نصیرہ منزل ماہوتی ھاھوتی
چھ مراتب حقی خلقی تنزیہی تشبیہی
وچ عیاں موجود مشابہ پائیو نور حقیقی
تشبیہوں تنزیہہ نوں لبھیں رب دی ذات پیارے
جس دے امروں کل پسارے روح عناصر چارے
صورت دسے بے صورت نوں جیونکر پھل خوشبو نوں
کرناں نال لکیر گرد دی نظری آوے تینوں
واحد ذات جمع دے اندر سوچ کے حد لگائیو
حدوں پار بے حد ہے انحد حدوں پار نہ جائیو
پانی اندر برف تے قلزم قطرے وچ پچھانی
مثل حباب توں خود نوں ویکھیں اصلی ذات ہے پانی

فاعل دا فعل تمامی کوئی غیر نہ جانی
لَآ موجود اِلَّا اللہ ہے سمجھ قرآن دے معنی
بھار امانت واپس کرکے بن امین توں یارا
ورنہ ظالم جاہل رہسی جے توں عہدوں ہارا
قول اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ دا ہن بھی یاد ہے مینوں
نفس بھلاویں توں انہاں دے جیڑے بھلے تینوں
احدیت وچ ذات اِلٰہ وحدت اللہ جانی
نور اللہ دا خاص محمد نوری صفت پچھانی
اِسم اللہ ناں دل دے اندر نُور حقیقی پائیو
لَآ موجود اِلَّا اللہ ناں سُرتا سنگ لگائیو
اللہ ناں ساہ باہر جاوے ھُو ناں اندر آوے
اسم ذات نوں قلباں اندر پاس انفاس پکاوے
(حالت نیند کا ذکر بیداری کا ذکر اس کے برعکس ہے)
ست افلاک زمیناں اندر چوداں طبق پیارے
سب منازل حقی خلقی وچ وجود ہیں سارے
ظاہر دا حق باطن ویکھیں وچ صفات پیارے
ذکر اللہ ناں روشن ہوون نور لطائف سارے
ست لطائف نفس قلب روح سر خفی تے اخفا
اَنا سلطان فنا فی اللہ ہے باطن ذات اِلٰہ

ذکر نفی اثبات لطائف کلمہ حق پکائیو
پڑھ کلمہ ہو کلمہ جائیو کلمے وچ سمائیو
گم ہو کے وچ اس دے یارا اپنی مَیں بھلاویں
حق دی مَیں نوں وارد کرکے آپ نفی ہو جاویں
آپ نفی موجود اِلٰہَ ظاہر باطن جانو
گزر کے خود تھیں خود نوں پانا خود وچ ذات پچھانو
لی معلّٰی قوسینا دا راز نبی سمجھایا
ولیاں نے حق وارد کرکے ایہہ نقطہ آزمایا
پڑھی نماز بے خبری والی قائم کدی نہ کیتی
جے نماز معراج نہ ہووے جھی نیتی نہ نیتی
اک محمدی سجدہ کافی جیکر آن کراوے
ساجد وچ مسجود ہمیشہ فرق دوئی مٹ جاوے
شاہ زماں ایہہ راز حقیقی صاف قرآن بتاوے
باجھوں مرشد کامل یارو سمجھ کسے نہ آوے

عشق و عقل

عقل کو علم و حلم ملتا ہے — عشق کو سوز و الم ملتا ہے
شاہ زماں حال وجداں میں — فقر کو لوح و قلم ملتا ہے

مشاہدہ کائنات اور مطالعہ فطرت کیلئے عقل وخرد ناگزیر ہے، قرآن حکیم نے جابجا تدبر وتفکر کا حکم دیا ہے اور ارشاد باری بھی ہے کہ جاہل اور عاقل ایک نہیں ہوسکتے۔ نیکی اور بدی، ظلمت وروشنی حق و باطل میں امتیاز اور فرق قرآن مجید وفرقان حمید میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

امام غزالیؒ جیسے دانشور فلسفی عالم دین اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے فرمودات اور اقوال قابل غور ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں صدق دل سے ایسے آئینہ قلب کی طلب کرو جس میں دنیا وآخرت کے تمام عجائبات کا مشاہدہ کرسکو وہ اسکی تائید میں یوں رقمطراز ہیں کہ عقل سے آگے ایک اور راستہ ہے جس میں عین الیقین کی باطن آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس چشم بصیرت کے ذریعہ غیب کا ادراک ہوتا ہے مستقبل میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات اور دیگر ایسے اُمور جن سے اکثر عقل قاصر ہوتی ہے وہ بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

علامہ اقبال قرآنی تعلیمات کی روح (تصوف) کو دینی واردات کہتے ہیں یہ دینی واردات کی اساس عقل براہین اور دلائل کے ذریعہ حصول علم ومعرفت عرفان خداوندی ہے جس کو وہ ایک ناقابل انکار حقیقت تصور کرتے ہیں۔ عقل کی محدودیت کو سمجھیں تو عقل پرست علما اور فقہا کا تصوف کے خلاف تنقیدی احتجاج بلا جواز ہے۔ کشف اور وجدان کے ذریعہ حاصل ہونے والا علم حقیقی ہے جو عین شریعت اور طریقت کے باہمی ملاپ سے ہی حاصل ہوسکتا ہے شریعت کے مجاہدات کو طریقت کے محاسبے کی ضرورت ہے جب محاسبے سے نفس امارہ کی اصلاح ہوتی ہے وہ بتدریج لوامہ، ملہمہ اور مطمعنہ کے مراحل طے کرکے راضیہ اور مرضیہ ہوجاتا ہے۔ ان مراحل

سے گذر کر عالم مابعد طبعیات کا ادراک و معرفت ملتی ہے اس کے برعکس علم اور عقل دونوں مل کر بھی موجودات زمانی اور مکانی کا صحیح ادراک نہیں کر پاتے۔ ظاہری علم (شریعت) بغیر باطن (طریقت وحقیقت) کے ناقص اور نامکمل ہے۔ عقل کا سرمایہ خوف، شک، بےیقینی، وہم اور بے جا تنقید ہے۔ عقل اپنی حد سے آگے حقیقت آشنا ہونے سے قاصر ہے۔ خوف، شک بےیقینی، حجاب درحجاب ہے۔

عقل را سرمایہ از بیم و شک است　　　عشق را عزم و یقیں لاینفک است

ترجمہ: عقل کا سرمایہ خوف و شک ہوتا ہے۔ اس کے برعکس عزم و یقین عشق کا لازمی جزو ہے۔

کتنے وہم و شک کے اونچے یہ در و دیوار تھے
جن کو شہر دل کی جانب نہ ملا رستہ تیرا

لیکن عشق اخلاص بالعمل کا وہ جذبہ ہے کہ حق پر ڈٹ جاتا ہے۔ امام حسین عالی مقام کا قول ہے جب تم جان جاؤ کہ تم حق پر ہو پھر جان کی پرواہ نہ کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بت پرستوں کی انتقام سے بھڑکائی گئی آگ میں بے خوف وخطر کود پڑے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق　　　عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

واقعہ کربلا میں امام حسین عالی مقام کا باطل کی یزیدی طاقت کے سامنے حق کیلئے سینہ سپر ہو جانا عشق حقیقی کی فتح اور کامیابی تھی۔

سینہ سپر تھا حق باطل کے سامنے　　　تھا حق پہ جان دینا عقیدہ حسین کا
کلمۂ حق سنا دیا تیروں کے سائے میں　　　دیں کو بچا گیا یہ کلمہ حسین کا

طالب سالک کو چاہیے کہ عقل کی محدودیت کے برعکس ایمان بالغیب، وجدان، الہام، جذبہ عشق، یقین کامل، توکل علی اللہ، اخلاص بالعمل کی صفات پیدا کرے۔ عقل مطالعہ فطرت اور مشاہدہ کائنات کیلئے چراغ راہ ضرور ہے لیکن منزل نہیں۔ مولانا جلال الدین رومی نے حقیقت تک پہنچنے کیلئے اور سراغ زندگی کو پانے کیلئے عقل وخرد کی بجائے جذبہ عشق، عزم و یقین محکم عمل پیہم

کے ساتھ قرآنی معرفت کا سہارا لیا اور بحر حقیقت کی تہ تک پہنچ کر گوہر مقصود پا لیا۔ علامہ اقبال مفکر اسلام نے عقل کی دیوانگی کو عشق کے نشتر سے ٹھیک کیا اور سلطان العارفین بابا پیر محمد حسین قدس سرہ (میرے والد اور مرشد کامل) نے عقل کو ارتقائی استعداد اور شعور کی منازل طے کروائیں اور اس کو علم تصوف (عرفان الٰہی) سے آگہی دی اپنے دیوان میں فرماتے ہیں۔

چہار عقول ادیب پہچان　　　سات مراتب اندر جان
حق کا محرم ہے انسان　　　دل سے دور نہیں رحمان

وَفِي الْأَرْضِ آيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٢١﴾

(الذاریات ۵۱: ۲۰، ۲۱)

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ　　　(الانفال ۸: آیت ۲۴)

ترجمہ: اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے اور اسکے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے

اور زمین میں میری نشانیاں ہیں جو اہل یقین ہیں اور تمہارے نفسوں میں کیا تم نہیں دیکھتے جبکہ تم کو بصائر (باطنی آنکھیں چشم بصیرت) عطا کر دی گئی ہیں کہ اللہ انسان کے جسم اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہے۔

قرآن مجید میں جابجا تدبر و تفکر (تحقیق) کا حکم ہے۔ عقل کی ارتقائی و روحانی اصلاح تربیت سے ہوتی ہے جو عقل جسمی سے استدلالی جزوی، عرفانی اور عقل کلی تک رسائی حاصل کرتی ہے اور مراحل و منازل تصوف کے ساتھ ساتھ سفر کرتی ہے۔

1- عقل جسمی (استدلالی) ہر جاندار اور حیوانات کو اُس کی استعداد (ظرف) کے مطابق دی گئی ہے۔

2- عقل جزوی (قلبی) سے ہر بنی نوع انسان جو افضل مخلوقات نیکی و بدی حق و باطل کو جاننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ علم و فراست کے ساتھ ودیعت کی گئی ہے۔

3- عقل عرفانی (قلبی) وحقیقت انسان مابعد الطبیعاتی حقائق عالم مادی سے ماوریٰ حقائق

کومنکشف ہونے میں مدد دیتی ہے۔ بندگان خداوجدانی الہامی کیفیات وواردات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

4- عقل کلی، عقل عرفانی شعور کے درجہ کمال سے مراد ہے اسے عقل کل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ شبِ معراج میں ذات ایزدی کے روبرو ہمکلام بھی ہوتے ہیں اور حیرت وانبساط میں مسکراتے بھی ہیں۔ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ (ہم نے محبوب کوقرآن (غیب کی خبریں دینے والا) سکھایا اور ماضی اور مستقبل کا علم دیا یعنی عقل کلی سے نوازا۔ معرفت ربانی عقل کے درجہ کمال (عقل عرفانی) کے نور سے حاصل ہوتی ہے۔ عقل کلی سرور کائنات محمد مصطفی ﷺ کوعطا ہوئی اور حضور ﷺ کے توسط سے اللہ کے خاص بندوں مقربین اور انبیاء کوعقل کلی کا حصہ عطا کیا گیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

منع حکمت شود حکمت طلب   فارغ آید او زتحصیل و سبب

عاشق اور طالبِ مولا کی محبوب حقیقی سے یاری، نمازی ہو یا رازی اور عشق کی بے نیازی کو مولانا رومی، امام غزالی اور بوعلی سینا نے ابتدائی واوائل دور میں علوم عقلی، نقلی اور استدلالی کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کی کہ وہ حقیقت منتظر کبھی لباس مجاز میں آجائے انہوں نے ان تھک سعی کی لیکن عقل استدلالی کو اپنی کم مائیگی ومحدودیت میں عجز وانکساری کی حالت میں دیکھا تو جذبہ عشق ایمان ویقین محکم، تقویٰ وتوکل، اخلاص بالعلم اور وجدانی کیفیت کا سہارا لیا اور عقل قلبی اور عرفانی سے عین الیقین ہوکر حق الیقین کے ساتھ حقیقت آشنا ہوئے بقول علامہ اقبال۔

عقل کی گھتیاں سلجھا چکا ہوں   مرے مولا مجھے صاحبِ جنون کر

عشق وجدان مستی سے طالب حق کیلئے معرفتِ خداوی کا دروازہ کشادہ ہوگیا تو اُس نے لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ بحرِ حقیقت میں غوطہ زن (مراقبہ) ہوکر مکاشفہ کے ذریعہ حقیقت کی صدف کو نکال لیا اور اُس سے گوہر معرفت کو حاصل کرلیا۔

جمالِ عشق و مستی نے نوازی،   جلالِ عشق و مستی بے نیازی
کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر   زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی

عقل جن حقائق کائنات اور اسرارِ حیات کی تلاش میں عمر گذار دیتی ہے عشق کو وحی و الہام کی بدولت براہِ راست ادراک ہوجاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ عقل انکشاف حقائق کا اولین مرحلہ ہے اور وجدان اور عشق آخری مرحلے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے ایک فلسفی اسکالر برگھسان نے وجدان کوعقل کی ترقی یافتہ اور اعلیٰ صورت کہا۔ میرے نزدیک ارتقائی مراحل میں عقل سے علم، علم سے شعور اور شعور سے (سوچ وچار) تفکر (تحقیق) کے مرحلہ کا آغاز ہوتا ہے تو بقول بھلے شاہ کی جاناں میں کون اور علامہ اقبال کو بھی روحانی القا سے اپنی منزل کا انکشاف ہوا۔

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اقبال اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر آپ ہی منزل ہوں میں
حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانہ دل کے مکینوں میں
؎ نہ پایا تجھ کو کعبہ میں بھی، ڈھونڈا شاہ زماں آخر
مَیں دل سمجھا جسے اپنا وہ تیرا ہی تو گھر نکلا

داتا گنج سید علی بن عثمان الہجویری اور حکیم الامت علامہ اقبال کے آزمودہ اقوال قابل مطالعہ ہیں جو عقل کی محدودیت سے باہر نکلنے کی راہ طریقت بتاتے ہیں۔

1- ایمان اور معرفت کی انتہا عشق ومحبت ہے اور محبت کی علامت بندگی اور غلامی ہے۔ (داتا گنج بخش)

2- جب نفس انسانی خلوت سے جلوت (اتباع رسول) قدر وخود آشنائی سے کارفرمائی (عشق حقیقی کے ذریعہ) وجدان کی طرف بڑھتا ہے تو اُس سے زمانِ جوہری تخلیق ہوتی ہے۔ (علامہ اقبال)

عشق واطاعت

ارشاد باری ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ ۲:۱۶۵) اور ایمان والے اللہ سے عشق کرتے ہیں مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء ۴:۸۰) جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اُس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔ اسلامی تعلیمات کی بنیاد خدا اور اُس کے محبوب رسول مقبول کی اطاعت، عشق رسول اور يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ پر ہے۔ مسلمان کی مکمل اور صحیح اطاعت و بندگی کی بنا پر خدا کی رضا اور انسان کامل اور بندۂ مومن کی رضا و دعا میں گم ہوجاتی ہے کہ انسان کامل فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ (آل عمران ۳:۵۱) اللہ کی بندگی اور غلامی میں بے اختیار ہوکر اپنا اختیار اپنے اللہ کے سپرد کر دیتا ہے یہ اطاعت کا نقطۂ عروج ہے۔ بندۂ مومن کی کوئی خواہش اور مرضی خدا کی مرضی اور حکم کے خلاف نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنی تمام خواہشات کو اللہ کی اطاعت میں دے دیتے ہیں تو بندہ و خدا کا باہمی ربط معرفت دوطرفہ محبت میں بدل جاتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر اپنے بندہ سے راضی ہو جاتا ہے اس طرح ذاکر و مذکور، عابد و معبود میں محبت اور اطاعت کا مستحکم رابطہ ایسا قائم ہوجاتا ہے کہ بقول علامہ اقبال۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

خدا اور اُس کے رسول کی محبت اور اطاعت میں صداقت جذبہ تسلیم و رضا دیکھ کر فرحت محبت میں اللہ خود اپنے بندہ کا محب بن جاتا ہے اور وہ بندۂ خدا خدائے برتر کا محبوب بن جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے محبوب بندے کی خواہش اور دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے یہ بندۂ مومن کیلئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ خدا اپنے سچے اور فرمانبردار اطاعت گذار بندے کی رضا معلوم کرے تو کیا چاہتا ہے۔ اے پروردگار جو تیری چاہت ہے۔

سرکار بہت اچھا، ہر بات پہ یہ کہنا ہر لمحہ اطاعت میں تسلیم و رضا رہنا
بندۂ مومن قضائے حق شود چوں فنا اندر رضائے حق شود
(علامہ اقبال)
گوہر خود را بروں آرد ز صدف در رضائے حق فنا شو چوں سلف

جب بندۂ مومن خدا کی مرضی پر قربان ہوجاتا ہے تو پھر خدا کا فیصلہ بن جاتا ہے

اطاعت عشق کی کرامت کمالِ عشق ہے اطاعت

قابل توجہ نقطہ یہ ہے کہ خدا کا فیصلہ بننے سے قبل تکمیل مقصد کیلئے خلوص دل سے نیت اور عمل کا اختیار بھی دیا گیا ہے۔ قرآن کی رو سے انسان اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے۔ علم و حکمت قوت فکر و عمل، نیکی و بدی میں امتیاز اور انتخاب کی کسی قدر صلاحیت کے ساتھ اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اسے قلب عطا کیا گیا ہے جو دوسری مخلوقات کے پاس نہیں۔ انسان مجبور محض نہیں۔ اسے جزوی طور پر اختیار دیا گیا ہے تاکہ اپنے فعل کا انتخاب کر سکے۔ ورنہ جزا سزا کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ اب اس کا جواب یہ ہے۔

شاہ زماں تقدیر اور جبر قدر کا ہے یہ حل
مختار تو انسان ہے محدود ہے اس کا عمل

بندۂ مومن کی صفت علامہ اقبال کی نظر میں یہی ہے۔

تقدیر کے پابند جمادات و نباتات
مومن فقط احکام الٰہی کا پابند

انسان کسی کام کی تکمیل کیلئے جدوجہد نیک نیتی سے کرے۔ انسان کے اعمال کا انحصار نیت پر ہے۔ کامیابی اور ناکامی اللہ کی رضا پر چھوڑ دے۔ اسلام دین فطرت ہے یہ اعتدال پسندی، میانہ روی، عشق و اطاعت، مساوات محمدی کا مکمل نظام حیات ہے۔ ایسے مکمل نظام حیات میں بندۂ مومن کا کردار عشق و اطاعت کا نمونہ اور قابل تقلید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ اپنے سچے

عاشق مومن بندے کو اپنے پیارے حبیب رسول اکرم ﷺ کی اتباع، اطاعت اور محبت کا حکم دیتا ہے۔ سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ ولی اللہ حضرت داؤد گنگوہی جو عشق و اطاعت خداوندی میں نمایاں مقام رکھتے تھے، فرماتے ہیں کہ محمد عربی رسول اللہ ﷺ افلاک پر اپنے رب سے ملاقات کر کے واپس آ گئے۔ خدا کی قسم اگر ایسا موقعہ مجھے نصیب ہو جاتا تو کبھی واپس نہ آتا۔ ولایت اور نبوت کے مقامات میں یہ فرق ہے کہ ولایت کی آخری منزل اُس کی باطنی وجدان کی کیفیت ہوتی ہے۔

اللہ کے ولی کا حالت سکر سے باہر آنا اپنی توجہ اور سرتا کو الی الخالق حقیقی سے ہٹانے کے مترادف ہے۔ ولی العبد اپنی توجہ ذات وصفات الوہیت پر مرکوز رکھنا چاہتا ہے اُس کے عشق کی انتہا یہی ہے اس کے برعکس صاحب نبوت کی توجہ حال اور قال پر متوازن ہوتی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ اکثر غارِ حرا میں چالیس سال کی عمر تک صاحبِ حال وقال رہے۔ دین کی تبلیغ، علم و حکمت، اصول فقہ اور شریعت کو اسلامی معاشرے میں نافذ العمل کرنا، اُمت کو احکام الٰہی کی پابندی کروانا، باہمی بھائی چارہ، محبت و اطاعت سے اتحاد و ایمان پیدا کرنا، اصلاحی اور تبلیغی کام کرنا مقصود نبوت ہوتا ہے۔ تا کہ اللہ کے بندے اطاعت و بندگی، عشق الٰہی اور حب مصطفی ﷺ سے دلوں کا زنگ اُتار کر نورِ مصطفیٰ ﷺ سے منور کر لیں۔ حقیقی عشق و اطاعت کا خلاصہ تحریر یہ ہے۔

شریعت حقیقت عمل مصطفائی — راہِ طریقت خدا آشنائی
شجاعت امامت فقر مرتضائی — عشق کی زد میں ہے ساری خدائی

محبت الٰہی کا نقطہءِ کمال یہ ہے کہ بندۂ مومن اللہ کی رضا پر رہتے ہوئے عشق ومحبت میں توحید ذاتی کے تقاضے پورے کرے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ (التوبہ ۹:۷۲) اور اللہ کی خوشنودی و رضا سب سے بڑی نعمت خیال کرے اپنی ہستی کو رضائے الٰہی کے سپرد کر دے۔ بصارت کے ساتھ چشم بصیرت اور دل بینا کی طلب کا خواستگار بنا رہے۔

خدا سے ذوقِ وجدانی طلب کر — فقر کا عشق ربانی طلب کر
اوصاف مصطفیٰ علی و صدیق — کمالِ عمر و عثمانی طلب کر

تعلیم و تحقیق تصوف کا مقصد اطاعت حق و رسول اللہ، حب رسول اللہ اور محبت الٰہی میں رضائے الٰہی کے سوا کسی غیر کی محبت کا دخل نہ ہونا ہے جیسے عشق الٰہی کا نمونہ کمال آنحضرت رسول اکرم ﷺ نے پیش کیا کہ اپنے اللہ کو منوانے کیلئے فرحت محبت میں اغیار کے ظلم وستم کی صعوبتیں برداشت کیں اور ہر طرف سے کٹ کر اپنے اللہ ہی کے ہو کر رہ گئے اپنے خدائے یکتا کو معبود کائنات منوا دیا فرمان الٰہی ہے وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (المزمل ۷۳:۸) سب کچھ چھوڑ کر اُسی (اللہ) کے ہو جایئے جو اللہ کا ہو گیا وہ رسول اللہ کا ہو گیا جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔ (مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ)

ے
باطل ہے سب ماسواء محبت رسول
مابین حق و مصطفیٰ نہیں دوسرا قبول
الگ صفت ذات سے کیسے ہو شاہ زماں
باغِ نور وحدت کے پنجتن ہیں پھول

فقر کیا ہے؟

فقر کی ابتدا اس کے تین حروف ف: فاقہ، ق: قناعت، ر: ریاضت پر ہے اور انتہا بھی تین حروف فنا، قرب، رضا پر ہے۔ ان مراحل سے گذر کر فقر حرص وطمع، امید وتمنا اور خواہشات نفسانی سے آزاد اور بے نیاز ہوجاتا ہے۔ فقرا اسباب ظاہر سے ترک تعلق کر کے اللہ مسب الاسباب پر توکل وتقویٰ کے ساتھ قناعت کرتے ہیں اور حقیقت سے ہمکنار اور موجودات اور اسباب دنیا سے دست بردار ہوکر اپنے حال کو خلل وآفت، معصیت وذلت سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اُن کا معمول یاد الٰہی، عبادات وریاضت، عشق واطاعت، توکل برخدا اور حق کی رضا پر ہوتا ہے اور اطمینان قلب اور نفس مطمعنہ سے اپنے قلب کو انوار ربانی کا منبع بنا کر خوش وخرم رہتے ہیں۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس اللہ کی محبت کے سوا کچھ نہ ہو۔ درحقیقت اللہ کے خزائن کو مخلوق خدا میں باٹنے والے بے سروسامانی میں اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ ایک حکایت میں ہے کہ کسی فقیر کو بادشاہِ وقت نے پوچھا تمہیں کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔ فقیر نے جواب دیا کہ اپنے غلاموں کے غلام سے کچھ نہیں مانگتا۔ بادشاہ نے حیران ہوکر پوچھا یہ کس طرح اُس بے نوا فقیر نے کہا میرے دو غلام ہیں اور وہ دونوں تیرے آقا ہیں۔ ایک حرص وطمع (میری سلطنت وسیع ہوجائے) اور دوسرے امید وتمنا (مال ودولت سے خزانہ بھر جائے)۔ علامہ اقبال نے فقر کی شان ان اشعار میں بیان کی ہے۔

نگاہِ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے
تجھے گرُ فقر و شاہی کا بتا دوں
غریبی میں نگہبانی خودی کی

ایک موقعہ پر سرکار مدینہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے **اَلْفُقْرَ عِزٌّ لِاَهْلِهٖ** فقر اس کے اہل خانہ کیلئے موجب عزت ہے اور دوسرے موقعہ پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا **اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ** (فقر پر مجھے فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے) الطاف حسین حالی نے

حضورِ اکرم ﷺ کی سادگی اور فقیرانہ طرز زندگی کو یوں بیان کیا۔

سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی

شیخ ابوسعیدؒ فرماتے ہیں فقر یہی ہے جو اللہ کے ساتھ غنی ہو اور غنی وہ ہے جسے اللہ اپنی صفت غنا میں فنا وجذب کردے کہ وہ اللہ کے سوا کسی دنیاوی چیز میں راحت نہ پائے۔ غم والم، دکھ وخوشی سب کچھ من جانب اللہ پر شاکر رہے اور اپنے قلب وباطن میں اسرار الٰہیہ کی حفاظت کرے اور خود کو نفسانی خواہشات کے رذائل سے محفوظ رکھے۔ ہر مشکل اور بلا وآفت پر صبر واستقلال، اقامت ایمان واعتقاد کو کسی حال میں بھی متزلزل نہ ہونے دے۔ یہ باطنی کیفیت اور کردار فقر کے باطنی مقامات میں سب سے افضل مقام ہے۔ درحقیقت فقر فنائے مقامات کا ہی نام ہے۔ غمی وخوشی فقرا کے نزدیک برابر ہے۔

ہماری راحت کے یہی معنی ہے — ہمارا غم غم ِ دائمی ہے
ہم نے مرنے کی آج ٹھانی ہے — تم کیا سمجھو گے اے واعظ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتے ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (البقرہ ۲:۲۷۳)

ان فقیروں کیلئے جو راہ خدا میں روکے گئے ہیں۔ زمین پر (بوجہ خستہ حالی فاقہ کشی) چل نہیں سکتے۔ نادان جاہل انہیں بچنے کے سبب تونگر سمجھتے ہیں۔

اے میرے پیارے حبیب **وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ** ان صحابہ (فقراء حق) کو نہ چھوڑ یے گا (اپنے سے دور نہ کیجئے گا) جو اپنے رب کی عبادت کرتے اور صرف اُسی کے چہرے کی زیارت (وجہ اللہ) کے طلبگار ہیں۔ (الانعام ۶:۵۲)

اسی ضمن میں مزید فرمایا کہ ان کی کروٹیں خوابگاہوں سے (ذاتی رہائش گاہوں) سے

جدا ہوتی ہیں (یعنی ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں) اور اپنے رب کو پکارتے ہیں (یعنی ذکر وفکر میں مشغول رہتے ہیں) ڈرتے اور اُمید کرتے ہیں کہ سب کچھ چھوڑ کر تمام معاملات سے کنارہ کش ہو کر اپنے رب کے ہی ہو کر رہ جائیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ "میرے محبوبوں کو میرے قریب لاؤ" فرشتے عرض کریں گے کون تیرے محبوب ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ وہ مسکین فقراء ہیں۔

یہ خستہ حال فقراء محبوب ہیں خدا کے
جن کو عطا ہوئی ہے اللہ کی بادشاہی
نہ طلب سیم و زر کی نہ ہوس ملک گیری
اللہ کے دوستوں کا انعام شہنشاہی

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

بارگاہِ ذات احدیت (معبود یکتا) میں فقرا کا افضل مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص مرتبت سے نوازا ہے کیونکہ فقرا اسباب ظاہر و باطنی سے لاتعلق ہو کر صرف اللہ مسبب الاسباب کے ہو کر رہ گئے ہیں۔ اُن کیلئے خوشی وغم برابر ہیں۔ اسباب دنیا کی غیر موجودگی نہ ہونے سے محتاج ہیں نہ وہ اسباب دنیا کے حاصل ہونے سے غنی ہیں وہ اپنے پالنے والے رب پر قناعت کرتے ہیں ان کا یہی فقر ان کیلئے موجب فخر بن گیا۔ فقرا غنی کیونکر ہیں جبکہ وہ مفلسی میں رہتے ہیں؟ غنا سے مراد نعمت دینے والے خدائے برتر کو اپنانا اور برضائے الٰہی راضی رہنا۔ اُن کے نزدیک جستجوئے یار بھی وصال یار سے کم نہیں وہ عشق کی لگن سے فقراء عشق الٰہی میں اللہ کے ساتھ غنی ہیں۔ اَلْغَنِیُّ مِنْ اَغْنَاہُ اللہ اُن کی اقامت باللہ فنائے صفت ہے۔ فقر کے تمام مدارج ظاہری و باطنی سے

آگے فقر کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ فقر کی انتہا یہ ہے: ف سے فنا فی اللہ۔ ق سے قرب الٰہی اور ر سے رضائے الٰہی ہے۔

صفت انسان پر صفت رحمان غالب آجائے تو فقر کا ذوق عشق پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔ فقر کو عملاً دیکھنا ہو تو اصحابہ صفہ کو دیکھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست وولی کہا۔

جو بھی تیرے فقیر ہوتے ہیں — آدمی بے نظیر ہوتے ہیں
تری محفل میں بیٹھنے والے — لوگ روشن ضمیر ہوتے ہیں

علامہ اقبال نے حضورِ اکرم ﷺ کی حدیث پاک اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ کی روشنی میں یہ شعر لکھا۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے — خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر
یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبحگاہی — کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

رباعی

جو بھی تیرے قریب ہوتے ہیں
آدمی خوش نصیب ہوتے ہیں
تمہیں دل ہی سے چاہنے والے
لوگ اکثر غریب ہوتے ہیں

نعتیہ غزل

جامِ رحمت اُنہیں بھر بھر کے عطا ہوتے ہیں
تیرے نزدیک جو مقبولِ رضا ہوتے ہیں
وہی ذرے جو کہ کرنوں سے اثر لیتے ہیں
آخر اِک روز وہ خورشید نما ہوتے ہیں
کل صبح گذرے جو تم ہوئی قضا میری نماز
سجدے کیا مہر کی آمد پہ روا ہوتے ہیں
وہی دل دل ہیں جو دل یادِ الٰہی میں رہیں
وہی سر سر ہیں جو سر تن سے جدا ہوتے ہیں
شاہ زمان پَل کے صدف میں ہی گہر بنتے ہیں
وہی قطرے جو کہ دریا میں فنا ہوتے ہیں

تربیت گاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحابِ صفہ

اسلامی تصوف کے اولین حامل اصحابِ صفہ تھے ظہورِ اسلام کے ساتھ ہی تصوف یعنی عرفان القرآن کے درس کا آغاز ہو گیا تھا۔قرآن مجید فرقان الحمید کوئی تاریخی دستاویز نہیں بلکہ یہ شریعت وطریقت حقیقت ومعرفت الٰہیہ کا عظیم خزانہ ہے جس میں علم وحکمت ظاہری وباطنی علوم بالعمل موجود ہیں۔ چنانچہ قرآن وحدیث سے اسلامی تصوف کا وجود ثابت ہے۔اصحاب صفہ جو شریعت وطریقت کے سمندر کے غواص تھے کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئیں۔ان درویش صفت اصحاب صفہ کی شانِ فقر اور معمولات زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ (البقرہ ۲:۲۷۳)

ترجمہ: خیرات ان فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں وہ زمین پر چل پھر نہیں سکتے (کسب معاش کیلئے) ناواقف ان کو سوال نہ کرنے کے باعث تونگر اور دولتمند سمجھتے ہیں (حالانکہ ان کا دست سوال دراز نہ کرنا ان کے زہد اور خلق سے لاپرواہی کے باعث ہے) تم ان کو ان کے چہرے سے پہچان لیتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝۶۳ رحمٰن کے وہی بندے ہیں جو زمین پر اخلاق وانکساری سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ انہیں پکارتے ہیں تو وہ سلام کرتے ہیں۔ (الفرقان ۲۵:۶۳)

اصحابِ صفہ وہ غربا وفقرا بے روزگار تہی دامن لوگ تھے جو ہجرت کے بعد مدینہ چلے

آئے اور حضورِ اکرم ﷺ کی غلامی کے زمرے میں شامل ہو کر شب و روز مصطفوی تربیت گاہ سے تعلیم و تربیت کا فیض حاصل کرنے لگے۔ ان پرہیزگار متقی عبادت گذار اصحابِ رسول کا کوئی باقاعدہ ذریعہ معاش نہ تھا۔ انہوں نے دنیا سے منہ موڑ کر خود کو اللہ کے دین اسلام کیلئے وقف کر دیا تھا۔

ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ان اصحاب صفہ کی تعداد چار سو تھی۔ بعض نے سات سو تک بتائی ہے جو مسجد نبوی میں اقامت پذیر تھے۔ یہ فقرا و غربا مہاجرین میں سے تھے مدینہ طیبہ میں ان کے پاس نہ تو رہائش کیلئے جگہ تھی اور نہ ہی وہاں ان کا قبیلہ (صفہ) تھا۔ وہ مسجد کے ملحقہ چبوترے پر رہتے تھے اور ہمہ وقت قرآن مجید کی آیات کریمہ سے دینی اور روحانی تعلیم و تربیت کا فیض لیتے تھے۔ اکثر عبادت الٰہی ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ بوقت جہاد ہر لشکر کے ساتھ ایثار و قربانی کا جذبہ لے کر نکلتے تھے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن　　نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

ان نادار خستہ حال خرقہ پوش اصحابہ کا ذکر قرآن حکیم میں تاکیدی انداز میں آیا کہ (میرے پیارے حبیب) روک لے اپنی ذات کو ان کے ساتھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صرف اُس کے دیدار (وجہ اللہ) کے طلبگار ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اور اپنے آپ کو روکے رکھیں ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں اور صرف اُسی کی دید (نورانی چہرے) کے طلبگار ہیں۔ (الکھف ۱۸:۲۸)

صاحب الفتوحات الالٰهیہ اس آیت کے شانِ نزول کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

و قیل نزلت هذه الایته فی اصحاب الصفه و کانوا سبعمائة وجل فقراء فی مسجد رسول الله ﷺ۔ (اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ سات سو افراد تھے جو مسجد نبوی میں رہتے تھے)۔

رسول اکرم ﷺ کے دورِ نبوت جس کو حضور **خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ** کہا کہ سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ جسمیں اصحاب صفہ کو رسول اللہ کی صحبت سے براہ راست فیض یاب ہونے کا موقعہ نصیب ہوا۔

ان کا ذکر طویل ہو سکتا ہے۔ اختصار کے ساتھ چند ایک معروف اصحابہ کے اسمائے گرامی بیان کئے جا رہے ہیں۔

اوّل الذکر: حضورِ اکرم ﷺ کے پسندیدہ محبوب موذن حضرت بلال بن ریاحؓ۔

دوئم: حضرت ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جرح، آپ دیدار الٰہی کے طلبگار اور مہاجرین و انصار کے جرنیل تھے۔

سوئم: حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسیؓ جو حضورِ ﷺ کے عاشق و محبوب بھی تھے اور محرم اسرارِ حق اور عشق الٰہی سے سرشار تھے۔

چہارم: حضرت ابومسعود عبداللہ بن مسعودؓ عظیم المرتبت عالم تھے۔

پنجم: حضرت عتبہ بن مسعودؓ پاک طنیت و پرہیزگار متقی تھے۔

ششم: حضرت صہیب بن سنانؓ حضورِ اکرم ﷺ کے قاصد و جانثار تھے۔

ہفتم: حضرت زید بن الخطاب جو حضرت عمرِ فاروق اعظم کے برادر تھے یہ اصحابہ تارک الدنیا ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہی ہو کر رہ گئے تھے۔

ہشتم: حضرت مسعود بن ربیع القاری قبیلہ بنی قار کے سردار تھے۔

نہم: حضرت ابوذر بن جنازہ غفاری جو زہد و تقویٰ کے حامل اور دیدار الٰہی کے مشتاق تھے۔

دہم: حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ حضور کے قول و فعل کے محافظ اور ہر خوبی کے مالک تھے۔

ان کے علاوہ حضرت کعب بن عمر اور حضرت ابو ہریرہؓ عالم و فاضل اصحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تمام اصحابہ کا زمانہ خیر القرون (بہتر زمانہ) تھا وہ مرتبے اور فضائل میں کسی سے کم نہ

تھے۔سب اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی کی صحبت وشفقت ورحمت سے سرفراز ہوئے وہ نیک پرہیزگار، رذائل سے پاک لوگ تھے۔ان کے بارے میں ارشادالٰہی ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ

سب سے پہلے ایمان میں سبقت لے جانے والے مہاجرین وانصار اور وہ لوگ ہیں جو بھلائی کے ساتھ ایمان لائے۔ (التوبہ ۹:۱۰۰)

فقر وقناعت زہد و ریاضت اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا بلاشبہ اصحابہ صفہ کا فقیرانہ طریق زندگی اور سادگی نبی کریم ﷺ کو محبوب تھی۔

جو بھی تیرے فقیر ہوتے ہیں — آدمی بے نظیر ہوتے ہیں
تجھے اخلاص سے چاہنے والے — لوگ روشن ضمیر ہوتے ہیں

اصحاب صفہ صوفیا اکرام کی سب سے پہلی باوقار جماعت تھی جس نے خلوت وجلوت میں اپنی روحانی پاکیزگی کیلئے ریاضت ومجاہدہ کو دینوی معاملات پر مقدم جانا اور مجردانہ زندگی بسر کرتے رہے۔تصوف اور سلوک و احسان، تزکیہ نفس وتصفیہ باطن ان کا اوڑھنا بچھونا تھا ایسی بزرگ ہستیوں کے عمل صالح اور کلام سے معارف طریقت وجود میں آئے اور انہی سے ذواق و احوال، عشق وجدان، یقین کامل توکل وتقویٰ علی اللہ، اطاعت ومعرفت کے طریق واخلاص بالعمل اور لطائف حقیقت تشکیل پائے۔ان اصحابہ کی پیروی بدعت نہیں عین سنت ہے۔

اسلامی تصوف کا ارتقا

تصوف کے لغوی معنی ومفہوم اسکے چہار حروف میں جمع ہیں۔

(۱) تزکیہ نفس (۲) صفائی قلب (۳) ولایت (۴) فنافی اللہ

تصوف کی تعریف اوراس کے اصلاحی پہلوؤں ومفاہیم کی تفصیلاً تشریح آگے بیان کی جائیں گی۔

اوّل الذکر: یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلامی تصوف کب اور کیسے شروع ہوا اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں تو عہد رسالت اور عہد صحابہ وتابعین میں تصوف اپنے ارتقائی عمل میں رہا۔مولانا عبدالماجد دریا آبادی اپنی کتاب تصوف اسلام میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں ابتدا سے ایک گروہ ایسا موجود تھا جس نے تمام مقاصد دنیاوی سے قطع نظر یادِالٰہی، ذکرالٰہی کو اپنا نصب العین اور طریقہ عبادت بنالیا تھا ان صوفی لوگوں کا مسلک اسلام کے دائرہ میں رہ کر خالص تصوف کی پاکیزہ ترین تعلیم و تربیت کو اپنا لائحہ عمل بنالینا تھا۔اپنے قلوب کو اطاعت ومحبت الٰہی میں سرشار رہنا ان کا عمل صالح تھا۔ان پر زہد وتقویٰ عشق الٰہی کا رنگ غالب تھا باطنی احوال اور قرب وحضوری، بے خودی کے کمالات کا ظہور ہوتا تھا۔اس پہلی صدی کے دور میں اصحابہ کرام میں سے امام اولیاء آباء آئمہ اطہار علی المرتضیٰ اور اصحاب صفہ اور تابعین میں سے امام حسن بصری اور اویس قرنی، امام حسن بن علی، امام زین العابدین، سعید بن صہیب، طاؤس یمانی، داؤد بن دینار، سلیمان تمیمی، عامر بن عبداللہ تمیمی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

مسجد نبوی کا چبوترہ ان صوفیا اصحاب صفہ کی پہلی اسلامی درسگاہ تھا جہاں یہ فقرا نبی کریم ﷺ کی صحبت میں دین اسلام کی تعلیم وتربیت حاصل کرتے تھے۔

دوسری اور تیسری صدی کے ادوار میں اسلام کی سلطنت وسیع ہوتی جارہی تھی مختلف ممالک کے لوگوں میں میل جول بڑھنے سے تہذیبی، تمدنی، ثقافتی، سماجی، سیاسی اور فکری تبدیلیاں

آئیں خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی، مال و دولت کی فراوانی سے تن آسانی اور دین حق سے لاپرواہی کی وجہ سے اخلاص باالعمل کا زوال شروع ہوا تو اہل حق نے اخلاص فی العمل کی تجدید کیلئے مجاہدۂ نفس اور ریاضت کی طرف رجوع کیا۔ ان دونوں صدیوں کے معروف ترین اہل تصوف رابعہ بصری، حبیب عجمی، مالک بن دینار، فضیل بن عباس، عبداللہ بن مبارک ابراہیم بن ادھم، ذوالنون مصری حارث الحاسی، ابو یزید بسطامی، سری سقطی، ابوشبلی، حسین بن منصور حلاج، جنید بغدادی اور سہیل بن عبداللہ قابل ذکر ہیں۔ باطنی احوال، کشف وکرامات، زہد وعبادات کی وجہ سے صوفیا اکرام میں مقبول ترین صوفیا تھے۔

تصوف مصر، شام اور ایران جیسے ممالک تک پہنچ چکا تھا۔ ان بزرگوں کے الگ الگ مکتبہ فکر سے خانقاہی نظام کی ترویج ہوئی۔ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں شیخ ابوسعید خزار ابوالحسن خرقانی ابوعلی اور ابوالفرح طرطوسی، ابوبکر شبلی، ابوالقاسم القشیری (متوفی 465) خانقاہی نظام کے موجد۔ ابوعثمان المغربی کے بعد اس دور کے آخر میں امام غزالی اور سید عبدالقادر جیلانی جوصوفیا کے رہبر اور رہنما ہیں تشریف لائے جذب و وجدان، محویت واستغراق کے ذریعہ مشاہدہ حق تک رسائی کی اور خصوصاً میرے جد امجد سید عبدالقادر جیلانی (گیلانی) اور سلطان الہند سید معین الدین حسن سنجری چشتی نے اپنے صوفیانہ علم باطن اور کرامات سے لاکھوں لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ حتیٰ کہ بغداد پر تاتاریوں کے غلبہ کے بعد چنگیز خاں، بدنام زمانہ ظالم حکمران کا پوتا، ہلاکو خان کا بیٹا، تگودار خاں بغداد پر حملہ کرنے کے دوران غوث اعظم کی کرامت سے سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک خراسانی بزرگ کی عجز وانکساری، اخلاقی طرز گفتگو سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا۔

اِدھر ہندوستان میں ہندو پنڈتوں کا سرکردہ عالم راجہ دیومنہت اور جے پال جوگی مشہور جادوگر خواجہ معین الدین (533 تا 633ھ) کی کرامتوں اور علمی تبلیغ سے شکست کھا کر مسلمان ہوئے۔ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں صوفیاء کرام نے تصور حقیقت و معرفت کے نہایت دقیق اور پیچیدہ مسائل حل کئے۔ آفرینش آدم کے مدارج و تنزیلات خمسہ وستہ احدیت، وحدت،

واحدیت (تنزل) روحیت، مثالیت، شہودیت، جسمیت (عروج) تمام مدارج مذکورہ مضمون مراتب حق میں تفصیلاً بیان کر دیئے گئے ہیں۔

ان ادوار میں تصوف مابعد الطبعیاتی مسائل، نظریہ وحدت الوجود (ہمہ اوست) وحدت الشہود (ہمہ از اوست) دلائل نظری واستدلالی بنیاد پر فلسفیانہ بحث ومباحث سے دوچار ہوا۔ وحدت الوجود کا سیر حاصل مضمون میری سابقہ کتاب عرفان الٰہی معہ عرفان القرآن کے صفحہ نمبر 90 تحریر کیا گیا ہے اور اس کتاب میں بھی دوبارہ سائنسی تحقیق وضاحت کے ساتھ تحریر کر دیا گیا ہے جو قارئین کیلئے دلچسپ فکر انگیزی کا موجب ہوگا۔

چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں جن بزرگان دین باطنی واردات، حقائق تصوف، تلاوت وجود سے ظہورِ وجود کے مدارج ومراتب ستہ اور تنزیلات خمسہ ذات حق کے احدیت، وحدت، وحدیت اور اعیان خارجہ میں مراتب عالم ارواح، عالم مثال اور عالم شہود (عالم اجسام) استدلالی) پر سیر حاصل گفتگو کی اور فلسفہ تصوف مابعد الطبیعاتی مسائل پر تنقیدی اور تحقیقی بحث کی۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور شیخ ابن الفارس الحمومی نے نظریہ وحدت الوجود کو علم وحکمت دلائل وبراہین کے ساتھ بیان کیا۔

مولانا جلال الدین رومی، مولانا عبدالرحمٰن جامی اور شیخ عطار نے اسلامی تصوف کو دلکش وجد آور اشعار کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں عوام وخواص تک پہنچایا۔ اس طرح ان صوفیا نے عرفان القرآن کا درس دیا۔ چند اکابرین میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تعلیمات اسلامی تصوف کو خواص اہل علم مجموعہ شریعت وطریقت تک محدود رکھنے کے حامی تھے۔ کیونکہ علم ظاہر اور علم باطن میں فرق اور درجہ بندی قدرتی ہے۔ اسکول کے طالب علم کو یونیورسٹی یا کالج کے معیار کی تعلیم پر بحث میں الجھانا نامناسب اور قبل از وقت ہوتا ہے۔ اہل کشف و وجدان روحانی استعداد کے حامل کیلئے تمام تر حقائق وموجودات جو عالم مابعد الطبعیات میں ہیں خواہ محسوس ہوں یا عقلاً احاطہ ادراک میں ہوں کی معرفت اور عرفان عین ممکن ہے۔ انسان کی صحیح ظاہری و باطنی نشوونما فروغ

تصوف ہی سے ہوتی ہے جب کوئی ولی اللہ صوفی تزکیہ وتصفیہ پاکیزگی قلب ونظر صدق ویقین میں منتہائے کمال پر پہنچتا ہے تو خداداد صلاحیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے احسان وفضل سے مدارج ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوجاتا ہے۔ اُس کے مکشوف اور الہامی مشمولات وحی کے مطابق وموافق ہوتے ہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال کے روحانی تخیل کی الہامی واردات میں جبرائیلی صفت الٰہیہ کار فرما معلوم ہوتی ہے۔

لوگ اقبال پر کرتے ہیں گمان جبریل
مجھ کو جبریل پہ ہوتا ہے گمانِ اقبال

نمایاں قطب عارف غوث میں نور نبوت ہے
قلندر کی ولایت علی مولا کی محبت ہے
دیں کو زندہ کر دینا مجدد کی علامت ہے
نگاہ فقر میں تو شاہ زمان نورِ بصیرت ہے

شیخ الرئیس غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں اگر تو خدا کو صدق دل سے طلب کرے تو وہ تجھے ایسا آئینہ قلب عطا فرمادے گا جس میں تو دنیا وآخرت کا مشاہدہ کرے گا۔ مشاہدات ومکاشفات کیلئے مجاہدہ زہد وریاضت واذکار لازمی ہیں جن کا ذکر آگے تفصیلاً کیا جائے گا۔ امام غزالی نے تصوف جو علم معرفت عرفان القرآن ہے کو عقل وادراک سے آگے ایک ایسا راہِ مستقیم کہا ہے جس سے باطنی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس کے نور بصیرت سے غیب کا ادراک ہوتا ہے۔ آنے والے واقعات اور دوسرے ایسے معاملات جن سے عقل نارسا ہے بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ غرضیکہ تصوف کی حقیقت کو دیگر مذاہب نے بھی قبول کیا ہے اسلامی معاشرے میں تصوف کو بہت ہی اعلیٰ اور اہم مقام حاصل ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور شیخ ابن الفارس الحموی نے وحدت الوجود کا اسلامی

نظریہ قرآن کی رو سے علم وحکمت سے سمجھایا کہ ماسویٰ کا وجود حقیقی نہیں، موجودات کو وجود حقیقی (خدائے واحد) سے وہی نسبت ہے جو انسان کو اپنے سایہ سے ہے۔ سایہ وجود سے ہی متحرک ہے۔

أَلَآ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيطٌ (حم سجدہ ۴۱: ۵۴) تمام اشیاء پر اللہ غالب ہے گویا کائنات کے آئینہ میں ذات احدیت (وحدت الوجود) اپنے صفاتی حسن وجمال کا مشاہدہ کر رہی ہے۔

لاموجود الا اللہ ہے سمجھ قرآن دے معنی　　فاعل کا ہے فعل تمامی کوئی غیر نہ جانی

اسلامی تصوف کی تاریخ سے معلوم ہوا کہ دوصدی ہجری کے بعد قرآن کے بحر بیکراں سے عارفین اللہ تصوف کے قیمتی گوہر نکال کر عوام وخاص کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ انسانی شعور ارتقائی مراحل میں ہے، ظاہری اور باطنی علوم سے کئی پوشیدہ اسرار ورموز آفاق میں قدرت الٰہی کی نشانیاں منکشف ہو رہی ہیں۔ تین صدی قبل سلطان العارفین باھوؒ نے انسان کامل کے قلب کے اندر چوداں طبقات کا ذکر کیا جسکی وضاحت اس صدی ہجری کے بزگ سلطان العارفین بابا پیر محمد حسین شاہ قدس سرہٗ نے کی اور مزید برآں آپ نے اپنے دیوان میں انسان کامل کے قلب کے چھ پردوں کا ذکر فرمایا۔

امام اولیا حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا وَالْإِنسَانُ كَامِلٌ كِتَابٌ لَا رَيْبَ فِيهِ (بے شک انسان تمام حقائق کی پوشیدہ کتاب ہے) مگر اس اُم الکتاب پر مزید روحانی تحقیق اعلیٰ حضرت سلطان العارفین پیر کامل سید محمد حسین شاہ عرف تاج والی سرکار (1886ء تا 1967ء) نے اس کتاب (ناطق قرآن) کے 28 حروف سرتاپا وجود انسان کے اعضاء سے بیان کئے مراتب حق لطائف ستہ کی وضاحت، نفس وقلب اور روح کو مختلف کردار کا جامہ پہنا کر افسانوی رنگ میں روحانی حکایات پیش کیں اور انسانی وجود میں چودہ طبق کی سیر کروائی۔ آپ کی جدید تخلیقی فکر و نظر نے علم تصوف میں نمایاں اضافہ کیا۔ عارفین اللہ میں روحانی وجدانی کیفیات موجود ہوتی ہیں۔ اب علوم جدید کی رو سے قرآن کے مغز تصوف کو حکیمانہ انداز میں سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ

سائنسی ظاہری علوم اور وحی قرآن کے علم میں ہم آہنگی اور علمی اور روحانی موافقت ہو جائے اور کوئی تصادم اور تضاد نہ رہے تو شعور انسانی کی ارتقائی ترقی سے قرآن اور اسلامی تصوف کے مطالب اور معانی ایک مربوط اور منظم عقلی، حکمیانی نظریہ حیات کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اس کتاب قرآن، سائنس و تصوف کا اصل مقصود انسان کامل کو اللہ کے صحیح نائب اور خلیفہ کے منصب کے قابل بنانا ہے تاکہ وہ اپنے فرائض منصبی خوش اسلوبی سے ادا کر کے مادیت کی تمام ترقی و سائنسی ایجادات کو قرآنی تعلیمات کے تحت لائے اس عظیم کام کی تکمیل کیلئے وسیع مطالعہ اور اخلاص فی العلم اور تصوف اسلام کے بحر بیکراں میں عارف باللہ، کامل رہبر پیر طریقت کی رہنمائی سے غوطہ زنی (مراقبہ) میں مہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شریعت میں مجاہدہ اور ریاضیت کرے اور نفس امارہ کی توجہ نیک اور اچھے کاموں میں لگائے پھر کسی کامل پیر طریقت سے بیعت ہو کر تصور شیخ کے میزان میں اپنے اعمال و افعال کا محاسبہ کرے تاکہ نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو کر نفس امارہ کی مضموم خصلت کی اصلاح کر کے اسے لوامہ بنا سکے اور طالب سالک اپنے نفس امارہ کی غلامی سے آزاد ہو جائے۔ مرحلہ حقیقت میں خود بیں، خدا بیں اور جہاں بیں ہو کر اپنے نفس کو ملہمہ کرے۔ مسلسل تربیت کے بغیر ان مراحل سے با آسانی نہیں گذرا جا سکتا۔ بے سروسامانی اور فقیرانہ سادہ زندگی، دنیاوی خواہشات سے یکسر قطع تعلق اپنے اللہ کے ساتھ غنی ہو جانا ہے۔ مقصود یہ ہے طالبان حق اہل اللہ بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر اپنے نفس کو مکمل طور پر عجز و نیاز کا پیکر بنا کر خود کو اپنے مالک رب العزت کے سپرد کر دیتے ہیں اور نفس مطمعنہ کے ساتھ بارگاہ ایزدی دستہ بدستہ حاضر ہوتے ہیں اس مقام کو اہل اللہ قرب ربانی اور مقام معرفت الٰہیہ کا نام دیتے ہیں۔

اسلامی تصوف اہل تصوف کی نظر میں

اسلامی تصوف قرآن اور حدیث سے کوئی الگ شے نہیں بلکہ قرآن کی روح ہے۔

تصوف کے معنی اس کے اندر مستور ہیں تزکیہ نفس، تصفیہ قلب (صفائی قلب) فنا فی الذات حق اور اللہ سے بے لوث دوستی (ولی اللہ) اور احکام شریعت کی خلوص دل سے بجا آوری اصلاح نفس، قلب و نظر کی صفائی اور پاکیزگی، صبر و توکل، زہد و تقویٰ، ایثار و سخاوت، ادب و احیاء اخلاص، محاسبہ احتساب عمل، اخلاق و ایمان، رضائے الٰہی اور معرفت الٰہی کے مجموعہ عمل صالح کے حصول کا نام اسلامی تصوف ہے۔

امام ابونعیم روایت کرتے ہیں کہ

ان القرآن انزل علی سبعة احرف ما منها حرف الا وله ظهر و بطن و ان علی ابن طالب عنده منه الظاهر و الباطن۔

قرآن حکیم سات حروف پر نازل ہوا۔ اس کے ہر حرف کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ امام اولیاء ہیں اُن کے پاس باب علم ہونے کی حیثیت سے علم القرآن کے ہر حرف کا ظاہر بھی اور باطن بھی ہے۔ علم الاعداد سے الٰہ اور اللہ کے سات حروف اللہ اور محمد کے بھی سات حروف۔ محمد اور علی کے بھی سات حروف۔ قرآن کی سورہ اول فاتحہ کی سات آیات اور حقیقت سابعہ و لطائف ستہ بھی مراد لئے جا سکتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے (بروایت عبداللہ بن مسعودؓ) یہ بھی فرمایا کہ قرآن سات مفاہیم پر نازل ہوا ہر ایک آیت کا اس میں سے ایک ظاہر ہے ایک باطن (حقیقت و معرفت) اور ہر حد کی اپنی ابتدا ہوتی ہے۔ سورۃ فاتحہ جو قرآن کو اُم سے تعبیر کیا گیا ہے کی سات آیات کے ظاہری و باطنی معانی و مفاہیم موجود ہیں۔ میری کتاب راز دل (مجموعہ کلام) میں صفحہ ۸۳) پر کلمہ توحید کو اس شعر میں بیان کیا ہے کہ

لَآ سے اِلٰہَ جب اِلَّا میں ہوا اللہ
خلوت میں نور اللہ جلوت میں رسول اللہ

اس حدیث کی شرح میں علامہ طیبی فرماتے ہیں۔

ليس للحد والمطلع انتهاء لان غايتهما طريق العارفين بالله وما يكون سرا بين الله وبين انبيائه و اولیائه۔ (مرقاۃ المفاتیح ۱:۲۴۳)

کسی حدوآغاز کی انتہا نہیں ہے کیونکہ ان کی غایت عارفین کا رستہ ہے جو خدا اور انبیاء و اولیاء کے مابین ایک راز ہے۔

امام حسن بصریؒ سے مروی ہے:

قال العلم علمان فعلم فی القلب فذاك العلم النافع و علم علی اللسان فذاك حجة الله علی ابن ادم۔ (مشکوٰۃ المصابیح:۳۷)

علم دو قسم کا ہے ایک قلب کا علم، پس یہی فائدہ مند اور دوسرا زبان کا علم پس یہ بنی آدم پر حجت ہے۔

ملا علی قاریؒ حدیث مذکورہ کی شرح میں یوں رقم طراز ہیں:

قد يحمل الاوّل علی علم الباطن والثانی علی علم الظاهر۔

پہلا علم باطن ہے اور دوسرا علم ظاہر ہے۔ (مرقاۃ لمفاتیح ۱:۲۵۶)

علامہ شافیؒ فرماتے ہیں۔

الطريقة والشريعة متلازمان لان الطريق الى الله لها ظاهرها و باطنها فظاهرها الشريعة والطريقة وباطنها الحقيقة۔ (ردالمختار ۰۳:۳۰۳)

شریعت اور طریقت باہم لازم و ملزوم ہیں کیونکہ ایک اللہ کی طرف جانے والے راستے کا ظاہری حصہ ہے اور دوسرا باطنی۔ ظاہری حصہ شریعت اور طریقت ہے اور باطنی حصہ حقیقت ہے۔

سورۂ فاتحہ میں سوال ہے کہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ

اے میرے مولا مجھے سیدھا راستہ دکھا جواب اسکا سورۃ آل عمران میں۔ مشاہدات و واردات قلبی اور افعال ظاہری کے درمیان راہِ ربط و واسطہ ہے وہ یہ ہے فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ

مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿۵۱﴾ (۳:۵۱) میری غلامی (بندگی) کرلو یہی سیدھا راستہ ہے۔

اس کے برعکس ہر ایک مکتبہ فکر اپنا خود ساختہ راہِ مستقیم بتانے پر اصرار کرتا نظر آتا ہے۔ سیدھا راستہ تو وہ ہے جو ہر کس و ناکس امیر اور غریب محتاج و غنی، معذور و تندرست کیلئے آسان اور قابل عمل ہو۔ رب العزت نے قرآن میں راہِ مستقیم کو غلامی اور بندگی کا راستہ کہا ہے۔ اسی غلامی کے راستے پر چل کر اہل تصوف کو بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت، قرب خداوندی حاصل ہوا۔ سورۂ فاتحہ میں ان انعام پانے والوں کی تقلید اور پیروی کرنے کا حکم آیا ہے تاکہ اُن کی صحبت میں غلامی کی تربیت سے فیضاب ہونے کا طریقہ سیکھ سکیں کہ کیسے غلامی اور بندگی سے اپنے اللہ کو راضی کرنا ہے۔ اصحابہ صفہ اور دوسرے اصحابہ، فقراء، اولیاء اللہ نے اپنے اعمال صالح، اخلاص اور محبت الٰہی فقط اللہ کے ہی ہوکر اللہ سے سچی دوستی کا حق ادا کیا۔ خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں۔ عَبَدۡنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ ہم نے تیری (اے اللہ) ایسی عبادت (بندگی و غلامی) نہیں کی جیسا کہ کرنے کا حق تھا۔ حالانکہ فرمان رسول کی اتباع میں لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوۡرِ الۡقَلۡبِ ہمہ وقت حالِ عبودیت، بندگی حضوریٔ قلب کے ساتھ اپنے مالکِ دو جہاں رب العالمین کی حاضری میں رہتے تھے۔ بے شک غلامی حاضری ہی کا نام ہے۔ بارگاہ نماز میں دل و دماغ حاضر نہیں تو غلامی کا حق کیسے ادا ہوگا۔

پڑھی نماز بے خبری والی قائم کدے نہ کیتی
جے نماز معراج نہ ہووے جئی نیتی نہ نیتی

صاحب حضور وہ لوگ ہیں جن کے سامنے اللہ یعنی اسم ذات کا تصور ہو اور قلب میں سوائے اللہ کے کوئی مقصود و خواہشاتِ دنیا اور معاملات کا شائبہ تک نہ ہو تو ایسی نمازِ دائمی کہلاتی ہے۔ مولانا رومی کو کسی شخص نے بازار میں سودا سلف خریدتے دیکھ کر پوچھا کہ ہمہ وقت بندگی اور دائمی عبادت میں آپ کا یہ عمل مانع تو نہیں۔ آپ نے فرمایا۔

بظاہر درمیاں بازار باشم   بباطن ہمہ را آں یار باشم

گرچہ ظاہری طور پر میں بازار میں گھوم رہا ہوں اور اشیاء ضرورتِ زندگی خرید رہا ہوں مگر باطنی طور پر مَیں اپنے رب کے ساتھ ہوں جس سے میرا قلب ایک لمحہ بھر کیلئے غافل نہیں ہے۔

مولا کریم کو بندے کی غلامی پسند آجائے تو اُسے دنیاوی فکر سے آزاد کر دیتا ہے۔ فکر ما کارساز ما (میرا فکر اور کام اب اللہ کے سپرد ہیں) بے شک اللہ اپنے غلام کے سارے کام اپنی نگرانی میں لے لیتا ہے۔ وَاُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ میں اپنا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد کرتا ہوں (غافر ۴۰: ۴۴)۔ سورۃ الانعام میں امر واضح ہے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۲﴾ آپ فرما دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی (مناسک حج) اور میرا جینا میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (الانعام ۶: ۱۶۲)

یہ ثابت ہوا کہ اہل تصوف صوفیا اکرام مقام حقیقت پر حق الیقین ہو کر اپنے آپ کو اللہ کی حکمرانی میں دے دیتے ہیں تو اُس پر حکمرانی واحد ذات باری رب العزت کی ہی ہوتی ہے۔ من کان اللہ کان اللہ لہ اپنے تمام کام اللہ کی غلامی، بندگی میں رہ کر اپنے آپ کو اللہ رب العزت کیلئے وقف کر دے تو اُس کے سارے معاملات کی ادائیگی اللہ اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ چنانچہ جس طالب و سالک نے دلجمعی سے شریعت اور طریقت کو جمع کیا اور عمل کیا اُس نے حق کو پالیا۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی کا قول ہے کہ تصوف حق کے ساتھ صدق اور خلق کے ساتھ خلق کا نام ہے۔

اور مخلوق کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے والے کو اہل تصوف کہا جائے گا۔ بعض اہل تصوف مشائخ دین جو قلبی واردات اور روحانی تجربات سے عملاً گذرے ہیں وہ تصوف کو سراسر حال سے تعبیر کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک امام معروف کرخی فرماتے ہیں۔

التصوف ھو الاخذ بالحقائق والیاس مما فی ایدی الخلائق

تصوف حقائق کو لینا اور مخلوق کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس سے بے نیاز ہو جانے کا نام ہے۔
(حیوۃ الشیخ ارسلان الدمشقی)

شیخ ابوبکر بن اسحاق بخاری فرماتے ہیں۔

قال بشر ابن الحارث الصوفی من صفا قلبہ اللہ۔ بشر بن حارث کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جس کا قلب اللہ کیلئے صاف ہو جائے۔ (شرح التعرف فی مذہب التصوف ۴۹)

یعنی جس کا دل ماسوا اللہ کے خیال تک سے پاک ہو جائے۔

ضمیر پاک و نگاہ بلند و مستیِ شوق — نہ مال و دولت قارون نہ فکر افلاطون

لولیس معلوف ایسوعی یوں رقم طراز ہیں۔

الصوفی من کان فانیا بنفسہ باقیا باللہ تعالیٰ مستخلصا من الطبائع متصلا بحقیقۃ الحقائق۔ (المنجد تحت مادہ "صفا")

صوفی وہ ہے جو اپنے نفس میں فانی مگر اللہ کی ذات کے ساتھ تعلق میں باقی ہو طبائع انسانی سے غیر متعلق اور ذات باری کے حقائق سے متصل ہو۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے۔

التصوف الصدق مع الھق و حسن الخلق مع الخلق۔ (غنیۃ الطالبین)

تصوف حق کے ساتھ سچائی اور مخلوق کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا ہے۔

صوفی کی تعریف میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

الصوفی من کان صافیا من افات النفس خالیا من مذموتھا سالما لحمید مذاھب ملازما للحقائق غیر ساکن قلبہ الی احد من الخلائق۔

صوفی وہ ہے جو آفات نفس سے پاک اس کی خواہشات سے خالی اس کے اچھے راستوں پر چلنے والا اور حقائق سے باخبر ہو اور مخلوق میں سے کسی کے ساتھ دلی وابستگی نہ رکھے)۔

شیخ الاسلام ذکریا انصاری فرماتے ہیں۔

التصوف هو علم تعرف به احوال تزكية النفوس و تصفية الاخلاق و تعمير الظاهر والباطن لنيل السعادة الابدية۔(شرح الرسالۃ القشیرہ:۷۰)

تصوف وہ علم ہے جس سے ابدی سعادت کے حصول کی غرض سے تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب اور تعمیرِ ظاہر و باطن کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔

الصوحی لا یری فی دارین مع الله فمیر الله صوفی وہ ہے جو دونوں جہاں میں بجز ذات الٰہی کچھ نہ دیکھے۔

سلطان ہندولی کامل خواجہ خواجگان خواجہ سید معین الدین حسن سنجری غریب نواز فرماتے ہیں۔خود پرستی، نفس پرستی دراصل بت پرستی ہے۔اس کو ترک کرنے کے بعد خدا پرستی کی منزل شروع ہوتی ہے کیونکہ خود بین خدا بین نہیں ہوسکتا۔

اصل تصوف یہ ہے کہ ماسوائے اللہ غیر کو نہ دیکھے۔تزکیہ نفس، تصفیہ قلب سے دل ونگاہ کو پاک کر کے مومن کے درجہ پر جانے والے کو اہل تصوف کہا جائے گا۔

سید عبدالقادر غوث اعظم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے قالب سے نہیں۔رحمت لے کر کیا کرے گا، رحیم کو لے۔بقول حضرت اویس قرنی اپنے دل کی حفاظت کرو اور الائشوں سے پاک رکھو۔تنہائی میں دل کی سلامتی ہے۔صوفی اس طرح دنیاوی فکر و اندیشہ سے بے نیاز رہتا ہے۔

محمد بن احمد المقریؒ نے کہا **التصوف اقافة الاحول مع الحق** تصوف باری تعالیٰ کے ساتھ اقامت کا نام ہے۔

تصوف کی جدوجہد، زہد و ریاضت، مجاہدہ، معرفت نفس سے اصلاح نفس اور نتیجہ معرفت حق ہے۔شہر علم محمد مصطفیٰ ﷺ کے باب علم حضرت علی المرتضیٰ کا قول زریں مَنْ

عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُسے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوگی۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے کہا۔

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی　　　کہ او پیدا است تو زیر نقابی
تلاش اوکنی جز خود نہ بینی　　　تلاش خود کنی جز او نہ یابی

چونکہ دین کی اساس خدا کی معرفت ہے۔اس لئے ارشاد باری ہے

وَمَا قَدَرُوا اللہَ حَقَّ قَدْرِہٖ انہوں نے (غیر عارف لوگوں نے) اللہ کی عبادت (پہچان) جیسے کرنی تھی نہیں کی۔اس ارشاد باری سے عارف اور غیر عارف کے مابین امتیاز ہے۔

الصفا صفة الاحباب وهم شموس بالااستحاب صفات تو محبوبوں کی شان ہے۔یہ وہ اللہ کے دوست (اولیا) ہیں جس پر کوئی (کدورت ریاکاری) کا ابر (بادل) نہیں یہ وہ اللہ کے دوست (اولیاء) ہیں جو اپنی صفت فنا کر کے اپنے محبوب حق تعالیٰ کی صفت کے ساتھ اُسی کے ساتھ ہی باقی (بقاباللہ) ہوگئے ہیں۔چونکہ تصوف صفائی کا نام ہے، صفا اور پاکیزگی اللہ کے دوستوں (اولیاء اللہ کی) صفت ہے جن کے احوال مثل آفتاب کے ظاہر ہیں ایک موقعہ پر صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت حارث کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا **عبد نور الله تائبه بالایمان** وہ ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے منور فرمایا ہے۔آفتاب کی روشنی سے آسمان نظر آتا ہے۔اسی طرح مومن کا دل معرفت توحید اور محبت کے نور سے لبریز ہوجاتا ہے وہ اپنے قلب کو عرش الٰہی دیکھتا ہے۔

اولیاء کاملین عارفین اللہ کے نزدیک صوفی وہ ہے جس کی محبت (کدورت، بغض کینہ، حرص اور تکبر) جیسے رذائل سے پاک ہو اور اللہ کی محبت میں مستغرق ہو کر اسی کے غیر سے بری ہو۔یہ پاکیزگی ولایت کی منزل ہے اور اس کی نشانیاں یہ ہیں کہ زبان پر کوئی شکوہ شکایت نہ ہو۔جب گفتگو کرے تو ہر بات حق ہو اور جب خاموش رہے تو اس کا ہر فعل فقر ہو۔حضرت ابوالحسن نوری

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

التصوف ترك كل حظ للنفس تصوف تمام نفسانی لذات سے دست کشی (ترک تعلق) کا نام ہے۔ دنیا سے آنکھیں بند کر لینے میں ربانی بصیرت (باطنی نظر) کی بقا ہے۔ طالب سلوک کو اپنی ہستی موہومہ سے باہر نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے جو شخص اپنے سے نابینا ہوگا وہ حق کو دیکھ سکے گا۔

خود پرستی تو بت پرستی ہے — تیرا حجاب تیری ہستی ہے
ہو آزاد قید ہستی سے — تیرا ایماں خدا پرستی ہے
(شاہ زمان)

صوفیاءِ اکرام عارفین اللہ نے تصوف کے بارے میں اپنے اقوال زریں بیان کیے لیکن میرے جدامجد حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی نے تصوف کی تعریف چار حروف تصوف میں تفصیلاً بیان فرمادی ہے کہ ت۔ص۔و۔ف تصوف کی حقیقت کی غمازی کرتے ہیں۔

تصوف پر سیدنا محی الدین ابی محمد عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کا بیان

تصوف کے چار حروف میں حقیقت تصوف پوشیدہ ہے۔

ت: توبہ کے ذمرے میں اولیاء وانبیاء بھی آجاتے ہیں۔ صرف عوام الناس ہی نہیں۔ تمام سابقہ گناہوں سے توبہ اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کر لینا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں۔ انبیاء اکرام معصوم اور گناہوں سے تو پاک ہوتے ہیں پھر حضور علیہ السلام کی توبہ کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔ آنحضرت کے نزدیک اپنی اور مرضی کا اظہار بھی بارگاہ ایزدی میں کرنا آدابِ بارگاہ رب العزت میں توبہ کا موجب بن جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام دیدار الٰہی کی خواہش کو اختیار و اظہار سے توبہ کی اور جب اپنی آرزو اور خواہش کو اپنے رب کی رضا پر چھوڑ دیا تو دوئی ختم کر دی تو اللہ نے انہیں کلیم اللہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کی ہر خواہش کو اپنی ہی خواہش کہا کیونکہ تعلق دوطرفہ ہے۔ نبی علیہ السلام وہی بات کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف اُن پر وحی کی جاتی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝٤ (سورۃ النجم ۵۳: آیت ۳، ۴)

توبہ سے مراد توبہ ظاہری اور توبہ باطنی ہے۔ ظاہری توبہ خلافِ احکام شریعت کے خلاف گنہگار اور تمام اعضا ظاہری کو گناہوں اور برائیوں سے محفوظ رکھنا ہے۔ اور باطنی توبہ قلب کی الائشوں سے پاک صاف رکھتے ہوئے صفات بشریت کا ظاہری لباس اتار کر باطنی صفات الٰہیہ کا لباس زیب تن کر کے غلامی کا حق ادا کرنے سے مراد ہے یہ وہ مقام فنا ہے بمطابق حدیث قدسی كما قال تبارك و تعالىٰ اذا احببت عبدا كنت له سمعا و بصرنا و لسانا و يدا و رجلا فبى يسمع و بى يبصر و بى ينقط و بى يبطش و بى يمشى فتهذبوا بما سوى الله تبارك و تعالى (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں کسی بندے کو دوست رکھتا ہوں

میں اُس کے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں بن جاتا ہوں)۔

جب میرا بندہ (غلامی و بندگی) کا حق ادا کر کے رضائے الٰہی کو اپنا لائحہ عمل بنا لیتا ہے تو میرا ولی میرے واسطے سے سنتا، دیکھتا، بولتا، پکڑتا اور چلتا ہے۔ یعنی میں اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ بندہ کا فنائے ذات ہو جانے سے مراد آفتاب حقیقی رب العزت کے نور کی روشنی کا چھوٹی سی حقیر سی موم بتی کی معمولی روشنی پر غالب آ جانا۔ بتی کو معدوم خیال کرنا حدیث کا مطلب و مفہوم ہے بندہ اللہ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا کیونکہ وہ بندہ اپنے قلب کو اللہ کا عرش بنا لیتا ہے اور یہ قرب الٰہی اُسی سے بندہ کے مافی الضمیر پر القا ہوتا ہے کہ کیا یہ کام اللہ کی مرضی اور حکم کے خلاف تو نہیں ہے۔ اس لئے توبہ طالبان طریقت کے نزدیک راہِ حق کے ساتھ صدق، اخلاص، اقامت کا پہلا قدم ہے۔

ص: تصوف کے دوسرے حرف ص سے مراد صفائی قلب و نگاہ اور اصلاح نفس ہے۔ شیخ کامل کی رہنمائی اور صحبت صالح سے راہِ طریقت پر دلجمعی پختہ عزم سے گامزن ہو کر اپنے اعمال و افعال کا محاسبہ کر کے نیکی و بدی حق و باطل میں امتیاز کرنے والی باطنی آنکھ سے عین الیقین ہو جانا مراد ہے۔ چونکہ جسم کا باطن قلب ہے۔ سرحق قلب کا باطن ہے۔ لطائف ستہ قلبی، روحی، سری، خفی اور اخفا، ذکر و اذکار سے صاف اور منزہ ہوتے ہیں تو غیر اللہ کے شرک خفی اور جلی مٹ جاتے ہیں۔ راہ سلوک کی رکاوٹیں دور ہو جانے سے فنافی اللہ کی منزل تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ان ھذا القلوب تعدا کما بعد الحدید فاجلوھا بذکر اللہ (تذکرۃ القادریہ 267) (دلوں کو لوہے کی طرح زنگ لگ جاتا ہے لہٰذا تم اس زنگ کو اللہ کے ذکر (اذکار) سے دور کرو)۔

قرآن میں ارشاد باری ہے۔

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ (المطففین ۸۳:۱۴)

ترجمہ: ہرگز نہیں بلکہ ان کے کسب (عمل) کی وجہ کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔

و: تصوف کی و سے عبارت ولایت کا مرتبہ ہے۔ جو توبہ و تائب کے ذریعہ تزکیہ نفس اور صفائی قلب، اخلاق اللہ۔ ماسویٰ اللہ (غیر اللہ) سے باطن کو پاک و صیقل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے صاحب ولایت اولیاء اللہ کو اپنا دوست کہا ہے۔

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٤﴾ (الانفال ۸:۳۴)

اس اللہ کے متولی (دوست) تو پرہیزگار لوگ ہیں ان کی اکثریت (عام لوگ) اس حقیقت (دو طرفہ باہمی دوستی و تعلق) کو نہیں جانتی۔

ف: تصوف کا آخری حرف اولیاء اللہ کے مقام فنا فی اللہ سے عبارت ہے۔ بندۂ حق راہ طریقت و حقیقت کی منزلیں طے کر کے منزل معرفت تک رسائی کرے۔ زمینی لباس اتار کر آسمانی لباس زیب تن کر لے۔ بشری صفات کی یکسر نفی تام کر کے اللہ کی ذات کو قلب میں اثبات کرے اور حق کے ساتھ خود کو فنا اور معدوم جانے۔ سالک طریقت کے ذکر نفی و اثبات، ذکر جہری سے حقیقت آشنا ہو کر اللہ ھو کا ذکر کرتا ہے۔ جب بقول گُرو نانک صاحب نظر (جس پر اولیاء اللہ کا رنگ چڑھا ہوا تھا) نے بھی ذکر اللہ ھو کیا اُس نے بابا فرید الدین مسعود شکر گنج کے دربار کے متولی گدی نشین بہرام شاہ سے سوال کیا کہ اس کا جواب دو۔

سوال: جپڑے جپڑے دند گھسے کسے نہ کیتی ہو

بہرام گدی نشین کا جواب: متھے تیوڑی نہ لیا پتہ چھڈی دھو

مجھے ذاتی طور پر سوال گندم اور جواب جوَ پسند نہیں آیا۔ اس درویش کے سوال کا جواب قرآن سے دینا چاہیے تھا۔

اللہ اللہ تو کہے تے اللہ کہے گا ھو (فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقین (فقرا و اولیاء) کے ساتھ ہے۔ جس کو اللہ کا ساتھ مل گیا اور جس کو اللہ نے اپنا ولی (دوست) کہہ دیا وہ فقر الحق کے مقام پر ہمیشہ کیلئے بقا ہو گیا۔ المختصر تصوف خدا تک رسائی کی راہ ہے اس کے مسافر کا زادِ راہ عشق ہے جس منزل پر عشق پہنچائے ایمان کو خبر نہیں ہوتی۔

حاصل تحریر یہ ہے جس بندے نے اللہ کی محبوبیت اور ولایت کے اعلیٰ منصب پا کر اپنے تصرف اور مقام حق اور اپنی مرضی اور رضائے خودی اور تمام معاملات و امور سے دستبردار ہو کر مولا کریم کو تفویض کر دیئے اور زبان سے اقرار اور اظہار کر دیا وَأُفَوِّضُ أَمْرِيٓ إِلَى ٱللَّهِ (غافر ۴۰: ۴۴) میں اپنا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد کرتا ہوں اور تیرا ولی العبد بن کر خود کو تیری حکمرانی میں دیتا ہوں کسی غیر کی تابعداری نہیں کرتا میرا سر تسلیم خم رب کائنات کے آگے ہی ہوگا تو اللہ کی رحمت و محبت جوش میں آ جاتی ہے۔ اللہ اپنے ولی (دوست) کا خود ولی بن جاتا ہے۔ اُسے دنیا و مخلوق کائنات کی حکمرانی دے دیتا ہے۔ اُسے أُولِي ٱلْأَمْرِ کے منصب اعلیٰ پر فائز کر دیتا ہے من کان اللہ جو خود کو اللہ کیلئے وقف کر دے تو اس کے تمام معاملات کی ادائیگی اللہ اپنے ذمے لے لیتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں ایک ادارے میں بطور انڈسٹریل انجینئرنگ مینیجمنٹ کنسلٹنٹ اور وائس پریزیڈنٹ کے فرائض سے سبکدوش اور ریٹائرڈ ہوا اور اللہ اور اُس کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے تمام معاملات اور خانگی امور اپنے ذمے لے لئے اور مخلوق کو میری دیکھ بھال پر مامور کر دیا اور میرے تمام کام حکم الٰہی سے خود بخود باحسن الطریق ہوتے چلے گئے اور بندۂ ناچیز کا والی اور ولی اللہ خود بن گیا۔ ملازمت کے دوران ماہانہ ختم خواجگان چشتیہ و قادریہ آئمہ اور انبیاء کی تقاریب کا اہتمام کیا جاتا تھا لیکن ریٹائرڈمنٹ کے بعد علم تصوف کے شیدائیوں اور طالبان طریقت کے جمع غفیر نے سالانہ عرس عارفین اللہ اور مقربین اللہ میں بدل دیا۔ شب و روز درس و

تدریس اور اشاعت کتب میں گذرنے لگے کئی غیر مسلم انگریز حلقہ عقیدت میں شامل ہو کر مسلمان ہوئے۔ اُن کی رہنمائی کیلئے انگریزی زبان میں قرآن صوفی ازم اور سائنس Quran Sufism and Science کتاب تحریر کی۔ تصوف پر آٹھ کتابیں شائع کیں اپنے معبود حقیقی رب العزت کے آگے سر بسجود اور شکر گذار رہوں جس نے مجھے توفیق بخشی کہ عرفان الٰہی معہ عرفان القرآن کے بعد اس کتاب کو ورقہ قرطاس پر لا کر اس مشکل اور پیچیدہ موضوع پر اظہار خیال کر سکوں۔ چنانچہ یہ صالح کام جاری و ساری ہے اور تاحیات جاری رہے گا۔

صد شکر حمد کبریا

صد شکر حمد کبریا کون و مکاں کے بعد
معبود ہے نہ کوئی رب دوجہاں کے بعد
محبوب پر ہمارا درود و سلام ہو
حاصل کلام آپ ہیں اس بیاں کے بعد
سردے کے اہل عشق نے منزل کو پالیا
عمر دوام مل گئی اس امتحاں کے بعد
گو قابل تعظیم ہیں اللہ کے سب ولی
سب کو میرا سلام تیرے آستاں کے بعد
اب میکدے میں مینا و ساغر اُداس ہیں
ساقی کہاں ملے گا پھر شاہ زماں کے بعد

ناقصاں راپیر کامل

من نمی گفتم زمن مشنو رموز داستاں
من کجا بودم کجا ہستم کہ بیروں از گماں

بود اسرار مکاں و لامکاں درلا نہاں
گفت کُن الا زلا گردد زمین و آسماں

تانہ وحدت شد اسیر کثرت کون و مکاں
مینا پرازمے نہ شدنے جام نے این بادہ خواں

معنی قرآن ہمیں تفسیر ایں ناطق قرآں
الصلوٰۃ دائمون ہستد معراج مومناں

آب غسل تو زچشم در تصور شد رواں
دامنم ہم پاک شد از چشم ہائے مے فشاں

آمدم سوئے میخانہ یکی از بادہ خواں
تابہ بینم التفاقت شافیٔ بے چارگاں

ناقصاں را پیر کامل رہنمائے کاملاں
شاہ زماں بر آستانم فیض باشد ہر زماں

منازلِ تصوف

صلوٰۃ پنجگانہ تو گذر گاہِ شریعت ہے
جہاں ملتی ہیں سب راہیں وہ شاہراہِ طریقت ہے
مقامِ معرفت منزل سفر میرا حقیقت ہے
ہوکامل شاہ زماں ایماں تکمیل ولایت ہے

شریعت میں میری ہے تعمیر مضمر طریقت میں رستہ ملا ہے خدا کا
فرشتوں کا مسجود بن کر بھی انساں پا نہ سکا راز اپنی بقا کا

اسلامی تصوف کی عمارت چارستونوں پر قائم ہے۔شریعت طریقت،حقیقت اور معرفت۔

منزل اوّل شریعت: کا ظاہری علم وعمل اتباع رسول تک محدود رہے تو وہ شریعت کی منزل ہے۔جب قلب ونگاہ کی عفت اور پاکیز گی نورائیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور ہو جائے تو اُسے شریعت کے مغز و باطن کوطریقت کہا جائے گا۔شریعت کا تعلق احکام الٰہی، عبادات،معاملات، اصول فقہ سے ہے جبکہ طریقت زہد و ریاضت، احکام الٰہی کا محاسبہ، مادیت کی الائشوں اور کثافتوں کو دور کر کے اسے باطن کو پاک وصاف کرنے کا نام ہے۔ طریقت کے تین مقاصد ہیں۔تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور عرفان الٰہی (اللہ کی پہچان و قربت)۔خواجہ حسن بصری جو امام الاولیاء حضرت علیؓ کے روحانی خلیفہ اوّل تھے کا قول قرآن مجید کی سورۃ الشّمس آیات 9-10 کے عین مطابق ہے۔ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىهَا ۪ۙ﴿۹﴾ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ (۹،۱۰:۹۱) وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس امارہ کو پاک (مطمعنہ) کرلیا اور اُس کی اصلاح کر لی یعنی اُسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر امادہ کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَکَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ

فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ (۸۷: ۱۵، ۱۴) وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے خود کو (نفس امارہ کے رذائل) سے پاک کرلیا اور اپنے رب کو پکارا اور نماز ادا کی اور وہ شخص ناکام رہا جس نے اُس سے (خود) کو آلودہ کیا۔

تاہم سلوک و حکمت، عرفان القرآن، اسلامی تصوف کے فرائض، صفائی باطن، اعمال صالح باالعمل اور محاسبہ احوال اہل طریقت کا طریق اور لائحہ عمل ہے۔ شریعت اور طریقت کی تکمیل اعمال صالح کی منازل ہیں جبکہ حقیقت اور معرفت احوال کی منازل ہیں۔ ان منازل کو طے کرنے کیلئے طریقہ کار کی وضاحت لازمی ہے۔ طالب سالک کو علم ہونا چاہیے کہ ان منازل پر پہنچنے کا راہِ مستقیم کیا ہے؟ مختلف مکتبہ ہائے فکر کے اپنے بنائے ہوئے راستے ہیں جو ہر کس و ناکس کیلئے قابل عمل نہیں۔ راہ مستقیم ایسا ہونا چاہیے جسے باآسانی ہر کوئی اختیار کرسکے۔ ایسا راستہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتا دیا ہے جس پر چل کر انسان انعام پانے والے عارفین، صالحین، صادقین اور مقربین کے حلقے میں شامل ہوسکتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿١٤﴾ (۲۰: ۱۴) (بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی بندگی (غلامی) کیا کرو اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو)۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٥١﴾ (۳: ۵۱) (بے شک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی (وہی) رب ہے پس اُس کی بندگی (غلامی) کرو یہی سیدھا راستہ ہے)

شریعت کیا ہے؟ بارگاہ ایزدی میں پنجگانہ سجدہ ریز ہونا اور احکام الٰہی کی پابندی کرنا۔ بمطابق حدیث جبریل اللہ کا احسان یہ ہے کہ نمازی پختہ ایمان وعقیدہ کے ساتھ نماز ادا کرے اور اللہ کا تصور (اسم ذات) سامنے رکھے۔ پنجگانہ حالت نماز میں اللہ کے

اسم کو اس طرح تصور کرنا کہ گویا مصلےٰ نماز پر دایاں ہاتھ اللہ لکھا ہوا نظر آئے۔ اگر بمطابق سورۃ ماعون آیات نمبر ۴ تا ۵۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴿٤﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴿٥﴾ (۱۰۷: ۵، ۴) بڑی خرابی ہے نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز سے بے خبر اور غافل ہیں (اسم ذات اللہ کے تصور سے غافل اور بے خبر ہیں) وہ (اللہ) باخبر ہے اور دیکھ رہا ہے بخاری و مسلم شریف میں اس لاعلمی اور بے خبری کو علم ظاہر کہا جاتا ہے۔

منزل دوئم طریقت: جو شریعت کا درجہ کمال ہے۔ علم ظاہر سے علم باطن کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ (اسم ذات) کا تصور ذکر نفی و اثبات سے قائم ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ بے خبری اور ساھون دور ہو جاتا ہے اور نمازی مصلےٰ نماز پر ہاتھوں کی بناوٹ سے اسم اللہ کا تصور کر کے جبینِ سجدہ کو جھکاتا ہے۔ جب اللہ کا تصور قائم ہوجائے تو اُسے نماز طریقت کہتے ہیں۔ (آگے طریقت کی نماز کو تفصیلاً بیان کیا جائے گا) راہ مستقیم بھی بمطابق سورۃ ماعون اللہ کی بندگی اور غلامی کا راستہ ہے جس پر چل کر مقربین (اولیاء اللہ) انعام پانے والوں کی صف میں شامل ہوگئے۔ لہٰذا اہل بیت، اصحابہ اکرام اور اولیاء اکرام کی پیروی اور تقلید کا حکم دیا گیا ہے۔ میرے شیخ رہبر کامل باواجی پیر محمد حسین شاہ نے صلوٰۃ دائمون کو اپنے پنجابی کلام میں اس طرح سمجھایا ہے۔

صلوٰۃ سمجھ لے عشق دا وضو کر کے خیال غیر دا دلوں ہے دور کرنا
قائم کرتوں پھر نماز دائمی نال تکبیر دے خودی نوں چور کرنا
حاضر ناظر جاننا ذات تائیں پیدا سمجھ وجود وچ نور کرنا
محمد حسین پھر ساجد مسجود وہی سجدہ ویکھ کے وچ حضور کرنا

علم باطن علم من اللہ کا مغز ہے۔ شریعت کی بنیاد پر طریقت کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ زہد و تقویٰ، صبر و توکل، ایثار و سخاوت، خشوع و خضوع، رضائے الٰہی راہ سلوک کی

منازل، باطنی اسرار و وجدانی کیفیات حضوریٔ قلب اور اخلاق اللہ کی معلومات علم ظاہر سے آگے شریعت فی الحقیقت کو بھی درجہ کمال حاصل ہے۔ لہٰذا احوال و اعمال کا محاسبہ کر کے مذکورہ جملہ صفات کو وارد الوجود کرنے کا نام طریقت ہے اور یہ صفات عمل صالح، اذکار نفی و اثبات و پاس انفاس اور ذکر جہری سے سالک کے باطن کو نور وحدت سے منور کرتی ہیں۔ سالک کے قلب کی کیفیت بدل جاتی ہے۔

خود بخود سارا سامان بدل جاتا ہے   دل جو بدلے تو انسان بدل جاتا ہے

ارشاد باری ہے (البقرہ ۲:۱۵۱) (میرا رسول) تمہیں کتاب وحکمت (شریعت و طریقت) کی تعلیم دیتا ہے اور وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ اس لئے کہ تصوف کے بغیر تعلیم وحکمت، کتاب الٰہی کا عرفان قلب ونگاہ کی پاکیزگی طریق واسلوب بندگی اور غلامی ناممکن ہے۔ بندگی و غلامی دراصل مالک کی بارگاہ میں حاضری کا نام ہے۔ حالت نماز میں حق کے ساتھ دل و دماغ حاضر ہو۔ سورۂ آلِ عمران (۳: ۱۶۴) کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی معرفت (وسیلہ و واسطہ سے) اپنے اہل ایمان بندوں کو پہنچا کر بہت بڑا احسان کیا جب انہیں میں سے اپنا رسول بھیجا جو ان پر اُس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان (بندوں) کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت، طریقت (عرفان القرآن) کی تعلیم دیتا ہے۔ طریقت کے تین مقاصد تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور محاسبہ اعمال کے بعد ہی منزل حقیقت دکھائی دیتی ہے جہاں کشف، مستی، بےخودی، عشق الٰہی، محبت رسول سے باطنی کیفیات اور محویت و استغراق نصیب ہوتا ہے۔ توحید وجودی اور توحید شہودی میں فرق مٹ جاتا ہے۔ روحانی کیفیات کے حصول میں صحبت و رہنمائی مرشد کامل، ذکر نفی و اثبات و پاس انفاس، مراقبہ، ذوقِ سماع، سلوک و تصوف کے اصول، درستگی عقائد تقلید اصحابہ اور تابعین اولیاء اللہ ناگزیر ہیں۔ لہٰذا شریعت

اور طریقت جو کہ باہم لازم و ملزوم ہیں کی حقیقت بلاشبہ دین اسلام کا اہم ستون ہے۔ معلوم ہوا کہ شریعت طریقت کا راستہ متعین کرتی ہے اور طریقت کی تکمیل سے باطنی کیفیات کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے جو اللہ کی معرفت کے حصول کا باطنی راستہ ہے۔ السید علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویری کی کشف المحجوب کا قول ہے کہ شریعت بلا حقیقت (حال) ریاکاری ہے اور حقیقت (حال) بلا شریعت (عمل) گمراہی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (۲۹:۶۹)
اور جو ہمیں راضی کرنے کیلئے (بلند ہمت) مصروف جہاد رہتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

"پس شریعت مجاہدہ ہے اور ہدایت و مشاہدہ اس کی حقیقت ہے جو ظاہر کی باطنی رہنمائی ہے۔ پس جب مجاہدہ نہ ہوگا تو مشاہدہ کیسے حاصل ہوگا۔ جب شریعت ترک کر دی جائے تو حقیقت کے وارد ہونے کا کیا معنی۔ لہٰذا ہر دو لازم و ملزوم ہیں" ۔

(تذکرہ القادریہ: ۳۶۲)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الطریقة والشریعة متلازمان لان الطریق الی الله لها ظاهرها و باطنها فظاهر الشریعة والطریقة وباطنها الحقیقة۔ (ردالمختار: ۳:۳۰۳)

شریعت اور طریقت باہم لازم و ملزوم ہیں، شریعت اللہ کی طرف جانے والے راستے کا ظاہری حصہ ہے اور طریقت باطنی۔

منزل سوئم حقیقت: ثابت ہوا کہ شریعت کا قیام حقیقت کے وجود کے بغیر محال ہے اور حقیقت کا قائم رہنا شریعت اور فقہ کی حفاظت کے بغیر محال ہے۔ شریعت وجود ہے تو حقیقت روح ہے بمعنی دیگر دونوں ایک دوسرے کے قیام کیلئے لازم و ملزوم ہیں اس لئے

کہ شریعت بغیر حقیقت ریا ہے اور حقیقت بغیر شریعت کے نفاق اور گمراہی ہے۔ یوں سمجھئے کہ شریعت میں مجاہدہ اور ریاضت، طریقت میں محاسبہ، حقیقت میں مشاہدہ اور معرفت عطائے ربانی سے نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ ان چار اقلیم کا ذکر قابل تحریر ہے۔ لازمی شرط ہے کہ تصوف اسلامی میں ان چار اقلیم دین کے منازل طے کرنے کا طریق معلوم ہو کہ کس طرح یہ منازل سے گذر کر سالک و طالب عرفان خداندی اور معرفت الٰہیہ سے فہو المراد ہوتا ہے۔

راہِ طریقت میں علم شریعت کے بغیر حقیقت کا پتہ نہیں چلتا اور حقیقت آشنا ہو کر ہی منزل معرفت تک رسائی ممکن ہے۔ چنانچہ شریعت میں علم الیقین ہو کر مجاہدہ (پنجگانہ صلوٰۃ)، طریقت میں عین الیقین سے باطنی آنکھ کھلتی ہے اور اپنے اعمال و افعال کا محاسبہ کر کے حقیقت میں حق الیقین ہو کر ہی شریعت و طریقت (ظاہر و باطن) کے باہمی ربط و عمل سے اسلامی تصوف کی ماہیت کی حقیقت واضح ہوتی ہے اور آخری منزل میں معرفت ربانی اور عرفان حق پالینا، ایسا معلوم اور محسوس ہونا کہ اسم ذاتِ حق اپنے قلب میں جان گزیں جلوہ گر ہے اور میرا دل وقلب منوری اُس کے ہاتھ میں ہے بالکل یوں جس طرح آئینہ میرے ہاتھ میں ہو اور میں آئینہ میں منعکس ہوں۔ بقول علامہ اقبال

ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں اقبال اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر آپ ہی منزل ہوں میں

بجز حسن حقیقی غیر نظر نہ آئے — دل غیر سے خالی اور پاک ہو جائے

یہ بات واضح ہوگئی کہ حقیقتِ تصوف تزکیۂ نفس (نفسانی خواہشات و رذائل کو دور کرنا) اور تصفیۂ قلب کو نفس کی تمام تر الائشوں (حرص و طمع، کینہ و تکبر ریاکاری، منافقت، کذب، دروغ گوئی، بغض و عناد) سے پاک کر لینے کا نام ہے۔ دنیا کی محبت اور لالچ سے

قلب کو بے نیاز کر کے استقامت اور خلوص کے ساتھ اللہ کی اطاعت میں دے دینا گویا اللہ اور اُس کے رسول کی محبت و عشق کو دل کی آماجگاہ بنا لینا اور خود کو رضائے الٰہی کے سپرد کر دینا حقیقت تصوف ہے۔

منزل چہارم معرفت: معرفت ذاتِ الٰہی راہ تصوف کی مذکورہ تین منازل کی ارتقائی منزل اور مرحلے کا نام ہے۔ طالب و سالک کا قلب عشقِ رسول اور محبت الٰہی کی آماجگاہ بن کر خود کو اللہ کی غلامی میں دے دیتا ہے۔ صدیق اکبرؓ اور علی المرتضیٰؓ کی تقلید کرنے والے عاشقانِ رسالت مآب جو مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کی حقیقت سے آشنا ہو گئے اور اپنا مال و جان اللہ کے رسول کے سپرد کر دیا۔ اُن کے ایمان کا تقاضہ فقط اطاعتِ حق کا درجہ کمال محبت الٰہی اور حب رسول تھا۔ محبت الٰہی اور حب رسول کے بغیر کوئی مردِ حق ایمان و اطاعت، اخلاص و احسان کی حقیقی حلاوت اور لذت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ سورہ النساء آیات ۵۹، ۸۰ میں اطاعت اللہ ہی اطاعت رسول ہے۔ حکم الٰہی یہی ہے کہ اطاعت حق کے مستحق ہونے کیلئے اطاعت رسول لازمی ہے۔ ہر مسلمان کے عقیدے اور ایمان کا بنیادی تقاضہ اور تصوف اسلامی کا مقصود اطاعت و حب رسول کو درجہ کمال تک پہنچانا ہے۔ جب اہل طریقت اور صاحبانِ حقیقت خود بین اور خدا آشنا ہو جاتے ہیں اُن پر عرفان القرآن کی حقیقت آشکارہ ہو جاتی ہے تو وہ اللہ کی ذات سے والہانہ عشق کرتے ہیں اور اُن کے دل محبت رسول سے لبریز ہو جاتے ہیں جیسے شریعت اور حقیقت باہم لازم وملزوم ہین اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اللہ کی محبت لازم وملزوم ہیں۔ اہل دل صوفیاء و اولیاء کرام نے مقام ولایت وقربت الٰہی کو اللہ کی محبت کے تصور سے ہی پایا ہے۔

محبت الٰہی کا نقطہ کمال رضائے الٰہی ہے۔ اللہ کے محب و عاشق زار کی کیفیت کا حال قرآن کی سورۃ الفتح ۲۹ میں بیان کیا گیا ہے۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (۲۹:۴۸) (اے دیکھنے والے تو اُنہیں دیکھتا ہے کہ وہ کبھی رکوع اور کبھی سجود میں ہی ہر طرح اللہ سے اُس کے فضل اور اُسکی رضامندی کے طلبگار رہیں) اُن کے نزدیک وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (۹:۷۲) اللہ کی خوشنودی (رضا) سب سے بڑی نعمت ہے۔ اسی نعمتِ خداوندی سے عبدیت کی انتہاء اور آخری منزل معراج ہے۔ اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْن نماز مومنوں کی معراج یعنی قرب الٰہی ہے۔

تجھی کو ڈھونڈنا اور دیکھنا اور تجھ میں گم ہونا
مقام معرفت اہل طریقت جس کو کہتے ہیں
یہی ہے شاہ زماں تکمیل عبدیت کہ سب عارف
صلوٰۃ دائمون کے سکر میں ہی مست رہتے ہیں

تصوف وطریقت کے معارف ورموز سے آشنا ہونے والے اپنی ہستی موہومہ کو رضائے الٰہی کے سپرد کردیتے ہیں۔ اُن کا ہر فعل فاعل کی رضا ہوتا ہے۔ ان کے معمول صبر و رضا شکر الحمدللہ ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر کا مقام تسلیم ورضا یہی تھا۔ "اَلْبقت لَهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلَهٗ" میں اُن (اپنے گھر اہل خانہ) کیلئے اللہ اور رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں۔ جب مرد مومن مقام رضا ومحبت الٰہی پر فائز ہوجاتا ہے تو بقول علامہ اقبال اللہ رب العزت اپنے بندے (ولی العبد) کا ولی بن کر اُس کی رضا چاہتا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اسلامی تصوف کا مدعا ومقصود یہ ہے کہ طریقت کی راہِ مستقیم پر چلنے والا سالک و طالب مولا اپنے زنگ آلودہ قلب کو عبادات واذکار کے برش سے صاف اور صیقل کرے۔ شریعت کے احکام الٰہی کو پابند مجاہدات کرے اور طریقت میں اپنے اعمال وافعال کا محاسبہ

کر کے دنیاوی خواہشات کے طلسماتی حجابات دور کرے جو اذکار نفی و اثبات و پاس انفاس (ذکر خفی)، ذکر جہری سے اٹھتے ہیں۔ اپنے نفس امارہ کی اصلاح کیلئے تزکیۂ نفس اختیار کرے اور قلب کا تصفیہ طریقت کے اذکار اور وظائف سے کرے تاکہ نفس امارہ کے تمام رذائل دور ہوجائیں۔ قلب و باطن کے صیقل شدہ آئینہ میں فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ بالفعل دیکھے اس کیفیت اور حال میں محسوس ہو کہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (۲۸:۸۸) کے عکس سے ہر شے ہلاک ومعدوم ہوگئی ہے۔ فقط اللہ کی ذات باقی ہے۔ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰه (اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں) اور خلق کالعدم نظر آئے۔ قدم قدم نفس نفس ذکر اللہ ھو ہر سانس اور ہر دم کے ساتھ جاری ہوجائے۔ سانس کی نالی کے گیارہ حلقے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے گیارہ حروف بناتے ہیں۔ ذکر نفی واثبات سانسوں کی تسبیح بن کر چلے، رگ جان قلب و روح میں ایسا سما جائے کہ ارشاد باری فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (۲:۱۵۲) کی کیفیت اور حالت طاری ہوکر ذکر اللہ دوطرفہ محسوس ہو۔ گویا،

ذکر نفی واثبات سے پہلے من کو دھو — اللہ اللہ تو کہے اللہ کہے گا ھو
آپ نفی موجود الٰہی ذکر اثبات پکانا — گم ہو کے ذاتِ حق میں خود معدوم ہوجانا
قلب المومن عرش اللہ پہ حق ہے نور کا آنا — شاہ زماں پھر ظاہر باطن ہر سو حق کو پانا

جب راہِ طریقت پر چلنے والا طالبِ مولا تعلیم اسلامی تصوف کے نقطہ کمال معرفت الٰہی تک پہنچ جاتا ہے تو اُس کی نظروں کے سامنے سے بے ثباتی اور فنائیت کے تمام حجابات معدوم ہوجاتے ہیں۔ ظاہر وباطن میں صرف واحد ذات والصفات باقی رہ جاتی ہے۔

المختصر اسلامی تصوف دراصل قرآنی تعلیمات کی روح ہے جو مادیت کو جلا بخشتی ہے اُس کا مقصد اصلاح باطن ہے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے اپنے اندر مکارم اخلاق پیدا کرنا اور نفس امارہ سے مسلسل جہاد اکبر کر کے اس کی اصلاح کرنا ہے۔ بمعنی دیگر تصوف

ایک روحانی سائنس ہے جو وحی کے نور سے انسان کے باطن کو درست اور پاک کرنے کیلئے با قاعدہ مرحلہ وار شریعت میں مجاہدہ اور ریاضت، طریقت میں محاسبہ، تزکیۂ نفس وتصفیہ قلب ،حقیقت میں اطاعت وعشق الٰہی کے ذریعہ مشاہدہ کے کلی علم کا حصول اور معرفت میں مراقبہ و مکاشفہ سے رضائے الٰہی اور عرفانِ خداوندی کے تجربات سے گذر کر فہوالمراد ہونا مقصودِ سالک ہے۔ تاہم صوفیاء اکرام روحانی تجربات ومشاہدات سے حقیقت آشنا ہوکر اللہ کی طرف یکسوئی ومحویت سے متوجہ رہنا، اسم ذات (اللہ) کا تصور عبادات میں قائم رکھنا اور قرب الٰہی کو اپنے وجودِ نفسی پر غالب رکھنے کو معرفتِ الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

زہد، علم وعمل سے حاصل طریقت کا ثمر　　معرفت علم تصوف ہے محیط بحر و بر
ذات را دید وشنید حق آشنا ہے باخبر　　شاہ زماں انمول ہے علم وعرفان کا گہر

جدولِ ارتقائی مراحل تصوّف

تصوف تمام انبیاء اور اولیاء اللہ کا لائحہ عمل رہا ہے تا کہ قرآن میں ارشاداتِ خداوندی کے مطابق تصوف کے بنیادی مقاصد سے آگہی ہو اور تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب کے ذریعہ انسانی نفوس کو اعلیٰ اخلاق واخلاص سے آراستہ اور رذائل اور خواہشات باطلہ سے پاک وصاف کیا جائے اور معبودان باطلہ کی اسیری سے آزاد کر کے راہِ مستقیم کی طرف گامزن کیا جائے تا کہ بھٹکے ہوئے گمراہ لوگ راہِ راست پر آکر ایک صالح پاکیزہ اسلامی معاشرے کا مستقل حصہ بن جائیں۔ تصوف پر تاریخی نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ طریق تصوف کا عملی تجربہ غار حرا میں مراقبہ رسول سے شروع ہو کر حرم پاک بیت اللہ کے طواف سے گذرتا ہوا مسجد نبوی کی پہلی اسلامی درسگاہ کے دینی نصاب کا حصہ بنا۔ اصحابہ صفہ اور بعض دوسرے روحانی استعداد رکھنے والے اصحابہ اکرام کو تصوف کے بنیادی مقاصد طریقت وحقیقت، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، علم باطن اور عرفان الٰہی کی تعلیم وتربیت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست ملی۔ تزکیہ نفوس انسانی، باطنی کیفیات، اخلاص واخلاق کی آراستگی اور رذائل سے پاک ہونے کیلئے مجاہدات واذکار معبود باطلہ اور توہم پرستی، نفسانی خواہشات کی قید وبند سے آزادی کے حصول کا نام تصوف ہے جو قرآن وسنت پر مبنی علم باطن ہے جس کی افادیت اور اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ تصوف کا رشتہ عہدِ رسالت اور اصحابہ سے وابستہ ہے۔ نظام روحانیت کی اصلاحات، اسلامی علوم وفنون، تفسیر وتعبیر کی طرح وقت کے ساتھ ساتھ ارتقائی ادوار میں حسب ضرورت وضاحت طلب اور ترقی پذیر ہی رہیں اور رہیں گی۔ سورۂ جمعہ آیت ۲ اور سورۂ توبہ آیت ۱۰۳ میں تزکیہ انسانی نفوس اور حکمت وعمل کے طریقہ کار کا بیان موجود ہے۔ تصوف کو قرآن کا مغز اور انسان (عبد) کو قرآن کا عنوان سے تعبیر کرنا بجا ہوگا۔ تعلیماتِ تصوف قرآن کا مقصد روح انسانی کی

بیداری اوراُس کی حفاظت بندے اورخدا کے مابین نسبت اطاعت، صحبت، خودشعوری سے خداشناسی، رضائے الٰہی اورمعرفت الٰہی کا حصول ہے۔تصوف کے سات ارتقائی منازل و مراحل ہیں جن کی ترتیب اور درجہ بندی جدول منازل تصوف میں تحریر کر دی گئی ہے۔ قارئین تشنگان عرفان الٰہی اور طالبانِ راہ حق معلومات اور علوم تصوف کو نگاہِ عمیق سے بخوبی احاطہ کر سکتے ہیں تاہم تصوف کی حقیقت ستہ کی طرح اس کے سات مقاصد کا حصول تکمیل تصوف ہے۔

(۱) تزکیۂ نفس (۲) تصفیۂ قلب (۳) اطاعت الٰہی (۴) محبت الٰہی (۵) رضائے الٰہی (۶) معرفت الٰہی (۷) قرب الٰہی یعنی خود کو اللہ کے سپرد کر کے اللہ کے ہی ہو جانا اور اللہ کے مقربین دوستوں (اولیاء) کی صف میں سربسجود رہنا اسلامی تصوف کا ماحاصل ہے۔

ذکرمحبوب خدا

روز محشر کا سماں کیسا وہ ذیشاں ہو گا
ہم نشیں خیر البشر اللہ کا مہماں ہو گا
بخشے جائیں گے عشاق محبان رسول
میر محشر بھی دو عالم ہی کا سلطاں ہو گا
وجہ اللہ کے طلب گار جو دیکھیں گے بغور
رخ والضحیٰ کی طرف ہی رخ رحماں ہو گا
زباں پہ حمد و ثنا یاد خدا دل میں رہے
ذکر محبوب خدا نعت کا عنواں ہو گا
نہیں ہے کوئی تمنا مجھے اللہ کی قسم
آپ مل جائیں میرے درد کا درماں ہو گا
موت ہے وصل حبیب اولیاء اللہ کے لیے
یوم آخر تو مرے جینے کا ساماں ہو گا
شاہ زماں کوئی تو سمجھائے تصوف کے رموز
پیر کامل تو کوئی عارف قرآں ہو گا

جدول منازل تصوف

منازل ومقامات	شریعت	طریقت	حقیقت	معرفت	عرفان	مکمل عرفان	بالاعرفان
تربیت وعمل	مجاہدہ، احکام شریعت، ذکر، پنجگانہ نماز	محاسبہ عمل و افعال، روحی پیکر، ذکر نفی و اثبات	مشاہدہ و الہام، ذکر اللہ ھو، ذکر جہری، ذکر پاس انفاس، خلوت میں ریاضت	مراقبہ و وجدان، قربت الٰہی، یاد الٰہی فنافی اللہ، ذکر اسم ذات (اللہ)	مکاشفہ وعرفانِ الٰہی، مکشوف و کرامات، ذکر ھوھو، شغل سہ گوشی	معدومیت، تکمیل عبدیت، مقام عبدیت، جزرسیفی، متابعت محمدیت	ماسوائی حق ہر شے کا معدوم ہو جانا، قربت مقام اوادنیٰ، سدرۃ المنتہیٰ درود محمدیت
عقول وشعور	عقل جسمی واستدلالی	عقل قلبی وجزوی	عقل عرفانی	عقل کلی، ولایت صغریٰ	خود شعور، ولایت کبریٰ	فوق الشعور حیرت	آفاقی شعور، حقیقت معبودیت، حقیقت امکان
علوم ظاہری وباطنی	علم من اللہ، علم ظاہری پر عمل، شرعی احکام و اصول، حق و باطن کا درمیانی راستہ پر چلنا	علم مع اللہ، علم مقامات توحید، شریعت کا باطن، ابتدائے عشق	علم کلام، علم الٰہی، عشق الٰہی، علم الاخلاص، علم الی اللہ، علم شریعت و طریقت و حقیقت کا افشا ہونا	علم باللہ، علم معرفت، عجز و نیاز، فقر وغنا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (اطمینان قلب وروح) کے نفس کا تابع ہوجانا (۲۸،۲۷:۸۹)	علم لدنی بذریعہ عکس الہامی و نور ذات، مکشوف قلوب، قبور، علوی و آفاق	اسرار وغوامض کا علم، جو اسرار مخفی ہیں لوح و قلم میں وہ ہیں عرش و کرسی پہ ہفت و نہم میں	قلب کا علم باطن، شان کاملیت قرآن کے سات مفاہیم کا علم

منازل ومقامات	شریعت	طریقت	حقیقت	معرفت	عرفان	مکمل عرفان	بالاعرفان
اصلاحِ نفس	غفلت، جھوٹ، بخل، غیبت، تکبر، حرص و طمع، کینہ، غصہ اور منکرات کو صدق دل سے ترک کرے، صدق دل سے توبہ کرے، برائیوں کا کفارہ ادا کرنے کیلئے صدقہ خیرات کرے، نرم خوئی و انکساری اختیار کرے، احکام شریعت کی پابندی کرے۔	بدی سے نفرت اور نفس امارہ کی بری خواہشات سے گریز (جہاد اکبر) کرے، خود پسندی، تکبر، مکرو ہوس کو دور کرنے کیلئے تزکیہ نفس کرنا، اذکار و عبادات، اخلاص اس کیلئے جنت کی بشارت ہے۔	بدعقیدہ اور بے دین اشخاص کی صحبت سے دور رہے، نظر بد سے احتراز کرے، گناہ کا ذرہ بھر بھی صفائے باطن پر دیکھنا اس کیلئے غم و مایوسی کا باعث بن جاتا ہے۔ خود آشنا ہو کر من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (قول علی المرتضیٰ) پر عمل کرنا اور اپنے نفس کی پہچان کرلینا خود شعوری سے آگہی حاصل کرنا۔	قلب وروح کو امر الٰہی کے تابع رکھے، روح پر عالم غیب کا دروازہ کھلتا ہے، لطائف کے اسرار اور حقائق کا ظہور، توکل، حلم، بخشش، شکر و رضا، اعمال صالح، کرامات، ولایت کبریٰ، وراثت انبیاء کا حامل اور امام اولیاء حضرت علیؓ کے فیض سے عارف باللہ ہوجاتا ہے۔	وہی دل دل ہے جو یاد الٰہی میں رہے وہی سر سر ہے جو سرتن سے جدا ہوتے ہیں۔ شاہ زماں پل کے صدف میں ہی گوہر بنتے ہیں وہی قطرے جو کہ دریا میں فنا ہوتے ہیں۔ اے نفس مطمعنہ اپنے رب کی طرف لوٹ چل کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ہوگیا۔ (۸۹:۲۸،۲۹) اے میرے رب! تو اسے اپنی رضا کا حامل بنالے۔ (۶:۱۹)	نفس مرضیہ اللہ اور بندے کے مابین (دو طرفہ) عشق و محبت کا تعلق ہے۔ عین بیعت رضوان کے صحابہ کی مانند (بیشک اللہ اپنے مومنوں سے راضی ہوگیا) اصلاح نفس کیلئے نرم خوئی، اخلاق حسنہ، عفو، قرب الٰہی اور متابعت رسولؐ کا لبادہ اوڑھ کر اہل طریقت کی رہبری کرے۔	خلوت اختیار کرکے اطاعت و عبادات میں وقت گزارے اس طرح محمدیت کی نسبت سے عبدیت کی تکمیل ہوگی۔ اخلاق و احسان سے چشمہ معرفت سے سیراب ہوتے رہنا معمول ہوگا۔

منازل ومقامات	شریعت	طریقت	حقیقت	معرفت	عرفان	مکمل عرفان	بالاعرفان
علم ویقین	علم الیقین، احکام الٰہی پر عقیدہ و عمل، نفس کی شرو بدی کی گرفت سے بچنے کیلئے نماز پنجگانہ اور شرعی احکام کی پابندی کرنا۔	عین الیقین، باطنی بصائر، ایقان ابراہیمی درجہ ایقان سے مقام ملکوت کی سیر، خیر و شر اور حق و باطل کا شعور، انس و محبت، عشق، بے خوف	حق الیقین، تزکیہ نفس و تصفیہ قلب، لاشعور حق کی طرف رخ کرتا ہے، حق کا باطل پر غالب آنا، درجہ ایقان سے ہر شے میں حق مشاہدہ کرنا۔	حق الحق، لامحدود نفس رحمان کا محدود نفس انسان پر غالب آنا، چراغ نفس (نفس انسان) کا صبح نور (نفس رحمان) کے آگے معدوم ہو جانا، معرفت الٰہی کا حصول و مشاہدہ حق۔ عرفان الٰہی	رضائے الٰہی کا حصول، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے (۵:۱۹۹) ہر حال میں راضی رہنا الفجر ۲۸:۸۹ مریم ۶:۱۹	مقامات راضیہ و مرضیہ تک رسائی معراج انسان ہے، اللہ تعالیٰ اپنے ولی العبد سے راضی ہو کر خود اس کا ولی بن جاتا ہے۔	عبد دگر عبدہٗ چیزے دگر ماسراپا انتظار و منتظر
عالمین	عالم ناسوت (شہادت) من اللہ	عالم ملکوت للّٰہ، عالم برزخ	عالم جبروت، علی اللہ	عالم لاہوت، مع اللہ	عالم باہوت، فی اللہ	عالم ہاہوت، من اللہ تا اِلا اللہ	عالم ہویت، باللہ
لطائف ستہ و رنگ	نفس، طالب قلب، نیلا	قلب، قلب طالب روح، زرد	روح، روح طالب سر، سرخ رنگ (کمال عشق کی انتہا)	سِر، وَالْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ سِر طالب خفی، سفید، وصل، ملاپ۔	خفی، سراسری کا مقام خفی طالب اخفا، سبز معرفت فنا	اخفا، طالبِ نور، بنفشی سیاہی مائل	رفیق (ولی العبد) فنافی اللہ، نور طالب ذات، بے رنگ

منازل ومقامات	شریعت	طریقت	حقیقت	معرفت	عرفان	مکمل عرفان	بالاعرفان
اذکار	پنجگانہ نماز، بعد از نماز کلمہ تمجید 100 مرتبہ، آیت کریمہ 7 مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ ﷺ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﷺ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ لَا محبوب اِلَّا اللہ لَا مقصود اِلَّا اللہ لَا مطلوب اِلَّا اللہ لَا موجود اِلَّا اللہ	ذکر نفی اثبات کی ضرب لَا اِلٰہَ سے خود پسندی، انا و تکبر کی نفی اور اِلَّا اللہ سے لَا موجود اِلَّا اللہ کا اثبات کرتے ہیں۔ اِلَّا اللہ کی ضرب سے اللہ کو اثبات میں حاضر و ظاہر خیال کرنا۔ ۲۰۰ مرتبہ لا الہ الا اللہ ۵۰۰ مرتبہ الا اللہ یانور یااللہ یاھادی یااللہ ۰ کم از کم ۱۰۰ مرتبہ)	ذکر اللہ ھو ایسے کیا جائے کہ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ کی کیفیت طاری ہوجائے اور قلب سے ھو کی آواز بازگشت ہو کر نکلے۔ خلوت میں بیٹھ کر مندرجہ ذیل ذکر کرے۔ یَامَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یَاھُوَ اَنْتَ ھُوَ ذکر جہری، ذکر فاانفاس کرنا۔ ذکر خفی شامل ہیں۔ کلمہ بالجہر کا ذکر۔	اسم ذات اللہ کا ذکر اللہ اللہ۔ (ھو اللہ) یَاحَقُّ اَنْتَ الْحَقُّ یَامُجِیْبُ اَنْتَ الْحَقُّ یَامُغِیْثُ اَنْتَ الْحَقُّ تعداد چالیس ہزار ذکر سلطان نصیرہ۔ ذکر سلطان اذکار و چہار ضربی ذکر موتو قبل انت موتو۔ تعداد چار تسبیح تک۔ نفس و قلب کا باہمی ربط امر ربی روح کے تابع ہونا۔	نفس راضی کا ذکر ھُوْ ھُوْ ہے یَاحَیُّ اَنْتَ الْحَیُّ یَاجَمِیْلُ اَنْتَ الْحَیُّ یَاعَظِیْمُ اَنْتَ الْحَیُّ یَاعَلِیُّ اَنْتَ الْحَیُّ بعد از نماز ہر وظیفہ چالیس بار پڑھے، تعداد ۴۰۰ تک بھی مفید ہے۔ اذکار کی تعداد انسانی ظرف، قوت برداشت تک محدود رکھنا مفید ہے	ذکر اسمائے الٰہی یَاقَیُّوْمُ یَاکَافِیْ یَاقَیُّوْمُ یَامغنی یَاقَیُّوْمُ یَاقَادِرُ ہر وظیفہ چالیس مرتبہ چالیس روز تک پڑھنا اہل طریقت کا معمول رہا ہے۔ تعداد ۴۰۰ تک بھی مفید۔	ذکر یَاقَھَّارُ یَاجَبَّار یَاقَیُّوْمُ یَاقَھَّار یَاقَیُّوْمُ یَاجَبَّار یَاقَھَّار یَاوَدُوْدُ یَاقَھَّار بعد از نماز ہر وظیفہ چالیس بار پڑھے۔ تعداد ۴۰۰ تک بھی مفید ہے۔

منازل ومقامات	شریعت	طریقت	حقیقت	معرفت	عرفان	مکمل عرفان	بالاعرفان
نفوس ستہ	نفس امارہ، ظاہر شریعت	نفس لوامہ، باطن شریعت (طریقت)	نفس ملہمہ، حال حقیقت (عشق)	نفس مطمعنہ باطن معرفت (وصل) دعوت الٰہی	نفس راضیہ، معرفت (فنا)	نفس مرضیہ، مکشوف حقیقت (حیرت)	نفس کاملہ، مقام محمدیت (بقا)
خصائل نفس	حیوانی جبلتوں کا غلام، بدی کا نیکی پر غالب رہنا، خصائل وصفات مذمومہ سے نفس کی حیوانی صورت بنتی، بے شک نفس یقیناً برائی کا بڑی شدت کے ساتھ حکم دینے والا (۱۲:۵۳)	نیکی و بدی کی کشمکش، اپنی غلطی گناہ سے پشیماں ہوکر ملامت کرنا، بدی سے نفرت کا اظہار، نیکی و بدی اور حق و باطل میں امتیاز، صالحین و علماء کرام لوامہ سے فیضاب ہوتے ہیں۔	ذوق، نیکی و اطاعت، تقویٰ اور اعمال صالح، قلب میں الہامی طور پر القا ہونا، نفس ملہمہ کی صفات و خصائل میں قناعت، سخاوت، عجز و انکساری، توبہ، صبر، خلوص، فضائل اخلاص حسنہ اور علم باطن شامل ہیں۔	نیکی و پاکیزگی اور خصائل حسنہ سے متصف ہونا نفس مطمعنہ کی صفت ہے، حالت اطمینان قلبی و روحانی میں بارگاہِ الٰہی سے مسلسل ربط و تعلق کا ہونا، قلب کے چھ پردوں کے بے حجاب ہوکر مقام ملکوتی تا لاہوتی روح و سر کا درجہ حاصل ہونا، الہام کا القا ہونا، کرامات۔	نفس مطمعنہ کے اعلیٰ خصائل، حالت احوالِ عشق الٰہی، ترک ماسویٰ اللہ اور فنا و بقا کے مقامات ہیں۔ ذکر و فکر، زہد و مجاہدہ و توکل، وفاء بقا باللہ اور کرامات شامل ہیں	احوال میں استقامت، تسلیم و رضا کا حاصل اور رضائے الٰہی پر خود کو سپرد کر دینا ہے، اللہ کا بندے پر راضی ہونا اور بندے کا اللہ سے راضی ہوکر اطمینان کر لینا۔	نفس قدسیہ اللہ کا رفیق ہے، قرب الٰہی میں تمام جنتوں سے بالا مقام، مقام لاہوت پر ذوقِ قرب و محبت میں اللہ اور رسول کا سفر جاری رکھنا نفس قدسیہ کے خواص ہیں۔ نفس کی کاملیت

تفکرِ ملت وخودشعوری

تجھے ملت کا کوئی غم نہیں ہے
تو مسلم ہے کسی سے کم نہیں ہے
سفالِ خود کو بھر لے اپنی مے سے
ترے ہاتھوں میں جامِ جم نہیں ہے
غیروں کی غلامی دستگیری
ترے امراض کا مرہم نہیں ہے
ترقی اور خوشحالی ہو کیونکر
یقیں محکم عمل پیہم نہیں ہے
تصوف کی منازل طے ہوں کیسے
تو اپنے نفس پر حاکم نہیں ہے
نکل جا خانقاہ سے سوئے مکتب
تصوف کا ابھی عالم نہیں ہے
انا الحق کی رمز منصور جانے
ابھی ذاتِ خدا میں گم نہیں ہے
ہو سلطانِ زماں مکاں کیونکر
کہ عشق لامکاں قائم نہیں ہے
قلب ہو شاہ زماں کیسے منور
ربطِ نفس و روح باہم نہیں ہے

راہِ سلوک کیا ہے؟

سلوک وتصوف ،شریعت وطریقت کے باہمی ربط سے مراد ہے۔راہِ سلوک پر چلنے والا جذبہ عشق ومحبت،جذب ووجدان کی حالت میں ہوتو قواعد وضوابط سے آزاد ہوتا ہے لیکن سلوک واحسان کا ابتدائی زادِراہ طاعت حق،اتباع رسول،ظاہری وباطنی علوم سے بہرہ ور ہونا لازمی ہے۔تفکر ومراقبہ،مشاہدہ دینی وباطنی واردات کی بنیاد شریعت اورطریقت ہے۔

شریعت میں میری ہے تعمیر مضمر   طریقت میں رستہ ملا ہے خدا کا
کرو پیدا اوصافِ اسلام ایسے   رہے نام باقی نہ مکر و ریا کا
وہ عدل عمر صدقِ صدیق سیکھو   وہ صبر حسیں حوصلہ مرتضیٰ کا
خدا کی نظر میں غنی ہے کہ جن کو   نہ ہو فکر جنت نہ غم ہو جزا کا
فرشتوں کا مسجود بن کر بھی انساں   پا نہ سکا راز اپنی بقا کا

راہِ سلوک وتصوف پر چلنے والی پہلی جماعت اصحابِ صفہ تھی جو مسجد نبوی کے ملحقہ چبوترے پر ہمہ وقت عبادت الٰہی ذکر اللہ میں مصروف رہتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی زیر تربیت تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب و باطن کیلئے راہِ سلوک اختیار کئے ہوئے تھے۔اُن کا مقصد حصول علم شریعت (ظاہری) علم طریقت (باطنی) تھا۔کمال ایمان وتقویٰ کثرت ذکر وعبادت،صبر وقناعت،توکل بر خدا،مجاہدۂ نفس سے قلب کی صفائی اُن کے معمول کار میں شامل تھے۔اللہ کے فرمان کے مطابق حضورِ اکرم ﷺ اصحاب صفہ کی دلجوئی اور خبر گیری رکھتے تھے اور اپنے چہرہ منیر کی زیارت سے اُن کے دلوں کو منور کرتے تھے۔

تصورِ شیخ آداب سلوک کا اہم جزو ہے۔سورۂ مائدہ میں واضح طور پر ارشادِ الٰہی ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ وَجَاهِدُوۡا فِیۡ

سَبِیۡلِهٖ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۝۳۵ (۳۵:۵) (اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اُس تک پہنچنے کیلئے وسیلہ (مرشد) تلاش کرو اور اللہ کی راہ (سلوک) میں جہاد (مجاہدہ نفس) کروتا کہ تم فلاح پاؤ)۔

یاد رہے واحدانیت و باطنی کیفیات قلب مرشد سے قلب مرید تک رسائی کرتی ہیں۔جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ ،حضرت عمر فاروق اعظمؓ ،حضرت عثمان غنیؓ ،حضرت علی المرتضیٰؓ ،حضرت ابوذرؓ ،حضرت سلمان فارسیؓ جیسے اصحابہ اکرام کیلئے رسول اللہ رہبر کامل تھے۔اُن کے تصور سے اپنے قلوب کو منور کرتے تھے اسی طرح حسن بصری،جنید بغدادی اسرارِ رسول وانوار صحابہ سے اپنے سینوں کو روشن کرتے رہے۔صحبت شیخ کامل مرید کو صالح وطالح، نیاز مند اور راست باز بنا دیتی ہے۔ارشاد ربانی ہے۔یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ۝۱۱۹ (۱۱۹:۹) (اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور اہل صدق کے ساتھ رہا کرو (یعنی اُن کی صحبت میں بیٹھ کر اپنی اصلاح کرو))۔

حدیث جبرئیل میں حضوررسول اکرم ﷺ نے راہِ سلوک وطریقت کے تین مدارج ارشاد فرمائے ہیں۔ایمان،عقائد پر،اسلام اعمال پر اور احسان مشاہدہ ورویت پر مبنی ہے۔ان مدارج سے راہ سلوک پر چلنے والوں کو گذرنا پڑتا ہے۔جب وہ ان مدارج میں کامل اور راسخ العقیدہ ہوجاتے ہیں تو فقرائے مقربین کی صف میں شامل ہوجاتے ہیں۔

اخلاص کیا ہے؟

عقل سے آگے شعور و تفکر — مگر لاشعوری ہے دونوں سے بڑھ کر
خیر اس میں مستور صفتِ پیغمبر — نیت کو اخلاص سے کر منور

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات ہیں اِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ ينظر اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ (صحیح مسلم ۱:۳۱۷) (بیشک اللہ رب العزت تمہارے مال اور صورتیں نہیں دیکھتا بلکہ دلوں (کی کیفیت و حال) اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے اور اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ (صحیح بخاری ۱:۲) (اعمال کا دوارمدار نیتوں پر ہے) اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ (۳:۱۱۹) (بیشک اللہ رب العزت دلوں کے رازوں سے خوب واقف ہے۔) جب اخلاص اعمال کی روح بن جائے تو اعمال قول وفعل ریاکاری اور منافقت سے پاک وصاف ہوجاتے ہیں۔ علوم العقائد و احکام من اللہ علم الاخلاص مع اللہ بن جاتے ہیں۔ حدیث جبرائیل شاہد ہے مذکورہ دوسوالات کے جوابات سننے کے بعد حضور اکرم ﷺ سے تیسرا سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ نے علم من اللہ کے علم مع اللہ ہوجانے کو علم تصوف سے تعبیر کیا فان لم تكن تراه فانه يراك (نماز میں اللہ کو دیکھ نہ پاؤ تو کم از کم یہ کیفیت ضرور حاصل ہو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے)۔ ایک لطیف نکتہ قابل غور ہے جب دونوں ہاتھ مصلےٰ نماز پر رکھتے ہوئے اسم ذات کے تصور پر جبین نیاز سجدہ ریز ہوتی ہے اور وقت دعا تک یہ تصور قائم رہتا ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید سورہ الصّف (۶۱:۳) میں واضح ارشاد باری ہے۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (بارگاہ نماز میں) اللہ کو یہ بات ناگوار

(گذرتی) ہے کہ تم وہ کہو جو کرو نہیں۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل — دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
(اقبال)

ابوسعید ابوالخیر اپنی کتاب تاریخ تصوف ص ۵۱۳ میں قول بیان کرتے ہیں۔ اُس احد الوجود (خدائے مطلق یکتا) سے محبت کرو جسے کبھی فنا نہیں تا کہ اُس کی محبت سے تم بھی غیر فانی ہوجاؤ۔ کسی بھی عمل کا آغاز اور انجام نیت پر ہے۔ نیت درست ہو تو بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے۔ (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ (صحیح بخاری ۱:۲) (اعمال کا دوارمدار نیتوں پر ہے) بارگاہِ نماز میں نیت کی کہ اپنا رخ اللہ کی طرف کرتا ہوں جو میرا معبود ہے اگر دل ودماغ کے ساتھ حاضر نہیں ہوا تو ایسا لگتا ہے کہ محبت الٰہی سے قلب بیگانہ ہے۔

دل سوز سے خالی نگاہ پاک نہیں ہے — نابینا چشم ہے نمناک نہیں ہے

اگر بارگاہِ نماز میں بندگی اور غلامی کے خیال سے اللہ کو سجدہ خالصتاً اُسے راضی کرنے کا ہو اور دل ودماغ میں سوائے اپنے معبود حقیقی کسی غیر اللہ کا خیال نہ آئے تو اس کو طریقت کی نماز کہا جاتا ہے اور تصوف کی تمام منازل اخلاص بالعمل اور قلب ونظر کی پاکیزگی سے طے ہوتی ہیں اور سالک حقیقت آشنا ہو کر عارف باللہ بن جاتا ہے۔

راہِ سلوک پر چلنے والا طالب وفقیر اللہ تعالیٰ کی محبت وعشق میں ایسا کھو جائے کہ اُسے اپنی خبر نہ رہے یہ کیفیت اُس وقت ممکن ہے جب اللہ کے عشق ومحبت کی کیفیت طالب سالک پر غالب آجائے وہ خود کو بھول جائے۔ گم شدگی کی حالت اور کیفیت میں اپنی ذات کو کھو بیٹھے، ریاکاری اور نفس پرستی تک کا خیال معدوم ہوجائے۔ قلب بیدار زبان گویائی سے عاجز ہو تصفیہ قلب ایسا ہو کہ ہر کثافت سے دل پاک ومنزہ ہوجائے تو خود کو رب العزت

ہستی مطلق کے حوالے کر دے۔ صلوٰۃ و دعا میں صدق دل سے یہ کہے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را   تو دانی حساب کم و بیش را

خیال، سرُتا اور توجہ معبود حقیقی کے اسم ذاتی (اللہ) کی طرف رہے۔ چلتے پھرتے حمد وثنا تک مالک حقیقی کی ہی حمد وثنا بن جائے اس حال کو اخلاص بالعمل کہتے ہیں۔ مشائخ دیں اہل حق با مشاہدہ اس کیفیت کو واردالوجود کا نام بھی دیتے ہیں۔ سالک کا آئینہ قلب محبوب ہی کا آئینہ بن جاتا ہے۔ گویا وہ خود (صورت شیخ) کو اپنے ہی آئینہ میں دیکھتا ہے یہ اخلاص کا اعلیٰ وعرفا درجہ ہے۔ اپنی ہستی موہومہ (خود) کی نفی تام کر کے عمل صالح اخلاق و نرم خوئی، تکبر و انا پرستی کی بجائے عاجزی اور ذاتی خوبیوں کی خودنمائی و خودستائی سے مکمل پرہیز ہو۔ کسی غیر شے، غیر اللہ اور وسوسوں کا گذر نہ ہو۔ اس بارے میں ارشاد باری بھی ہے۔ اخلاص یہی ہے کہ عبادت بطور عبد اور اطاعت بطور غلام اپنے خالق و مالک کا مطیع ہو کر اُس کی بارگاہ میں ہمہ وقت یکسوئی دل و دماغ سے حاضر رہے۔ ایسی عبادت پنجگانہ معہ تصور شیخ خشوع اور دلجمعی سے کرے کہ من و تو کا فرق مٹ جائے۔ تصور شیخ سے رہنمائی حاصل کرے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اعلیٰ حضرت سلطان العارفین بابا پیر سید محمد حسین شاہ اپنے دیوان میں قلم طراز ہیں۔

فنا فی الشیخ دا مرتبہ تدوں ہوندا جدوں پیر مرید اک جان ہووے
محمد حسین وظائف لکھ ورد کریئے بناں پیر ناں رب پچھان ہووے

اطاعت و اخلاص

تقدیر میں تکلف اخلاص میں ہو غفلت
ہے باعثِ معصیت آفت و ندامت
فقر و رضا قناعت مومن کی ہے علامت
تقویٰ، صبر، توکل طاعت میں عین راحت

سفر ناتمام

محبت کا کوئی ساحل ہے
عشق ڈوبنے پہ مائل ہے
وارفتگی کا یہ عالم ہے
ہر قدم ایک منزل ہے

آرزوئے وصل

دیکھا جو اُن کی جانب نگاہ بے بصر گئی
حیراں شاہ زماں چشم بینا کدھر گئی
پوچھو نہ آرزو میں کیسے بسر ہوئی
مرنے کے بعد میرے اُن کو خبر ہوئی

نویدِ جمہوریت

وہی جوش براہیمی دکھادیں شاہ زماں مسل کر
نہیں بھاتے مجھے ہرگز بتانِ خانۂ آذر
قمر کتنا ہی تاباں ہو رہے گی پھر بھی شبِ آخر
سحر ہوتی نہیں ہرگز طلوع جب تک نہ ہو خاور

اخلاق کیا ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا **تخلقوا باخلاق اللہ** اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو۔لباس بشریت کی جگہ اخلاق حمیدہ (الٰہیہ) پہن کر اللہ کے اخلاق (صبغتہ اللہ) کے رنگ میں رنگ لو۔گویا حواس خمسہ پر اللہ کا رنگ غالب آجائے خالق کے ساتھ صدق اورخَلق کے ساتھ خُلق کی صفت پیدا ہوجائے اور اپنے احوال ومعاملات کوحق کے ساتھ قائم رکھنے کا نام اخلاق اللہ ہے۔قلب میں خودحق کے ساتھ ظاہر ہواور باطن میں ہر قدم حضوریٔ قلب کی کیفیت رہے جیسے مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ۔

بظاہر درمیاں بازار باشم　　　بباطن ہمہ را او یار باشم

صوفی وہ ہے جو دونوں جہاں میں بجز ذات الٰہی کے کچھ نہ دیکھے۔حضرت محمد بن علی بن حسینؓ بن علی المرتضیٰ سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ خَلَقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَيْكَ فِي الْخَلْقِ زَادَ عَلَيْكَ فِي التَّصَوُّف پاکیزہ اخلاق کا نام تصوف ہے

جس کے جتنے پاکیزہ اخلاق ہوں گے اتنا ہی زیادہ وہ صوفی ہوگا۔

اخلاق اللہ عقل سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ محبت سے پیدا ہوتے ہیں۔اصول اخلاق براہِ راست لاشعوری طور پر ضمیر اور نصب العین سے ماخوذ ہوتے ہیں۔صحیح نصب العین فرمان رسول کا تقاضا کرتا ہے کہ اپنے اندر اللہ کے اخلاق جو وحی کے نور سے منور اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں جو اخلاق حسن حقیقی کی صفات پر مبنی ہیں وہ اخلاق کے عالمگیر اصول کہلاتے ہیں۔اگر دنیا کی مختلف ریاستیں انصاف، سچائی، نیکی، اخلاق اللہ اور آزادی کی اصلاحات کے معانی ومصارف سے مکمل آگاہی حاصل کر کے ایک ہو جائیں تو کرۂ ارض پر انسانوں کیلئے اسلام کی تعلیمات کا عادلانہ نظام قائم ہوسکتا ہے۔

سنہری اُصول

۱۔ غنی وہ ہے جو قناعت کرے۔
۲۔ عالم وہ ہے جو تقویٰ کرے۔
۳۔ اللہ کا بندہ (غلام) بننے کیلئے کثرت سے ذکر کرو۔
۴۔ ایمان کی تکمیل اچھے اخلاق سے ہوتی ہے۔
۵۔ رزق میں کشادگی باوضو رہنے سے ہوتی ہے۔
۶۔ دعاؤں کی قبولیت رزق حلال سے ہوتی ہے۔
۷۔ گناہوں کا مداوا استغفار ہے۔
۸۔ گناہوں سے معافی کیلئے عجز ونیاز، رونا، صدقہ، رحم دلی اور روزہ ہیں۔
۹۔ عزت اور اچھائی کیلئے مخلوق کو نفع پہنچاؤ۔
۱۰۔ سب سے بڑی اچھائی اچھے اخلاق، تواضع اور صبر ہے۔

مرتبہ احسان کیا ہے؟

تصوف کے ذریعہ سے انسان کامل کا روحانی رفعتوں اور بلندیوں کو پالینا دراصل اُس کے درجہ احسان پر فائز ہوجانا ہے۔جس کا ذکر رسول اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ جو حدیث جبرائیل سے موسوم ہے (صحیح بخاری ۱:۱۲) میں منقول ہے حضور ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اُس کے فرشتوں پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے اور تو مرنے سے پہلے دوبارہ جی اٹھنے پر بھی یقین رکھے۔ پوچھا گیا اسلام کیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا، اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرے اور نماز قائم کرے اور فرض زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ پھر سائل نے پوچھا احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اس طرح خدا کی عبادت کرے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے اگر (بے خبری یا ساھون سے) تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا ہے مگر اللہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان ۱۱)

اس حدیث جبرائیل میں دین اسلام کے تقریباً تین ارکان کا ذکر ہے۔ ایمان، اسلام اور احسان۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اصلاح حدیث کو سلوک و تصوف اور طریقت کا نام دیا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے تصوف کی ایک ہزار سے زائد تعریفیں بیان کی ہیں۔ سورۂ آل عمران لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۳:۱۶۴) (بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔)

قرآن حکیم میں فرائض نبوت بیان کئے گئے ہیں۔ شریعت کے فرائض تلاوت آیات اور قرآن کی تعلیم اور طریقت کے فرائض تزکیہ نفس اور باطنی تعلیم (تصوف) اور حکمت رسول اللہ کے احکام کا اتباع ہے۔ جب تک ظواہر تک محدود رہے اُس کا نام شریعت ہے۔ جب اس کے اثرات قلب و باطن کو منور کرنے لگیں تو اُسے فیضانِ تصوف سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اصلاحاً احسان بھی اخلاص فی العمل ہے۔ یہ درجہ کمال ہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جہاد بالمال کیلئے اعلان پر صدیق اکبر نے گھر کا تمام سامان لاکر حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا۔ حضور نے پوچھا ابوبکر گھر والوں کیلئے باقی کیا چھوڑا۔ عرض کیا گھر والوں کیلئے اللہ اور اُس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ اس مقام رضا و ایثار کے عوض اللہ کی طرف جبریل امین کے ذریعے صدیق اکبر کو اپنا سلام بھیجا گیا اور پوچھا کہ ہم سے خوش ہیں یا ناراض۔ تو آپ پر لرزہ اور رقت قلبی طاری ہوگئی زار و قطار روتے ہوئے پکار اٹھے ابوبکر اور اللہ سے ناراض! مجھے صرف یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہوگیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ جیسے رہبر اکمل کی صحبت کا نتیجہ تھا کہ میرا مال متاع، میری جان بھی تو۔ میرا عشق بھی۔ دین و ایمان بھی تو۔ چنانچہ

؎ مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اڑا دے
تیرے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

؎ صحبت صالح تُرا صالح کند — صحبت طالح تُرا طالح کند

یہ کرشمہ اعجازِ مرشد کامل سے وابستگی کا نتیجہ ہے کہ امام بخاری، ابو مسلم دیگر صحابہ اکرام کلامِ رسول اور اخبارِ رسول ﷺ کو جمع کرتے رہے اور ابوبکر صدیق، علی المرتضیٰ اور بعد میں اُن کے مریدین حسن بصری، جنید بغدادی باطنی کیفیات، وجدانی مشاہدات، اسرار

رسول اور انوار صحابہ سے اپنے سینوں کو منور کرتے رہے۔ قرآن میں ارشادِ ربانی ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴿۱۱۹﴾(۱۱۹:۹) (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اہل صدق کے ساتھ رہا کرو) یعنی صادقین کی بیعت و روحانی نسبت اختیار کرو اور نیک اور پرہیزگاروں کی صحبت میں رہو۔

تقویٰ احسان ایمان محکم   علم و حکمت یقین عمل پیہم
عدل و انصاف اتحاد باہم   درس قرآن نے یہ دیا ہے

وجد وجدان وسماع

وجد کے معنی حال، حالتِ بےخودی، بےحد خوشی وغمی ہے۔ وجد ایک باطنی کیفیت ہے جو طالب ومطلوب کے مابین غم دل اور بےحد خوشی کے عالم میں آبدیدہ، اشکبار ہو جانے کی حالت اور کیفیت کا نام ہے۔ بحالت جوش وشوق، حال بےخودی سے مشاہدہ ہوتا ہے گویا صاحب حال کا نفس ناطقہ متاثر ہو رہا ہے۔ وجد کا تعلق اور نسبت نفس ناطقہ کی نوعیت پر ہے بعض حساس طبع انسان حسن قرآتِ قرآن، وعظ، عارفانہ کلام اور لطیف مضامین، گردو نواح کے خوشگوار ماحول سے متاثر ہو کر وجد کی کیفیت طاری کر لیتے ہیں اور جھومنے لگتے ہیں۔ محفل سماع میں اکثر لوگ حالت وجد کا اظہار حرکات وسکنات میں کرتے ہیں۔ بعض سخت مزاج اور کھٹن دل اشخاص پر لطیف نرم ونازک کلام بےاثر ہوتا ہے۔ سریلی آواز خواہ کسی جانور کی بھی ہو نرم خو انسان کو متاثر کرتی ہے۔ پرندوں کی چہچہاہٹ صحرا اور خوبصورت وادیوں کی بےکنار وسعت، بھنورے کی بھنباہٹ، خصوصاً قرآن کی تلاوت سے دلوں میں رقت، تحریک، وجد اور غیر معمولی تاثیر کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔ سلیم النفس طالب وسالک

یکسوئی سرتا اور توجہ تمام ممکنات اور مادیت سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ سبحانہ کی طرف سوز وگداز اور درد وسوز کے ساتھ مرکوز کرتا ہے تو وجدان کی کیفیت میں چلا جاتا ہے۔ وجد کا درجہ کمال اور اس کی کیفیت حال کو وجدان کہتے ہیں۔ وجدان حالت ذوق وشوق میں بےخودی وسرمستی کی کیفیت کا نام ہے اور عاشق زار یہ کہتے سنائی دیتے ہیں

جز ذوق طلب ،جز شوق سفر کچھ اور مجھے منظور نہیں
اے عشق بتا اب کیا ہو گا لگتا ہے منزل دور نہیں

بے خود کیے دیتے ہیں اندازِ حجابانہ
آنکھوں میں تجھے رکھ لوں اے جلوہ جاناناں
کیوں پریت لگائی تھی، دید کرائی تھی
اب رخ کو چھپا بیٹھے کر کے مجھے دیوانہ

وجدان کیلئے خشوع وخضوع، طہارت، سماعت اور عدالت واحسان کی خصوصیات کا ہونا شرط ہے۔ اور فقہا کی عقل کائنات میں کل کی بجائے اجزاء عناصر کو دیکھتی ہے۔ کسی شے کی وحدت صفت کل کا احاطہ کرنا وجدان کا کام ہے۔ وجدان اور کشف قبور، کشف قلوب، کشف علوی اور کشف آفاق کی اہمیت اور افادیت اور حسن ادراک پر اہل اللہ صوفیا اکرام نے بہت زور دیا ہے۔ نبی اکرم خود قرآن پاک کی تلاوت، پاکیزہ اشعار اور نعتیہ کلام کے سماع کے شائق تھے۔ نعتیہ کلام کی محفل کا اکثر اہتمام فرماتے اور نعت خواں حسان بن ثابت کو نعتیہ کلام پڑھنے کا حکم دیتے اور کلام سے مسرور ہوتے۔ بعض مشائخ کے نزدیک سماع کو بغیر معنی ومطالب سمجھے سننا جائز نہیں۔

کشف و وجدان کے ذریعہ علم حقیقت ومعرفت ملتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وجدان

حقائق تک اور اندرونی عناصر و اجزاء میں ہر عنصر اور جزو کی حقیقت کو وحدت کے طور پر دیکھنے کے علم اور احساس کا نام ہے۔ عقل (قلبی) وجدان کی حقیقت کا تجزیہ، تنظیم اور تربیت کو دیکھتی ہے اور دکھاتی ہے اور نئی وحدتوں، عالم محسوسات میں وجدان کی مدد کرتی ہے۔ لیکن حقائق تک رسائی، نظام حکمت اور قوانین کائنات کا علم اپنی وحدت (یکتائی) کے باوجود دو ذرائع سے ملتا ہے ایک ذریعہ علم نبوت کا ہے دوسرا ولایت یعنی تصوف کا ہے جہاں ذہنی و عرفانی جستجو کو وجدان، مراقبہ، مکاشفہ اور سائنسی ایجادات پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

نبوت سے رہنمائی اس لئے ضروری ہے کہ وہ ذہنی اور روحانی جستجو کو صحیح راہِ مستقیم پر گامزن کرتی ہے اور وجدان کی کمی اور کوتاہی کو دور کر کے مقربین اور عارفین اللہ وجد و وجدان پر اللہ کی معرفت علم تصوف کو متابعت احکام رسالت و نبوت کے غلبہ کو حاوی اور برقرار رکھتی ہے۔ ایک واقعہ اس ضمن میں قابل تحریر ہے کہ محفل سماع میں ایک شخص کی حالت وجد میں بے قابو حرکات و سکنات دیکھ کر باواجی سلطان العارفین مرشد کامل پیر سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ شعر پڑھا۔

جو ذرا سی پی کے بہک گیا اُسے میکدے سے نکال دو
یہاں کم ظرف کا گذر نہیں یاں اہل دل کا کام ہے

حضرت جنید بغدادی کو شبلی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ نے غمگین دیکھ کر عرض کیا اے شیخ کیا بات ہے فرمایا (مَنۡ طَلَبَ وَجَدَ) جس نے چاہا (طلب کیا) پالیا حضرت شبلی نے اپنے حال کے جوش میں کہا نہیں بلکہ جس نے پایا وہ طالب ہوا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ نے طلب و چاہت کو مقدم خیال کیا اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فیض پالینے کے بعد طالب صادق ہونے کا اشارہ کیا۔ مشائخ تصوف کے نزدیک حضرت جنید بغدادی کا قول معتبر ہے اس لئے جب طالب حق (اللہ کا بندہ) جان لیتا ہے کہ جس ذات کی چاہت اور طلب کر رہا ہوں وہ (معبود حقیقی) میرا ہم جنس نہیں ہے وہ اُس سے بالاتر ہے تو اُس کا غم طویل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جس نے محبوب حقیقی کی معرفت کو جان لیا اُس نے عرفانِ خداوندی کو پالیا۔

وہ تیرا ہی تو گھر نکلا

ہے جس کا چار سو چرچا دو عالم میں کدھر نکلا
کہیں کعبہ نشیں ہوکر بتوں کے گھر مگر نکلا
تھی جس کی جستجو مجھ کو وہ خود ہی مبتلا نکلا
کہیں خالق کہیں عاشق کہیں وہ دلربا نکلا
نہ پوچھ ہم سے کہ دردِ عشق کی تاثیر کیسی ہے
تیری محفل سے جو نکلا وہ لے کر چشمِ تر نکلا
لرزتے تھے زمین و آسماں جس کے اٹھانے سے
وہ مسجود ملائک روحی پیکر سربسر نکلا
خدا نے جس کی خاطر دو جہاں کو پیدا فرمایا
وہ محبوبِ خدا ختم الرسل خیر البشر نکلا
لٹایا گھر زلیخا کا کیا بے ہوش موسیٰؑ کو
اٹھا کر میم کا پردہ یونہی وہ جلوہ گر نکلا
سمایا تھا جو آنکھوں میں وہ دل کا نور بن چمکا
سمایا جو نہ کرسی میں وہ آخر عرش پر نکلا
نہ پایا تجھ کو کعبہ میں بھی ڈھونڈا شاہ زماں آخر
میں دل سمجھا جسے اپنا وہ تیرا ہی تو گھر نکلا

عرفانِ خداوندی کیا ہے؟

اسلامی تصوف روح انسانی کی بیداری کا نام ہے اور اُس کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ چونکہ تصوف قرآنی تعلیمات کی روح ہے اس کی تعلیم و تربیت کا مقصود یہ ہے کہ نفسانی خواہشات اور باطلہ خیالات کی نفی تام کر کے اپنے اللہ کی طرف وجدانی کیفیت میں دنیا و مافیہا کے معاملات سے ہٹ کر یکسوئی سے متوجہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کا خیال تصور اسم ذات (اللہ) عبادتِ نماز میں قائم رکھنا بلکہ کار ہائے جہاں میں مصروف کار ہوتے ہوئے بھی اللہ کی یاد سے لمحہ بھر بھی غافل نہ ہونا عرفان خداوندی کا حصول ہے۔ قرب الٰہی کی کیفیت کو وجدان اور مراقبہ میں نورِ حق کو اپنے نفس پر غالب کرنے کو عرفانِ خداوندی کہتے ہیں مولانا جلال الدین رومی کو کسی شخص نے بازار میں سودا سلف لیتے دیکھا اور پوچھا کہ آپ دنیا کے کاموں میں مصروف ہیں اس طرح آپ اللہ سے غافل تو نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

بظاہر درمیان بازار باشم　　بہ باطن ہمرا آں یار باشم

گرچہ ظاہری طور پر بازار میں سودا خرید رہا ہوں لیکن باطنی طور پر اپنے رب کی یاد سے قطعاً لمحہ بھر بھی غافل نہیں ہوں۔

اسلام اور تصوف

دین اسلام دراصل ظہور استقرائی عقل کا نام ہے۔ اس سے مراد محض توجیہہ ہی نہیں بلکہ تخلیق ہے۔ اسلام ایک مکمل نظام حکومت، مساوات، عدل و انصاف پر مبنی ضابطۂ حیات ہے جو اسلامی معاشرے اور اُس کے ہر فرد کے تحفظ کا ضامن ہے۔ اسلام میں روحانی اور مادی زندگی الگ الگ نہیں۔ یہ ایک عالمگیر مجلس اقوام ہے۔ ادائیگی حقوق و فرائض، انفرادی، اجتماعی طور پر اخلاقی، معاشی، سائنسی اور روحانی ترقی کا علمبردار اور ضامن ہے۔ عقلی ،استدلالی اور عرفانی طور پر وحی اللہ کے نظام کے ذریعہ صداقت اور حقیقت کو پانے کا نام ہے۔ اسلام امن اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے اور صرف خدائی حاکمیت اور خدائی آئین کی بالادستی کا نقیب ہے جبکہ اسلامی تصوف قرآنی تعلیمات کی روح سے مادیت کو جلا بخشتی ہے۔ اسلامی تصوف کا مقصد اخلاقیات، اصلاح باطن ہے، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مکارم اخلاق پیدا کرنا نفسِ انسانی کو گناہ کی الائشوں اور رذائل اخلاق سے پاک کرنا ہے۔ اس میں مرحلہ وار شریعت میں مجاہدہ نفس، زہد و ریاضت، طریقت میں محاسبہ، احتساب عمل، حقیقت میں مراقبہ و مشاہدہ اور معرفت میں مکاشفہ اور عرفان الٰہی سے فہو المراد ہونا مقصود ہے۔ بلاشبہ صوفیانہ مذہبی تجربات و مشاہدات ہمارے دیگر تجربات کی مانند قدرتی ہیں۔

فنا و بقا

فنا کی ابتداء عدم سے ہوئی اور انتہا بھی عدم پر ہے۔ دونوں عدم مطلق اور عدم اضافی کے درمیان بقا ہے۔ دونوں صورتوں میں ابدیت ذات حق کو ہے جسے بقائے دوام حاصل ہے۔ اس لئے علم تصوف کی رو سے تسلیم کرنا پڑے گا کہ واجب الوجود (ذات مطلق) میں سچا طالب اپنے اوصاف کو وجودِ حق میں فنا کر دے پھر بقائے دوام کا دروازہ کھلتا ہے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہؒ کا قول زریں ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے آپ کو فنا سے پہچان لیا یقیناً اُس نے حق تعالیٰ کو بقا کے ساتھ پہچان لیا۔ جب بندہ صفاتی طور پر ماسویٰ سے فانی ہو جاتا ہے تو اُسے اوصاف ناسوتی کے فنا ہونے سے بقائے لاہوتی حاصل ہوتی ہے گویا مقام بقا پر پہنچ جاتا ہے۔ فنا سے مراد ذکر غیر اللہ ہے اور بقا سے مراد ذکر حق ہے یعنی بندہ فنائیت سے آگے گذر کر بقائے دوام کی منزل لاھوت کو پالیتا ہے۔

سردے کے اہل عشق نے منزل کو پالیا
عمر دوام مل گئی اس امتحاں کے بعد
گو قابلِ تعظیم ہیں اللہ کے سب ولی
سب کو میرا اسلام ترے آستاں کے بعد
اب میکدے میں مینا وساغر اداس ہیں
ساقی کہاں ملے گا پھر شاہ زماں کے بعد

تصوف کا لطیف نقطہ یہ ہے کہ جس نے عرفان الٰہی حاصل کیا اُسنے تمام تر اغیار کو دل سے نکال دیا حتیٰ کہ اپنے اوصافِ انا سے بھی فانی ہو گیا کیونکہ فنا سے عقل اور نفس ناطقہ کی صفت باطل ہو جاتی ہے اور پھر باطنی مشاہدات کے شواہد کا معائنہ ہونے کے بعد مکاشفہ ہوتا ہے یہ مکاشفات ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ اسی لئے معرفت حق ایک دائمی حیرت کا نام ہے۔ جب عظمت حق قلب پر منکشف ہوتی ہے تو روح ،قلب اور نفس مطمعنہ کے رب العزت کی بارگاہ ایزدی میں سراپا عجز و نیاز سربسجود ہو کر قرب اللہ سے سرفراز ہو جانے کو حضرت سلطان العارفین باوا پیر محمد حسین تاج والی سرکار اپنے دیوان میں یوں قلم طراز ہیں۔

یہ نسخہ کیمیا سمجھو فنا ہو کر بقا ہونا
کہ جیتے جی فنا ہونا فنا فی اللہ بقا ہونا
محمد حسین نہیں بنتا کچھ زہد وریاضت سے
یہ سارا کھیل ہے از بر کلام پیشوا ہونا

حضرت محاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خدا کے ہو کر رہو اور خود نہ رہو، اپنی ہستی موہومہ سے نظر اٹھا کر حق کے ساتھ باقی رہو، اپنے اختیار مالک حقیقی کے سپرد کر دو اس طرح روز محشر کو اُس کے ساتھ ہو گے۔ طریقہ فنا یہ ہے کہ مراقبہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ کرو۔

پہلے ہو موتو قبل انت موتو فنا ہو کے دیکھو بقا ہونے سے پہلے
کتاب عمل نیکیوں سے سجا لو ادا کر لو سجدہ قضا ہونے سے پہلے
ایک محمدی سجدہ کافی گراحان ہو جائے
ساجد اور مسجود ہمیشہ یک جان ہو جائے

بالیدگی نفس وقلب

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا

روشنی کے راستے اکثر تاریک ہوتے ہیں۔ جب تک تاریکی اور بدی کا مکمل شعور اور پہچان نہ ہو نیکی اور بدی کی پہچان ممکن نہیں۔ ناپختہ شعوری کی وجہ سے ابتدائی مراحل میں آدم پر بھی ابلیس کا داؤ چل گیا۔ جب انسان کو مافی الضمیر خود شعوری سے صداقت، نیکی اور عرفان الٰہی کی معرفت حاصل ہوگئی اور وحی کے نور سے اُسے ابلیس کے ہتھکنڈوں اور نفس شریر کی شرارتوں سے بچنے کا طریقہ، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب، لطائف ستہ، بالیدگی قلب ونظر اور اپنے رب کی غلامی کا راہِ مستقیم اختیار کرنے کا شعور اور ایقان آ گیا، پھر اپنے اخلاص العمل سے کاملین مومنین اور مقربین کی تقلید میں نیابت رسول اللہ ﷺ اور قربتِ الٰہی سے سرفراز ہوگیا۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اُسے اپنے نفس کے عیوب دکھا دیتا ہے۔ قلب وروح کی لطافت (تمام تر آلائشوں سے پاک)، نیکی و بدی کے امتیاز سے آگہی اور خود شعوری کی پختگی عطا فرما کر اُسے دنیاوی حرص وہوس کی قید وبند سے آزاد کر دیتا ہے۔ طالب مولا راہ سلوک پر چلنے والے کو اپنے دل کی حفاظت اور یاد الٰہی کا ہر لمحہ خیال رکھنا چاہیے۔ عالم کا بھی کمال یہ ہے کہ وہ اپنے جہل سے واقف ہو۔ تصوف کی اصل غرض و غایت یہ ہے کہ انسان ظاہری اور باطنی پاکیزگی، روح، قلب اور نفس میں لطائفِ اعمال اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی محبت و اتباع، زہد وتقویٰ، اخلاص و احسان، خشوع وخضوع نصیب ہو۔ کاملین، مومنین اور اولیاء اللہ کی صفات سے خود کو آراستہ کرے اور اُن کے راہِ مستقیم پر گامزن ہو کر اپنے مجاہدات، زہد وعبادت، اعمال کا محاسبہ اور اصلاح کرے اور جان و مال سے اپنے اللہ سے سودا کر کے مراقبہ اور وجدان کے ذریعہ

حصول مشاہدہ اور مکاشفہ سے معرفت الٰہیہ کا امین بن جائے۔ تزکیہ نفس کے بعد وجدانی کیفیت بڑھنی شروع ہو جائے اور خدا طلبی کا جذبہ ارادہ قائم رکھے تو ذات حق کا ادراک و معرفت نصیب ہوتی ہے جس طرح حواسِ خمسہ ظاہری محسوسات کا ذریعہ ہیں اسی طرح باطنی احساسات، لطائف ستہ، معقولات حقانی، زمانی ومکانی کے باطنی شعور کا ذریعہ ہیں۔ ان کو مستحکم کرنے کیلئے تزکیہ نفس اور صفائی قلب لازمی ہیں۔ جن کا بیان آگے کیا جائے گا۔

خود شعوری خود آگاہی قربت رحمان ہے
لا شعوری کا تقاضا خیر کی پہچان ہے
شاہ زماں حدیث نبوی سرِّ حق انسان ہے
انساں فقط محرم نہیں قرآن کا عنوان ہے

مقام معرفت کیا ہے؟

جب بندہ تمام اثرات ہستی وجود اور عقلی خیالات سے خالی ہو کر غیبی اسرار کے مشاہدے سے سرفراز ہوتا ہے اور کسی دنیاوی چیز سے حیران نہیں ہوتا اور ماسویٰ اللہ سے نظر اٹھا کر اللہ کے نور سے اللہ کو پہچان لیتا ہے اُسے بقول علی المرتضیٰ معرفت کہتے ہیں۔ عَرَفْتُ اللهَ بِاللهِ وَعَرَفْتُ مَادُوْنَ اللهِ بِنُوْرِ اللهِ (مَیں نے خدا کو اُسی کی مدد سے پہچانا اور ماسویٰ اللہ سے نظر اٹھا کر اللہ کے نور ہی سے پہچانا) حضرت علی المرتضیٰ کے دلائل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ (ہم نے جن و انسان کو اپنی معرفت (پہچان) اور بندگی کیلئے پیدا کیا مگر اکثر اس سے ناواقف ہیں اور روگرداں ہیں۔

مشاہدہ کیا ہے؟

مشاہدہ کے لغوی معنی دیکھنے اور معائنہ کے ہیں۔ مشاہدہ کی حقیقت کی دو صورتیں ہیں ایک کسی شے کا معائنہ کر کے یقین کرنا۔ دوسرے وفورِ عشق و محبت میں اپنے دوست اور محبوب کی ہر بات کو تہہ دل سے تسلیم کر کے اُس کے ذکر اور سخن میں اُسی کے کردار کی جھلک کا نظر کا آنا ہے تا کہ اُس کے سوا کچھ اور نظر نہ آئے۔ محبوب کی ہر بات کو حرف آخر خیال کرے جس طرح صدیق اکبرؓ نے ابوجہل سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج پر جانے کا سن کر ہی واقعہ معراج کی تصدیق کر دی کہ حضور کا مشاہدہ برحق ہے۔

حدیث جبریل سے مروی ہے، جبریلؑ امین کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اُس کا مشاہدہ کر رہے ہو اگر مشاہدہ نہ کر سکو تو یوں سمجھو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے شکموں کو بھوک کا عادی بناؤ، لالچ و حرص ترک کر دو، جسموں کی زیبائش نہ کرو، خواہش کو کم کرو، دل و جگر کو پیاسا رکھو، دنیا سے خلوت نشینی اختیار کرو تا کہ تمہارے قلب اللہ کا مشاہدہ کر سکیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی۔ **یا داؤد اتدری ما معرفتی قال ھی حیات المحب فی مشاھدلی۔** اے داؤد تم جانتے ہو کہ میری معرفت و پہچان کیا ہے۔ عرض کیا نہیں تو فرمان خداوندی آیا وہ دل کی زندگی (حیات) ہے جو میرے مشاہدے سے پیدا ہوتی ہے۔ مشائخ طریقت مجاہدہ و عبادت اور عمل کا منزل طریقت میں محاسبہ کر کے حقیقت میں مشاہدہ اور اُس کی حقیقت کا معائنہ کرتے ہیں جسے کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے قلبی کیفیات کے ذریعہ مکاشفہ یعنی پوشیدہ امور

معرفت کا علم ہو جانا مقصود ہے۔ اسکا ماحصل یہ ہے کہ خلوت و جلوت میں باطنی بصائر سے حق تعالیٰ کا مشاہدہ ہو جائے۔ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مشاہدے کے جوش اور غلبہ سے اللہ کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فاعل کا فعل مفعول کے آئینہ دل میں منعکس ہو جاتا ہے۔ حضرت تاج والی سرکار باوا سید پیر محمد حسین فرماتے ہیں۔

عالم علم دے وچ معلوم دیکھو فاعل فعل دے نال مفعول ہویا
کثرت وچ جاں چمکیا نور وحدت رَل کے نور تھیں روح مشغول ہویا

گویا سالک کا (ذات حق) فاعل کی محبت میں ایسا فنا ہو جانا کہ تمام اشیائے جہان رنگ و بو میں حتیٰ کہ اپنے وجود میں فاعل ہی نظر آتا ہے معلوم ہوا کہ محبت کے بغیر دل مشاہدے سے حجاب میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اُن کے معراج کی خبر ہمیں دی اور فرمایا۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ (۱۷:۵۳) (یعنی اللہ تعالیٰ کے دیدار کے شوق کی شدت میں آپ نے آنکھ کو کسی چیز کی طرف نہ پھیرا)۔ تمام موجودات کے خالق کا مشاہدہ دل میں کیا اور آنکھوں کو ماسویٰ اللہ بند کر لیا۔ مولانا جلال الدین رومی سے مشاہدے کے بارے میں کسی نے پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔

چشم بند، گوش بند لب بند — گر نہ بینی سرِ حق برما بخند

تو اپنے کان دونوں آنکھیں اور لب بند کر لے پھر ایسا کرنے سے اسرار الٰہی نہ دیکھے تو مجھ پر خندہ زنی کر لینا۔ کیا آفتاب حقیقی (رب العالمین) کی تجلی کے آگے کوئی ٹھہر سکتا ہے؟

دیکھا جو اُن کی جانب نگاہ بے بصر گئی — حیران شاہ زماں نظر بینا کدھر گئی
پوچھو نہ آرزو میں کیسے بسر ہوئی — مرنے کے بعد میرے اُن کو خبر ہوئی

حقیقی آفتاب تاباں کے سامنے ہر روشن چیز معدوم ہو جاتی ہے اور باطنی بصائر کھل جاتے ہیں لیکن آرزوئے یار جستجوئے یار سے کم نہیں اور جستجوئے یار وصل یار سے کم نہیں۔ لوگوں نے کسی شیخ کامل سے دریافت کیا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ خدا کا دیدار ہو فرمایا نہیں۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام نے چاہا تو انہیں دیدار نہ ہوا اور حضور اکرم ﷺ نے نہ چاہا تو دیدار ہوا۔ لہٰذا ہمارا مدعائے دیدار الٰہی ہمارے لئے بہت بڑا حجاب ہے۔ کیونکہ جب دنیا میں رہ کر طالبِ مولا کا ارادہ فنا فی اللہ ہو جانا تب اُسے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ شاہ عنایت نے اپنے مرید بلھے شاہ کو کہا آپ اللہ کو دیکھ کر سجدہ نماز کرنا چاہتے ہو تو سنو جے توں ہیں تے اوہ نئیں جے اوہ ہے تے توں نئیں۔

حضور اکرم ﷺ نے درجہ قرب الٰہی اور قَابَ قَوْسَينِ اَوْ اَدْنٰی کے مقام پر ارفعا و اعلیٰ پر فائز ہو کر فرمایا لا احصی ثناء علیك (اے میرے پروردگار) میں تیری ثناء کو محدود نہیں کر سکتا۔ آپ مشاہدہ حق میں تھے۔ آپ نے محب و محبوب کے مابین محبت و دوستی کے درجہ ایقان پر مشاہدہ کمال یگانگت کے عالم میں فرمایا تو وہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی حمد و ثناء بتائی ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تمام شواہد سے منہ موڑ کر کمال معرفت الٰہیہ میں اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ ذات الٰہ العالمین کی جانب پھیر لیا تھا جبکہ حضورِ اکرم ﷺ جملہ عالمین ملکی و سماوی کی سیر کے دوران مشاہدات کے شواہد کے قطع نظر صرف فاعل و مشہود کے مکاشفے میں رہے اور موجودات کون و مکان میں اللہ کے واجب الوجود میں ہر ایک شے کو معدوم دیکھا۔ عارفین اللہ مقربین نے حقیقتِ معراج کے واقعہ سے درسِ معرفت لیا اور منزل کو پالیا۔

گم ہو کے وچہ اُس دے یارا اپنی اَنا بھلاویں
حق دی ذات نوں غالب کر کے آپ نفی ہو جاویں
چاہت بھی محبوب زباں تے کوئی حرف نہ لاویں
خود معدوم موجود الٰہ وچ مشاہدے پاویں
لی معلی قوسینا دا راز بنی سمجھایا
ولیاں نے حق وارد کر کے ایہہ نقطہ آزمایا
فاعل دا ہے فعل تمامی کوئی غیر نہ جانی
لا موجود الا اللہ ہے سمجھ قرآن دے معنی
ظاہر دا حق باطن دیکھیں وچ صفات پیارے
ذکر اللہ نا روشن ہوون نور لطائف سارے
ذکر نفی اثبات لطائف کلمہ حق پکائیو
پڑھ کلمہ ہو کلمہ جائیو کلمے وچ سمائیو
پڑھی نماز بے خبری والی قائم کدے نہ کیتی
جے نماز معراج نہ ہووے جھی نیتی نہ نیتی
اک محمدی سجدہ کافی جیکر آن کروائے
ساجد وچہ مسجود ہمیشہ فرق دوئی مٹ جاوے
شاہ زماں ایہہ راز حقیقی صاف قرآن بتاوے
باہجوں مرشد کامل یارو سمجھ کسے نہ آوے

محاضرہ ومکاشفہ

محاضرہ ومکاشفہ حضوریٔ قلب پر لطائف کا بیان اور حضوری تحریر میں پوشیدہ اور باطنی امورِ قلب کا بیان ہے۔ آیات (اللہ کی نشانیوں) کے شواہد کو محاضرہ اور آیات کے مشاہدات کے شواہد کو مکاشفہ کہتے ہیں۔ محاضرہ کی علامت آیات پر غور و فکر کرنا، مکاشفہ کی علامت آیات الٰہی کی عظمت و بزرگی کی گہرائی اور تہ میں حیرت زدہ رہنا۔ اہل محاضرہ افعال وعمل میں فکر مند رہتے ہیں اور اہل مکاشفہ اللہ کے جاہ و جلال کے دریائے حیرت میں رہتے ہیں۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے عالم ملکوت پر نظر ڈالی تو موجودات عالم ملکوت کے وجود کی حقیقت کو سوچا اور تفکر کیا تو دل میں فعل کی حاضری اور دید میں فاعل کو دیکھا یعنی فعل کو فاعل کی دلیل بنا دیا اور کہا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا (۶:۷۹) (مَیں اپنا رخ اُس ذات کی طرف یکسو ہو کر پھیرتا ہوں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے) برعکس اس کمال معرفت خداوندی کے حضورِ اکرم ﷺ عالم ملکوتی سماوی کی سیر کے دوران نہ فعل کو دیکھا، نہ مخلوق کو، نہ سارے عالم کو بلکہ اپنے آپ کو دیکھنے سے آنکھیں بند کر لیں صرف فاعل (خالقِ باری) کے مکاشفہ میں رہے۔ دیدار کی طلب میں نگاہ شوق بڑھتی گئی قلب اطہر پر دوست کی تنزیہہ و تقدیس کا ظہور ہوتا گیا شوق بڑھتا گیا۔ قرب و وصل کا سماں حیرت ہی کا سرمایہ بن کر رہ گیا۔ مقام محبت میں حسن حقیقی کی تاب نگاہِ شوق کو خیرہ اور حیرت زدہ کر دیتی ہے۔ یہ مقام توحید ہے حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کہا کرتے تھے۔ اے متحیروں کے رہنما میری حیرت کو فزوں تر کر کیونکہ مشاہدے میں حیرت کی زیادتی سے محبت اور معرفت الٰہی کا درجہ بلند ہوتا ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (۲۴:۳۵)

نور کی ضیائے شدت ظاہری آنکھوں کی نظر کو اُچک لیتی ہے۔ کشف میں باطنی بصائر نے اللہ کے نور کا مشاہدہ کیا اور رویت حق کو آیات قرآنی کی وحی کے ذریعہ سمجھا دیا۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (انفال: ۱۷) (کافروں پر خاک کی کنکریاں پھینکنے والا تیرا ہاتھ اللہ ہی کا ہاتھ تھا) اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (الفتح: ۱۰)

اللہ تعالیٰ سبحانہ اپنے محبوبِ رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ (یَدُ اللّٰهِ) سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ بے صورت کی کوئی صورت ہے تو آئینہ وحدت میں خود کو دیکھ لو آپ جلوۂ حق کی تجلی سے سفر معراج میں متغیر نہ ہوئے ایک ہی حال میں رہے۔ متغیر ہونا قدرتی امر تھا۔ عالم علم میں معلوم فاعل فعل میں مفعول ہو جاتا ہے۔ قرب نوافل میں فعل کا فاعل بندہ ہوتا ہے قرب نوافل ذکر الٰہی سے آگے قرب و فرائض کے مقام پر پہنچتا ہے تو عمل و فعل کا فاعل خود اللہ رب العزت ہو جاتا ہے انسان اللہ کا آلہ کار ہوتا ہے۔ فنا فی اللہ قرب طرفین میں دونوں طرف فاعل، فعل اور مفعول خود واحد ہی ہوتا ہے۔ یہ تینوں قربتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی ذات میں جمع فرما دئیں۔

مراقبہ

مراقبہ سے مراد یہ ہے کہ فوق الشعور میں اسماء الٰہیہ وصفاتِ باری تعالیٰ کے تصور کے ساتھ اپنے دھیان اور سوچ کو مرکزی نقطہ نور الٰہی پر ٹکالے اور قائم رکھے۔ کیفیت محویت واستغراق میں تمام تر توجہ خاص خدا کے نورِ وحدت کی طرف مبذول کرلے اور خدا کو فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ ساری کائنات میں جلوہ گر دیکھے۔

توجیہی تفکر و مراقبہ کا انحصار کمال توجہ پر ہے۔ اس مقام کا انحصار سالک کی اپنی استعداد اور فطرت پر ہے۔ بعض طالبان حق دہلیز تک پہنچ کر قناعت کر لیتے ہیں اور بعض عاشق زار شہر ولایت کے اندر داخل ہو کر روحانی فیض سے سرفراز ہو جاتے ہیں۔ شاہد کیلئے نورِ مشہود (ذاتِ باری) کا تصور، تفکر اور مراقبے کا پہلا قدم ہے۔ ہر ایک سالک اپنے ذوق کے مطابق مراقبے کا انتخاب کرتا ہے اور اُس کا ذکر کرتا ہے۔ مثلاً مراقبہ توحید میں اَنْتَ فَوْقِيْ اَنْتَ تَحْتِيْ کا ورد کیا جاتا ہے۔ مراقبہ شغل مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْتَ مُوْتُوْا میں كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ (۸۸:۲۸) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مراقبہ نور کیلئے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (۳۵:۲۴) کو اپنے آپ پر وارد کر کے قلب پر توجہ خاص مرکوز کی جاتی ہے کون و مکان کے تمام موجودات کو کالعدم قرار دے کر یعنی نفی کر کے براہِ راست نورِ حق کو دیکھنے کی مشق کی جاتی ہے۔ بعض مراقبوں کا مقصد نفس کی خواہشات سے آزادی اور اصلاحِ نفس کے درجات میں ارتقائی روحانی صلاحیت اور استعداد پیدا کرنا ہے۔ بعض مراقبے دل میں آنے جانے والے خیالات کا علاج اور واحد ذات کی طرف متوجہ رہنے کیلئے کئے جاتے ہیں۔

اس قسم کے مراقبوں کیلئے ناک پر نظر جمائے رکھنے کی مشق کی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت باوا جی تاج والی سرکار نے ایک عالم دین کو اسم ذات اللہ کا تصور قلب منوری میں کرنے کی ہدایت فرمائی بعد از نمازِ مغرب کاغذ پر لکھا ہوا اللہ کا نام آنکھوں کے سامنے دیوار پر چسپاں کر کے اس کو مسلسل برابر دیکھنے کی مشق کروائی جب آنکھ جھپکنے پر آئے تو آنکھیں بند کرلو اور اللہ کا تصور قلب پر جماؤ اس طرح اسم ذات قلب کے اندر قائم ہو جائے گا۔ میرے استفسار پر آپ نے فرمایا نماز کے دوران اپنی توجہ مصلیٰ پر رکھے ہوئے ہاتھوں پر رکھو اس طرح دایاں ہاتھ اسم اللہ کی صورت میں نظر آئے گا اور وہی تصور اسم ذات دعا کیلئے دائیں ہاتھ پر نظر آئے گا۔ مراقبے سے سالک کے باطن میں روحانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور لطائف کی زبان کھل جاتی ہے نورِ الٰہی کی کہکشاں کے رنگ انسان کی قوتِ متخیلہ میں اجمالی طور پر منکشف ہوتے ہیں۔ قوت متخیلہ جو اشیاء کو شکل و رنگ میں تصور کرتی ہے کو معنوی صورت وہیت میں بدلنے کا کام قوت متوہمہ کرتی ہے۔ قوت متوہمہ ایک خیال بے نشان کو عارف کے دل پر معنوی صورت میں القا کرتی ہے تو یہ معنوی صورت قوت متخیلہ میں آموجود ہوتی ہے جسے عارف تجلی حق سمجھتا ہے جب عارف اس معنوی تجلی وہمہ کو پالیتا ہے تو اُس کے سامنے بے نشانی کی طرف ایک کشادہ راہ کھل جاتی ہے اور روحانی تصرفات کشف واشراف کی بڑی استعداد پیدا ہوتی ہے اسے دوام مراقبہ کہتے ہیں۔

مراقبہ کرنے کا طریقہ: مراقبہ کی کئی اقسام ہیں۔ مراقبہ نور، مراقبہ رُویت، مراقبہ معصیت، مراقبہ رفاقت، مراقبہ غنا، مراقبہ علمیت، مراقبہ توکل اور مراقبہ فنا۔ جس آیت یا کلمہ کا مراقبہ کرنا منظور ہو اسی آیت یا کلمہ کو قرآن سے تلاش کر کے اس طریقہ سے مراقبہ شروع کرے۔ نماز عشاء یا تہجد کے بعد غار حرا جیسا سکون اور خاموشی والی جگہ پر باوضو مراقبہ میں دوزانوں ہو کر بیٹھے۔ ۱۱ مرتبہ درود پاک پڑھے اور اس کے بعد جو مراقبہ درکار ہو اس کی

آیت کی تلاوت ۲۱ بار کرے۔ مثلاً مرقبہ نور کرنا ہوتو اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۳۵:۲۴) کو ۲۱ بار پڑھے، دنیا و مافیا کے خیالات حتیٰ کہ اپنا خیال بھی نکال دے۔ صرف یکسوئی سے یہ تصور کرے کہ لَا موجود اِلَّا اللّٰه اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔ سنہری رنگ میں اسم اللہ کو قلب پر لکھا ہوا تصور کرے اور دل میں ہی اللّٰه اللّٰه کی رٹ لگائے۔ آہستہ آہستہ سانس کو ۵ سیکنڈ تک اندر لے جائے۔ ۱۰ سیکنڈ تک روک کر فوراً باہر نکال دے۔ آنکھوں کو بند رکھے اور تصور کرے کہ آسمان نیلگوں ہے اوپر سے نور کی بارش ہو رہی ہے۔ اختتام پر منہ کھول کر کہے کہ اے اللہ میرا دل پاک کر اور اپنی محبت اور عرفان عطا فرما۔ اسی طرح مراقبہ فنا کا طریقہ ہے۔ لیکن ۱۱ مرتبہ دورد کے بعد ۲۱ بار متعلقہ آیت كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ پڑھے (دنیا میں جو کوئی ہے وہ ضرور فنا ہوگا اور بزرگی اور بڑھائی والا خدا ہی باقی رہے گا)۔ اس مراقبہ فنا سے نفس کے خصائل بدلتے ہیں۔ نفس امارہ تمام برائیاں، طمع، تکبر، فریب، جھوٹ، کینہ چھوڑ کر اوصاف حمیدہ اختیار کر کے نفس لوامہ بن جاتا ہے۔ احکام شرعی کے ظاہری اور باطنی مفہوم سے آگاہ ہو کر اسکی پابندی لازم سمجھتا ہے۔ پھر ذکر قلبی اور اللہ ھو ذکر اسم ذات متابعت سنت رسول میں ان کے احوال اور ذوق کی پیروی کر کے نفس ملہمہ بن جاتا ہے اور ذکر جہری و خفی اور ذکر نفی و اثبات کرنے والے کی کیفیت بھی بقول اعلیٰ حضرت سلطان العارفین بابا پیر سید محمد حسین ایسی ہو جاتی ہے۔

پڑھ کلہ ہو کلمہ جائیں کلمے وچ سمائیں
سارا جسم بنا کے کلمہ کلمے تھیں حق پائیں

سلطان باہو نے کلمہ کا ذکر دل کی میل اتارنے کیلئے کیا لیکن باوا جی کے نزدیک اتنا کافی نہیں بلکہ وجود کے اندر باہر ہر دم کے ساتھ کلمہ حق پکارنے سے سالک خود کلمہ بن جاتا ہے۔

؎ کلمہ ہک پڑھایا مرشد قاری چھ پڑھاسے　　پڑھ کلمہ تن کلمہ بنیا کلمہ نال اساندے
کلمے میل اتاری دل دی کھلے راز خلاصے　　شاہ زماں دل اندر دلبر دیکھ نہ آسے پاسے

؎ کلمہ حق سنا دیا تیروں کے سائے میں　　دیں کو بچا گیا یہی کلمہ حسین کا
ظالم کے آگے سر جھکاؤ نہ شاہ زماں　　پیغام دے رہا ہے سجدہ حسین کا

مراقبے میں اپنی تمام تر قوتِ فکر، شعور، دھیان، توجہ اور فکر سے سر تا سن (انہماک کے ساتھ) لگا کر خدا کے نور کو ساری کائنات کے ہر جہت و سمت میں جلوۂ گر دیکھ گویا ساری فضا اسی کے نور سے جاری و ساری ہے۔ موجودات کون و مکان میں ساری ممکنات اشیاء کی نسبت کے تصور کو بھی چھوڑ کر فقط نورِ حق کا تصور بغیر کسی نسبت سے براہ راست نور حق پر سرتا اور دھیان نہایت دلجمعی سے لگا پھر تجھ پر ایسی کیفیت طاری ہو جائے کہ ماسوائے نور حق کچھ نظر نہ آئے، تصوف کی زبان میں اس کو لطائف کے کھل جانے کا مقام کہا جاتا ہے۔

اگر مراقبہ میں انت فوقی انت تحتی کا ذکر کیا جائے تو اس سے سالک کیلئے نسبت توحید کی راہ نزدیک ہو جاتی ہے۔

استخارہ کرنا سُنتِ رسول ہے

طریقہ عمل: باوضو ہوکر دو رکعت نماز استخارہ پڑھیں۔ اس کے بعد درود ہزارہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر یہ اسم پڑھیں یَا عَلِیْمُ عَلِّمْنِیْ یَا اَخَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ اور دعا برائے مقصد مانگ کر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سر کے نیچے رکھ کر سو جائیں۔

طریقہ دوئم: باوضو درود خضری پڑھیں اس کے بعد ۲۱ مرتبہ یہ اسم پڑھیں۔ اَفْتَح اَفْتَح یَابَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَابَدِیْعِ اس کے بعد درودِ خضری پڑھ کر دائیں ہتھیلی سر کے نیچے رکھ کر سو جائیں مقصد خیال میں رکھیں۔

طریقہ سوئم: سورۂ نجم کی آیت لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝ بعد از درود پڑھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے مقصد کیلئے مدد اور رہنمائی طلب کرتے ہوئے اسی خیال میں سو جائیں۔ انشاءاللہ خواب میں کوئی واضح اشارہ من جانب اللہ مطلوب کو مل جائے گا۔

مراقبہ فنا: میں طالب سالک دیگر مذکورہ اذکار کی وجہ سے تمام موجودات کے اوصاف اور افعال کو موجود مطلق خدا تعالیٰ کے اوصاف اور افعال میں گم اور فنا تصور کرتا ہے اس علم صالح سے انسان نفس کی اعلیٰ خصلت کو نفس مطمعنہ کہا گیا ہے اور انسان اپنے رب کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے تو پھر اللہ پاک اپنے بندے سے راضی ہو کر فرماتے ہیں۔ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ (۸۹:۲۷،۲۸) اے نفس مطمعنہ میرے قریب آ۔ مفکر اسلام علامہ اقبال نے اس آیت کے حوالے سے نفس مطمعنہ کے بارے میں فرمایا کہ درجہ کمال پر پہنچ کر رضائے الٰہی کا یہ انعام ملتا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

مراقبہ معصیت: میں قرآن کی آیت کریمہ ۲۱ بار پڑھی جاتی ہے۔ اور ۱۱ مرتبہ درود حسب معمول پڑھے۔ خود کو بے ثبات خیال کرے اور معصیت زدہ اور خطاوار سمجھے ایقان سے اللہ تعالیٰ کو حی و قیوم، غفار و غفور و رحیم و کریم خطاؤں کو بخشنے والا مانیں۔

س: مراقبہ میں آفاقی سیر کیسے ممکن ہے؟

ج: مراقبہ (Meditation) کا عمل سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس عمل صالح کیلئے غارِ حرا جیسا سکون اور خاموشی درکار ہے۔ روشنی بہت کم ہو بوقت نمازِ مغرب روشنی متواتر کم ہونا شروع ہو جاتی ہے ایسا خوشگوار ماحول مراقبہ کیلئے اچھا ہے۔

مراقبہ کرنے کا طریقہ: پہلے گیارہ مرتبہ درود پاک پڑھو۔ اس کے بعد اکیس بار آیت کریمہ پڑھتے ہوئے اپنے جسم کے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیں اور سانس کی رفتار اتنی کم کر دیں کہ دس سیکنڈ تک سانس روک کر چھوڑ دیں اور اپنی وجود کے اندر لطیفہ نفس جو ناف سے شروع ہوتا ہے میں جھانکنے کی کوشش کریں کہ غیر اللہ معدوم خواہشات نفسانی کا کوئی عمل داخل نہ ہو۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (۸:۷۳) اور سب سے خیال ہٹا کر قطع کر کے اسم اللہ کی طرف متوجہ رہتا کہ جسم غیر محسوس اپنے تقاضے چھوڑ دے تو نقطہ ذات اسم اللہ کو قلب صنوبری پر مرکوز کرے۔ یہ تصور ذات اسم اللہ مراقبہ میں قلب کے بصائر (باطنی آنکھ) کو کشادہ کرتا ہے تو کشف علوی اور کشف آفاقی کائنات کی وسعتوں میں جو کچھ موجود ہے سے آگہی دیتا ہے اس باطنی اور وجدانی کیفیات عارفین اللہ کی اصلاح میں سیر الی اللہ کہتے ہیں۔

نقش حق اوّل بجاں انداختن   باز اندر در جہاں انداختن

ترجمہ: پہلے خود اپنی ذات پر حق تعالیٰ کی صفات کو غالب کر اللہ کا ہی اثبات ہو کہ وہی حیی و قیوم حاضر و ناظر ہے پھر اُس کی صفات (نشانیوں) کو جہاں میں دیکھنا ہی **فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ** (۱۱۵:۲) کا معانی و مفہوم عرفان حق ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے گیارہ ہزار صفات اور اسماء الٰہیہ کا مجموعہ جو عیان ثابتہ میں موجود تھا کے رخ کے عکس کو لطائف اخفیٰ اور خفی کہتے ہیں، یہ لاشعوری کی کیفیت ہے۔ انسان تمام توہمات اور وسوسوں اور خیالات سے خالی ذہن (شعور) ہو کر مراقبہ میں عیان ثابتہ کی تمام تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ کیونکہ روز میثاق کے اپنے رب سے کئے ہوئے وعدہ **اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ** (۱۷۲:۷) اور یادداشت سے انبیاء اور انبیاء کے وراثت یافتہ گروہ (جو ہمیشہ غالب رہے گا) نے ہی رسائی حاصل کی۔ خواب اور بیداری میں بے خیالی اور یکسوئی دونوں مشترک عمل ہیں۔ اس لئے ان دونوں کیفیتوں کو یکجا کرنے سے انسانی حافظہ اس لائق ہو جاتا ہے کہ انسان کی اپنی ذات نیند اور خواب میں جو حرکات و سکنات کرتی ہے وہ اسے باقاعدگی سے یاد رکھ کر اپنے انسانی (روحی پیکر) کے کمپیوٹر میں ریکارڈ کرسکتا ہے۔ میرے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ نیم خوابی کی حالت میں آنکھیں اگرچہ بند ہوتی ہیں مگر قلب بیدار رہتا ہے۔ روحانی تجلیات اور تصورات کے امتزاج سے ایک فلم سی لطیفہ خفی کے عکسی شیشے (Lens) کی دھندلی روشنی کے ذریعے باطنی آنکھوں (بصائر) کے سامنے چلتی نظر آتی ہے۔ ثابت ہوا کہ جب تک تجلیات ثابتہ (اللہ کے ازلی ارادہ مصور کائنات کے ذہن) میں ہیں۔ علم الٰہی غیب الغیب ہے۔ جب ثابتہ سے اعیان میں ظاہر ہوتی ہیں تو ان کو وحی اور الہام کہتے ہیں اور جب ان روحانی تجلیات اور تصورات کا عکس عالم جو یا جو خالق اور مخلوق کے درمیان ایک ربط اور واسطہ کا نام ہے کی حد فاصل میں داخل ہوتا ہے تو وہ شہود بن جاتا ہے اور وحدت الوجود کی گواہی دینے لگتا ہے۔

متفرق سوالات وجوابات

سوال: قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

جواب: قرآن مجید فرقان الحمید کے علم کو تین درجات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(ا) ترتیل القرآن (علم ظاہر) (ب) تنزیل القرآن (علم ظاہر)

(ج) تاویل القرآن (علم باطن)

ان درجات کو ہم پرائمری، ہائی سکول اور کالج کا درس وتدریس کیلئے درجہ بندی کہہ سکتے ہیں۔ قرآن کے بارے میں کلام الٰہی خود احسن التفسیر ہے اور بموجب مقالات اصحابہ کلام الٰہی غیر مخلوق ہے اور اسے نوری کلام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ کلام الٰہی مادیت سے تخلیق نہیں ہوا بلکہ چشمہ نور سے براہِ راست نوری بشر کو عطا ہوا۔

سوال: مولانا رومی کی مثنوی میں اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

علم حق در علم صوفی گم شود ایں سخن کے باور مردم شود

جواب: اس شعر میں لفظ گم سے مراد خدا کا علم صوفی کے علم میں فنا ہو جانا نہیں بلکہ پوشیدہ ہونا مراد ہے۔ ہر صوفی مردِ حق کے عمل میں علم حق پوشیدہ ہوتا ہے اور اُس کی ذات سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ صوفیاء کرام ذاتِ حق کا مظہر یعنی اُس کی صفات الٰہیہ کے مظہر ہوتے ہیں۔

سوال: العلم حجاب اکبر کے معنی کیا ہیں؟

جواب: بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ علم بہت بڑا حجاب ہے جیسے بلھے شاہ کے اس شعر کو بعض ظواہر پرست لوگ نہیں سمجھتے۔

علموں بس کریں او یار اکو حرف تیرے درکار

درحقیقت حجاب اوڑھنے والا حجاب کے پس پردہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اپنی عقل وعلم کے حجاب کو اٹھا کر دیکھ کہ اسکے پیچھے کون ہے؟ پھر تجھے حق تعالیٰ سبحانہ کی پہچان ہوگی۔ بلھے شاہ نے بھی سچ کہا اللہ کی واحد ذات تیرے لیے کافی ہے اُسے اپنا محور اور مرکز بنالے۔

لا موجود الّا اللہ ہر جا حق نما ہو جیسے
شاہ زمان مصور کا کمال پس تصویر چھپا ہو جیسے

فیصل آباد کی کچہری میں کسی کام کے سلسلے میں جانے کا اتفاق ہوا تو چند وکلاء حضرات نے بار روم میں مجھ سے پوچھا کیا بلھے شاہ کا کہنا علموں بس کریں او یار حق بات ہے جبکہ قرآن میں ارشاد باری ہے۔ رَبِّ زِدۡنِي عِلۡمًا (۲۰:۱۱۴) اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما۔
میرے جواب سے اُن کو اطمینان ہوگیا جب میں نے انہیں سمجھایا کہ بلھے شاہ عالم تھا اُس کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ کتنے دائرے علم کے بناتا، کھینچتا جائے گا۔ جس نقطہ پر کمپاس رکھ کر علوم کے دائرے بنا رہا ہے وہی نقطہ تمام شے اور علوم کا مرکز اور محور ہے وہ اللہ کی ذات ہے۔

سوال: انسان کو جسدِ خاکی میں رُوح کی صلاحیتوں کا سُراغ کیسے ملتا ہے؟

جواب: قرآن مجید فرقان حمید کی سُورہ الزمر ۳۹۔ آیت ۴۲ میں روح کی صلاحیتوں کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الۡاَنۡفُسَ حِيۡنَ مَوۡتِهَا وَالَّتِىۡ لَمۡ تَمُتۡ فِىۡ مَنَامِهَا‌ ۚ فَيُمۡسِكُ الَّتِىۡ قَضٰى عَلَيۡهَا الۡمَوۡتَ وَيُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى‌ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ (۴۲:۹) اللہ تبارک و تعالیٰ (توفی) یعنی قبض کرتا ہے نفسوں (جانوں) کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آتی۔ اس کے

سونے کے وقت (جو لاشعور خوابوں کے جہاں" عالم رویا" میں ہوتے ہیں) پھر ان نفسوں (جانوں) کو تو روک لیتا جن پر موت کا حکم فرما چکا اور باقی جانوں کو ایک معین وقت کیلئے رہا کر دیتا ہے۔ اس میں مفکرین (عارفین اور محققین) کیلئے نشانیاں ہیں۔
مفہوم دراصل یہ ہے کہ جیسے انسانی جسم کی حفاظت کے لیے لباس پہنا جاتا ہے۔ وہ لباس جسم کے اعضاء کی حرکت سے ہی حرکت کرتا ہے۔ بعینہٖ گوشت پوست کا لباس ایسا روحی پیکر ہے جو مرنے کے بعد ایک لباس کی مانند ساکن اور بے حس ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ اصل انسان اس میں موجود نہیں رہتا۔ یہ انسان کیا ہے؟ تجسّس کرنے پر معلوم ہوا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم صفت امر سے جسد خاکی میں داخل کی ہوئی روح انسانی ہے جو تمام تر صلاحیتوں کی مالک ہے۔ وہ بلا روک ٹوک جسم سے باہر جا اور آسکتی ہے۔ اسے کوئی رکاوٹ نہیں۔ جب (اندر کا انسان) روح خواب کی حالت میں جسم سے باہر چلی جاتی ہے تو سانس لینے کے علاوہ وہ تمام اعضائے جسم ساکت اور معطل ہو جاتے ہیں لیکن روح کی باطنی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ حالت بیداری کی طرح اشیائے جہاں کا مشاہدہ کرتی ہے۔ خواب میں ہم غمزدہ اور خوش ہو رہے ہوتے ہیں۔ روح کی یہ صلاحیت تحت لاشعور (عالم رویا) میں جو کام کرتی ہے اسے عارفین حق اولیاء اکرام کے بتائے ہوئے خاص طریقوں سے بیداری میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطًا ﴿۱۲۶﴾ (۱۲۶:۴) (اللہ کی یہ صفت روح اقدس ہر چیز کا احاطہ کیئے ہوئے ہے)۔ اسی کے عکس کے ذریعہ انسان کا تحت لاشعور عالم رویا میں کائنات کی ہر چیز سے واقف ہے۔ مولانا رومی سے نفخ روح اور روحی پیکر کے بارے میں علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں سوال کیا تھا کہ انسان خون کی شریانوں دماغ اور خشک ہو جانے والے اعضا کا ڈھانچہ ہے اس کے اندر سے آواز دوست کہاں سے آتی ہے۔

سوال علامہ اقبال:

خشک تار و خشک مغز و خشک پوست   از کجامے آید ایں آواز دوست

جواب: مولانا رومی کا جواب۔

آدمی دید است باقی پوست است   دید آں باشد کہ دید دوست است

(ترجمہ) نفخ روحی کی وجہ سے آدمی قائم ہے ورنہ باقی تو گوشت پوست ہی ہے جس نے اپنے اندر روح کو پہچان لیا اس نے روح والے کو پہچان لیا۔

قرآن نے اس روحی پیکر کو طاق، نفس کو چراغ، قلب کو گلوب یعنی حفاظتی شیشہ اور روح کو (روشنی کرنے والی) مصباح سے تعبیر کیا ہے۔ قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ قوت الٰہیہ (روح) کا مرکز اور محافظ ہے جو جسد خاکی میں دل اور دیگر اعضاء کو حرکت دیتا ہے۔ جسم کے ان اعضائے ترکیبی کو حفظ مراتب کے لحاظ سے واحد ہستی مطلق کی روح سے ایک نسبت اور تعلق ہے لیکن اسے ہستی مطلق اور خالق نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ روحی پیکر اپنے اصل سے جدا بھی نہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جہاں روح ہوگی وہاں روح والا بھی موجود ہوگا۔ کیونکہ **لَا مَوجُودَ اِلَّا اللہ**۔ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔

سوال: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی پہچان کیلئے مخلوق کو پیدا کیا۔ اللہ کو ظواہر بھی مانا جائے تو کیسے؟

جواب: قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کے ظہور کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾ (۵۷:۳)

(وہی اول ہے اور وہی آخر اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔) مقام تفکر ہے کہ اللہ ظاہر کیسے ہے اور کہاں ہے؟ سُورۃ النور آیت ۳۵ اور الذریات آیت ۲۰، ۲۱ میں اس کی وضاحت اس طرح ہیں۔ **اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ** (۹:۳۵) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا) **وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٢١﴾**

(اور یقین کرنے والوں کیلئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے نفسوں (ذات) میں بھی، کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا۔ (۵۱:۲۰،۲۱)

کیونکہ **وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾** (۸:۲۴) جان لو کہ اللہ آدمی کے جسم اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے)۔ سورہ مجادلہ آیت ۷ مزید وضاحت کرتی ہے، مگر وہ (اللہ) (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں پھر ان سب کو روز قیامت کو ان کے کیئے کام بتا دے گا۔ مزید برآں کہ حدیث نبوی ﷺ ہے قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ۔ مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ اسکے باوجود بھی بعض لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں

کتنے وہم و شک کے یہ اونچے در و دیوار تھے
جن کو شہر دل کی جانب نہ ملا رستہ تیرا
چھوڑ کر کوچے کو تیرے جائیں تو جائیں کہاں
ہر گلی کوچہ تیرا جنگل تیرے صحرا تیرا

سوال: لا و الا ہر دو لفظے ساختند   **خلق را در دامِ وہم انداختند**

(مولانا رومی)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں لَا اور اِلَّا کے دو حروف مقرر کر کے خلق کو وہم کے کے جال میں پھنسا دیا ہے؟ وہ کیسے؟

جواب: لا سے لاشعور کی حد میں باطنی آنکھ جو بینا ہوگی
مشق مراقبہ کر کے دیکھو پیدا قوت القا ہوگی

لوح محفوظ پر لکھا پڑھ لو کُنْ فَیَکُوْن کا حاصل
صورت گر کی ہر منزل پہ نئی ایک صورت پیدا ہوگی
لاشعور کی بصری قوت دیکھتی ہے ہر ذرے کو
شاہ زمان پھر کشف الحجُو سے ظاہر صفت اللہ ہوگی

لا و الاّ میں نقطہ عجیبیہ یہ ہے کہ لا کے بعد الہٰ (ذات) معبود حقیقی رب العٰلمین ہے اور الاّ کے بعد اللہ الٰہ کا ذاتی نام ہے جسے زمین و آسمان کا نور کہا گیا ہے۔ اس طرح الٰہ اللہ کی صورت میں ظاہر ہے۔

سوال: وحدت الوجود اور وحدت الشہود سے کیا مراد ہے؟

جواب: خود کا احساس عالم وحدت الوجود ہے
حدِ فکر کی کثرت وحدت الشہود ہے
کلیات میں یہ تکثر بھی لا حدود ہے
کثرت میں حسنِ ازل کی وحدت موجود ہے

مفہوم و معنی یہ ہیں کہ کثرت کو محدویت کی حد تک دیکھنا وجود حقیقی اور اللہ کے نور کی کرشمہ سازی ہے جو باطل نہیں ہے کیونکہ کائنات کے مظاہر اور مشاہدے سے اس کی تسخیر کا بھی حکم دیا گیا ہے یہ بجا ہے لیکن یہ سب کچھ فنا پذیر ہیں۔ قائم بذات نہیں۔

وحدت الشہود کی وضاحت

وحدت الشہود شرعی توحید ہے ابتدائے علم من اللہ ایمان راہ سلوک کی تصدیق بالقلب اقرار باللسان ہے۔ تمام ممکنات کائنات کا نکتہ آغاز و ابتدائے آفرینش (احد الوجود) ایک وحدت کی شہادت دے رہے ہیں۔ گویا وحدت الشہود (کثرت) ابتدائے سلوک و ایمان ہے جبکہ وحدت الوجود طریقت کی توحید (انتہائے سلوک اور ایمان) ہے۔ قال سے حال میں انتہائے کمال ایمان (ایقان) مقام معرفت ربانی ہے گویا واجب الوجود (ذات حق) کو تمام ممکنات جہاں میں جلوہ گر دیکھنا کہ وہ ہر شے کا محرک حق تعالیٰ (احد الوجود) ہے۔ مثلاً جس طرح انوار مخلوقہ نور حق کے سامنے، علم خلق علم حق کے سامنے مضمحل و معدوم ہیں اسی طرح موجوداتِ زمان و مکاں دوام الٰہی (احد الوجود) حیی و قیوم کے سامنے مضمحل اور کالعدم کہیں گے تو پھر ایک ہی وجود رہ گیا، لاموجود الا اللہ ہی کو وحدت الوجود کہتے ہیں۔ اثبات حق کا ہونا مراد لیا جائے گا جو سائنس کی رو سے بھی ثابت ہے۔

کون کہتا ہے کہ ہوں تجھ سے جدا　　تجھ میں تھا اب بھی ہوں مرے خدا
یاد ہے مجھ کو حدیثِ مصطفیٰ ﷺ　　وَالْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَ اَنَا سِرُّہٗ

وحدت الوجود

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔ وَلَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود　　تو یہ پھر ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟

ہنگامہ اس کائنات میں ایک حرکت کا نام ہے۔ اس قلم کی حرکت کی طرح جو ہاتھ کی حرکت کے ساتھ ساتھ متحرک ہے تعلق میں اختلاف ہے۔ مگر جہاں دونوں ہستیوں کا تعلق

ہے کوئی اختلاف نہیں۔ یوں سمجھئے کہ آئینہ میں اپنا عکس دیکھ کر ایک جداگانہ ہستی سے روشناس ہونا ہے۔لیکن قلم کی حرکت اور ہاتھوں کی حرکت اپنی صورت کو آئینہ میں اس کے عکس سے ایک اصل وجود اور دوسرے وجود کے درمیان آخر کیا نسبت ہے۔ایک اصل ہے دوسرا عکس۔ایک متحرک ہے دوسرا ساکن یعنی اس کے ساتھ متحرک ہونے والا ایک وجودی ہے دوسرا عدمی ہے۔ یہی باہمی امتیاز اور تفریق ہی اصل وجود کی پہچان کا موجب ہے۔ موجودات کو وجود حقیقی سے وہی نسبت ہے جو کہ انسان کو اپنے سائے سے ہے۔انسان کے وجود کے ساتھ ساتھ اس کا سایہ بھی متحرک نظر آتا ہے۔اسی طرح انسان کو مجازی موجود مانا گیا ہے کیونکہ لَا موجود اِلَّا اللہ خدا کے سوا اور کوئی موجود (قائم ودائم) نہیں ہے۔ ہندوؤں نے اسلامی تصوف کے فلسفہ سے متاثر ہوکر تسلیم کیا کہ ایکو برہم دوتے ناسی۔صرف ایک برہم موجود ہے دوسرا اور کوئی نہیں۔اس لئے کہ ماسویٰ کا وجود حقیقی نہیں بلکہ غیر حقیقی ہے۔اسے مجازی کہو یا ظلی۔خالق کی نسبت اپنی مخلوق سے ایسی ہے جو آفتاب کی لطیف کرنوں کو جہاں کی موجودات کی کثرت سے ہے جب تک آفتاب کی لطیف شعاعیں ہوا میں تیرتی ہوئی مادہ کے کسی کثیف جسم پر پڑ کر متغیر نہ ہوں تو اس کے موجود ہونے کی حقیقت ظاہر نہیں ہوتی اور نہ ہی نور ان کے بغیر اپنا جلوہ پیدا کرسکتا ہے۔

1842ء میں جولئیس رابرٹ میئر (Julius Robert Mayer) نے توانائی کے تحفظ کا قانون پیش کیا جس کو انگریزی میں (Law of Conservation of Energy) کہا جاتا ہے۔اس قانون کے مطابق توانائی نہ تو پیدا کی جاسکتی ہے اور نہ ہی فنا کی جاسکتی ہے بلکہ یہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ یا ایک چیز (جسم) سے دوسری چیز میں منتقل ہوسکتی ہے۔ بعد ازاں 1905ء میں البرٹ آئن

سٹائن (Albert Einstein) نے نظریہ (Special Theory of Relativity) پیش کیا جس کو مساوات $E=mc^2$ میں لکھا جاتا ہے۔اس نظریے کے مطابق توانائی (Energy) اور مادہ (Mass) ایک ہی چیز کی دو شکلیں ہیں مادہ کو توانائی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے اور توانائی مادہ کی شکل اختیار کرسکتی ہے۔بالفاظ دیگر مادہ توانائی میں تبدیل ہونے کے بعد توانائی کی شکل میں خود بخود قائم ہوتا ہے۔آئن سٹائن کا پیش کردہ یہی نظریہ بعد میں ایٹم بم کا موجب بھی بنا جس میں یورینیم (Uranium) کے مادہ توانائی میں تبدیل کیا جاتا ہے۔مزید برآں سائنس دانوں کے مطابق یہ کائنات مادی صورت (کُنۡ فَیَکُوۡن یا Big Bang) ہونے سے پہلے توانائی کی صورت میں موجود تھی جس کو (Cosmos Back Ground Radiation) بھی کہتے ہیں۔سانحہ (Big Bang) (کُنۡ فَیَکُوۡن) رونما ہونے کے بعد یہ توانائی شکل بدل کر ان بنیادی مادی ذرات میں تبدیل ہوگئی جس سے بعد میں تمام کائنات کا مادہ وجود میں آیا۔اگر اس کو قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت میں دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کائنات لطافت اور کثافت کا منبع ہے۔

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (۲۴:۳۵)(اللہ زمین وآسمان کا نور ہے)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا اس توانائی (نور) کی طرف اشارہ ہے جس سے نہ صرف یہ کائنات تخلیق ہوئی بلکہ خدا کے وحدت الوجود کو اشیائے جہاں کا عین ہونے کا ثبوت مل گیا کہ خدا کائنات کی صورت میں تفصیلی طور پر ظاہر ہے۔وہی تمام موجودات کا باطن جیسے شعاعوں کا باطن آفتاب ہے اور یہ تحقیقی عمل جاری وساری ہے بقول علامہ اقبال۔

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید   کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

بقول مرزا غالب

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی — چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (۲۹:۶۴) اس کے بعد آنے والی زندگی ہی دراصل حقیقی زندگی ہے۔ اس دنیا کا وجود کوئی حقیقی وجود نہیں۔ اس کی ہستی خالص اعتباری ہے۔ اس سے زیادہ وحدت الوجود کا اور کوئی مفہوم نہیں ہے۔ حکماء یورپ کا خیال ہے کہ کوئی چیز خارج میں موجود نہیں۔ بلکہ اشیاء اور محسوسات عالم کا اصلی محل انسان کا ذہن ہے۔ جب تک انسان ان کا ادراک نہیں کرتا وہ بھی موجود نہیں ہوتیں۔ سر کلے اور کانٹ کا نظریہ تصوریت یہی ہے۔ بہر حال خدا ہستِ مطلق ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (۵۷:۳) خدا ازل سے ہے ابد تک رہے گا وہی کائنات کی صورت میں ظاہر ہے اور وہی جملہ موجودات کا باطن ہے۔ جیسے لطیف شعاعوں کا باطن آفتاب حقیقی ہے۔

اس لئے حقیقی ہستی ازل سے ہے۔ دیگر نیستی اگرچہ موجودی نہیں لیکن اس کے مقابل میں ماسوٰی کی ہستی جو ہے وہ وجودی ہے اس لئے وجود عالم کے ساتھ ساتھ نیستی کا مفہوم بھی متعین ہو جاتا ہے۔ خدا کی ذات آفتاب اور اس کی صفات (شعاعیں) غیر محدود ہیں۔ جلوے لا انتہا ہے۔ فنا حقیقی شعاعیں ہیں۔ جو پل میں سمٹ کر اپنے منبع میں جذب ہو سکتی ہیں۔ اور جس کثیف شے پر پڑتی ہیں وہاں فنائے اضافی ہے فنائے حقیقی عدم محض ہے یہ مٹائی نہیں جا سکتی بلکہ ارتقاء میں ہے۔ فنائے اضافی ہر خلق و ہستی کے پہلو بہ پہلو موجود ہے۔ حیات کے امکانات میں رنگا رنگی ہے۔ فنا ہی سے یہ نظام کائنات قائم ہے جو کہ مختلف مدارج کو ایک رشتہ میں منسلک کئے ہوئے ہے کیونکہ غیر حقیقی ہستی فنا اور بقاء کے امتزاج اور اختلاط سے وجود میں آئی ہے۔ اگر فنا نہ ہو تو بقا کی ہستی متعین نہیں ہوتی اور نیستی کے بغیر ہستی

ممکن نہیں۔ انسان کا سایہ رات کے اندھیرے (موت) میں نیست ہو جاتا ہے۔ لیکن روشنی میں اس کی حیات ہے۔ سایہ کی اصل شے سے الگ کوئی ہستی نہیں تو پھر اس کی علت مادی (انسان) خود اس شے (خدا) سے الگ کیا ہو سکتی ہے۔ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ (۴۱:۵۴) "خدا کائنات کی تمام اشیاء پر چھایا ہوا ہے"۔ فرمان رسول ﷺ كُلَّ خَلَقَ مِنْ نُوْرَ الله تمام مخلوق اللہ کے نور سے ہے۔

تو آفتاب کا نور دنیا کی وسعتوں میں آفتاب سے الگ کیا ہے؟ دنیا کی تمام ہستیاں اس کی مستعار ہیں۔ شعاعیں جب تک آفتاب میں ہیں ان کی تعدد یا تکثر بھی نہیں ہے۔ اسی طرح مرتبہ ذات حق میں خدا کی ہستی واحد ہے۔ لیکن صفات کے درجے میں تکثر پایا جاتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ہر لمحہ اس کی ایک نئی شان ہے۔

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز کس کی
ہزاروں اٹھ گئے پھر بھی وہی رونق ہے محفل کی

شاید حُسنِ حقیقی ازل سے جلوہ افروزی فرما رہا ہے اور عالم محسوسات کے تمام تغیرات اس کے گونا گوں شیون ہیں اور ذات کیلئے مظاہر کا کام دے رہے ہیں۔ یہ کائنات ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ذات احدیت اپنے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ نظر کی اصل اور سرچشمہ آنکھیں ہیں۔ اس لئے جب تک نظر اپنے اصل سے جدا نہیں اس وقت تک اس میں کثرت بھی نہیں۔ آنکھ کا تعلق وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (۱۶:۵۰) ہم رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں کے سوا اور کیا ہے۔

یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر — مگر پر کہیں بے چگوں بے نظیر
وحدت میں ایک جوش قیامت کا آ گیا — جس میں تمام عالم کثرت سما گیا

وحدت کو ناز ہے کہ وہ ایک اسم ذات ہے　　　کثرت کو فخر ہے کہ وہ ام الصفات ہے

وحدت الوجود کی اس مثال سے زیادہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ سمندر پر برف کا ایک بڑا تودہ تیر رہا ہے یہ برف دراصل بے نمود بے بود ہے۔ پانی سے پانی پر اور عین پانی ہے۔ برف کی صورت اور اسم برف شے ہے لیکن پانی کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی صفت اسم بامسمٰی ہے۔ پھر برف اپنی کیمیاوی تبدیلی و تغیر سے اپنی اصلی معیار ختم ہونے پر پانی کی صورت اختیار کرلے گی اور آپ سوچیں گے کہ وہ برف کا اتنا بڑا تودہ پہاڑ کا پہاڑ کہاں غائب ہوگیا۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ (۲۸:۲) تم خدا کو کیسے جھٹلا سکتے ہو حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ تم نابود تھے (یعنی برف کی شکل نہ تھے) اس نے تمہیں حیات بخشی (برف کا تودہ بنایا) پھر تم نیست ہوگئے (برف سے پانی ہو جاؤ گے) پھر دوبارہ حیات بخشے گا (یعنی اپنے اصل سے مل جاؤ گے) آخر تم اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔

مگر یہ وہم ہے کہ نظر اور برف (مخلوق) کو ہست کہے جا رہا ہے اور آنکھ اور پانی (خدا) سے الگ وجود مانے جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان زمین کے ایک نہایت ہی تنگ حصہ میں چلتا پھرتا ہے اور دوڑتا بھی ہے لیکن گرتا نہیں۔ اگر ایک بلند دیوار جو وسعت چوڑائی میں زمین کے اس چپہ سے کچھ زیادہ ہی ہو، پر چلنا پڑے تو یقیناً گر جائے گا کیونکہ نیچے دیکھنے سے بوجہ خوف گرنے کا وہم ہونے لگے گا۔

اپنی ہستی پہ دھوکا غیر کا ہونے لگا　　　اے خیالِ ماسوا یہ کون سا انداز تھا

یہی ہے مثال ماسوا کے وجود اور ہستی کی جو کہ اپنے خالق کے مظہر سے الگ کوئی شے نہیں۔

آج تک مجنوں سمجھتا تھا کہ لیلیٰ دل میں ہے　　　ساربان ظالم نے ناحق کہہ دیا محمل میں ہے

دیکھئے جیسے اندھا صدا دیتا ہے "آنکھیں ہیں تو جہان ہے بابا" جہاں (کائنات) نظر میں ہے جب تک نظر اپنے اصل آنکھ سے نکل کر کثرت کو جذب نہیں کرتی اس وقت تک کوئی شے موجود نہیں ہوتی۔ سمندر کا پانی بخارات بن کر مختلف صورتوں میں نمودار ہوا کہیں ندی نالے چشمے میں بہہ کر، کبھی چشمہ کے جگر سے پھوٹ نکلا لیکن ان چشموں، ندیوں، دریاؤں کو شوق وصال رواں دواں کسی ناپید کنار سمندر کی طرف لئے جا رہا ہے۔ میدانوں کی اس قدر سختیاں برداشت کر کے آخر اپنے دہانے تک پہنچ جاتے ہیں۔ بعض راہ میں اسی جدوجہد میں خشک ہو جاتے ہیں لیکن ان کے ارادہ وصال کی محنت عمل رائیگاں نہیں ہوتی بلکہ وہ بخارات بن کر قوانین فطرت کے مطابق نمودار ہوتے ہیں۔ ابر نیساں سے کوئی قطرہ پھول کے حسین ماتھے پر شبنم بن کر رہ جاتا ہے اور کوئی صدف کے منہ میں نایاب گوہر کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کرتا ہے۔ اگرچہ سیاہی کو ذات تصور کیا جائے تو حروف نقاش صفات ہیں۔ اگرچہ سیاہی (ذات) واحد ہے لیکن حروف (صفات) بے شمار ہیں۔ ان کی اصل سیاہی ہے لکھنے والا قلم ارادہ ازلی (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے اور جس لوح محفوظ پر ان حروف کو مکمل کتاب کی شکل دی گئی ہے وہ حضرت انسان ہے۔ عالم ظہور میں جتنے مظاہر ہیں ملائک، افلاک، حیوانات، نباتات اور جمادات خاص خاص صفات کے مظہر ہیں۔ صرف انسان ہی ایک ایسا وجود ہے جو جامع جمیع الصفات ہے اور اسمائے الٰہی کا مظہر کامل ہے۔ صرف یہی ایک تختی ہے جس پر وحدت الوجود کی حقیقت مفصل طور پر رقم کی گئی ہے۔ یہ وہ نقشہ ہے جسے دیکھنے سے کائنات کی تمام حقیقت واضح ہو جاتی ہے جب نابود ہونے والی اس اعتباری ہستی کو نفی کر کے وحدت الوجود کا اثبات کیا جائے اور پردہ ہستی موہوم اٹھ جائے تو باقی وحدت

الوجود ہی موجود ہوتا ہے جو اصل تھا وہی رہ جاتا ہے۔ برف کی شکل معدوم ہوکر پانی ہی باقی رہ جاتا ہے۔

فاعل دا ہے فعل تمامی کوئی غیر نہ جانی
لَا موجود اِلَّا اللہ ہے سمجھ قرآن دے معنی
پانی برف اندر تے قلزم قطرے وچ پچھانی
مثل حباب توں خودنوں ویکھیں اصلی ذات ہے پانی

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کو فلسفہ وحدت الوجود کا امام تسلیم کیا گیا ہے۔ اگرچہ وحدت الوجود کے بارے میں موافقین ومخالفین ایک دوسرے کے محاسبے میں سرگرداں ہیں لیکن اختصار سے بات کی جائے تو وحدت الوجود کے فلسفے اور معانی کو سمجھنے کیلئے ایک ہی جملہ کافی ہے کہ تمام مخلوق محض عدم ہے اور صرف ایک ہی وجود ہے جو بذات حق تعالیٰ سبحانہ ہے جو تمام اشیائے جہاں کو عدم سے وجود میں لایا اور پھر انہیں معدوم کیا۔ محی الدین ابن عربی کے نزدیک تمام کائنات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال کا مظہر عین اور ظل ہے اور تمام مخلوقات اپنی ذات وصفات اور افعال میں اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کا وجود قائم ہے اور نہ کوئی موجود ودائم ہوگا۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی ذات یا اپنی ہی ذات کو بھی موجود سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔ بقول پیر کھرل۔

ہک ہے ہک ہے ہک ہے
جیہڑا ہک نوں دو کر جانے اوہ کافر مشرک ہے

صفات و افعال الٰہی کے علاوہ کسی دوسرے کی صفات و افعال کا اثبات کرنا

صفات وافعال خداوندی میں شرک کا مرتکب ہونا ہے۔ انسان کا وجود عارضی فنائے محض ہے اسے دوام نہیں کیونکہ اس کا عارضی وجود اللہ تعالیٰ قیومِ مطلق کے وجود کے ساتھ قائم ہے۔ انسان کو اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ (۳۳:۷۲) اسی لئے کہا گیا کہ وہ اس فانی وجود کو ظل سبحانی سمجھنے کی بجائے اپنا سمجھ کر اسے قائم رکھنے کا خواہشمند نظر آتا ہے۔ حالانکہ اسے چاہئے کہ وہ اپنی عارضی معدوم ہوجانے والی ذات وصفات وافعال کی نفی تام کرکے اپنی ہستی موہوم کو نیستی میں بدل کر مقام فنافی اللہ پر قرب الٰہی حاصل کرے اور اس آیت پر غور کرے لاالٰہ الا انتا سبحانکَ انی کُنتُ من الظالمین۔ یاد رکھئے کہ کائنات خدا نہیں بلکہ خدائے برتر کا نور اور انرجی ہے جسکے تغیر وتبدل سے کائنات معرض وجود میں آئی ہے۔ جیسے قرآن نے اس بارے میں واضح اشارہ فرمایا ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۲۴:۳۵) (یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے)۔

شیخ اکبر محی الدین ابن العربی درس تصوف کے دوران اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَجَدَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُھَا کا ترجمہ کیا کہ سب تعریف سزاوار ہے اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے تخلیق وایجاد فرمایا تمام اشیاء کو، وہ (ان اشیا کا) عین (سرچشمہ) ہے یعنی حقیقت ہے۔ جس کے (واجب الوجود) ہونے سے وجودِ کائنات ہے اگر اس عین حقیقت کا تعلق مخلوقات سے قطع تصور کیا جائے تو مخلوق کا فِیْ نَفْسِهٖ کوئی وجود نہ ہوگا۔ عالم مثال میں ایک مجددی وحدت الشہودی نے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے دوران مراقب وحدت الوجود کے معنی ہمہ اوست خالق ومخلوق کے اتحاد کا مفہوم معلوم ہونے پر سوال کیا تو حضرت موصوف نے ایک لمحہ تامل کیا تو فوراً شیخ اکبر کی روح نے حاضر ہوکر کہا کہ آپ کیوں یہ جواب نہیں دیتے کہ میں نے **وھو عینھا** کہا ہے نہ کہ **ھی عینہ** یعنی یہ نہیں کہا کہ اشیاء

اللہ تعالیٰ کا عین ہیں۔ بلکہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اشیاء جہاں (تمام ممکنات) کا عین (موجد) ہے۔

چنانچہ فلسفہ وحدت الوجود جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک وجود اور وحدت کا تصور پیش کرتا ہے کے مقابلے میں فلسفہ وحدت الشہود سے مراد متعدد وجودات کا اثبات کرنا مقصود ہے۔ غور کیجئے کہ جب وجود ایک ہے تو وجودات عارضی کی کثرت میں شہود کی وحدت اور اکائی کیسے ممکن ہے۔ اسلئے قرآن مجید نے وحدت الوجود کا جو تصور پیش کیا ہے کہ اول و آخر ظاہر و باطن ایک ہی ذات باری ہے اور تجلیات صفات کی کثرت کے پردہ نگاری میں ایک ہی ذات جلوہ افروز ہے۔ بقول حضرت بابا پیر سید محمد حسین شاہ صاحب سلطان العارفینؒ۔

نہ کوئی انت شمار نہ کوئی حد ہے   نہ گنتی وچ آوے نہ اک تو ود ہے
وکھوں واکھی جاپن شکلاں صورتاں   پر اک اکلے دیاں سب مورتاں

حدیث نبوی ﷺ ہے لَا اِلٰہَ غَیْرَکَ یعنی کوئی اِلٰہَ غیر نہیں یعنی اللہ کے سوا ارض وسماء میں کوئی موجود نہیں۔ سورہ الطور (آیت ۳۵) میں واضح ارشاد باری ہے۔ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ کیا یہ لوگ کسی غیر شے سے پیدا ہو گئے یا یہ خود ہی اپنے خالق ہیں۔

نور سے ہر شے کی ابتدا ہے   نور سے تخلیق ارض و سما ہے
کیا غیر شے سے بنائے گئے ہو   تفکر کرو خاک کی اصل کیا ہے
نہیں وہ کسی سے سبھی ہیں اسی سے   ہمیں اپنی ہستی کا پردہ پڑا ہے
میں ہوں تو شرک ہے نہ ہوں شاہ زماں پھر   وہی حیی و قیوم واحد خدا ہے

مراد یہ ہے کہ جملہ موجودات خدا ہی کا پرتو ہے اور اس کے نور سے سارا ظہور

ہے۔ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ (۴۱:۵۴)
ہر جگہ ذات ہے اور کچھ بھی نہیں۔ قولہ تعالیٰ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ (۲۵:۴۵) (کیا نہیں دیکھا ہے تو نے اپنے رب کو اس نے سائے کو کس طرح دراز کیا ہے اگر وہ اس کو چاہتا تو ٹھہرا لیتا)۔

تو ثابت ہوا کہ ہم کیا بلکہ کائنات کی ہر چیز اس کا سایہ ہے۔ اگر سایہ کہے کہ میں وہی ہوں جس کا یہ سایہ ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں موسیٰ علیہ السلام سے زیتون کے درخت نے کہہ دیا تھا کہ میں تیرا رب ہوں۔ ہر شے کا باطن اور محرک رب ہے۔
یٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ (۲۷:۹) (اے موسیٰؑ میں تیرا رب ہوں زبردست حکمت والا)۔

تمام بزرگان دین اہل تصوف مسئلہ ہمہ اوست کے قائل ہیں اور اس بات پر متفق ہیں کہ تمام موجودات میں ذات ہے اور ان موجودات کی حقیقت واحد ہے۔ ان سب کی اصل ایک واحد ذات ہے جو عدم سے ہست میں آئی جس نے ان گنت روپ اختیار کر کے اس عالم محسوسات کو نیست سے ہست کیا۔

جب تک یہ اپنی جگہ پر تعینات ہیں، وحدت کثرت کے روپ میں ہے اور جب تک کثرت برقرار ہے تو اپنے مرکز سے دوری اور کثافتوں کا سبب ہے دوری کو ختم کرنے کیلئے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے یہ مراد نہیں کہ کثرت مٹائی جا سکتی ہے درخت کو تخم میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا بلکہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ اپنے میں خدا کے اخلاق اور صفات پیدا کرنا (عمل) آفتاب کی روشنی کو ذروں کی مانند زیادہ سے زیادہ جذب کر کے آفتاب جیسی چمک اور دمک پیدا کرنا ہے۔ جیسے پارہ یا آہن آگ میں ڈالا جائے تو اس میں

اور آگ میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اگر آہن اَنَا النَّار کہہ بھی دے تو کوئی تعجب نہیں، مگر اہل ظواہر نے شاہ منظور حلاج کو ناحق سزا دی۔ شاہ منصور نے اَنَّا الْحَقّ کہہ کر بشریت اعتباری ہستی کو نفی دے کر بقائے حق (حقیقی ہستی) کا اثبات کیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اَنَا النَّارِ یا اَنَا الْحَقّ پکارنے والا اپنی انفرادیت یا شخصیت کو فنا کر دیتا ہے اور اسکی اپنی ہستی باطل ٹھہرتی ہے۔ ہرگز نہیں جب تک اپنی ہستی کا پردہ اٹھائے ہوئے ہے تو محبوب حقیقی سے ہم کلام ہونے کا مجاز ہے لیکن لباس کثرت میں ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اس کا اختیار اللہ کا اختیار ہوتا ہے کیونکہ اللہ کے ہی ارادے اور رضا سے وہ اس لباس کو اتار بھی سکتا ہے۔ لیکن اپنی صفاتی انفرادیت نہیں کھوتا کیونکہ اس لباس بشری ہی سے اس کی پہچان ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جوں جوں کثرت اپنے مرکز سے قریب تر ہوتی جائے گی وحدت کا رنگ اس پر غالب ہوتا جائے گا اور وہ لطیف ہوتی جائے گی تو اس سے یہ مراد نہیں کہ کثرت اپنی انفرادیت کھو بیٹھی ہے بلکہ یوں ہوتا ہے کہ سَیرُ اِلَی اللہ (خدا تک رسائی) کے بعد سَیرُ فِی اللہ (اللہ کی ذات لامتناہی کی سیر مراد ہے) قطرہ سمندر میں فنا ہوتے ہی اَنا بحر (یعنی سمندر) کہنا شروع کر دیتا ہے۔ گویا وہ بحر میں مل کر بھی بحر سے اپنی ہستی جدا تصور کرتا ہے کیونکہ بحر اپنی بے پناہ وسعتوں سے قطرے کے ننھے سے دل میں یوں اتر جاتا ہے کہ قطرہ کی انفرادیت بحر میں فنا نہیں ہوتی بلکہ بحر سمٹ سمٹا کر قطرے میں آجاتا ہے۔ اور قطرہ بظاہر محدود ہوتے ہوئے بھی لامحدود نظر آتا ہے یہ ہے مقام چھٹے لطیفے اخفا کا جسے وحدت الوجود کہتے ہیں۔

ہو مجھ میں نہاں جیسے خوشبو ہے گلاب اندر   انداز یہ کیسا ہے دریا ہے حباب اندر

زندگی مبتدا اور منتہا کے مقام پر حرکت کا نام ہے۔ اگر انفرادیت یا شخصیت

(وجود انسان) ہستی مطلق میں گھل مل جائے تو وہ کسی جداگانہ ہستی کی وحدت کا مالک نہیں رہتا لیکن لامحدود کیلئے کوئی حرکت اور مکان نہیں۔ اللہ کا نور منفرد ہے جسے تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کی رو سے روح واحد ہے کیونکہ ذات باری بھی واحد ہے۔ لہذا اللہ کا واحد نور تمام اشیائے جہاں میں کارفرما ہے۔ ہر شے کو اسکی فطری استعداد کے مطابق اللہ کے نور کا حصہ ملتا ہے۔ نفس انسان نفس رحمان میں گم ہوکر اپنے حقی اور خلقی منازل طے کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ لطیف تر ہوتا جاتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ وصل بحر سے قطرہ لہروں کے آغوش میں سو نہیں جاتا بلکہ موجیں آب بحر سے ہم آغوش ہونے کے بعد بھی دست و پا مارتی رہتی ہیں۔ سینے کے ساتھ ایک بار لگنے سے عشق کی آگ زیادہ بھڑک اٹھتی ہے۔ عشق عاشق کو معشوق جتنا عزیز ہوتا ہے یہی عشق دریا میں پانی کی روانی اور بحر میں موجوں کی تخلیق کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ وصال کے بعد بھی اپنی شخصیت اور انفرادیت (خودی) میں حاضر و ناظر ہیں ایسے ہی اولیاء کرام، شہداء بقائے ذات کا وصال حاصل کرنے کے بعد اپنی شخصیت میں ویسے ہی ہیں، مزاروں پر کشف قبور سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ یہاں ایک سوال دیگر قابل توجہ ہے کہ اگر خدا سے الگ کوئی ہستی نہیں تو گناہ اور شر کے اسباب کیا ہیں؟ کیونکہ اس طرح سے سزا اور جزاء باطل ٹھہرتے ہیں۔ اسی کی ہستی نور اور روشنی ہے۔ اگر خدا کی تجلیات اس کائنات کی ہستی ہیں تو مادہ ظلمات اور فطرت کی تاریکیاں کہاں سے ہیں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ہر ظلمت اور برائی انسان کے اپنے ہونے یعنی نفس کی انا سے ہے جب انسان اللہ کے اخلاق کے رنگ میں رنگ جاتا ہے تو پھر اسکی طرف سے نیکی اور بھلائی کے کام ہی ہونگے۔ روشنی کے نہ ہونے کا نام تاریکی ہے۔ جہاں آفتاب کی شعاعیں نہیں پہنچتیں وہاں ظلمت ہے۔ اگر آنکھیں بند کرلیں تو روشن دنیا میں

اندھیرا ہوجائے۔ اَلْوَجُوْدُ خَیْرٌ کُلَّہٗ ہستی تمام تر جمال ہے۔ خیر وشر کی تمیز عدم اور وجود کی تمیز ہے۔ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ کا اصل مطلب کہ خلق خیر کا ہونا ہے لیکن شر کا نام عدم خیر ہے۔ روشنی کیا ہے؟ عدم تاریکی کا نام ہے۔ موت کیا ہے حیات کا نہ ہونا۔ اگر موت معدوم ہوتے ہوئے بھی حیات ہوسکتی ہے تو شر، بدی اور تاریکی کے مقدر ہونے میں کیا شبہ ہے۔ شیطان کو شیطان ہی پیدا نہیں کیا گیا اگرچہ وہ شر کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ (۲:۳۴) وہ بھی ایک فرشتوں کا سردار تھا۔ آدم کی اطاعت اور اظہار وتعظیم سے انکار کیا۔ خیر کے ساتھ ساتھ شر کا آغاز ہوا تو شیطان نے عرض کی قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (۳۸:۷۹) اے خدا مجھے یوم النشور تک گمراہ کرنے کی اجازت دے۔ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (۳۸:۸۰) اے ابلیس تجھے مہلت دی جاتی ہے۔ شیطان نے جواب دیا۔ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۳۸:۸۲) تیرے عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں برابر آدم کی اولاد کو بھٹکاتا رہوں گا۔ یہ خدا ہی کا امر تھا کہ وہ اپنے بندوں کو آزمائے کہ وہ کون ہیں جو وحدت الوجود کو اپنی اعتباری ہستی پر جس کو فریب دینے کا شیطان نے وعدہ لیا ترجیح دیتے ہیں اور کون ہیں جو کہ خدا کی ہستی کے سوا دوسری ہستی موہوم کو شیطان کے فریب میں آکر حقیقی وجود کہتے ہیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ (۴۷:۳۱) (ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے یہ دیکھنے کیلئے کہ کون (تزکیہ نفس و پاکیزگی قلب) کیلئے مجاہدات کرنے والے ہیں اور کون (ہماری راہ میں) صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں)۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (۲:۱۵۵) (ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میواؤں (فصلوں) کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی) کی بشارت دے دو)۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (۴۶:۵) (اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ (کے حقیقی وجود) کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت کے دن تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ رکھتا ہو)۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۵۷:۵) (آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور سب امور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(واللہ اعلم بالصواب)

سوال: کیا شیخ محی الدین ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود پر اعتراض بلا جواز ہے؟

جواب: وحدت الشہود سے مراد اللہ ہر شے پر شاہد ہے، گواہی دینے والا ہے۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود، تنزیلات ستہ مکاتب فکر میں علمی بحث کا موضوع بنا ہوا ہے اس پر سابقہ مضمون میں سیر حاصل بحث ہوچکی ہے شیخ اکبر کا نظریہ بالکل واضح ہے کہ اگر واجب الوجود (ذات حق) کا تعلق مخلوق سے قطع تصور کیا جائے تو مخلوق کا فی نفسہ کوئی وجود نہ ہوگا۔ یہ عقیدہ حلول نہیں ہے بلکہ اس سے مراد صانع کی نسبت مصنوع سے، مصور کی نسبت تصویر شاہکار کے ساتھ ہے۔ اشیائے جہاں (موجودات) کا مظہر ان کے کسی عین (وجود) سے ممکن ہے یعنی اشیا اسمائے الٰہی کے ظل یا سایہ کے مثل ہیں سایہ کی کوئی حقیقت نہیں ماسوئ نمود بے بود کے، لہٰذا اس معدوم ہو جانے والی کائنات کی روشنی اور نمود دراصل

آفتاب حقیقی (ذات حق) کے واحد فیوضات کا عکس ہیں۔ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شی وَالَّذِیْنَ کَمَا کَانَ مخلوق کی پیدائش سے پہلے اللہ ہی تھا اور اس کے سوا کوئی شے نہ تھی۔ اب کائنات کو خلق کرنے کے بعد ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔

سوال: اعیان ثابتہ اور اعیان خارجہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: کلمات مرکب (فی کلماتہ کے معنی) حروف علمیہ اور اعیان ثابتہ کہلاتے ہیں جو مقام وحدیت پر ذات الٰہی کے ڈرائنگ بورڈ پر تھے اُن کو اس مرحلہ پر حروف اصلیہ بھی کہا جاتا ہے۔ جب حروف اصلیہ خلعت وجود خارجہ سے کلمات مرکب بنے تو تجلی الٰہی سے ان کلمات کو وجود محمدی نصیب ہوئے اور اپنی استعداد کے مطابق اعیان خارجہ میں ظہور پکڑا وجود آدم کو انہیں اسماء کی بدولت سے فضیلت ملی۔ وجود آدم علیہ السلام میں عالم علوی اور عالم سفلی موجود ہیں انسان کا وجود عرش کی مانند ہے۔ اس کا نفس کرسی ہے اس کا قلب بیت المعمور ہے قلم سے مراد حقیقت محمدیہ ہے جسے عقل کل (اوّل) سے تعبیر کیا گیا ہے انسان کے وجود میں روح قدس ہے چنانچہ انسان ان سب اشیاء کا جمیع الجامع ہے اور اس میں علوم الٰہیہ کا ظہور ہوتا ہے جس سے ملائکہ عاجز آ گئے۔ اس لیے اسے جمیع اسماء وصفات کا آئینہ وخلیفہ اللہ کہا گیا ہے۔ اعلٰحضرت بابا سلطان العارفین پیر سید محمد حسین شاہ کے شعر سے مفہوم واضح ہے۔

احدیت تھیں وحدت ہو کے وحدیت وچ آیا (اعیان ثابتہ)
روح مثال شہود وجودی ہر ہر جا سمایا (اعیان خارجہ)
جلوہ گریاں کردے کردے وجوب امکاں وچ آیا
ہر منزل تے نور تجلی وکھو وکھ دکھایا
چھ مراتب حقی خلقی تنزیہی تشبیہی
تشبیہوں تنزیہہ نوں لبھیں پایو نور حقیقی

طریقت کی نماز

قرآن مجید فرقان حمید میں نماز کے قائم کرنے کیلئے سات سو مرتبہ حکم آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ﴿۴۳﴾ (۲:۴۳) (قائم کرو نماز اور زکوٰۃ دو (اتباع رسول اللہ ﷺ) جھکنے والوں کے ساتھ جھکو (جو دل سے جھکے ہوئے ہیں) حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اِیْمَانُکُمْ نماز کی حفاظت کرو اور اُن چیزوں کی جن کے تم مالک ہو۔ توحید الٰہی کے بعد نماز سے بڑھ کر کسی فعل وعمل کی تاکید نہیں کی گئی۔ ارشادِ باری ہے کہ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴿۱۴﴾ (۲۰:۱۴) ترجمہ: میرے ذکر کیلئے نماز قائم کرو کیونکہ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (۲:۱۵۲) (تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا)

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ بندے کو زیادہ قرب سجدوں سے ہوتا ہے اور سجدہ جزو نماز ہے اور پھر فرمایا کہ جس شخص نے نماز میں تمسکن، تواضع، تضرع اور خوفِ الٰہی کو پیش نظر نہ رکھا تو اس کی نماز روزِ محشر کو کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جائے گی۔ ابومقصود ویلمی فرماتے ہیں۔ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ الی الصَّلٰوۃَ لَا یَحْضُرُ الرجل فِیْہَا قَلْبَہٗ مَعَ بَدَنِہٖ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت تک نماز میں نظر نہیں آتا جب تک انسان اپنے دل کو مع بدن حاضر نہ کرے۔

حدیث شریف میں آیا ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ نہیں نماز بغیر حضور قلب کے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ وَاِنَّہَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ﴿۴۵﴾ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّہُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّہِمْ وَاَنَّہُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ﴿۴۶﴾ (۲:۴۵،۴۶) یعنی اے لوگو جس وقت تمہیں کوئی تکلیف پیش آئے تو صبر اور

نماز سے مدد لو نماز بہت بڑی نعمت ہے مگر ان کیلئے جو عجز وانکساری کے ساتھ ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے اور اس کے پاس جانا ہے۔

ان آیات سے نماز کی حقیقت کس قدر واضح ہو جاتی ہے کہ نماز جیسا افضل عمل بچوں کا کھیل نہیں کہ عادتاً اس سے لطف اندوز ہونا مقصود ہو۔ بلکہ نماز کیلئے خشوع خضوع، حضوری قلب اور غفلت سے پرہیز کا ہونا شرط ہے اس لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (۴:۴۳) (مت جاؤ قریب نماز کے جب تم نشہ کی حالت میں ہو)۔ نشہ سے مراد غفلت ہے جو کہ ذکر الٰہی کی ضد ہے۔ پھر ارشاد ہوا وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴿۲۰۵﴾ (۷:۲۰۵) (مت ہو غافلوں میں سے) اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہت آدمی کھڑے ہونے والے ایسے ہیں کہ ان کی نماز غفلت کے باعث ان کیلئے صرف رنج و مشقت ہے۔ ارشاد باری ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴿۳﴾ (تحقیق وہی مومن نجات حاصل کریں گے جو عاجزی و فروتنی سے دل کو حاضر کر کے نماز پڑھتے ہیں اور ایسے لوگ کسی بے ہودہ بات کی طرف رغبت نہیں کرتے)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (۲۲:۳۷) (اللہ تعالیٰ کو بندے کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ تقویٰ سے مراد وہ صفت ہے جو دل پر غالب ہوتی ہے)۔ چنانچہ تقویٰ کی صفت سے طلب مقصود کے تحت نماز جائز اور ناجائز ہو جاتی ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى وُجُوْهِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنَّ يَنْظُرُ وَ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں اور مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور

اعمال کو دیکھتا ہے) ثابت ہوا کہ تقویٰ اور حضوری قلب کا نماز میں ہونا شرط ہے۔ ان کے بغیر نماز باطل سمجھی جائے گی۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ﴿۴﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴿۵﴾ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴿۶﴾ (۱۰۷:۴،۵،۶) (خرابی ہے اُن نمازیوں کیلئے جو اپنی نمازوں سے غافل (بے خبر) ہیں اور ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی عام معمولی چیزوں کو روکتے ہیں)۔ جو لوگ دین کے ظاہری احکام کا اعضائے جسم کی حرکات وسکنات اور اعمالِ ظواہر پر اطلاق کرتے ہیں انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ظاہری تابعداری اور آداب انسان کو سلطان کے سامنے سزا سے محفوظ تو کر لیتے ہیں مگر بادشاہ کے حضور میں مقبولت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کے خلیفہ جانشین اور خواص میں ہو سکتے ہیں اسی طرح عمل آخرت کی تصدیق دل سے ہوتی ہے اور ظاہری عمل آخرت کیلئے کارآمد نہیں۔ ابوسفیان ثوری سے روایت ہے کہ جو شخص نماز میں خشوع نہیں کرتا اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ خواجہ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ جس کا نماز میں دل حاضر نہ ہو اس کی نماز عذاب کی طرح جل جاتی ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے نماز پڑھتے وقت قصداً اپنے دائیں یا بائیں والے کو پہچاننے کی کوشش کی تو اس کی نماز بالکل نہ ہوئی۔ اہل طریقت کے نزدیک نمازِ حقیقی اس وقت ادا ہوتی ہے جب کہ نمازی کے حواس خمسہ پر حضوری قلب بالواسطہ کی کیفیت طاری ہو۔

وہ صلوٰۃ دائمی کہلاتی ہے جس سے ذاکر ہمیشہ نماز میں رہتا ہے اور اس کا کوئی دم بغیر ذکر الٰہی کے نہیں ہوتا کیونکہ اس کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کا فرمان رہتا ہے۔ جیسے حدیث قدسی میں آیا ہے۔ يَا بَنِيْ اٰدَمَ نَفْسَكَ فَمَنْ دَمِيًّا بِغَيْرِ ذِكْرِيْ فَتَقْتُلُ

اَنْبِیَائی۔(اے بنی آدم تیرے دم میرے نبی ہیں۔بغیر ذکر کے جو دم ضائع جاتا ہے وہ میرے نبی کے قتل کے مترادف ہے)۔اللہ تعالیٰ نے انسانی سانسوں کو اپنے نبیوں سے تشبیہ دی ہے۔اس لیے مرشد کامل صاحب طریقت کو نمازِ پنجگانہ کے علاوہ پاس انفاس کا ذکر جاری وساری کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔حدیث شریف میں صلوٰۃ دائمی کا طریقہ بھی سمجھایا گیا ہے۔

تجھی کو ڈھونڈنا اور دیکھنا اور تجھ میں گم ہونا
صلوٰۃ دائمون اہل طریقت اس کو کہتے ہیں
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ لَا موجود اِلَّا اللہ
(لَآ مَطْلُوْبَ اِلَّا اللہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ)
ہر دم ذکر اللہ ھو میں عارف مست رہتے ہیں

نماز کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے۔اَنْ نَعْبُدُ اللہ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ یَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔(اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔اگر ایسا نہیں کر سکتے تو سمجھو گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے) یہی نماز با مشاہدہ کی صفت ہے۔حدیث بخاری میں آیا ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحَضُوْرِ الْقَلَبْ نہیں ہوتی نماز بغیر حضوریٔ قلب کے۔دل و دماغ مع بدن بارگاہِ نماز میں حاضر ہو۔نماز میں قلب وروح، عجز و نیاز میں بدن کا ہر عضو قرب الٰہی سے سرفراز ہو، نفس کے قید و بند اور اختیار سے آزاد ہو کر خشوع وخضوع واخلاص کے سجدہ ریز ہونا طریقت کی نماز ہے۔اعلیٰحضرت مرشد کامل سلطان العارفین پیر سید محمد حسین تاج والی سرکار رحمتہ اللہ تعالیٰ نے طریقت کی نماز اپنے عارفانہ کلام طالبان وسالکان کی رہنمائی کیلئے واضح فرما دی ہے۔

؎ صلوٰۃ سمجھ لے عشق دا وضو کر کے خیال غیر دا دل تو دور کرنا
قائم کرتو پھر نماز دائمی نال تکبیر دے خودی نوں چور کرنا
حاضر ناظر جاننا ذات تائیں پیدا سمجھ وجود وچہ نور کرنا
محمد حسین پھر ساجد مسجود وہی سجدہ دیکھ کے وچہ حضور کرنا

؎ مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اڑا دے
تیرے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

؎ سامنے روئے یار ہو سجدہ سرِ نیاز ہو
یونہی حریم ناز میں آٹھوں پہر نماز ہو

طریقت ظاہری عمل اور حرکات کا نام نہیں۔ریاکاری، خودنمائی جیسے رذائل نفس کی مکمل نفی اور معبود حقیقی کا اثبات اللہ کے اسم کا تصور کر کے نماز ادا کرنے کا نام نماز طریقت ہے اللہ کا احسان شامل حال ہو تو پھر روحانی کیفیت ایسی طاری ہو جاتی ہے کہ۔

؎ ایک محمدی سجدہ کافی جے کر آن کراوے
ساجد وچ مسجود ہمیشہ فرق دوئی مٹ جاوے
پڑھی نماز بے خبری والی قائم کدے نہ کیتی
جے نماز معراج نہ ہووے جھی نیتی نہ نیتی

؎ یہ نمازِ پنجگانہ ہے شریعت کا اُصول
الصلوٰۃ المومنین قربِ حق کا ہے نزول
لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحَضُوْرَ الْقَلَبْ حکم رسول
پھر نمازِ دائمی ہو شاہ زماں تیری قبول

طلبنی ومن وجدنی ومن عرفنی احبنی و من احبنی عشقنی و من عشقنی قتلته فهو علی مریت فاء یته فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جس نے مجھے طلب کیا اس نے مجھے پالیا جس نے مجھے پالیا اس نے میری پہچان کی اور جس نے میری پہچان کرلی اس نے مجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے عشق کیا جس نے مجھ سے عشق کیا میں نے اسے شہادت کا درجہ دیا۔ پس جو کوئی میرے عشق میں قتل ہوا اس کا خون میرے ذمہ ہے۔ جیسے قرآن پاک میں آیا ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ(۱۱۹:۵)(جب وہ مجھے راضی کرتے ہیں تو پھر میں ان کو راضی کرتا ہوں) جس وقت بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب بذریعہ نوافل (حقوق اللہ،حقوق العباد) حاصل ہوجاتا ہے تو بندہ کا بولنا اللہ کا ہی بولنا اس کا سننا اللہ تعالیٰ کا سننا ہوجاتا ہے۔ ایسے قربِ الٰہی کی شرح حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمائی ہے کہ اَوَّل الذِّ کر بِاللّسان ثُمَّ مَوَافِقھَا مَعَ الْقَلبِ ثُمَّ سَکت اللّسّان وَلَقول بِالْقَلبِ وَ یُوْفِقهُ بِاعضَائِہٖ کُلّھَا۔ (تفسیر: اول ذکر ساتھ زبان کے کیا جاتا ہے پھر زبان دل سے موافقت کرتی ہے اور بعد ازاں زبان خاموش ہوجاتی ہے کیونکہ صاحب باطن کا دل ظاہری ورسمی تعلقات سے پاک ہوجاتا ہے اور رذائل ایک ایک کرکے ختم ہو جاتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خلوص پیدا کرلیتا ہے اور شریعت اس کیلئے مغز بن جاتی ہے) چنانچہ بندہ اور خدا کے مابین ایک ایسا تعلق پیدا ہوجاتا ہے جس میں سوائے اللہ اور اس کے مقرب بندے کے کسی دوسرے کو دخل نہیں۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعۡرَاجُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ (بیشک نماز مومن کیلئے معراج کا درجہ رکھتی ہے)

نماز مومنین کیلئے معراج ہے

قرآن میں فرمان الٰہی ہے اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ﴿۱۴﴾ (۲۰:۱۴) بیشک میں ہی خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی (غلامی) کیا کرو اور میری یاد (تذکر) کیلئے نماز قائم کرو۔

فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ وَ اشۡکُرُوۡا لِیۡ وَ لَا تَکۡفُرُوۡنِ ﴿۱۵۲﴾ (۲:۱۵۲) (پس مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میری شکرگزاری کرو اور کفر مت کرو)

ذکر نفی اثبات سے پہلے من کو دھو — اللہ اللہ تو کہے اللہ کہے گا ھو

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ﴿۴۳﴾ (۲:۴۳) (قائم کرو نماز اور زکوٰۃ دو اور (اتباع وحب رسول سے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکو) کیونکہ حضور اکرم ﷺ کو بھی اللہ پاک نے منافقین (جو خلوص دل سے جھکے ہوئے نہ تھے) کے ساتھ نماز کی امامت سے منع فرما دیا تھا۔ بیشک نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے بچاتی ہے۔ بشرطیکہ نمازی صلوٰۃ (نماز) کے حقیقی مفہوم کو جان لے اور سمجھ لے۔ سُورۃ ماعون میں نمازیوں کو متنبع کیا گیا ہے۔ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ (۱۰۷:۴،۵) بڑی خرابی (دوزخ) ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی صلوٰۃ (نماز) سے بے خبر ہیں۔

اول الذکر غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ پاک نمازیوں سے مخاطب ہیں نماز ترک کرنے والوں (بے نمازیوں) سے نہیں۔ غفلت، سستی، کاہلی نماز قضا کرنے والے کو اپنے فعل وعمل کا بخوبی علم اور خبر ہوتی ہے۔ آخر نماز میں ساھُون اور بے خبری سے کیا مراد ہے؟ لازمی امر ہے کہ صلوٰۃ کے معنی اور مفہوم کو قرآن اور حدیث کی رو سے سمجھا جائے۔

صلوٰۃ دراصل عربی زبان میں نماز کو کہا گیا ہے۔مفسرین نے صلوٰۃ کے معنی عبادت، رحمت اور دعا بھی لئے ہیں۔نماز میں سُورۃ فاتحہ میں دعائیہ کلمات ہیں اسی وجہ سے نماز کو بمعنی دعا بھی کہا گیا ہے۔لیکن رحمت کا لفظ قرآن میں اپنا علیحدہ مفہوم و معنی رکھتا ہے جیسے وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (۱۵۶:۷) یا لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (۵۳:۳۹) لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث مبارکہ اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْن نماز (مومنوں کی معراج ہے) صلوٰۃ کے حقیقی مفہوم کے زیادہ قریب تر ہے۔چونکہ نمازی نماز کی حالت میں اپنے اللہ کے حضور میں اپنے معبود حقیقی کے روبرو متکلم ہوتا ہے۔اسی لئے نماز میں اپنے رب سے اس قربت اور ملاقات کو مومنین اور مقربین کیلئے معراج کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ مومنین اور اپنے مقرب بندوں کو اپنی قربت کی خوشخبری سورہ الکھف (آیت ۱۱۰) میں دے رہے ہیں۔فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا (۱۱۰:۱۸) (جو کوئی اپنے رب سے ملاقات کا ارادہ کرتا ہے اسے چاہئے (کہ مومن بن جائے) مومنین کی طرح نیک کام کرتا رہے) اور نماز میں (کوئی اور معبود) کسی کو شریک نہ ٹھہرائے (یعنی لائق عبادت نہ بنائے۔

پھر سورہ الاحزاب میں تاکیداًارشاد ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ (۴۲،۴۱:۳۳) (اے ایمان والو (مومنو) خوب کثرت سے تذکرہ کیا کرو (ہردم اللہ کو یاد رکھو) اور صبح وشام (صلوٰۃ دائمون میں) اسکی تسبیح (تقدیس) کرتے رہو)

اس ذکر وفکر کے عوض اللہ کی طرف سے کیا انعام ہوگا۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ (۴۳ : ۳۳) (وہ ایسا مہربان ہے وہ خود آپ (اللہ) اور اسکے فرشتے تم (مومنین طالبان انوار) پر صلی (ملاقات) کرتے یعنی قربت سے نوازتے ہیں تاکہ (وہ حق تعالیٰ) تمہیں (ظلمت کدہ جہاں) کی تاریکیوں (گمرائیوں) سے نور (عرفان خداوندی) اپنی ربوبیت کی طرف لے آئے اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بڑا مہربان ہے۔

الزمر (آیت ۲۲) میں وضاحت کردی گئی۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ (۲۲:۳۹) (سو جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا پس وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے (وہ مومن عارف اللہ ہے) سو جن لوگوں کے دل خدا کے نور (نور ہدایت) سے متاثر نہیں (جو غیر عارف رہے) سو ان کیلئے بڑی خرابی ہے اور یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں)

ہر مسلمان کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کیا وہ مومن ہے؟ (سورہ الحجرات آیت ۱۴) پر غور کیجئے تو حفظ مراتب کے لحاظ سے مومن اور مسلمان میں فرق بتایا گیا ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ (۱۴:۴۹) (دیہاتی (اعرابی) لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم بھی مومن ہوگئے ہیں اللہ پاک نے فرمایا (اے میرے پیارے حبیب) ان کو کہہ دو کہ آپ ابھی مومن نہیں ہوئے بلکہ مسلمان ہوئے ہیں (مسلمان اور مومن میں امتیاز ملاحظہ ہو) ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان

داخل نہیں ہوا (کیونکہ مومن وہ ہے جو قلب سلیم سے تسلیم کرے اور شک نہ لائے) اگر تم اطاعت کرو گے، حکم مانو گے پھر اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے اعمالوں میں ذرا بھر بھی کمی نہیں کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے)۔

الحجرات (۱۵) میں مومن کی پہچان بتائی گئی ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾ (۱۵:۴۹)

(کامل مومنین وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد (تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کریں) بدگمانی اور شک نہ لائیں۔ ایسے مومنین اپنے مال اور جان سے راہ خدا میں جہاد اکبر کرتے ہیں اور یہی سچے لوگ (صدیق) ہیں)

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾ (۱۰۳:۹) (اے میرے حبیب) آپ انکے مالوں سے صدقہ (زکوٰۃ) نکلواؤ (تزکیہ نفس کراؤ) (اس طرح) آپ انکو (گناہوں کے آثار) سے پاک اور صالح کردیں گے (پھر) دعا (لینے والوں) کو شرف ملاقات اور دعا دیں۔ بیشک تیری صلوٰت (قربت و دعا) ان کیلئے موجب اطمینان (قلب) ہے اور اللہ تعالیٰ (انکے اعتراف) کو خوب سنتے ہیں (اور انکی ندامت کو) خوب جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کیلئے دعا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ قبول کرنے والا ہے۔

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ (۹۹:۹) (بعض دیہاتی لوگ (اعرابی) ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن (یوم حشر) پر (مکمل) ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ (اللہ کی راہ

میں) خرچ کرتے ہیں یہ ان کیلئے اللہ کی طرف سے قرب الٰہی کے حصول اور رسول کی (قربت و دعا) کا ذرائع ہیں)

اسکے علاوہ قرب الٰہی اور اپنے رب سے ملنے کے رستے دکھانے کی نوید سنائی ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾

(۶۹:۲۹) (جو لوگ ہماری راہ (حق و دین اسلام کیلئے) مشقتیں (زہد و ریاضیت عبادات) برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے رستے ضرور دکھا دیں گے بیشک اللہ تعالیٰ اپنے خلوص والوں (مومنین) کے ساتھ ہے۔

رب العزت سُبْحَانَہٗ نے مومنین کیلئے امتحان پاس کرنے کی آزمائشی شرط رکھ دی ہے سورہ البقرہ (آیت ۱۵۵) ملاحظہ ہو

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ (۱۵۵:۲) (اور دیکھو ہم تمہارا امتحان لیں گے کسی قدر خوف سے (ڈر دیکر) اور فاقہ (تزکیہ نفس) سے اور مال اور جان اور پھلوں (فصلوں) کی کمی (نقصان) سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت (خوشخبری) سنا دیجئے۔

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾

(۱۵۷:۲) (یہی (مومن) لوگ ہیں جن پر اللہ (کی طرف سے) صلوٰت (اسکا قرب الٰہی سراپا رحمت) ہوگی اور یہی لوگ ہیں جنکی (حقیقت حال بارگاہ الٰہی تک) رسائی ہوگی)

صلوٰۃ (نماز) میں دوسری بے خبری (ساھون) یہ ہے کہ ہر نمازی نیت کرتے وقت سنت ابراہیمی پر عمل کرتا ہے۔ سورہ انعام (آیت ۷۹)

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ

الْمُشْرِكِيْنَ﴿۷۹﴾(۶:۷۹) (میں یکسو ہوکر اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)۔

جو نمازی اپنی زبان سے کہہ کر (میں اپنا رخ اپنے معبود حقیقی رب کی طرف کرتا ہوں) اس پر عمل نہ کرے تو اللہ پاک ایسے منافقین سے بیزاری کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴿۳﴾(۶۱:۲،۳)(اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو)

نماز میں ریاکار نمازی اپنے مالک حاکم الحاکمین کے سامنے ذرا بھر بھی خوف نہ لائے اور یہ جانتے ہوئے کہ ریاکار منافق کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔کیا ریاکار نمازی کی صلوٰۃ ہوگی جس نے اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ (نفسانی خواہشات کے وسوسوں اور خیالوں کی نفی تام کرکے) اپنے رب کی طرف نہ کیا اور بے خبری میں بغیر یکسوئی اور توجہ کے آگے سڑک پر چل نکلا جہاں اسکے وجود کی گاڑی کو وسوسوں، دنیاوی پریشانیوں اور خیالات کی ٹریفک کا سامنا ہے۔اگر نمازی اپنے قلب کی سڑک پر دھیان' مستعدی' یکسوئی اور توجہ سے سٹیرنگ کو قابو میں نہ رکھے گا تو اسکا پہیہ جام ہوجانے کا شدید خطرہ ہے۔

تیسرا بڑا ساھُون جو نمازی کو دور کرنے کی سعی کرنی چاہئے وہ صلوٰۃ (نماز) کے دل یعنی سورہ فاتحہ کے ظاہری اور باطنی معانی سے بے خبری اور لاعلمی ہے۔سورہ فاتحہ میں نمازی اپنے رب کے حضور میں دعائیہ کلمات زبان سے کہتا ہے اور نہایت عجز وانکساری سے پہلے اپنے مالک دوجہان رب العالمین کی تعریف اسکی برتری کا اعتراف کرنے کے بعد پھر اپنے لئے سورہ فاتحہ میں انعام کا طلبگار رہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۱﴾ (۱:۱)

سب تعریفیں (تعریف: عربی میں عرف کے معنی پہچان) اللہ کیلئے ہیں جو تمام عالموں (عالم ناسوت' عالم ملکوت' عالم جبروت' عالم لاہوت' عالم باہوت' عالم ہاہوت) کے رب ہیں۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴿۲﴾(۱:۲) جو بڑے مہربان اور رحم والے ہیں۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴿۳﴾ جو مالک ہیں روز جزا کے۔اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴿۴﴾(۱:۴) ہم آپکی بندگی (عبد کے معنی عربی میں غلام کے ہیں) یعنی غلامی کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔بعض نمازی صلوٰۃ کے حقیقی مفہوم سے بے خبری لاعلمی کے باعث حاکم الحاکمین (اللہ) سے غافل ہوکر غیروں کی غلامی کرتے اور مدد مانگتے نظر آتے ہیں کیونکہ غلام وہ ہوتا ہے جو مالک کی حاضری میں ہو اور اسی سے مدد مانگے اور ہمہ وقت اسی کی حاضری میں رہے بیشک تھوڑا ہی کام کرے یعنی ہاتھ کار (کام کاج) کی طرف دل یار کی طرف ہو۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿۶﴾(۱:۵،۶) بتا دیجئے ہم کو سیدھا راستہ ان لوگوں (عارفین مقربین) کا جن پر آپ نے انعام فرمایا۔(نماز کی ہر رکعت میں نمازی اپنے رب سے سیدھے راستے کا خواستگار ہوتا ہے)غور طلب بات ہے کہ وہ کونسا سیدھا راستہ ہے جس سے نمازی بے خبر لاعلم ہے۔ارشاد باری ہوا کہ راستہ ان لوگوں کا جن پر میرا انعام ہوا۔معلوم کرنا چاہیے کہ انعام کیا ہے اور انعام پانے والے کون ہیں۔سورہ المطففین میں فرمایا۔ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ﴿۸﴾(۸۳:۸) آپ کو معلوم ہے کہ (برائیوں کا اعمالنامہ رکھنے والے) سِجِّيْنٌ کون ہیں؟ عِلِّيِّيْنَ آپ کو معلوم ہے کہ (نیکیوں کا اعمال نامہ رکھنے والے) عِلِّيِّيْنَ کون ہیں؟ وہ انعام پانے والے مومنین عارفین ہیں جن کے اعمال صالح پر عالم ملکوت والے بھی

رشک کرتے ہیں۔ پھر سورہ البلد میں ارشاد باری ہوا۔ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا
الۡعَقَبَةُ ؕ﴿۱۲﴾ (۱۲:۹۰) کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ (عرفان الٰہی اور عرفان القرآن) کی
اونچی دشوار گذار) گھاٹی کیا ہے؟ جسے سر کرنے والوں کو اللہ کے سب سے بڑے انعام کی
بشارت دی گئی ہے۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنۡدَهٗ مِنۡ نِّعۡمَةٍ تُجۡزٰٓى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِ
الۡاَعۡلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوۡفَ يَرۡضٰى ﴿۲۱﴾ (۱۹:۹۲، ۲۰، ۲۱) نہیں ہے واسطے کسی کے نزدیک اس
کے انعام کہ عوض میں دیا جائے گا جس کو چاہئے پروردگار اپنی رضا سے اللہ کا چہرہ (یعنی
قرب الٰہی) البتہ جس پر جلدی راضی ہوگا۔ قرآن پاک کو نور کی روشنی میں پڑھنے والے
انعام یافتہ مومنین کو اللہ پاک نے سورہ آل عمران میں سیدھا راستہ دکھا دیا۔ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ
هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿۵۱﴾ (۳:۷) (میرے عبد (غلام) بن جاؤ یہی سیدھا راستہ
ہے)۔ غلامی کرنے والے عبد بننے کیلئے لازمی شرط ہے کہ وہ (غلام) مالک کی حاضری میں
ہو اور مستعدی و توجہ سے عملاً (حضور قلب) کے ساتھ غلام کے فرائض بخوبی سرانجام دے۔
بالآخر سورہ فاتحہ میں سخت تنبیہ کی گئی ہے غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا
الضَّآلِّيۡنَ ﴿۷﴾ (۱:۷) نہ رستہ ان لوگوں کا (جو راہ ہدایت کو چھوڑ گئے اور اللہ پاک کی طرف
سے مسکینی و ذلت ان کے منہ پر مار دی گئی) جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان لوگوں
(منافقین ریاکاروں کا) جو راہ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ سورہ الزخرف وَاِنَّهُمۡ
لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۳۷﴾ (۴۳:۳۷) (اور
بیشک وہ ان (دوسروں) کو روکتے ہیں میرے راہ مستقیم سے (میری غلامی سے) اور کہتے
ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں)۔

چوتھا ساھُون نماز میں درود پاک سے بے خبری اور لاعلمی ہے مومن کو معلوم ہے

کہ درود کیا ہے؟ کیونکہ درود پاک کا حکم مومنوں کو آیا ہے اپنا محاسبہ کیجئے کہ آپ واقعی مومن
ہیں۔ درود پڑھتے وقت نمازی بارگاہ نماز میں اپنے رب سے مخاطب ہوتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيۡتَ عَلٰٓى اِبۡرَاهِيۡمَ وَ عَلٰٓى اٰلِ
اِبۡرَاهِيۡمَ اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ○ اَللّٰهُمَّ بَارِكۡ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
بَارَكۡتَ عَلٰٓى اِبۡرَاهِيۡمَ وَ عَلٰٓى اٰلِ اِبۡرَاهِيۡمَ اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ○

اَللّٰهُمَّ عربی گرائمر میں (حکم) امر کا صیغہ ہے اور صَلِّ صلوٰۃ کے معنی میں آئے گا مفہوم
اس کا قربت ہے۔ آپ بحیثیت نمازی اپنے اللہ سے متکلم ہیں اے اللہ تو صَلِّ کر (یعنی
اپنی قربت سے نواز) (اپنے محبوب) محمد ﷺ کو اور اسکی آل پاک کو جیسے کہ آپ نے
ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قربت سے نوازا اور اسکی آل (جو ایمان لائے) کو بیشک آپ ہی
قابل ستائش اور بزرگ و برتر ہیں۔ اے اللہ محمد ﷺ پر سلامتی اور برکت فرما اور اسکی آل
پاک پر بھی جیسے آپ نے ابراہیم علیہ السلام پر خیر و برکت فرمائی اور اسکی آل پر بیشک
(یقیناً) آپ ہی قابل ستائش (عبادت) اور بزرگ و برتر ہیں۔ قرآن پاک کی سورہ
الاحزاب میں مومنین کو تاکید کی گئی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ
وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ﴿۵۶﴾ (۳۳:۵۶) (بیشک اللہ تعالیٰ اسکے فرشتے نبی ﷺ پر صَلِّ
(قربت سے نوازتے) کرتے ہیں (یعنی ملتے ہیں) اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ کی
قربت کا شرف حاصل کیا کرو یعنی ملا کرو اور خوب (ادب کے ساتھ) سلام کیا کرو)

درود پڑھتے وقت یاد رکھنا چاہئے کہ بمطابق حدیث نبوی ﷺ الصلوٰۃ معراج
المومنین نماز مومنوں کیلئے معراج (قرب الٰہی) ہے۔ مومنین کو نماز میں ہی قربت الٰہی مشاہدہ

حق نصیب ہوتا ہے۔ دیگر کما قال تعالیٰ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو اپنے محبوب نبی رحمت العالمین کی رحمت سے نواز رکھا ہے اور ہر بنی نوع انسان کو وجود محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا کر دیا ہے۔ جیسے سیاہی نے جملہ حروف کو اپنا وجود عطا کر دیا ہے۔ جب نماز میں درود پڑھا جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اے اللہ تو صَلِّ کر (اپنی قربت سے نواز، کس کو؟) اس وجود محمدی کو (جسے تو نے اپنے نور کیلئے منتخب کیا) تو اللہ پاک طالبان انوار مومن نمازیوں کے قلوب پر متجلی ہوتے ہیں اور ان کے قیام' رکوع اور سجود میں اپنے محبوب نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں کو دیکھتے ہیں۔ نماز کی ہر رکعت میں نمازی کے دو مرتبہ قیام میں اسم محمد کی دونوں ''میم'' رکوع میں اسکی ''ح'' تشہد میں اسکی ''د'' اور سجود میں گویا اسم ''محمد'' کو دیکھتے ہیں۔ نمازی کو نماز اسقدر خشوع کے ساتھ ادا کرنی چاہئے کہ ہادی برحق رسول اللہ کے اقوال' افعال اور اعمال کی اتباع میں اپنے وجود کے ہر اعضا جو عبادت میں حصہ لیتا ہے کو ادب دے۔ نماز اس طرح پڑھے کہ زبان پر الحمد اللہ اور قلب پر اسم ذات اللہ کو تصور کر کے قائم کرے کہ عالمین میں کوئی ذات حمد کیلئے لائق نہیں جب رب العالمین کہے تو اپنے رب کو عالم ناسوت' عالم ملکوت (عالم مثالیت)' عالم جبروت' عالم لاھوت' عالم باھوت اور عالم ھاھوت کا رب تصور کرے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ سے مان کر اپنے مالک حقیقی حاکم الحاکمین کو اپنے اعمال وافعال کا جواب دہ ہونے کے خوف اور روز قیامت پر یقین محکم رکھے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۴﴾ (۱:۴) کہتے ہوئے ماسوا اللہ غیر حق کو قلب سے نکال کر پاکیزگی و تصفیہ قلب کرے پھر صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ (۱:۶) کے مفہوم سے بہرہ ور ہو کر مومنین عارفین راسخون فی العلم سے فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ (۳:۵۱) اپنے مالک رب العزت کی غلامی سے

تکمیل عبدیت کے انعام مشاہدہ حق کا شرف حاصل کرے نمازی رسول اللہ کے ذوق و احوال اور اللہ کی محبت کو اپنے اوپر اسقدر طاری کر لے کہ اسے باطنی کیفیات میں ایسا محسوس ہونے لگے گویا لَآ اِلٰهَ (موصوف ومعبود) اپنے ارادے نور وحدت اِلَّا اللّٰه سے اپنی صفت عبدیت محمد رسول اللہ کو اپنی طرف جھکا رہا ہے۔ اعلیٰحضرت بابا پیر سید محمد حسین اس وجدانی کیفیت کو اپنے اس پنجابی شعر میں یوں بیان کرتے ہیں۔

پڑھ کلمہ ہو کلمہ جائیں کلمے وچ سمائیں　　سارا جسم بنا کے کلمہ کلمے تھیں حق پائیں

میں نے اپنی پنجابی عارفانہ منقبت میں اس کیفیت کو اس طرح قلمبند کیا ہے۔

اک محمدی سجدہ کافی جیکر آن کراوے
ساجد وچ مسجود ہمیشہ فرق دوئی مٹ جاوے
آپ نفی موجود اِلٰہ ظاہر باطن جانو
گذر کے خود تھیں خود نوں پانا خود وچ ذات پچھانو

غرضیکہ قرآن مجید فرقان الحمید میں بہت سی آیات مومنین کی اپنے رب سے ملاقات یعنی قربت الٰہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ ذرا غور کریں کیا ہم مومن ہیں؟ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو مومنوں کو ہی ارشاد فرما رہے ہیں اور پھر سورہ الحجرات (آیت ۱۴-۱۵) میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ مومن کی نشانی کیا ہے؟ کیونکہ مومنین ہی درود کے مفہوم سے باخبر ہیں۔ مومنوں کو تاکیداً فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ (۳۳:۴۱،۴۲) ''اے ایمان والو (مومنو) خوب کثرت سے ذکر کیا کرو (ہر دم اللہ کو یاد رکھو) اور صبح و شام (صلوٰہ دائمون) میں (ہر سانس کے ساتھ) اسکی تسبیح کرتے رہو۔

جیسے میرے شعر سے مفہوم واضح ہے۔

وہی دل دل ہیں جو دل یادِ الٰہی میں رہے — وہ سر سر ہیں جو سرتن سے جدا ہوتے ہیں
شاہ زماں پل کے صدف میں ہی گہر بنتے ہیں — وہی قطرے جو کہ دریا میں فنا ہوتے ہیں

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ (۳۳:۴۳) پھر اللہ تم (مومنین طالبان انوار) پر متجلی اور جلوہ افروز ہونگے اور اسکے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں (گمراہیوں) سے نور عرفان الٰہی عرفان القرآن کی طرف لے آئے اور اللہ تعالیٰ (اپنے) مومنین پر بڑا مہربان ہے۔

پھر اسقدر مہربانیوں اور بے شمار انعامات نعمتوں کے بعد ارشاد فرمایا۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾ (۷:۶،۷) (پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے (جواب طلبی کریں گے) جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے اور رسولوں سے بھی پوچھیں گے ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کردیں گے ہم کہیں غائب نہ تھے)

خود ہی سوچ لو اگر اللہ غائب نہیں تو پھر کہاں ہے۔ قرآن مجید سے سوال کرو تو جواباً قرآن خود احسن التفسیر ہے اور اپنی آیات کی اعلیٰ تفسیر بیان کرنے والا ہے اور پرہیزگاروں کیلئے ہدایت ہے۔ صلوٰۃ میں لفظی و ظاہری بے خبری اور ساھون سے کماحقہ آگہی کے بعد اسکی باطنی بے خبری اور ساھون سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ یاد رہے کہ قرآن کا عرفان جدت، اجتہاد، علمی، فکری، روحانی اور معرفت خداوندی کا جامع اسرار و رموز، عقیدہ توحید و آخرت، آفرینش کائنات، عزم و ارادہ الٰہی، فیضان ربوبیت، قربت و رحمت الٰہیہ، اعتراف عبدیت، دعائے ہدایت و استقامت، مقام و شان رسالت کے منفرد نفس مضمون و

عنوانات پر بڑی خوش اسلوبی سے دلالت کا حامل ہے۔ بڑی ہی شان والا قرآن اہل ظواہر کے قریب ہونے کے باوجود اپنے رتبہ و عظمت قدر و منزلت کے لحاظ سے اس قدر بلند و ارفع ہے کہ فہم و ادراک کی وسعتیں اسے چھو نہیں سکتیں جیسے سورہ الواقعہ میں ارشاد باری ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ (۵۶:۷۷ تا ۷۹) (بیشک یہ قرآن بڑی شان والا درج ہے پوشیدہ کتاب (وجود محمدی کے لوح قلب) پر جسے پاکوں (عارفوں و مقربین) کے بغیر کوئی نہیں چھوتا یعنی رسائی نہیں ہوتی)

صلوٰۃ اور درود کے عرفان اور مفہوم پر جو لفظی بحث کی گئی ہے قارئین اپنی استعداد کاملہ اور وسعت تفکر کے مطابق مکلف ہیں۔ آنحضرت محمد ﷺ نے نماز کے باطنی مفہوم کو وضاحت میں چہار مستند احادیث ارشاد فرمائیں۔ اول حدیث یہ ہے۔ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ نماز حضوری قلب کے بغیر قائم نہیں ہوتی۔

حدیث دوئم۔ اَنْ تَعْبُدُاللهَ كَاَنَّكَ تَرَا لَا اِلٰهَ تَعَالٰى اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا (نماز میں) تو اسے دیکھ رہا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تمام غروب ہوجانے اور دائم نہ رہنے والے جھوٹے معبودوں کی نفی کر کے کہا میں اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ اسکی طرف کرتا ہوں جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور میں شرک سے بیزار ہوں۔ چنانچہ فہم و ادراک اور عقلی دلائل سے آگے اس طرح عشق و محویت کی منزل کی طرف قدم بڑھانے سے نمازی پر حقیقت آشکارہ ہوگی کہ اطاعت سے عقل پر باب ملکوت کھلتا ہے۔ شوق سے نفس پر باب جبروت کھلتا ہے۔ عشق سے قلب پر باب لاہوت کھلتا ہے۔ اور عبدیت (غلامی) سے روح پر باب احدیت و ماہوت وھاہوت کھلتا ہے۔

حدیث سوئم کے مطابق علم الیقین کے بعد عین الیقین کے بصائر (سورہ انعام آیت ۱۰۴)

(چشم بصیرت) کوحق بینی اور دیدار الٰہی کی ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا) نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ نماز میں آنکھ کی ٹھنڈک حق الیقین ہونے پر دیدار الٰہی (مشاہدہ حق) سے ہوتی ہے۔ نماز میں بندہ حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکے سوالوں کا جواب دیتا ہے۔ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ میں سننے والا المحمود ہے۔ جو نمازی کے ہی کانوں سے اپنی حمد سنتا ہے اور حامد یعنی نمازی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اے اللہ سب حمد (پہچان وتعریف) تیرے ہی لئے ہے۔

حدیث قدسی سے اس کے معنی عابد وشاہد کا سارا وجود بمنزلہ چشم بصیرت رایت ربی بعین ربی ہو جاتا ہے۔ بی سمیع و بی یبصر (مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ سے سنتا ہے)

کامل مرشد (عارف اللہ) کی پہچان

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

(علامہ اقبال)

کامل مرشد کیلئے عارف اللہ ہونا لازمی ہے۔ وہ کلام حق اور افعال فقر وغنا کا مکمل نمونہ ہوتا ہے۔ اسکا کلام اصل کے مطابق اور ہر فعل احکام خداوندی کے تابع ہوتا ہے۔ عارف اللہ علم عرفان القرآن اور عرفان خداوندی سے واقف ہوتا ہے۔ اسکی عبادات اور نماز حضور قلب سے ادا ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نمازی کے قلب کو دیکھتا ہے۔ فرمان مصطفیٰ ہے۔ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا اَعْمَالَكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ اَلَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ''اللہ تمہاری صورتوں اور اعمالوں کو نہیں دیکھتا مگر دلوں کو دیکھتا ہے جو تمہارے سینوں میں ہیں''۔ نماز کی حقیقت نماز پڑھنے والے کے طریق اور اس کی پہچان سے معلوم ہوسکتی ہے۔ لہذا پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ عارف کون ہوتا ہے۔ عارف (Gnostic) وہ انسان ہے جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو۔ ظاہر و باطن کا مالک ہو جس کی شخصیت کو کوئی بگاڑ نہ سکے اور جو کدورت اس تک پہنچے صاف ہو جائے۔ جس کی صحبت میں خدا یاد آئے۔ جیسے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں هُمُ الَّذِيْنَ اذا راء اذكر الله وہ لوگ جب دیکھے جائیں تو خدا یاد آ جائے جس کے کلام سے پوشیدہ مقامات الٰہیہ وعلم العرفان کا نقشہ آنکھوں

کے سامنے گھوم جائے اور یہ پکار اٹھیں۔

ہزار پردوں میں چھپ چھپ کے بیٹھنے والے
تجھے خیال کی دنیا میں لا کے دیکھ لیا

عارف اللہ وہ ہے جس کا باطن خدا کی محبت سے معمور ہو۔ صاحب مغفور ہو گویا۔

عارف قرآن ہو نبی کا فیضان ہو
اللہ کا احسان ہو کامل ہے وہ ولی

طالب کو برائی سے باز رکھنا' بدعت کو دور کرنا' نفس کو تابع کرنا' سب کچھ اس کے تصرف میں ہو اور عقل سلیم سے رموز عرفان القرآن کو بیان کرسکتا ہو۔ محبت کے تمام دقائق کا جواب دے سکتا ہو۔ دریائے وحدت میں ہر وقت غوطہ زن ہو کر اسرار الٰہی و انوار الٰہی کے بیش قیمت موتی نکال کر دیدہ ور جوہریوں کو پیش کرتا رہے۔ اور جب وہ اسے دیکھیں پسند کریں۔ ایسا شخص بیشک عارف ہے۔ عارف ہمیشہ اللہ کے حقائق پر نظر رکھتا ہے اور کارکنان قضا وقدر سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ یونہی ظاہریت سے قدم اٹھا کر حقیقت میں رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے، کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے، پاؤں بن جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے، ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے۔ غرضیکہ عارف کا اٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا' سننا بولنا' سب اللہ کیلئے ہی ہوتا ہے کیونکہ اسکے نزدیک غیر اللہ سے قطعی نفی ہوتی ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اللہ اپنے ولی کا خود ولی بن جاتا ہے۔ محبت دو طرفہ ہو جاتی ہے۔ حدیث قدسی ہے

لَا يَسْعنِى اَرْضِى وَلَا سَمَائِى وَ يَسْعنِى فِى قَلْبِ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ النَّقِى التَّقِى

عارف کی نماز قلب سے ادا ہوتی ہے وہ ظاہری نمائش سے بے نیاز ہو جاتا ہے کیونکہ کعبہ میں جا کر قبلہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ عبادات الٰہیہ اور نماز میں حق تعالیٰ کے حقائق پر توجہ خاص سے محبت الٰہی میں مستغرق رہنے کے سوا دنیاوی سوچ و چار سے اپنے دل و دماغ کو خالی کر دیتا ہے۔ اور اپنے دم بغیر ذکر الٰہی کے ضائع نہیں ہونے دیتا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

بظاہر درمیان بازار باشم با باطن ہمہ را آں یار باشم

کاروبار جہاں میں اس کے ہاتھ کار (کام) کی طرف بھی ہوں لیکن اس کا دل اپنے پروردگار کی طرف سے غافل نہیں رہتا۔

سامنے روئے یار ہو سجدہ جبیں نیاز ہو یونہی حریم ناز میں آٹھوں پہر نماز ہو

عمل الثقلین سے بہتر ایک ساعت کا تفکر ہے جو ذات الٰہی میں ہو۔ ایسے عارفین کی زبان اللہ کی زبان بن جاتی ہے۔ وہ جو زبان سے کہتے ہیں وہ اللہ کی ہی رضا ہوتی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق
جسے کیف و مستی جذب اور وجدان کہتے ہیں
وہ ذِکر ذاتِ حق ہے جس میں عارف مست رہتے ہیں
ہو جن کے عمل کا مقصود پس اللہ کی خوشنودی
خدا کرتا ہے پوری جو زبان سے بات کرتے ہیں

اور حقیقت یہ ہے کہ يَا بَنِى آدَمَ اَنْفُسِكَ بِغَيْرِ ذِكْرٍ مَيِّتٍ اے اولاد آدم کی، جو

تمہارا دم غافل ہے بغیر میرے ذکر کے وہ مردہ ہے۔لہٰذا عارف کے ہر سانس اور دم میں اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔عبادت کا تعلق شریعت سے ہے۔اور شریعت ایک تمہید ہے، ضابطہ قوانین فطرت ہے جس کا تعلق اس وجود کی ظاہری حرکات وسکنات پر عائد ہوتا ہے لیکن باطن میں جب ان قوانین پر معرفت الٰہیہ کی حکومت ہو تو عارف کے نزدیک نماز کے قیام رکوع اور سجود کی اصل حقیقت کھلتی ہے۔واضح رہے کہ نماز کے قیام میں ال اور سجود میں ھا کی شکل بن کر نماز کا باطن کا اِلٰہُ معبود ظاہری طور پر ثابت ہوتا ہے۔دوسری صورت میں انسان چونکہ صورت محمدی ہے، جب قیام میں کھڑا ہوتا ہے تو م کی شکل رکوع میں ح کی شکل اور دوبارہ قیام میں پھر م اور جب دوزانو ہو کر بیٹھ جاتا ہے تو د کی شکل اور جب سجدہ میں جاتا ہے تو محمدی سجدہ بن جاتا ہے۔بالکل محمد کی صورت ہو کر نماز ادا کرتا ہے۔ثابت ہوا کہ عارف کی نماز ان حقائق کے تصور میں قائم ہوتی ہے۔اِلٰہُ جو کہ معبود ہے اپنے ارادے اِلَّا اللہ سے اپنی صورت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کو اپنی طرف جھکا رہا ہے۔

پس خیال تو رواں در ذکر و فکر انس و جاں
تُو صلوٰتِ عابد و معبود تو بانگِ اذاں

اللہ کو تمہارا ایمان اور پرہیزگاری منظور ہے۔خدا کی محبت میں ایسا کھو جانا کہ وجود کا احساس تک نہ ہو۔اس کو ذکر نفی اثبات کہتے ہیں۔

ذکر نفی اثبات سے اپنے من کو دھو
اللہ اللہ تو کہے اللہ کہے گا ھو

جلا کر خرمن ہستی کو ان کی دید کر اے دل
تماشا آج تو بھی دیکھ لے گھر پھونک کر اپنا

سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نفس کو خدا کی جانب دعوت دی جب اس نے انکار کیا تو میں اکیلا ہی دربار الٰہی میں چلا گیا کیونکہ عارف وسالک اپنی ہستی موہومہ کو بھول کر محبوب کا دیدار کرتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَجَعَلْنَا فِيْهَا نُوْرًا ''جن کے دلوں میں ایمان ہے ہم نے ان میں نور بھر دیا''

جب آپ مقام وصل میں سرفراز ہوئے تو حکم ہوا کہ اب مخلوق کی ہدایت پر متوجہ ہو تو اس حکم کو توجہ الی الحق کے منافی خیال کر کے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا میرے اس عاشق زار کو میری طرف واپس لے آؤ، یہ میرے فراق کی طاقت نہیں رکھتا۔جب انسان اس ہستی موہومہ کا حجاب اٹھا دیتا ہے تو کثرت وحدت کے قریب تر ہو جانے سے روح کو زیادہ سے زیادہ لطافت حاصل ہوتی ہے۔روح زندانِ جسم میں قید نہیں رہتی بلکہ اس پر غالب آ کر جس طرح چاہے اس کی تربیت کرتی ہے۔جو چاہے سو کرے بمقتضائے الٰہی کلی اختیار ہوتا ہے اور کسی قسم کی قید نہیں ہوتی۔آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ جو خواب کی حالت میں آپ کا مثالی وجود لاشعور کے جہان میں بغیر کسی رکاوٹ کے سیر کیلئے آپ کے جسمانی وجود سے جدا ہو کر باہر چلا جاتا ہے اور پھر واپس آ کر تمہیں جگاتا ہے، کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا وہ کون ہے؟ اسکا مفہوم قرآن کی سورہ النور (۲۴-۳۵) پر غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اللہ کا نور (روح) ہے۔اسلئے عارفین و اولیاء اللہ کے بارے میں کہا گیا ہے۔

یہ اہل اللہ مثل خورشید جیتے ہیں   اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

اور ایسے لوگوں کے ظاہر و باطن میں خدا کا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔(البقرہ) فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (۲:۱۱۵) جدھر دیکھو اللہ کا

ہی چہرہ ہے۔اور یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہیں کعبہ نظر آیا جبیں ہم نے جہاں رکھ دی۔ اور انسان (عارف) زمان ومکان کی قید سے آزاد ہوجاتا ہے۔

عارف کی نماز محبوب کا دیدار ہے۔اسے اپنے نام ونشان کی فکر نہیں ہوتی وہ ہمیشہ اپنی مجلسی، اقتصادی، اور نفسانی خواہشات کو نفی دینے کی کوشش کرتا ہے اور صرف روحانی اور اخلاقی زندگی کے مقام کو اپنانے کی فکر میں رہتا ہے۔

مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اڑا دے
تیرے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشان سے

عارف کی نماز اور دنیا دار کی نماز میں بہت فرق ہے کیونکہ طَالِبُ الدُّنْیَا مُخَنَّثٌ وَ طَالِبُ الْعُقْبٰی مُؤَنَّثٌ وَ طَالِبُ الْمَوْلٰی مُذَکَّرٌ دنیا کا طالب ہیجڑا ہے۔ آخرت کا طالب مونث (زاہد) ہے اور مولیٰ کا طالب مذکر (مرد خدا) ہے۔

ہر مشکل دی کنجی یارو، مرداں دے ہتھ آئی
مرد نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

اوہ (رب) بیلی تے ہر کوئی بیلی ان بیلی وی بیلی
سجناں باجھ محمد بخشا سنجی پئی حویلی
(میاں محمد بخشؒ)

شیخ ابراہیم ادھمؒ جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی سلطنت دیکر فکر الٰہی کو ترجیح دی فرماتے ہیں۔"اے خدا تو جانتا ہے وہ عزت جو تو نے مجھے اپنی محبت دے کر بخشی ہے آٹھ بہشت بھی میری نظر میں ایک پتنگے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے)۔

ملا جن کو ہے تیرا غم قسم تیری، تری خاطر
وہ سب کچھ بھی لٹانے پر ذرا غمگین نہیں ہوتے

شیخ عطارؒ فرماتے ہیں۔اے خدا اگر میں دوزخ کے ڈر سے تیری عبادت کرتا ہوں تو مجھے دوزخ میں ڈال دے۔اگر جنت کیلئے عبادت کرتا ہوں تو مجھ سے جنت چھین لے۔لیکن اگر صرف تیری خاطر عبادت کرتا ہوں تو اپنی روحانی محبت سے محروم نہ کر۔

شاہ زماں نہ طلبِ جنت نہ ہمیں دوزخ کا غم
ہم گنہگاروں کو کافی ہے فقط سایہ تیرا

عارفین حق کے نزدیک دین اسلام کی چار منازل ہیں ان منازل کی روحانی ترقی اور ارتقاء کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔

صلوٰۃ پنجگانا تو گزرگاہ شریعت ہے
جہاں ملتی ہیں سب راہیں وہ شاہراہ طریقت ہے
مقام معرفت منزل سفر میرا حقیقت ہے
عشق ہو شاہ زماں کامل تو تکمیل ولایت ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (۸:۲) مومنین (عارفین اللہ) تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں جب اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝٢ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝٣ (۲۳:۲، ۳) اور جو اپنی نماز میں عجز و نیاز پیدا کرتے ہیں اور بیہودہ باتوں سے پرہیز اور

تزکیہ نفس کرتے ہیں۔

مومنین، مقربین اور عارفین اللہ نے اتباع رسول اور رب العزت کی غلامی اور بندگی کا راہِ مستقیم اختیار کیا تو اللہ کے محبوب بندے بن گئے۔

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ (۳:۳۱) (اے حبیبؐ آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم کو محبوب رکھے گا)۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی محبت و غلامی کو اپنے رسول سے مشروط کر دیا اور اس طرح صاحبانِ توصیف و اولیاء اللہ کا تعلق اپنے رب العزت سے دوطرفہ استوار ہو جاتا ہے۔ گویا وہ بحیثیت عبد و غلام اپنے آپ کو اللہ کی حکمرانی میں دے دیتے ہیں اور اپنے معاملات زندگی جینا، مرنا، زہد، نماز، ریاضیت و عبادت سب کچھ اللہ کے سپرد کر کے بندگی اور غلامی کا حق ادا کرنے والے ہوتے ہیں جیسے سورہ غافر میں واضح ہے۔

وَاُفَوِّضُ اَمۡرِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۴۴﴾ (۴۰:۴۴) (میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ رب العزت کے سپرد کرتا ہوں) یعنی اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اپنی مرضی اور ارادے سے دستبردار ہو کر فقط اللہ کا ہی ہو کر رہ گیا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے ولی (دوست) کے معاملات اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ گویا اپنے ولی کا خود مالک اور والی بن جاتا ہے کیونکہ بندے نے اپنا حق تصرف ختم کر دیا۔

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾ (۱۰:۶۲) یاد رکھو اولیاء اللہ (اللہ کے دوست) امن میں ہیں۔ ان کو کسی کا خوف نہیں۔

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ وَّلٰـكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ (۲:۱۵۴) جو لوگ اللہ کی راہ میں مر جاتے ہیں ان کو مرے ہوئے نہ سمجھو

بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اللہ کے ہاں اُن کو نوری رزق کھانے کو ملتا ہے۔

قتیلِ خنجرِ مژگان تو برنمے خیزد — وگر مسیحا بگوید قم باذن اللہ

فنا کیسی بقا کیسی جب اس کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں جا بیٹھے کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے
جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

اور جو شخص اللہ کی محبت میں مرا، وہ عارف ہو کر مرا۔ کیونکہ خدا کی محبت میں مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا ہو کر بقا ہونے والوں کیلئے موت ایک وصال یار کا پیغام ہے۔ اَلۡمَوۡتُ جَسَرٌ يُوَصِلُ الۡحَبِيۡبَ اِلَى الۡحَبِيۡبِ موت پل ہے جس سے گذر کر دوست کے پاس جاتا ہے۔ اَلۡمَوۡتُ قَاصِدٌ يُوَصِلُ الۡحَبِيۡبَ اِلَى الۡحَبِيۡبِ موت قاصد ہے حبیب سے حبیب کے وصل کا۔

موت ہے وصل حبیب اولیاء اللہ کیلئے — یوم آخر تو میرے جینے کا ساماں ہوگا
شاہ زماں کوئی سمجھائے تصوف کے رموز — پیر کامل تو کوئی عارفِ قرآں ہوگا

بیعتِ مُرشد

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴿۳۵﴾ (۵:۳۵) (اے مومنو! تم اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور مجاہدہ کرو اس کے راستے میں تاکہ تم فلاح پاؤ)۔

جس طرح جہاز میں ناخدا کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ راستے کی صحیح خبر دیتا رہے اسی طرح سفینۂ زیست میں مرشد کا ہونا ضروری ہے۔ بیعت کرنے کے بعد مرشد کا کام اسے اللہ تعالیٰ کے حقائق جو کہ اس کے وجود میں جامع ہیں سے روشناس کرا کے ان کا عملی مشاہدہ کرانا مقصود ہوتا ہے۔ زمین میں پانی موجود ہے کسی کو گہرا کھودنے سے حاصل ہو جاتا ہے اور کسی کو تھوڑا کھودنے سے ہی مل جاتا ہے۔

کوئی آیا لے کے چلا گیا کوئی عمر بھر بھی نہ پا سکا
میرے مولا تجھ سے گلہ نہیں یہ تو اپنا اپنا نصیب ہے

بلا مانگے تو دیتا ہے سبھی کو
اپنے اپنے نصیب ہوتے ہیں

بہر حال مرید کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى نہیں واسطے انسان کے دنیا و عاقبت میں جب تک کہ انسان کوشش نہ کرے۔ میدان عشق میں ہمت نہیں ہارنی چاہیے تاہم یہ ایک کٹھن منزل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر عالم اسلام نے بیعت کی، ان کے بعد خلافتِ علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق حضور سرور کائنات کا ارشاد ہے۔ الفقر فخری والفقر منی۔ فقر میرا فخر ہے اور میں اس سے ہوں۔ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ

بَابُهَا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ ان سے بیعت کا سلسلہ چلا آتا ہے۔ جسے سلسلہ تصوف Spiritual Line of Sufism کہتے ہیں اور عالم اسلام میں یہ سلسلہ چار سو پھیلا ہوا ہے۔ قرآن اور سنت کو جاننے والے بیعت سے بے خبر نہیں بلکہ وہ مرشد کامل کی تجسس میں رہتے ہیں۔ حقیقی ایمان و عقیدہ کسی زندہ کامل شخصیت کے وسیلے کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ کی جانب سے ہدایت بلا واسطہ عطا نہیں ہوئی بلکہ اپنے منتخب برگزیدہ بندوں کے وساطت سے اپنی وحی کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ قرآن و حدیث کے بے شمار قلمی نسخے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد قلمبند کئے گئے اور خلافت راشدہ کے دور میں مبلغین کے ذریعہ اطرافِ عالم میں بھیجے گئے۔ قرآن اور حدیث اور اقوال کی تعلیمات اصحابہ تابعین اور تبع تابعین، مشائخ دین، علمائے عظام اور ان کے شاگردوں، مریدوں اور طالبوں کی جماعت اطراف ممالک جا کر دیتے رہے۔ روحانیت کا علم اصحاب صفہ سے شروع ہوا اور رفتہ رفتہ علوم کی ترقی کے ساتھ عالم اسلام تک پہنچا۔ علم معرفت خداوندی تمام علوم سے زیادہ نازک اور لطیف ہے جیسے کہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب دیگر تمام فنون سے مشکل تر ہیں جسکے لیے عارفین، مقربین اور اولیاء اکرام کی رہنمائی ناگزیر تھی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں تمام اصحابہ کیلئے حضور براہ راست تعلیم و تربیت کا ذریعہ تھے۔ ان کے بعد علی المرتضیٰ باب علم اور صدیق اکبر اور دیگر کئی عالم اصحابہ اکرام سے عوام الناس مستفید ہوتے رہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلامی و روحانی مشن اور تبلیغ کرنے والی شخصیتوں کا اصلاحی نام پیرو مرشد ہے جو شریعت و طریقت، تصوف و سلوک کا درس اور تربیت دیتے ہیں اور جو شاگرد اُن سے بیعت ہوتے وہ عین بمطابق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جو بیعات طریقت و سلوک میں مروج ہیں وہ ان بیعات سے قطعاً مختلف نہیں جو صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہیں۔

١۔عتبہ بن عبدؓ سے مروی ہے:

بایعت رسول اللہ ﷺ سبع بیعات خمس علی الطاعه والنتبین علی المحبة۔(حیاۃ الصحابہ۔١:٢٣٢)"میں نے حضور ﷺ کے دست حق پرست پر سات بیعتیں کیں جن میں سے پانچ اطاعت اور دو محبت پر تھیں"

٢۔انس بن مالکؓ سے ابونعیمؒ اور ابن عساکرؒ روایت کرتے ہیں:

قال بایعت رسول اللہ ﷺ بیدی هذه علی السمع والطاعة فیما استطعت۔(حیاۃ الصحابہ۔١:٢٣٢)"فرماتے ہیں میں نے اس ہاتھ سے حضور ﷺ کے ساتھ سمع وطاعت پر بیعت کی ان چیزوں کے بارے میں جن کی میں استطاعت رکھتا تھا"۔

مذکورہ بالا روایات سے واضح ہوا کہ عہد رسالت وصحابہ میں بیعت سے مراد صرف امرِ خلافت یا قبول اسلام ہی نہ تھا بلکہ دیگر امور میں بھی بیعت کا طریق مروج تھا۔

٣۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بیعت کی مشروعیت کی نسبت رقمطراز ہیں:

فاعلم ان البیعت سنه ولیست بواجبه لان الناس بابعوا النبی و تقربوا بها الی اللہ تعالی۔(القول الجمیل۔١٨)"جاننا چاہیے کہ بیعت کرنا سنت ہے، واجب نہیں۔صحابہ کرام حضور ﷺ کی بیعت کرتے تھے اور اس سے اللہ کا قرب حاصل کرتے تھے"۔

شاہ ولی اللہ محدث کے بیان سے دو امور ثابت ہوئے۔

١۔ بیعت سنت ہے بدعت نہیں۔

٢۔ بیعت تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے بہ الفاظ دیگر"تقرب الٰہی کا وسیلہ ہے"۔

واضح طور پر قرآن مجید میں آیا ہے۔اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٠﴾ (٤٨:١٠)(اے محبوب جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہی اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے پس جو شخص ایسا پکا قول قرار کرنے کے بعد اس کو توڑے گا وبال اس کا اس کی جان پر پڑے گا اور جس نے ایفائے وعدہ کیا قریب ہے کہ خدا دے گا اس کو اجر عظیم)۔

عورتوں کیلئے سورہ ممتحنہ میں بیعت کا حکم دیا گیا تا کہ وہ کامل رہنما سے راہِ مستقیم کی تعلیم حاصل کریں۔منزل طریقت میں اپنے معبود مسجود اور ساجد کی پہچان کرنی پڑتی ہے بقول علامہ اقبال

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اک محمدی سجدہ کافی جیکر آن کراوے
ساجد وچ مسجود ہمیشہ فرق دوئی مٹ جاوے

(پیر شاہ زمان سید)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاۗءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓي اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـــًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢﴾ (٦٠:١٢) اے پیغمبر! جب تمہارے پاس مومن

عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ خدا کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی اور نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لئے خدا سے بخشش مانگو۔ بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے

معرفتِ الٰہی کی تجربہ گاہ میں عقل تو ایک دربان ہے اور عشق حکمران ہے۔ یہاں عقل محض غلام اور عاجز نظر آتی ہے اور عاجز ہمیشہ کسی کا دامن تھامنے کی فکر میں ہوتا ہے۔

علما اور مقررین کی پرجوش اور متاثر کردینے والی تقاریر کی بجائے جذبات کو صحیح سکون بخش اور تسکین دہ مشاہدۂ حق کی ضرورت ہے۔ کیا بڑے بڑے سٹیجوں پر تقاریر کرنے والے اہل ظواہر نہیں جانتے کہ ظاہر سے ایک قدم اٹھا کر باطن پر غور کریں کہ طریقت، حقیقت اور معرفت کی منازل کا ذکر اللہ نے قرآن پاک میں بے مقصد نہیں فرمایا۔ اہل معانی کیلئے طریقت ایک پل ہے جس کو پار کر کے ہی وہ حقیقت اور معرفت کی منازل طے ہوتی ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر مومن بننے کی صلاحیت وصفات پیدا کرے۔ اللہ کی بندگی اور غلامی سے ہستی موہومہ کی نفی کرنے کا یہی صحیح راستہ ہے۔

المجاز قنطار الحقیقت اور ہستی موہومہ کو نفی دینے کا یہی ایک راستہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَاتبع سُبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ اے انسان تو اس شخص کی پیروی کر جس نے اپنا دل میری طرف پھیر رکھا ہے۔ کیونکہ پیرومرشد ایک آئینہ خدا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مِرَاةُ الرَّحْمٰنِ۔ اخلاق اللہ مرشد کامل کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (۱۶:۴۳) (اگر تمہیں معلوم نہیں تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو) ومن لم يدرك امام

زمانه فقد مات ميتة الجاهليته (جس نے ادراک قلبی سے اپنے زمانے میں نہیں پایا امام یعنی مرشد کامل کو پس وہ مرگیا موت جاہلوں کی)۔

بیعت کے بغیر انسان کسی کام کا نہیں ہے اور رہنمائی کے بغیر اس پل صراط پر سے گذرنا نہایت ہی مشکل ہے۔ حقیقت تو یہ ہے مَنْ لَا شَيْخَ لَهٗ لَا دِيْنَ لَهٗ وَمَنْ دِيْنَ لَهٗ وَلَا عِرْفَانَ لَهٗ وَلَا اَنِيْسَ لَهٗ جس کا شیخ نہیں اس کا دین نہیں ہے، پناہ نہیں اس کیلئے عرفان نہیں اور اس کا کوئی ساتھی نہیں۔ مَنْ لَا شَيْخَ لَهٗ لَا لَهٗ شَيْخُ الشيطان جس کا مرشد نہیں اس کا مرشد شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کو ولی ومرشد سے مشروط کر دیا ہے۔

کامل مرشد کے اعلیٰ کردار اور تربیت کا تصور خیال بندے اور شیطان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور مرید کو شیطان سے بچاتا ہے۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ عقل شہوانیت کی غلام ہے اور شیطان کے آگے عاجز ہے جس پر اہل خرد کو اتنا فخر اور ناز ہے مگر جب عقل عشق کو اپنا رہبر بنالیتی ہے تو چراغ راہ بن جاتی ہے اور اس کی اخلاقی قدریں بڑھ جاتی ہیں حتیٰ کہ معرفت الٰہی کے منصب (عقل عرفانی) سے سرفراز ہوتی ہے۔ مرشد کامل کا تصور اپنے طالب کی آنکھوں کے سامنے رہ کر برائی سے یوں بچاتا ہے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا کی خواہشات نفسانی سے بچایا۔ جیسا کہ ابن عباس سے یوسف علیہ السلام کے متعلق روایات ہے۔ فضرب فقد ده فخر ایت شهر ته مرشد کامل کی خدا تک رسائی ہوتی ہے اور اس کا اٹھنا بیٹھنا سننا بولنا خدا کی محبت میں مشیت ایزدی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں اپنے شیخ ومرشد سے مدد مانگنا حضور نبی کریم سے مدد مانگنا ہے کیونکہ یہ اُن کے نائب اور

جانشین ہیں۔ خدا نے ہر ایک کو اس کی طاقت، قوت ارادی اور تقاضائے فطرت کے مطابق علمی و روحانی فرائض کی ادائیگی پر مقرر کیا ہوا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مرشدِ کامل عارف اللہ کے بغیر منازل تصوف کو طے کرنا دشوار ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی امداد السلوک میں لکھتے ہیں کہ مرید دور رہ کر بھی خود کو شیخ کے حضور میں تصور کرے اور ہر وقت یاد رکھے اور فنا فی الشیخ ہونے کی تمنا کرے۔ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں۔

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد   ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم   تا غلام شمس تبریزے نہ شد

ترجمہ: کوئی چیز از خود کوئی چیز نہیں بنتی کوئی لوہا خود بخود تلوار نہیں بنتا۔ مولوی ہرگز مولائے روم نہیں بنا۔ جب تک شمس تبریز کا غلام (مرید) نہ بنا۔

تصورِ شیخ

مرشد کامل ہر زمانہ و دور میں اپنے طالبوں کو فیض پہنچاتا ہے اور ان کی داد رسی فرماتا ہے چونکہ مرشد کامل بندہ اور خدا کے مابین ایک برزخ ہے اور طالب کیلئے وسیلہ ہے۔ وسیلہ ہمیشہ فضیلت سے بہتر ہوتا ہے کیونکہ فضیلت گناہ سے مانع ہوتی ہے۔ جب کہ قرآن پاک کے اس وقعہ سے ثابت ہے کہ جب مصر کی شہزادی زلیخا نے حضرت یوسُف علیہ السلام پر اپنی محبت آزمانے کی ریا کارانہ کوشش کی تو اس وقت آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام تصور شیخ کی صفت میں آپ کے سامنے آئے اور بقول مولوی غلام رسول عالپوری نے اپنی تصنیف احسن القصص میں نصیحت فرمائی۔

بعض کہن جبریل ہو صورت آیا مثل یعقوبوں
یوسف تائیں نظریں آیا ہو صورت محبوبوں
حسرت تھیں انگشت دندان وچہ ہو حیران پکارے
تینوں ورجن دوروں آیا میں اے یوسف پیارے
کر کجھ شرم میرے فرزندا شرف نبوت بھاری
ایہہ کیا وقت تیرے سر آیا منگ پناہ لکھ واری
اے یوسف بدعملاں والیاں ننگ ہوون بدحالی
کد ایہہ عمل نبیاں دے لائق شان جنہاندی عالی

تصورِ شیخ کے متعلق عبدالرحمن بن سعد سے روایت ہے (شرح شفالخفا جی ۳ـ ۳۹۷ کتاب الارکارلنودی ۱۳۵) کہ عبداللہ بن عمرؓ کا پاؤں سن ہو گیا تو کسی آدمی نے کہا کہ تو اپنے بڑے محبوب کو یاد کر تو عبداللہ بن عمرؓ نے کہا یا محمد ﷺ یعنی اے محمد ﷺ

میری فریاد رسی فرمایئے اور ابن عباسؓ سے بھی روایت ہے تو انہوں نے فرمایا یا محمد ﷺ۔اس حدیث سے واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو وقت مصیبت حاضر و ناظر اور حاجت روا سمجھ کر غائبانہ یا محمد ﷺ اپنی حاجت میں پکارنا تصور شیخ لانے کی روشن دلیل ہے۔ثابت ہوا کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ انبیاء و صالحین کو اپنا پشتبان سمجھے اور مصیبت کے وقت ان کی دوہائی خدا کے سامنے پیش کرے تا کہ دنیا و عقبیٰ میں عذاب الٰہی سے محفوظ رہے۔حضورِ اکرم ﷺ کا حلیہ پاک اپنے تصور میں رکھے یا اپنے پیرومرشد کے تصور کو قائم رکھے تا کہ نبی کریم ﷺ تک رسائی ہو ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۴:۸۰)(جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا) یعنی جو شخص رسول اللہ ﷺ کا غلام ہے پھر وہ اللہ کا غلام ہے) ورنہ نہیں۔اس آیت کریمہ سے اطاعتِ رسول کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت سے مشروط فرمایا۔

۱۔عمرو بن حریث فرماتے ہیں:

كانى انظر الى رسول الله على المنبر و عليه عمامه سوداء قد ارخى طرفيها بين كتفيه۔(صحیح مسلم ۱:۴۴۰)" گویا میں چشم تصور میں رسول اللہ ﷺ کو منبر کے اوپر دیکھ رہا ہوں اور آپ کے اوپر سیاہ عمامہ ہے کہ آپ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے شانوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے"۔

۲۔اس تصور کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام غزالی "دوران نماز اسے قائم کرنے کی تلقین کرتے ہیں"۔آپ فرماتے ہیں

احضر فى قلبك النبى و شخصه الكريم و قل السلام عليك ايها النبى۔
(الدین:۱:۱۵۱)"اپنے دل میں نبی ﷺ اور آپ کی شخصیت کریمہ کو تصور میں حاضر کر اور پھر کہہ السلام عليك ايها النبى"

دوران نماز اسی تصور پر امام عسقلانی نے فتح الباری میں اور مولانا شبیر احمد عثمانی

نے فتح الملهم میں بڑی عجیب بحث کی ہے جو مطالعہ کے قابل ہے۔

صحابہ کے اسی معمول کو سند بنا کر صوفیا نے تصور شیخ کی اجازت دی ہے۔مسلم شریف (۱۲۰۔۲) میں آیا ہے۔قَالَ وَ كَاَنِّىْ اُنْظُرُ اِلٰى سُوَاكِهٖ تُحْتَ شَفَتِهٖ(ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو لبوں میں مسواک لئے ہوئے کا تصور رکھتا ہوں)(مسلم شریف ۱۴۰) كانى انظر الى رسول اللهﷺ على المنبر و عليه عمامة سوداع و قسه ادخى طوفيها بين كشفيه

(حریت بن عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کا (یوں تصور پکا ہوا ہے) گویا میں دیکھ رہا ہوں نبی کریم ﷺ کی طرف اور آپ منبر پر تشریف فرما ہیں اور سیاہ عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور آپ کے عمامہ طیبہ کے دونوں پلے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں)۔چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تصور رسول اللہ ﷺ میں اکثر مستغرق رہتے تھے۔تصور شیخ کا حکم اللہ رب العزت نے مومنین کو اس آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۳:۲۰۰)(اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تا کہ تم اپنی مراد کو پہنچو)اس جگہ ایمان والوں کو صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے اور (تصور شیخ) سے ربط پیدا کرنے اور اتقا (پرہیزگاری) کی تلقین فرمائی ہے۔ان چار اصولوں سے رَابِطُوْا میں تصور شیخ پوشیدہ ہے جو اولی الابصار کے واسطے کافی روشن دلیل ہے۔(حدیث بخاری ۲:۶۳۲) من كعب بن مالك قال صل قريبا منه فاسارته النظر کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے قریب نماز پڑھتا تھا اور میں نماز میں نبی کریم ﷺ کو نظر چرا کر دیکھتا تھا۔ذرا غور کیجئے کہ صحابہ

اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز میں اپنے شیخ کو ایک نظر دیکھنے کو ترستے تھے۔ کیونکہ شیخ کامل کا باطن اسم ذات (اللہ) سے منور ہوتا ہے اور اللہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَا الْحَقَّ (جس نے مجھ کو دیکھا اس نے دیکھا حق کو) چنانچہ طالب سالک کو چاہیے کہ وہ اسم اللہ کا تصور نشان قلب میں پکائے اور دوران نماز اپنے قلب میں خشوع وخزوع کے ساتھ اسم اللہ کا تصور قائم رکھے اور تصورِ شیخ میں اس قدر مستغرق ہو جائے کہ اپنے ہر اعضاء جسم کو اپنے شیخ و مرشد کا خیال کر کے اپنے وجود کی نفی کر دے اور اپنے شیخ کا ہونا اثبات کرے۔ اس مشق سے طالب کا قلب و نظر اس کے شیخ کامل کی صفت میں بدل جائیں گے اور تجلیات الٰہیہ کو جذب کرنے کی صفت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ غرضیکہ تصور شیخ قربتِ الٰہی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

تصور شیخ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے پہچانا اپنے آپ کو پہچانا اپنے رب کو) کی حقیقت کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔ مرشد یا شیخ مرید کیلئے محبوب کی حیثیت رکھتا ہے جس کا تصور اس کی آنکھوں میں یوں سما جاتا ہے گویا اس کی اپنی (انا) کی نفی ہو جاتی ہے اور اس کا ہر عمل اپنے مرشد کی ہی تقلید ہوتا ہے۔ اس منزل کو فنا فی الشیخ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد شیخ کا تصور مزید کامل ہو کر اس کی آنکھوں کیلئے باطنی بصائر کا چشمہ بن جاتا ہے تو برزخ شیخ پر فنا فی الرسول کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ جب طالب کو یہ عینک نصیب ہو جاتی تو وہ اس عینک کو آنکھوں پر لگا کر فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ (۹:۵۳) کا باطنی تصور کر سکتا ہے اور فنا فی اللہ ہو کر بقا باللہ ہو جاتا ہے۔

تصور شیخ ایک رکن اعظم ہے جس کی بدولت اسرارِ مخفی کھلتے ہیں تصور ہی سے قوت ارادی کامل ہوتی ہے۔ غرض تصور شیخ ایک بہت بڑی نعمت ہے جس کو نصیب ہو جائے۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ (۷۲:۱۷) (جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہا اور وہ گمراہ ہے راستے سے)۔

صحبت و تعظیم مرشد

قرآن حکیم صحابہ کرام کی صحبت و معیت کا خصوصی تذکرہ کرتا ہے۔

۱۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (۲۹:۴۸) (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت (اور زور آور) ہیں (لیکن) آپس میں رحمدل ہیں تو (بھی) دیکھتا ہے کہ وہ (کبھی) رکوع (کبھی) سجود میں (غرضیکہ ہر طرح سے) اللہ سے اس کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار ہیں)۔

صحابہ کرامؓ اپنے مرشد کامل حضورِ اکرم ﷺ کے آدابِ صحبت سے بخوبی آگاہ تھے۔ وہ حضور ﷺ کے ساتھ کمال درجہ کے آداب اور تواضع و انکساری کا مظاہرہ کرتے تھے۔ تعظیم و آداب نفی ہونے کا ثبوت ہے

از خدا جوئم توفیقِ ادب — بے ادب محروم از لطفِ ادب

ارشادِ باری ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اہل صدق کے ساتھ رہا کرو) سالک کیلئے شیخ کامل کی صحبت ضروری ہے امام غزالی نے احیاء العلوم میں حضور نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ شیخ (مرشد) اپنی قوم میں ایسے ہی ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ مرشد کی تعظیم اور آداب صحبت کا خیال مرید کیلئے لازمی امر ہے کیونکہ

بے ادباں مقصود نہ حاصل قدم رکھیں ڈر ڈر کے
نفس امارہ زیر نہ ہویا عمر کٹی لڑ لڑ کے
شاہ زمان بن مرشد جاہل عالم ہو پڑھ پڑھ کے
جاگ بناں دھد جمدا ناہیں لال ہووے کڑ کڑ کے

امام ابو داؤدؒ زارع سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت زارع مدینہ پہنچے تو اپنی سواریوں سے جلدی اترنے لگے چنانچہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

اور ایک روایت زارع بن عامر صحابیؓ رسول ﷺ جن کو زیرع العبدی کے لقب سے بھی جانا جاتا ہے فرماتے ہیں کہ ہم آئے تو ہم سے کہا گیا کہ وہ ہیں رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کے ہاتھ پیر پکڑ لیے اور چومنے لگے۔ (الادب المفرد للبخاری ۲۵۳)

اکثر صحابہ حضور ﷺ کی خدمت میں ہدایا، تحائف اور نذرانے پیش کرتے اور حضور قبول فرما لیتے دعا فرماتے اور اُن کو بھی ان تحائف سے نوازتے۔

مجالس نعت، ذکر وفکر: عہد رسالتِ مآب اور عہد صحابہ میں مجالس نعتیہ کلام، ذکر وفکر کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا تھا۔ جب اصحابہ نے مراقبہ اور دھیان وسرتا کی کیفیت مسلسل نہ رہنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اگر تمہارے دل اسی طرح رہیں جیسے وعظ کے وقت ہوتے ہیں تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں یہاں تک کہ راستوں میں تم کو سلام کریں۔ امام نوری اس ضمن میں وضاحت کرتے ہیں کہ یہ کیف وسرور انسان کو مراقبہ، ذکر کی کیفیت، آخرت کی فکر اور توجہ الی اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔

دورِ نبوت میں حسان بن ثابت کا کلام حضور ﷺ رشوق سے سماع فرماتے تھے۔ عبداللہ بن عباس ہر جمعرات مجلس ذکر کا اہتمام کرتے تھے (صحیح بخاری، ۱۴) صوفیاء عموماً حضرت ابن عباس کے اس معمول کو اپناتے ہیں۔

۴۔ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل نے حضور ﷺ کو ذکر نفی و اثبات کی تلقین کی۔ آپ نے حضرت علیؓ کو اس کی تربیت دی اور

اس طرح تمام صحابہؓ کو اس کی تبلیغ کی گئی۔ (سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار:۶۸)

۵۔ شیخ احمد الرفاعیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو ذکر نفی و اثبات (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کی تلقین اس طرح کی آنکھیں بند کر کے بآواز بلند ذکر کیا جائے۔

(البرہان المؤید: ۵۳، ۵۴)

۶۔ شاہ ولی اللہؒ بھی اسی روایت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

فقال اغمض عینیك واسمع منی ثلاث مرات ثم قل انت ثلاث مرات وانا اسمع فقال لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ثلاث مرات مغمضا عینیه رافعا صوته۔

"پس آپ نے فرمایا اپنی آنکھیں بند کرو اور مجھ سے تین مرتبہ (کلمہ) سنو اور پھر تو اسی کو تین مرتبہ دہراؤ اور میں سنوں گا پس انہوں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے اونچی آواز سے تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا"۔

۷۔ عبداللہ بن عباس سے مروی ہے: قال ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبه کان علی عهد النبی۔ (صحیح بخاری ۱:۱۱۶)

"فرماتے ہیں جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوتے تو عہد رسالتِ مآب ﷺ میں بلند آواز سے ذکر کرنا رائج تھا"۔

وجودِ انسان (اُم الکتاب) کے اہم کردار: روح، قلب، نفس

وجعلت فی النفس طریق المجاهدین
ہم نے نفس میں زہد و ریاضت کا طریقہ رکھا ہوا ہے
و جعلت فی القلب طریق العارفین
اور ہم نے قلب میں عرفان کا طریقہ رکھا ہوا ہے
وجعلت فی الروح طریق العاشقین
اور ہم نے روح میں عشق و فنا کا طریقہ رکھا ہوا ہے

علوم کی حقیقت (علم معه اللہ والی اللہ) کے حصول کیلئے چار جزویات کا مطالعہ لازمی ہے۔

اوّل اُم الکتاب (وجود انسان)۔ **دوئم** وجود انسان میں جملہ عالمین ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت، یاہوت، ہاہوت اور ھویت کا مشاہدہ۔ **سوئم** اسماء الٰہیہ کا ارتباط اور تعلق اعیان ثابتہ کے ساتھ (مقام وحدت اور وحدیت پر)۔ **چہارم** معرفتِ ذات حق (احدیت)۔

وجودِ انسان میں ان ہفت اقلیم کا ایک جہاں آباد ہے اس میں تین حکمران (بادشاہ) روح، قلب اور نفس اپنے تین وزیروں دماغ (عقل عرفانی)، زبان اور شیطان کے ساتھ حکومت کر رہے ہیں۔ بادشاہ نفس اپنے نہایت چالاک اور شریر وزیر شیطان کے مشورے سے دوسرے بادشاہ حکمرانوں، روح اور قلب کو باہم میل جول کرنے اور خوشگوار تعلقات بڑھانے سے کئی حیلے بہانوں اور رذائل سے روکتا رہتا ہے کہ کہیں دونوں مل کر اپنی باہمی قوت سے میری حکمرانی کا خاتمہ نہ کر دیں۔ جب تک روح اور قلب میں ہم

آہنگی، باہمی ربط اور مضبوط تعلق پیدا نہیں ہوتا نفس بادشاہ اپنی من مانی کرتا رہتا ہے۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ (۱۲:۵۳) (بے شک نفس تو سرکش ہے برائی میں، مگر وہی جس پر میرا رب رحم کرے)۔

ارشادِ ربانی ہے۔ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ (۲:۱۳۰) (اور ملت ابراہیم سے وہی روگردانی کرتا ہے جس کا نفس احمق اور نادان ہے)

شیخ ابو طالب مکیؒ فرماتے ہیں کہ "نقصان کا آغاز غفلت سے ہوتا ہے اور غفلت آفات نفس سے پیدا ہوتی ہے"۔ (قوت القلوب ۱:۱۷۴)

تزکیۂ نفس کیا ہے؟ انسانی لاشعور کے تقاضائے خیر (ضمیر) کو شعورِ نفس کی انا پر غالب کرنا ہے جسے حکایت کے طور پر قلمبند کیا جا رہا ہے۔ راہ طریقت وحقیقت کے مسافر کو اپنی منزل مقصود (معرفت ذات حق) تک پہنچنے کیلئے کامل پیر طریقت وحقیقت کی رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ مردِ حق (کامل مرشد) کی رہنمائی سے دونوں حکمران روح اور قلب اپنے وزیروں عقل وفہم اور لسانی قلبی (زبان) کے ساتھ مختلف اذکار وظائف کے ذریعے استقامت اور روحانی قوت پیدا کر لیتے ہیں اور پیر طریقت کے پند و نصائح پر خاص توجہ دیتے ہیں

دل بے نور ہو کیسے منور — ربط قلب و روح باہم نہیں ہے
تصوف کی منازل طے ہوں کیسے — تو اپنے نفس پر حاکم نہیں ہے

چنانچہ دونوں حکمران روح وقلب مرشد کامل کی نصیحت پر عمل کر کے اپنی افواج عجز وانکساری، خشوع وخضوع، اخلاق وتواضع، اخلاص واطاعت، جود وسخا اور محبت الٰہی کی تربیت کر کے سرکش حکمران نفس امارہ پر فوج کشی کرتے ہیں تو نفس امارہ کی فوج جو غرور وتکبر،

کبرونخوت، ریاکاری ومنافقت، غیبت، کذب ودروغ گوئی، حسد وکینہ، بغض وعناد، لالچ و حرص پر مشتمل ہوتی ہے، تباہ و برباد ہوجاتی ہے تو نفس حکمران اور اُس کا وزیر شیطان اپنے بچاؤ کیلئے وہم وگمان کے قلعہ میں پناہ لے لیتے ہیں۔

کتنے وہم و شک کے یہ اونچے درو دیوار تھے

جن کو شہرِ دل کی جانب نہ ملا رستہ تیرا

چنانچہ پیر کامل کے ارشاد اور نصیحت پر قلب وروح باہم مل کر حق الیقین کے ساتھ محبت الٰہی کی توپ میں العشق نارٌ کا گولہ ڈال کر اذکار نفی اثبات اور پاس انفاس سے نفس امارہ کے وہم کے قلعہ پر پھینک کر اُسے پاش پاش کر دیتے ہیں۔ شریر شیطان فرار ہوجاتا ہے اور نفس امارہ قلب وروح کی خداداد قوت اور استقامت کے سامنے اپنی شکست تسلیم کر کے اُن کے تابع ہوجاتا ہے اور اپنی اصلاحی تربیت کا آغاز کر کے درجہ بدرجہ امارہ سے لوامہ، ملہمہ اور مطمعنہ بن جاتا ہے۔

تعلیم تصوف کے اس پہلے مقصد کی تصدیق وتوثیق قرآن حکیم ان الفاظ میں کرتا ہے کہ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿۸﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ (۹۱: ۷ تا ۱۰) (اور نفس کی (یعنی انسانی جان کی) قسم اور اس کی (قدرت وحکمت کی) جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کو اپنی بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری (اختیار کرنے) کی سمجھ عطا کی یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا دیا۔

اللہ کے ولیوں کا کوئی دشمن نہیں ہوتا سوائے اپنے نفس کے یا اُس کے اپنے حاسد شریک کے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام حسن بصری فرماتے ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰى نَفْسَه وَ اَصْلَحَهَا وَ حَمَلَهَا عَلٰى طَاعَةِ اللهِ۔ (وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور اس کی اصلاح کرلی اور اس کو اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرلیا)۔

قرآن مجید خود اصلاح نفس پر زور دیتا ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ (۷۹: ۴۰، ۴۱) اور جس نے اپنے نفس کو خواہشات کی تکمیل سے روکا پس جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ (۸۷: ۱۴، ۱۵) وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے خود کو پاک کرلیا اور اپنے رب کا نام پکارا اور نماز ادا کی۔

تصوف نفس کی اصلاح وتطہیر کا اہتمام کرتا ہے اور جب نفس انسانی اصلاح پذیر ہوکر تزکیہ کرلیتا ہے تو نفس امارہ سے نفس لوامہ، ملہمہ، مطمئنہ اور پھر نفس راضیہ ومرضیہ کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور یہاں بارگاہ الوہیت (احدیت) سے ندا آتی ہے۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ (۸۹: ۲۷، ۲۸) (اے نفس مطمعنہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس حال میں تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے)۔

تزکیہ نفس کو حدیث میں "جہاد اکبر" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک غزوہ سے واپسی پر صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

مرحبابکم قدمتم من الجهاد الاصفر الی الجهاد الاکبر۔ قیل وما الجهاد الاکبر قال جهاد النفس۔ (احیاء علوم الدین ۳: ۵۷) تمہیں مرحبا ہو کہ تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہو۔ پوچھا گیا وہ بڑا جہاد کون سا ہے؟

فرمایا وہ نفس سے جہاد ہے۔

تزکیہ نفس فرائض نبوت میں شامل ہے۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۳:۱۶۴) آپ ﷺ تلاوت فرماتے ہیں، ان پر اس (اللہ) کی آیات کی اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: **المجاهد من جاهد نفسه فی طاعة** (مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی اطاعت کے بارے میں اپنے نفس سے جہاد کیا)۔

اگر انسان کے لاشعور میں ضمیر قلب کی ضربِ خیر نفس کے سرکش شعور میں سر اٹھانے والی مضموم جبلتوں پر روحانی قوت سے پڑے اور اُس کا رخ تقویٰ اور پرہیز گاری کی جانب مبذول ہو جائے تو اندرونی نیکی و بدی میں تصادم ہوگا جس کے نتیجے میں نیکی بدی پر غالب آجائے گی۔ نیکی اور خیر کا مافی الضمیر جاگ اٹھے گا تو اصلاح نفس کے عمل کا آغاز ہو جائے گا۔ تصوف کی عمارت دو اہم ستونوں پر قائم ہوتی ہے، اوّل تزکیہ نفس دوم تصفیہ قلب نفس کا تزکیہ کیسے ہوتا ہے؟ اس پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ اب قلب کی صفائی (تصفیہ قلب) پر بحث ہوگی۔

تصفیہ قلب کیا ہے؟ تزکیہ نفس کے بیان کے بعد تصوف کا دوسرا مدعائے مقصد قلب کی صفائی ہے۔ جب نفس انسان نفسیاتی جبلتوں کے تقاضوں، گناہوں کی آلودگیوں، الائشوں اور رذائل اخلاق مضمومہ خواہشات سے پاک ہو جاتا ہے تو لاشعور کی نیکی شعور کی بدی کو مغلوب کر لیتی ہے تو نفس امارہ تابع ہو کر لا اقسم بالنفس اللوامہ (ہرگز نہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی) لوامہ بن جاتا ہے اور لوامہ ذکر ذات اللہ سے ملہمہ ترقی

کرتا ہے اور ذکر **یا حیی انت ھو نفس مطمنہ** اور پھر نفس **راضیہ و مرضیہ** کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے اور یہاں بارگاہ الوہیت سے ندا آتی ہے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۲۸ (۸۹:۲۷،۲۸) (اے نفس مطمعنۂ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس حال میں تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے)

یہ اعلیٰ مقام اس لئے حاصل ہوتا ہے کہ اس بندے نے سب رضاؤں اور خواہشات سے منہ موڑ کر صرف رضائے الٰہی کو اپنا مقصودِ زندگی بنالیا۔ اللہ سبحانہ اپنے ایسے بندے کو مخلوق میں ذلیل نہیں ہونے دیتے بلکہ معزز کر دکھاتے ہیں اور اس کی مرضی کو پورا فرما دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامتوں کا یہی راز ہے اصلاح نفس کے ساتھ قلب کے پردے اور حجاب اٹھتے چلے جاتے ہیں اور جملہ صفاتِ قلوب صنوری، سلیم، منیر، منیب، مفتیہ، منوری، کے پردے بتدریج صدر، قلب، سقف، فواد، جبۃ القلب، ہویدا اور بجبۃ القلب اُٹھ جاتے ہیں اور اس پردہ کشائی سے مکاشفے میں نیکی و بدی، مقامات ایمان وحیا، باہمی محبت خود شناسی، مشاہدۂ حق، اسرار الٰہی، تجلیات انوار الٰہی کا عرفان وآگہی ام الکتاب (وجود انسان) میں حاصل ہو جاتی ہے۔ تصفیہ وتجلیہ باطن کی تکمیل ہونے پر قلب انسانی نورِ معرفت کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔ تمام الائش اور آلودگی اذکار اور وظائف، ذکر اسم ذات، ذکر جہری وخفی سے ختم ہو جاتی ہیں اور آئینۂ قلب شفاف و پاک ہو کر عرش کی بلندیوں پر اپنا مقام پالیتا ہے۔

قرآن حکیم میں مذکور ہے۔

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۴ (۸۳:۱۴) ہرگز نہیں بلکہ ان

کے کسب کی بنا پر ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔

دلوں کے زنگ کا خاتمہ قرآن مجید کا مطلوب و مقصود ہے کیونکہ سارے اعضائے جسمانی دل کے ماتحت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

و ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا و ھی القلب (صحیح بخاری ۱:۱۳) تحقیق جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ اصلاح پذیر ہو جائے تو تمام جسم کی اصلاح از خود ہو جاتی ہے اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو سارے جسم میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ خبردار! وہ دل ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی اس باب میں ابو عثمان کا قول نقل کرتے ہیں۔

"خوش الظاہر مع فجور القلب یورث الاصرار" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کفی بالجرل شرا ان یری الناس انہ .... (انسان کیلئے یہ شر کافی ہے کہ وہ لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے) حالانکہ اس کا دل فاجر و فاسق ہو۔

قرآن مجید میں قلب سلیم کا ذکر ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ (۵۰:۳۷) (بے شک اس میں یاددہانی ہے ہر اُس شخص کیلئے جو قلب سلیم کا مالک ہو اور جو کان لگا کر سنے (غور و فکر کرے) گواہ ہو کر (یقین و ایقان کے ساتھ))

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے متنبہ کی گیا ہے۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ (اُس (روز محشر) نہ تو مال فائدہ دے گا اور نہ اولاد مگر یہ کہ جو شخص اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے)

قلب سلیم ایک صاف اور پاک برتن یا شیشے کی بوتل کی طرح ہے جس میں دودھ

بھر کر محفوظ کیا جاتا ہے اگر برتن غلیظ بدبودار ہو تو خوشبودار دودھ کو بھی بدبودار کر دے گا۔ اس لئے لازمی امر ہے کہ قلب سلیم جو عرش اللہ ہے کو پنجگانہ نماز اور اذکار کے ساتھ صاف ستھرا رکھا جائے نہ جانے کب اور کس وقت (خانۂ خدا) کے مالک کا گذر ہو چنانچہ قلب سلیم قرآن کا تقاضا اور راہِ تصوف کی دوسری منزل اور عمارت کا اہم ستون ہے کوئی بھی ذی شعور سلیم العقل اور سلیم القلب انسان تصوف کو اسلام سے الگ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تصوف اور اسلام کا رشتہ روح اور جسم کا ہے۔

نفوسِ ستہ کا بیان

تصوف اصلاح نفس، قلب و باطن کی صفائی اور روح کی بیداری کا نام ہے۔ اس کا رشتہ عہد رسالت ﷺ اور عہد اصحابہ سے استوار ہے جو حضور ﷺ کی تعلیم و تربیت سے اپنے دلوں کو پاک اور منور کرتے تھے، ذکر الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ سے تزکیۂ نفوس اور تصفیہ قلوب کے مراحل طے کرتے تھے۔ تمام منازل تصوف: شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، عرفان، مکمل عرفان اور بالا عرفان معہ مقامات لطائف: نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفا اور رفیق ولی العبد نفس کی اصلاح اور تربیت کے ساتھ مرحلہ وار اپنے ارتقا و تکمیل کمالیت کو پہنچ پاتی ہیں۔ چنانچہ سات نفسوں کے جوہر، خواص و صفات اور اثرات جو انسانی جبلت، مزاج، خصائل اور اخلاق و اعمال سے ظاہر ہوتے ہیں، انسان کی روحانی ترقی، منازل و مقامات کا بتدریج حصول نفس کی اصلاح و تطہیر اور پاکیزگی میں مضمر ہے۔

اقسام نفس کی تفاصیل

(۱) نفس امارہ کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری ہے۔

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ (۱۲: ۵۳) (بیشک نفس یقیناً برائی کا بڑی شدت سے حکم دینے والا ہے) فواحش و منکرات، لذت و شہوات اور بدکاریوں کی طرف یہی نفس امارہ راغب کرتا ہے۔ نفس امارہ کے خصائل حرص و طمع، بغض و کینہ حسد و عناد، جہالت، ریاکاری، غیبت، عیب جوئی اور تکبر وغیرہ ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰٓى اَنۡفُسُكُمُ اسۡتَكۡبَرۡتُمۡ (البقرہ ۲: ۸۷) (تو کیا (ہوا) جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ احکام لے کر آیا جنہیں تمہارے نفس نہیں چاہتے تھے تو تم نے تکبر کیا)۔ نفس کے تکبر و غرور کے باعث انکارِ حق ہونا جہالت اور نادانی ہے۔ اس ضمن میں ایک اور ارشاد باری آیا ہے وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ (۲: ۱۳۰) (اور دین ابراہیم سے وہی شخص ہی روگردانی اختیار کرتا ہے جس کا نفس جہالت احمقانہ صفت رکھتا ہو)۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ربانی ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالۡبَنِيۡنَ وَالۡقَنَاطِيۡرِ الۡمُقَنۡطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالۡفِضَّةِ وَالۡخَيۡلِ الۡمُسَوَّمَةِ وَالۡاَنۡعَامِ وَالۡحَرۡثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الۡمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ (۳: ۱۴) (لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں، اور خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے)

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے (غالب)

نفس امارہ کی خواہشاتِ نفسانی اس قدر بڑھتی چلی جاتی ہیں کہ خیر و نیکی کا احساس تک ناپید ہو جاتا ہے۔ شرّ خیر پر غلبہ پا لیتا ہے، گناہوں کی مغفرت اور بخشش کا اُسے خیال تک نہیں آتا۔ نفس کی حیوانی خصلتوں کو مہلک نقصان پہنچانے والے بچھو، حرام نگل جانے والے سانپ، مردار کھانے والی گدھ، شہوت والے خنزیر، ہمہ وقت رال ٹپکان والے کتے، سور جیسا تکبر، شیر جیسا غصہ رکھنے والے، مضبوط رسے کاٹنے والے چوہے کی مانند جانداروں کی مثالی صورتوں سے تشبیہ دی گئی ہے گویا نفس امارہ ہر وہ چیز جو حیوانی رذائل میں شامل ہے کی خصلت حیوانیہ رکھتا ہے۔

چنانچہ شیخ کامل اپنے مرید کو نفس امارہ کی حیوانی صورتوں اور خصائل کے امراض بتا کر اُسے عبادات الٰہیہ، زہد و ریاضت اور مجاہدات کی طرف راغب کرتا ہے تاکہ اُس کے حیوانی رذائل کی بیماریوں کا علاج ہو سکے۔ خیر و شر نیکی و بدی کے باہمی اضداد سے نفس امارہ کے رذائل کا محاسبہ اور امتیاز کر کے نفس کی خواہشات مضمومہ سے مزید اجتناب برتنے لگتا ہے تو نفس کی اس قوت امتیاز کے باعث نفس امارہ کی خصلت نفس لوامہ کی خصلت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ذکر نفی اثبات کے علاوہ اذکار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه میں لاَ نفی اور اِلاَّ اثبات ہے۔ اِلَّا کی ضربیں لطائف پر ماریں۔ لَآ معبود اِلَّا اللّٰه لَآ محبوب اِلَّا اللّٰه لَآ موجود اِلَّا اللّٰه اور لَآ مطلوب اِلَّا اللّٰه کا کثرت سے ذکر کریں۔

(۲) نفس لوامہ: کے مقام کے بارے میں رب العزت کا ارشاد ہے۔ وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ (القیامہ ۷۵: ۲) (میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی) اس مقام پر انسان کو نیکی اور خیر کی ضرورت کے امتیازی پہلو کا احساس ہونے لگتا ہے اور انسانی جبلتوں کی خواہشات مضمومہ پر غالب ہونے کی صلاحیت پیدا کرتا دکھائی دیتا

ہے۔ برے کاموں کا خیال آئے تو ملامت کرتا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ؕ (۷۵:۱،۲) (میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں اور میں نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہوں)

یہ نفس صالحین کو نصیب ہوتا ہے، علمائے عاملین بھی اسی نفس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ درج ذیل آیت کریمہ میں بھی اسی نفس کی طرف اشارہ ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ؕ (۷۹:۴۰،۴۱) (پس جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے خائف ہوا اور اس نے نفس کو بری خواہش سے روکے رکھا تو اس کا مسکن یقیناً جنت ہی ہوگا)۔

اسی طرح قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں یہ فرمان الٰہی توجہ طلب ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِىْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىْ ؕ (۱۲:۵۳) (اور میں اپنے نفس کی صفائی نہیں دیتا بیشک نفس تو برائیوں کی طرف ہی کھینچ کر لے جانے والا ہوتا ہے سوائے اس (نفس) کے جس پر میرے رب نے رحم فرمادیا (سو وہ برائیوں سے بچ جاتا)) نفس کی برائیوں سے بچ جانا دراصل اسکا "امارہ" سے خلاصی پا جانا ہے، یہ نفس لوامہ کی صفت اختیار کر لیتا ہے۔

نفس لوامہ کی صفات: نفس لوامہ کی صفات میں حلال کی رغبت، لوگوں کیلئے نفع بخشی، دوسروں کے کام آنا، ہر قسم کے ناپسندیدہ افعال سے گریز کرنا، لوامہ کی خصلت میں شامل ہے۔ جب نفس لوامہ کی برائیوں سے اجتناب کی گرفت مضبوط ہو جائے اور دل میں شر اور بدی سے نفرت اور خیر و نیکی سے محبت ہو جائے، انسان نیک کاموں میں روحانی راحت اور

قلبی اطمینان پانے لگے تو انسان کا دل قلب انسانی کہلاتا ہے۔ سادہ طبیعت و مزاج مثل بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ اور فائدہ بخش جانوروں کی سی ہوتی ہے۔ نفس لوامہ کی طبیعت و مزاج رکھنے والا انسان نیکی و بدی کی کشمکش میں رہتا ہے۔ فرشتوں جیسی ملکوتی قوتیں اور حیوانی قوتوں میں اکثر تصادم رہتا ہے۔ بہر حال اصلاح نفس انسان کی ترقی کا احسن قدم ہے۔ ظلمات و تاریکی کسی حد تک برقرار رہتی ہے اسے دور کرنے کیلئے موثر وظائف اور اذکار لازمی ہیں تاکہ شرعی احکام کی پابندیوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اگلا قدم نفس ملہمہ کے دائرے میں رکھ سکے۔

نفس لوامہ کی اصلاح اور ترقی کیلئے **یا نور یا اللہ، یا ھادی یا اللہ** کا ذکر مفید ہوگا۔ علاوہ ازیں ذکر پاس انفاس اور ذکر جہری نفس کی رہی سہی برائیوں کا خاتمہ کرنے میں نہایت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ نفس لوامہ کی صفت رکھنے والا طالب کی منزل الی اللہ ہوتی ہے۔ یعنی اللہ کی جانب روحانی سفر کا آغاز منزل طریقت طے کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

ذکر نفی اثبات سے اپنے من کو دھو — اللہ اللہ تو کہے اللہ کہے گا ھو

ذکر نفی اثبات سے نفس لوامہ کی نفی شروع ہوتی ہے اور قلب میں اللہ کا اثبات راسخ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اُس سے قلب صیقل ہو جاتا ہے اور نفس ملہمہ بن کر اللہ ھو کا ورد کرنے لگ جاتا ہے۔

(۳) نفس ملہمہ: اس کے معنی نیکی و محبت اور اطاعت کے خیالات کو الہام کرنے والا نفس کہتے ہیں۔ جس طرح نفس لوامہ اپنے نیک کاموں سے داخلی نور کے باعث گناہ سے نفرت کرنے لگتا ہے بعینہ نفس ملہمہ نیکی کے قلبی نور کے فیض سے مزاج میں نیکی کا جذبہ اور تقویٰ و توکل کی رغبت پیدا کرتا ہے۔ نیکی کی طرف میلان اور شوق میں اضافہ ہوتا چلا جاتا

ہے۔ طالب سالک کے اخلاص بالعلم میں نفس ملہمہ کی صفات خلوص و محبت، صبر وتحمل، برداشت واستقامت، تواضع وانکساری، قناعت وسخاوت نمایاں ہوتی ہیں۔ فضائل اخلاق اور اخلاق وخصائل حسنہ لائحہ عمل بن جاتے ہیں۔ نفس ملہمہ کی صفات میں نیکیوں پر اترانا، ریاکاری اور احسان جتلانا جیسے رذائل کا شائبہ سفید چادر پر ایک معمولی دھبے کی مانند نظر آتا ہے۔ نفس ملہمہ مخصوص وظائف واذکار سے شیشے کی مانند صاف تو ہو جاتا ہے لیکن معمولی سا دھبہ یا رذائل کی مَیل صاف شیشے پر دکھائی دینے لگتی ہے جو سالک کیلئے باعث تشویش اور غم دلی کا باعث بن جاتا ہے۔ بقول حضرت صدیق اکبرؓ، رات سونے سے قبل طالب سالک اپنا محاسبہ اس طرح کرے کہ اُس دن پر روئے جو نیکی کے بغیر گذر گیا۔ اس محاسبے میں ذرہ بھر رذائل اہل حق کو پریشانی میں ڈال دیتے ہیں وہ اس معاملہ کو درست کرنے میں توجہ خاص دیتے ہیں۔ ریاضت، زہد وعبادت کی کثرت کے ساتھ ذکر اللہ ھُو کا ورد کرتے ہیں اور لطائف کے نشان کا خیال رکھتے ہوئے اللہ کو لطیفہ قلبی اور ھُو لطیفہ خفی پر ضربیں مارتے ہیں۔ اس ورد کو یَا ھُوَ اَنْتَ ھُوَ کی تسبیح اور یَا مَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُو کی تسبیح ساتھ ساتھ کرنا مفید ہوگا۔ یہ ذکر وورد خلوت میں کرنا (جہاں غار حرا جیسا سکون میسر آجائے) تو بہتر ہوگا۔ نفس ملہمہ کی سیر الی اللہ ہوتی ہے۔

نفس ملہمہ کے ورد ووظائف پر مقربین اکتفا نہیں کرتے بلکہ اسے محدود عمل اور عشق کی شاہرہ میں ایک کم درجہ کا مقام خیال کرتے ہیں۔

جز ذوق طلب جز شوق سفر کچھ اور مجھے منظور نہیں
اے عشق بتا اب کیا ہوگا لگتا ہے منزل دور نہیں

(۴) نفس مطمئنہ: یہ چوتھا نفس ہے جو بری خصلتوں سے بالکل پاک اور صاف ہو جاتا ہے نیک اور پاکیزہ خصائل سے متصف ہو جاتا ہے اور بارگاہِ الٰہی سے اپنا ربط وتعلق قائم کر کے مطمئن ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اسے "نفس مطمئنہ" کہا گیا ہے قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے اس نفس سے یوں خطاب فرمایا ہے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۲۷ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۲۸

(۸۹:۲۷،۲۸) (اے نفس مطمعنۂ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس حال میں تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے)

نفس مطئمنہ مقام ولایت ہے: جب نفس اپنے اعلیٰ مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے تو رب العزت شعورِ اعظم خالق کائنات اُسے محبت کے انداز میں یوں مخاطب ہوتے ہیں۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۲۷ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۲۸ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۲۹ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۳۰ (۸۹:۲۷ تا ۳۰) (اے نفس مطمعنۂ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس حال میں تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس شامل ہو جا میرے خاص بندوں (مقربین) میں اور داخل ہو جا میری جنت میں)۔

اس مقام پر فائز ہو کر قرب ووصال کی منزل دور نہیں بارگاہ الوہیت میں حاضری کا احساس فزوں تر ہو جاتا ہے۔ خدا اپنے دوستوں (اولیاء) کو حلقہ محبت میں شامل ہونے کا اعزاز بخشتا ہے اور اپنی حمد بندے کی زبان سے ہی سنتا ہوں (سمع اللہ لمن حمدہ) تیری سماعت میری سماعت، تیری بصارت میری بصارت تیرے ہاتھ میرے ہاتھ۔

دو عالم سے بیگانہ میرے کارساز
میں تیرا رازدار تو میرا رازدار

؎ صاف کہہ دوں گا گر کسی نے پتا پوچھا تیرا
آپ کا محرم ہوں میں مجھ سے ہے چرچہ تیرا

حدیث قدسی: الانسان سری و انا سرہ

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ — غالب و کار آفریں کارکشا کارساز
خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات — ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

اللہ تعالیٰ وفورِ محبت میں اپنے بندۂ مومن سے کہتے ہیں میری جنت میں آنے والے تیری خواہش میری خواہش ہے تیری چاہت میری چاہت ہے تو میرا ولی ہے میں تیرا ولی اور والی ہوں۔

؎ آ بندۂ مومن تجھے آنکھوں میں بٹھا لوں
سماعت، بصارت، نطق تیری میں بنا لوں
میں تجھ پہ ہوں راضی تو مجھ سے ہے راضی
جنت کے سوا مجھ کو بتا اور کیا دوں

اس مقام پر خالق و مخلوق کے مابین محبت کا ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے جیسے روح اور جسم کا۔

گم ہو کے وچ اُس دے یار اپنی میں بھلاویں
حق دی میں نوں غالب کر کے آپے نفی ہو جاویں
آپے نفی موجود اِلہ ظاہر باطن جانو
گذر کے خود تھیں خود نوں پانا خود وچ ذات پچھانو

آیت مذکورہ میں ارْجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ سے مراد ہے اے بندے اپنے رب کی طرف لوٹ آ یعنی اپنے اصل مبدائے حقیقی کی طرف متوجہ ہو۔

؎ تیرے مدعائے زیست کی انتہا بقا ہونا
جیسے قطرے کا دریا میں فنا ہونا
؎ شاہ زماں پل کے صدف میں ہی گہر بنتے ہیں
وہی قطرے جو کہ دریا میں فنا ہوتے ہیں

جب بندۂ مومن اطراف عالم کی رعنائیوں، دلفریب نظاروں سے کٹ کر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کے عوض اللہ اپنے محبوب بندے کو جنت عطا فرماتا ہے یہ ولایت فنافی الرسول کا مقام (ولایت صغرا) ہے۔ تیرا نفس ترقی کر کے قلب کے درجہ پر اور قلب روح کے درجہ پر متمکن ہو گیا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے ذکر سے ہی قلب اطمینان پاتے ہیں۔ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۸﴾ (۱۳: ۲۸) اور قلب روح کے درجہ پر فائز ہو کر ہمہ وقت امر الٰہی کے تابع اور اس سے فیضاب ہوتا رہتا ہے۔ قال میں رہ کر بھی حالت حال و وجد سے باہوش اور بہرہ ور رہتا ہے۔ جیسے قلب ترقی کر کے مقام روح پر آ جاتا ہے تو ترقی پذیری کا عمل جاری و ساری رہتا ہے اسی طرح نفس مطمعنہ ترقی کر کے مقام سرِّ پر فائز ہو جاتا ہے تو انسان کو علوم و معارف اسرار و رموز اور حقائق لطائف کا ادراک اور حصول ہونے لگتا ہے یہ انوار و اسرار الٰہی کا ایک غیر مرئی اور غیر محسوس دروازہ کھل جانے سے سالک علوم لدنیہ کا حامل اور قرآن کے باطنی معانی کا عارف ہو جاتا ہے یہ لوگ ولایت صغرا سے ولایت کبرا تک رسائی کر لیتے ہیں۔ ولایت کبرا کی راہ قطبیت اور غوثیت کے مدارج کی طرف جاتی ہے۔ غوث، قطب اور مجددین کو وراثت نبوت سے بھی فیض ملتا ہے۔ علی المرتضیٰ باب علم کو امام الاولیاء کہا جاتا ہے جو شہر ولایت کا دروازہ ہیں۔ غوث قطب عارفین اللہ اس دروازے (باب علم) سے گذر کر علم تصوف و ولایت کے انوار

سے فیضیاب ہوئے۔ درحقیقت یہ مقربین اہل حق انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ فاروق اعظم حضرت عمرؓ اور صدیق اکبر ابوبکر صدیقؓ سے دین کی اشاعت اور فروغ کا بہت کام لیا گیا اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ سے شجاعت، سخاوت، ولایت اور خلافت کا زیادہ کام لیا گیا ۔ یہ اعلیٰ ہستیاں نفس مطمعنۂ سے آگے مقامات راضیہ، مرضیہ اور دوام قرب الٰہیہ کے بھی متمنی تھے کہ دائمی قرب ووصال کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو　　　عجب چیز ہے لذت آشنائی

لذت آشنائی عمل صالح کے ذریعہ اطمینان قلب تک محدود نہیں بلکہ اس کا مقام نفس راضیہ ہے۔ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً (۲۸:۸۹) (اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو)۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب بارگاہ الٰہی میں بیٹے کیلئے دعا مانگی تو ساتھ ہی عرض کیا۔ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۞ (۶:۱۹) اور میرے رب اسے اپنی رضا کا حامل بنانا یعنی وہ ہر حال میں تجھ سے راضی رہے۔

نفس راضیہ کے بارے میں اپنے محبان مقربین کی عظمتوں کا قرآن حکیم میں اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (۷۲:۹) اور اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری ہوا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (۱۱۹:۵) اللہ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے الرسالۃ القشیر یہ میں تحریر ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے پوچھا اے رب کریم تیرا سب سے بڑا افضل واحسان کیا ہے۔ جواب ملا مومن پر سب سے بڑا افضل یہ ہے کہ میں اُس سے راضی ہوجاؤں عرض کیا یہ کس طرح معلوم ہو کہ آپ اپنے بندے سے راضی ہوگئے ہیں۔ فرمایا کہ میرا بندہ اپنے دل پر

نظر کرے اگر اپنے دل کو اللہ پر راضی پائے تو سمجھ لے کہ اللہ اُس سے راضی ہے اس سے مفہوم یہ نکلا جب تک بندہ اپنے رب سے راضی نہ ہو رب اُس بندے سے راضی نہیں ہوتا۔ یہ دوطرفہ تعلق لازم وملزوم ہے۔ نفس راضیہ رضائے الٰہی سے مشرف ہونے کا مقام ہے۔ بندہ ورب، طالب ومطلوب، عابد ومعبود اور شاہد ومشہود کے مابین تعلق محبت دو طرفہ ہوجاتا ہے۔ یہی مقامات راضیہ ومرضیہ ہیں جو انسان کی معراج ہے۔ نفس کاملہ کی تعبیر یہ ہے۔

عبد دگر عبدہٗ چیزے دگر　　　ایں سراپا انتظار اُو منتظر

شاہ زماں معراج عبدہٗ کی یہ پہچان ہے　　　نور اللہ نور کا نوری بشر مہمان ہے

انتظار ومنتظر، طالب ومطلوب، محب ومحبوب کے باہمی ربط اور تعلق کی کیفیت انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے کہ عبد (بندہ) عبدہٗ کی شانِ رفعت سے مقام مصطفیٰ کا تعین کرسکتا ہے کہ عبدہٗ وہ ہے جس کی مرضی کا اللہ انتظار کرتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس کا ذکر حدیث قدسی میں یوں فرمایا گیا۔

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ میری فرض کی ہوئی چیزوں کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے جب میرا بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرلیتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو پناہ دیتا ہوں۔

نفس راضیہ کی صفات میں کثرت سے ذکر الٰہی، زہد و ریاضت، تقویٰ و پرہیزگاری، اخلاص و محبت، اخلاق و رواداری، ترک ماسویٰ اللہ، عشق الٰہی، کرامات و تصرفات شامل ہیں۔ نفس راضیہ کی سیر فی اللہ ہوتی ہے۔ نیم خوابی اور مراقبہ میں نیک روحوں، ملائکہ، اہل جنت کو جنتی پوشاک پہنتے دیکھنا، حوروں وغلمان قرب ومعرفت الٰہی کے حصول کی دلیل ہے۔ نفس راضیہ کے موثر ذکر کا اسم حیّ ہے۔ ان کلمات کی تسبیح کی جائے۔

یَا حَیُّ اَنْتَ الْحَیُّ ۔ یَا جَمِیْلُ اَنْتَ الْحَیُّ
یَا عَظِیْمُ اَنْتَ الْحَیُّ ۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ الْحَیُّ

ذکر اسمائے الٰہیہ کی تعداد اپنے مرشد کامل سے پوچھیں کیونکہ اذکار ذاکر کی استعداد اور ظرف کے مطابق بتائے جاتے ہیں ورنہ بغیر فائدے کے نقصان کا بھی اندیشہ ہے۔ جس طرح کھانے میں اعتدال ضروری ہے اس طرح اذکار بھی روح کی روحانی غذا ہے جس کیلئے اعتدال ضروری ہے۔

(۴) نفس مرضیہ: نفس مرضیہ کا مقام تزکیۂ نفس کا چھٹا درجہ ہے۔ جب یہ مقام اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو جنت میں مقام ارفع واعلیٰ کا راستہ کھل جاتا ہے۔ سمجھو کہ بندہ مومن (عبد) کو عبدہٗ کا مقام حاصل ہوگیا۔ نفس راضیہ اور نفس مرضیہ میں خفیف سا فرق ہے۔ اللہ کا راضی ہونا توفیق الٰہی ہے۔ گویا نفس کا اللہ سے راضی ہونا مقام راضیہ ہے اور اللہ کا نفس انسان سے راضی ہونا مقام مرضیہ ہے۔ یہ دونوں باہم لازم وملزوم ہیں۔ نفس مرضیہ کا بیان بیعت رضوان میں شامل ہونے والے اصحابہ کرامؓ کی شان میں آیا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (۱۸:۴۸)
(بیشک اللہ ان مومنوں سے راضی ہوگیا جب انہوں نے (اے نبی مکرم) آپ کے دست مبارک پر درخت کے نیچے بیعت کی)۔

اسی طرح "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" میں مقام مرضیہ اور مقام راضیہ دونوں کا ذکر اکٹھا ہے اور اس آیت کریمہ میں جہاں نفس مطمعنہ کو خطاب فرمایا گیا ہے اس ترتیب سے دونوں مقامات کا ذکر ہے کہ مرضیہ مقام راضیہ کے بعد آیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً
(۸۹:۲۷،۲۸) (اے نفس مطمعنۂ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس حال میں تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے)۔

سیدنا اسماعیل کے مقام مرضیہ کا بیان قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔

وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (۱۹:۵۵) (وہ اپنے اہل وعیال کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم فرماتے تھے اور وہ اپنے رب کے حضور مقام مرضیہ پر فائز تھے) (یعنی اللہ ان سے بہت راضی تھا)۔

نفس مرضیہ کی صفات: اس کی صفات میں سے نرمی، لطف وکرم، جملہ اخلاق حسنہ، قرب الٰہی اور متابعت محمدی ﷺ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ بات ذہن نشین رہے کہ پچھلے پاکیزہ خواص وصفات جو پہلے مبارک نفوس کے ذریعہ حاصل ہوئے تھے اگلے مقام میں برقرار رہتے ہیں۔ نفس مرضیہ کے مقام پر نفس، قلب، روح کی پاکیزگی کا یہ عالم ہے کہ عالم رویا میں مکشوف علوی وآفاقی سے انوار الٰہی کو دیکھتا ہے۔ فنافی اللہ اور سیر مع اللہ (اللہ کی رحمت کریمی کے ساتھ) لطیفہ خفی جو ھوٗ کا مقام ہے پر یا قیوم کی تسبیح میں مشغول رہنا طالب مولا کا معمول بن جاتا ہے۔ خلوت نشینی میں جلوت دھندوکار سیاہی مائل نظر آتی ہے۔ عبدہٗ کا مقام حاصل ہوجانے کے بعد تزکیہ نفس اپنی آخری منزل تک پہنچ جاتا ہے اُسے نفس کاملہ ودوام قرب الٰہیہ کہتے ہیں۔

حضرت مولانا رومؒ اس فرق کو یوں واضح فرماتے ہیں کہ ایک شخص اللہ سبحانہ سے شکوہ کررہا تھا کہ اے باری تعالیٰ اس بادشاہ کے غلام کتنی سج دھج اور عیش وسکون سے رہتے ہیں کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں حالانکہ وہ غلام صرف بادشاہ کے ہیں اور میں تیرا بندہ (غلام) ہوں لیکن ہر وقت مصیبتوں میں مبتلا رہتا ہوں۔ تجھے اپنے بندوں کو پالنے کا سلیقہ نہیں آتا تو اپنے بندے اس بادشاہ کے حوالے کردے۔ چند روز گزرے کہ اس بادشاہ کے ملک پر کسی دوسرے بادشاہ نے حملہ کردیا۔ جب حملہ آور بادشاہ سارے ملک کو تہس نہس کرتا ہوا دارالخلافہ تک پہنچ گیا تو بادشاہ ایک تہہ خانے میں چھپ گیا اس کے سارے غلام اور ملازم گرفتار کرلئے گئے اور انہیں اذیتیں دے دے کر پوچھا گیا کہ اپنے بادشاہ کا پتہ بتاؤ۔ اگر اسے گرفتار کروادو تو ہم تمہیں رہا کردیں گے۔ غلاموں نے کہا کہ ہم نے مالک کے ٹکڑے کھائے ہیں۔ اگر آپ سر سے پاؤں تک بھی ہمارے جسموں کو چھل ڈالیں تب بھی ہم اس کا پتہ نہیں بتائیں گے ہم خود تکلیفیں اٹھالیں گے لیکن اسے کوئی گزند نہ پہنچنے دیں گے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اے اپنے مالک وخالق کا شکوہ کرنے والے، تو بندہ بننے کا سلیقہ اس بادشاہ کے غلاموں سے سیکھ۔ جب تجھے بندہ بن کر رہنا آجائے تو اس وقت رب کریم کی شان کریمی کے کرشمے بھی تیرے سامنے آجائیں گے۔ شکوہ تو خود سے کرنا چاہیے کہ ہم بندے کیوں نہ بنے۔

فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطُ الْمُسْتَقِیْم

صحیح راستہ غلامی قرآن دے گواہی
یہ خستہ حال فقرا محبوب ہیں خدا کے
جن کو عطا ہوئی ہے اللہ کی بادشاہی

جب آدمی عبدہٗ بن جائے، تزکیہ نفس کے ساتوں مراحل طے کرتا ہوا نفس کی تمام تر آلودگیوں سے پاک ہوکر قرب الٰہی کی منزلوں کو چھولے تو اللہ کی عنایات ونوازشات بندے پر یوں برستی ہیں تو کائنات اس کی ہستی قابل تعظیم بن جاتی ہے اور وہ خود کو مسجود ملائک ہونے کا حقدار ثابت کردیتا ہے۔ وہ جس سمت نظر اٹھاتا ہے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ وہ دعائیں کرتا ہے تو اُس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں کیونکہ وہ اللہ کا اور اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

؎ ہوا کا رخ بدل دیتے ہیں طوفانوں سے لڑ کر بھی
پریشاں رفعت پرواز سے شاہیں نہیں ہوتے

؎ کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

نفس مرضیہ کی سیر عالم جبروت میں من اللہ اور عالم لاہوت میں الی اللہ ہوتی ہے تو نفس مرضیہ کاملہ بن جاتا ہے۔ نفس مرضیہ میں ولی العبد کا عمل اور اللہ کی مشیت باہم ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر سالک کی توجہ یکسوئی کے ساتھ فروغ پاتی ہے۔

احکام الٰہی میں پُرجوش رہنا
اتباع رسل میں باہوش رہنا
جنون عشق میں مدہوش رہنا
قرب الٰہی میں خاموش رہنا
(پیر شاہ زمان سید)

اس مقام کا ذکر یَا قَیُّوْمُ ہے۔ مندرجہ اذکار سے درجہ کمالیت تک رسائی ہوتی ہے۔

یَا قَیُّوْمُ یَا کَافِیُ۔ یَا قَیُّوْمُ یَا مُغْنِیُ۔ یَا قَیُّوْمُ یَا قَادِرُ۔

وظائف اور ذکر کی تعداد مرشد کامل سے دریافت کریں وہ ذاکر کی استعداد اور ظرف کے مطابق ذکر اللہ کے اسماء کے پیش نظر سمجھانے کا اہل ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ مرید کی قوت برداشت کتنی ہے۔

(۷) **نفس کاملہ:** یہ ساتواں نفس ہے اور یہی کاملیت کا آخری مقام ہے۔ مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں اسی مقام نفس کی طرف اشارہ ہے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾ (۸۹: ۲۷ تا ۳۰) (اے نفس مطمعنہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس حال میں تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس شامل ہو جا میرے خاص بندوں (مقربین) میں اور داخل ہو جا میری جنت میں)۔

عِبٰدِیْ (میرے بندوں) میں داخل ہونے کا حکم نفس کو شان کاملیت سے سرفراز کر رہا ہے اور جَنَّتِیْ (میری جنت) میں بسیرا کرنے کا حکم اسے اعلیٰ مقام سے بہرہ یاب کر رہا ہے۔ سیدنا غوث اعظم جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ جنت کی چند اقسام اور درجات ہیں۔

جنت عالم ملکوت میں نفس حضور الٰہی کی طرف رجوع کرتا ہے تو اتباع رسول ﷺ کا سفر طے کرنے کے بعد یہ جنت نصیب ہوتی ہے۔ اسکا مقام سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى کے پاس ہے۔ ارشاد باری ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾

(۵۳: ۱۳ تا ۱۵) (اور اس کو تو انہوں نے ایک بار اور بھی دیکھا (یعنی) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس یہ وہ مقام جس کے پاس جنت ماویٰ ہے)۔

یہ جنت اُن اہل تصوف کیلئے ہے جنہوں نے ربط بین الشریعت وطریقت قائم رکھا اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے ذریعے معرفت ربانی سے مشرف ہوئے۔ غوث اعظم محبوب سبحانی سفر معرفت ربانی تک رسائی کرنے والے طالب مولا کو چار منازل تصوف طے کرنے پر چار جنتوں کی سیر کا عندیہ دیتے ہیں۔ احکام الٰہی کی پابندی سے شریعت کی منزل طے کرنے کو عالم ملائک کی جنت الماویٰ کا تحفہ من جانب اللہ ملتا ہے۔

طریقت کی منزل طے کرنے والے کو عالم ملکوت کی جنت النعیم کی بشارت دی گئی ہے۔ معرفت وحقیقت کی منازل کی کامیابی پر عالم جبروت کی جنت الفردوس کا عندیہ دیا گیا ہے۔ ان چہار منازل تصوف کا سفر مکمل ہونے پر معرفت ربانی کے ساتھ قرب ربانی کا انمول تحفہ نصیب ہوتا ہے۔ قرب الٰہی کا تحفہ سب جنتیوں سے اعلیٰ اور ارفع عالم لاہوت کا مقام ہے۔ یہ مقام اعلیٰ صرف مقربین کے حامل بندگان حق کو عطا ہوتا ہے۔ عارفین اللہ اخفا کے مقام پر عالم لاہوت کی سیر کرتے ہیں۔ نفس کاملہ عقل کلی کی صفات کا حامل ہوتا ہے۔

مقام محمدیت کی مکمل حقیقت وجوب امکاں ہے۔حضرت سلطان العارفین تاج والی سرکار پیر طریقت سید محمد حسین شاہ فرماتے ہیں۔حقیقت محمدیت ذات الوہیت کا آئینہ ہے۔

ے امہاتی وچ ذات اِلٰہ اللہ وچ وجوب کہا
امکاں وچ محمد آ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ے آں محمد حامد و محمود شد
شکل عابد صورت معبود شد

ے محمد مصطفیٰ محشر میں طٰہٰ بن کے نکلیں گے
اٹھا کر میم کا پردہ ہویدہ بن کے نکلیں گے
بپا لعل عبودیت بسر تاج الوہیت
محمد حسین کے دل کی تمنا بن کے نکلیں گے

حقیقت محمدیت کے سر پر تاج الوہیت کا پہنایا جانا ایسا رازِ اکبر ہے جس کی معرفت کسی کیلئے ممکن نہیں۔

ربط محبوبیت باذات معبودیت　　محمد را داد تاجِ الوہیت
قاب قوسین او ادنیٰ بہ معراج　　محمودیت مقام محمدیت

مقام محمدیت: مرتبہ وحدت میں لطیفہ اخفا پر واقع ہے جہاں نفس مرضیہ حقیقت و معرفت کا سفر عالم جبروت سے آگے عالم لاہوت میں داخل ہو کر مکمل کرتا ہے۔تمام مراتب حقی خلقی، تنزیہی، تشبیہی، مراتب معرفت اور درجات حقیقت سے بالا و بلند حقیقت محمدیت ہے۔حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ میں نے حقیقت محمدیت کو

جاننے کیلئے ایک ہزار نوری حجابات میں سے پہلے پردے کی طرف بڑھ کر جھانکنے کا ارادہ کیا تو مجھے بتایا گیا کہ اگر ایسا کرو گے تو جل جاؤ گے۔(جواہر الجوار امام یوسف بن اسمٰعیل)

محمدیت کی بارگاہ کی دہلیز پر انسان کی روحانی پرواز ختم ہو جاتی ہے۔ولایت کی معراج یہی ہے۔حضورِ اکرم ﷺ خود مثالی صورت میں ہر طبقہ کے اولیاء کے لئے ان کے حسب حال جلوہ افروز ہوتے ہیں۔حقیقت عبدیت اور حقیقت معبودیت کی باہمی ملاقات کو معراج مصطفیٰ کا نام دیا گیا ہے جبکہ تمام باخبر قوتیں، صفات الٰہیہ ملائکہ بھی سدرۃ المنتہیٰ پر روک دیئے جاتے ہیں۔

جس نور کا سفر تا سدرۃ المنتہیٰ
اُس نورِ حق کو نور سے کیونکر جدا کہوں

باواجی تاج والی سرکار سلطان العارفین نے اپنے دیوان میں اپنے پیر بھائی مولوی غلام رسول عالمپوری کے حوالے سے پنجابی شعر تحریر کیا ہے جو ابتدائے محمدیت کی طرف ایک لطیف اشارہ کرتا ہے۔

لطیف کثیف صدق صفا وچ پلیا آب ہوائیں
ع قلاں ایتھے ڈب مرین،یاں حیرت دے در،یائیں

عشق کی انتہا چاہنے والوں کیلئے یہ اذکار مفید ہیں۔

یَاقَیُّوْمُ یَاقَہَّارُ - یَاجَبَّارُ یَاقَہَّارُ - یَاوَدُوْدُ یَاقَہَّارُ -

ان اذکار کو خلوت نشین ہو کر کثیر تعداد میں پڑھنا چاہیے۔

نوٹ: نیکی کی راہ پر چلنے والوں، عاشقوں کا مذاق اڑانے والے شیطان خصلت دشمن کو دور کرنا ہو تو یا جبار یا قہار کو روزانہ سو مرتبہ پڑھیں اور پڑھتے وقت انگشت شہادت کو اُس کے منہ پر ماردیں دشمن اور شیطان بھاگ جائے گا۔

خلاصۂ حقیقتِ تصوف

تصوف کے معنی و معارف میں سابقہ مضامین میں سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ اہل اللہ کے اقوال زریں سے تصوف کی منازل و مراحل کے علاوہ مختلف قرآنی، عرفانی اور سائنسی پہلوؤں سے تفصیلاً وضاحت بھی کی گئی ہے۔ اب قارئین اہل طریقت طالبان حق عمل فی اخلاص سے خود کو تیار کریں۔ ریاضت مجاہدات فقط خانقاہی رسوم و رواج سے تصوف حاصل نہیں ہوتا۔ تصوف نیک خصائل، اخلاق و اخلاص، فقر و غنا، عجز و نیاز، علوم ظاہر و باطن کے قطع نظر خود کی بجائے فقط حق کو ہی دیکھنے کا تقاضہ کرتا ہے۔ خود (ہستی موہومہ) سے نظر اٹھا کر اپنے کو معدوم اور عارضی موجود سے بے نیاز ہو کر حق کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت محمد بن احمد فقری رحمتہ اللہ علیہ نے تصوف کے آٹھ خصائل بیان کئے ہیں جو اہل تصوف سے اپنی ذات پر نافذ عمل فی الاخلاص کا تقاضہ کرتے ہیں۔ (۱) حضرت ابرہیم علیہ السلام خلیل اللہ جیسی سخاوت و ایثار (۲) حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسی رضائے الٰہی (۳) حضرت ایوب علیہ السلام جیسا صبر (۴) حضرت ذکریا علیہ السلام جیسا زبان کا روزہ (اشارہ) (۵) حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسی غربت و مفلسی (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی راہ خدا میں سیاحت و سفر (۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی خرقہ پوشی واستقامت (۸) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا فقر و سادگی۔

اگر طالب سالک تصوف کے مذکورہ خصائل اپنے اندر پیدا کرلے تو تکمیل ولایت ہے، اللہ جس کو چاہے عطا کردے تاہم روح تصوف کا فہم اور حقیقی تعلیم و تربیت کسی کامل مرشد کے توسل سے میسر آجائے تو تصوف کی تمام منازل طے کر کے قرب الٰہی تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ صالح خصائل کیسے پیدا ہوں۔ عملی زندگی میں سیرت و کردار میں تقویٰ اور صالحیت، اخلاق و اخلاص کی خصوصیات کیونکر حاصل ہوسکتی ہیں؟ انسان ماسویٰ اللہ سے لاتعلق ہو کر نفع و نقصان، خواہشات نفس سے آزاد ہو۔ ہر فعل و قول اور عمل محض اللہ تعالیٰ کیلئے کرے اور رضائے الٰہی پر چھوڑ دے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَۙ ﴿۱۶۲﴾ (۱۶۲:۶) (حق یہ ہے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت صرف اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) اور پھر وہ ہر طرف سے کٹ کر، ہر فکر و خیال اور فلسفہ و نظریہ سے آزاد ہو کر صرف اللہ کا ہو جائے اس کا فکر و خیال اور فلسفہ و نظریہ صرف ایک جہت میں مرکوز ہو جائے وہ قولاً اور عملاً صرف اللہ کا ہو کر رہ جائے اور یہی کیفیت تعلق باللہ کا حقیقی تقاضہ ہے۔ بحوالۂ آیت قرآنی۔ اِنِّىۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِىَ لِلَّذِىۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِيۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ‌ۚ ﴿۷۹﴾ (۷۹:۶) (میں نے اپنا منہ اسی ذات کی طرف یکسو ہو کر کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)

بندے کو اللہ کا بندہ (غلام) بننے کیلئے سات مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ پہلا مرحلہ تزکیۂ نفس ہے۔ دوسرا مرحلہ تصفیہ قلب (صفائی قلب) ہے۔ تیسرا مرحلہ اللہ کی اطاعت اور غلامی (بندگی) ہے جو اللہ کا بندہ بننے کیلئے اشد ضروری ہے۔ چوتھا مرحلہ عشق الٰہی ماسویٰ اللہ دنیا کی محبت و لالچ سے قلب پاک صاف اور خالی ہو۔ پانچواں مرحلہ رضائے الٰہی، رنج و غم، تکلیف و راحت اللہ تعالیٰ اپنے بندے جو غلامی کی راہِ مستقیم پر چلتا ہے جس حال میں بھی رکھے خوش رہے۔ چھٹا مرحلہ معرفت الٰہی ہے، یہ تمام مراحل کا نقطہ

کمال ہے۔ سالک کے باطنی بصائر و بصیرت سے فنائے ذات حق (فنا فی اللہ) کے سارے حجابات معدوم ہو جاتے ہیں اور ظاہر و باطن جس طرف بھی رخ کرو فقط نور اللہ صفات حق کا تجلہ خیال میں رہے گا گویا باطنی کیفیت واحوال ایسی ہوں کہ

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
سوا تیرے خیالوں میں آتا نہیں کوئی

قلب کے چھ پردے صدر، سقف، فواد، حبۃ القلب، ہویدا، بحبتہ القلب بتدریج اٹھتے جاتے ہیں۔ یہ مقام تعلق باللہ اسرار الٰہی اور مشاہدۂ حق کا ہے۔ ساتواں مرحلہ دائمی قرب الٰہی کا ہے۔ یہ مقامِ تعلق عارف باللہ ذات والاصفات کا ہے۔

قرب حق دل کو حضور بنا دیتا ہے نورِ حق خاک کو نور بنا دیتا ہے

حدیث قدسی (۲: ۹۶۳) صحیح بخاری سے نقطہ لطیف واضح ہے کہ وجود خاک سے اٹھنے والا وجدانی جوہر قوت ایزدی سے اپنی وحشی، حیوانی جبلتوں کو **تخلقوا باخلاق اللہ** سے تربیت دے کر بذریعہ نوافل وذکر الٰہی خاک باز سے خاک تاز بن جاتا ہے۔ بندہ خدا کا اور خدا بندے کا ہوتا ہے، محبت وعشق کا دوطرفہ تعلق اس قدر درجۂ کمال تک پہنچ جاتا ہے کہ اُسے دائمی قرب الٰہی نصیب ہو جاتا ہے کہ بندہ اللہ کا ولی اور اللہ اپنے محبوب بندے کا والی بن کر اُسے اپنی قوت گویائی، سماحت، بصارت، گرفت عطا کر دیتا ہے۔ اس مقام قرب کو ولایت کبری کہتے ہیں۔ اخلاق الٰہیہ کے صبغتہ اللہ کے رنگ میں رنگ جانے والوں کی حکمرانی انسانوں کے دلوں پر قائم ہے۔ ولایت کے اعلیٰ درجہ قرب دوام کا حصول سات مقاصدِ تصوف کو مرحلہ وار کی تکمیل سے ممکن ہے۔

مرحلہ اوّل۔ تزکیہ نفس: یہ تصوف کا نقطہ آغاز ہے۔ حیوانی خصائل کو شریعت کے ضوابط

وقواعد کا پابند کر کے نفس انسانی کو کذب، جھوٹ، ریا کاری، منافقت، حسد و کینہ، لالچ، کبر وتکبر جیسے رذائل سے پاک کرنا تا کہ تمام الائشوں اور کدورتوں سے پاک ہو جائے۔ نفس امارہ کے بدخصائل پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے کہ کس طرح نفس کی بدخصلتوں کو نیکی کی راہ کی جانب راغب کیا جا سکتا ہے۔ برائی اور بدی کی طرف لے جانے والے رذائل کی جگہ اخلاق وتواضع، فیض رسائی، مدد کرنا، خشوع وخضوع، عجز وانکساری، جود وسخا، انسانی ہمدردی اور محبت الٰہی جیسے فضائل پیدا کر کے اپنے قلب ونگاہ کو پاک کر لینے سے انسان کی شخصیت میں نکھار آ جاتا ہے۔ زاویہ نظر وفکر میں تبدیلی آ جاتی ہے۔

خود بخود سارا سامان بدل جاتا ہے
دل جو بدلے تو انسان بدل جاتا ہے

بچوں سے شفقت، بزرگوں کا ادب اور ہر ایک سے خلوص ومحبت اور نرمی سے پیش آنا، خود کو دوسروں سے کمتر سمجھنا، ایسے صالح اور نیک خصائل ہیں جن کو اختیار کرنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔ وہ خود پرستی سے خدا پرستی کی طرف آ جاتا ہے۔ نفس پرستی کے معبود باطلہ کی یکسر نفی کر کے اپنے معبود حقیقی رب العزت کے آگے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ ہر قسم کی برتری کا خیال تک نہ لائے۔ خواہشات نفسانی پر اپنی نیکی وحلال کی گرفت مضبوط رکھے اگر انسان کا یہ مقصد صالح پورا ہو جائے تو انسان صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ مفکر اسلام علامہ اقبال بھی اللہ کے بارے میں قلم طراز ہیں۔

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
مَیں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

علامہ اقبال کے نزدیک اللہ کا بندہ و مردِ مومن وہ ہے جو باطل اور آلائشوں اور

خواہشات نفسانی کے طوفانوں کے سامنے استقامت کے ساتھ چٹان بن کر کھڑا ہوتا ہے۔ تصوف کی تعلیم وتربیت کا اعجاز دیکھئے کہ۔

ہوا کا رخ بدل دیتے ہیں طوفانوں سے لڑ کر بھی
پریشاں رفعت پرواز سے شاہیں نہیں ہوتا
ہے دنیا میں خدا کا نام روشن نیک بندوں سے
وگرنہ شاہ زماں سب لوگ اہل دیں نہیں ہوتے

غیر کی دہلیز پر نہیں جھکتا شیدا تیرا — یادِ محبوب میں مگن رہتا ہے بندہ تیرا
کارِ ما کارسازِ ما یقیں اُس کا — ملا ہے شاہ زماں جن کو سہارا تیرا

توسورۃ الشمس میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ (۹۱:۷ تا ۱۰) (اور نفس (انسانی جان) کی قسم اور اُس کی (قدرت) کی جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کو بدکاری (سے بچنے کیلئے) پرہیزگاری کرنے کی سمجھ عطا کی یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اپنے نفس (روح) کو پاک کرلیا اور جس نے اپنی روح کو خاک میں ملا دیا وہ نامراد ہوا)۔ یہ آیت سالک کے مقصد تزکیۂ نفس کی تصدیق کرتی ہے۔

(۲) مرحلہ دوئم۔تصفیہ قلب: تزکیہ نفس کا نقطہ کمال تصفیہ قلب کا آغاز ہے۔ تصوف کا دوسرا بنیادی مقصد قلب کی صفائی ہے۔ جب نفس انسانی مطمعنۂ ہوکر اللہ کی رضا اور مرضی کو دنیا کی ہر شے پر مقدم گردانتا ہے تو اُس کی شخصیت میں اللہ کے نور کا جمالیاتی پہلو وارد ہوتا ہے۔ دنیاوی ہوس و لالچ، ماسویٰ اللہ سے بے نیازی، تجلیات وصفائے قلب کا سبب بنتی

ہیں۔غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی کا قول ہے کہ اطاعت قلب سے ہوتی ہے قالب سے نہیں۔ جو شخص اپنی کوتاہیوں، گناہ کی الائشوں سے نادم ہوکر قلب کی سیاہی کو آنسوؤں سے دھولیتا ہے اور معافی کا طلبگار رہتا ہے تو اللہ کی رحمت کریمی اُس کے دل کے زنگ کو توبہ سے صاف کردیتی ہے بشرطیکہ انسان دل سے توبہ کرلے۔ ایک نومسلم انگریز جون (اسلامی نام جان محمد) نے میری کتاب قرآن صوفی ازم اینڈ سائنس کا مطالعہ کیا تو وہ اپنے وطن نیوزی لینڈ سے مرید ہونے کیلئے آستانے پر حاضر ہوا۔ اُس نے قلب کی صفائی کے بارے میں سوال کیا کہ قلب کو الائشوں سے پاک صاف کرنے کا کیا طریقہ ہے دل کی سیاہی کو کیسے دھویا جائے۔ جواباً میں نے کہا جان محمد ایک بوتل کو کس طرح صاف کروگے۔ اُس نے کہا کہ بوتل تو برش سے صاف ہوگی۔ اب غور کرو انسان کا حلق بھی بوتل کے منہ کے برابر ہے، اس کیلئے بھی خاص قسم کے برش ہوتے ہیں۔ ڈائری نکال کر کہنے لگا جناب فرمایئے میں نوٹ کرلوں گا۔ اُس کا تجسس دیکھ کر اُس کے دل کی کیفیت معلوم ہوئی تو اُسے بتایا گیا کہ برش سے مراد ذکراذکار ہیں۔ شریعت کا ذکر پنجگانہ نماز، طریقت کا ذکر نفی اثبات افضل ذکر کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، حقیقت کا ذکر اللہ ھُو اور معرفت کا ذکر اسم ذات اللہ اللہ۔ تمام اذکار سمجھانے کے بعد محفل ذکر میں عملاً کروائے گئے نیوزی لینڈ میں اُس نے محفل ذکر کا اہتمام کیا اور اہل خانہ اور کئی اور احباب کو حلقہ اسلامی تصوف میں شامل کیا۔

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ (۲۶:۸۸، ۸۹) (جس دن انسان کے نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد۔ مگر جو اللہ کے پاس

پاک دل لے کر آئے گا)۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر ایک چیز کیلئے صیقل ہوتی ہے اور دلوں کی صیقل (پالش) اللہ رب العزت کا ذکر ہے۔

تزکیۂ نفس قلب باصفا — خالی قلب ہو حق کے سوا
چراغ تصوف بحق خدا — مومن کے دل میں روشن ہوا

مرحلہ سوئم: راہ تصوف کا تیسرا مرحلہ اطاعت الٰہی ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (۵۹:۴) (اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ کی) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (۸۰:۴) جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی (گویا) اُس نے اللہ کی اطاعت کرلی)۔ ایسا ہی ارشاد باری ہے کہ ہم نے ہر رسول کو اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت (فرمانبرداری) کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو رسول اللہ کی اطاعت سے مشروط کر دیا، ابہام وشک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ حضرت بایزید بسطامی سے بیعت ہونے کیلئے کوئی شخص آیا کچھ عرصہ آپ کے ہاں قیام کر کے بغیر بیعت کے واپس جانے کو تیار ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ کس مقصد کیلئے آئے تھے کہا کہ حضرت بیعت کیلئے آیا تھا۔ اب واپس جا رہا ہوں کہ آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اتنی مدت میں میری زندگی کا ایک لمحہ بھی خدا اور رسول کی نافرمانی میں گذرتے دیکھا۔ اُس نے جواباً عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہمارے پاس اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔ اطاعت میں استقامت اطاعت الٰہی کا درجہ کمال ہے جیسے سورۃ النحل میں فرمان باری ہے قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ

عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ڵ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ (۲۷:۳۸تا۳۹) (سلیمان) نے کہا کہ اے دربار والو! کوئی تم میں ایسا ہے کہ قبل اسکے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر ہمارے پاس آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے۔ جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ قبل اسکے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اسکو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیتا ہوں اور میں اس (کے اٹھانے کی) طاقت رکھتا ہوں (اور) امانت دار ہوں۔ ایک شخص جس کو کتاب الٰہی (ام الکتاب) کا علم تھا کہنے لگا کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے اسے آپ کے پاس حاضر کیے دیتا ہوں جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے پروا (اور) کرم کرنے والا ہے)۔ اس سے واضح ہے کہ خلافِ عادت وفطرت رونما ہونے والے واقعات اور کرامات اولیاء اللہ کا ظاہر ہونا اللہ کے فضل واحسان کا نتیجہ ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ — غالب وکار آفریں کارِکشا کارساز

مرحلہ چہارم۔ محبت الٰہی: قرآن حکیم نے عشق الٰہی کو یوں فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ (۱۶۵:۲) (اور ایمان والے اللہ سے بہت ہی زیادہ محبت (عشق) کرتے ہیں) عاشق وصادق مومن اپنے رب سے دنیا کی ہر عزیز شے سے بڑھ کر پیار کرتے ہیں۔ عشق الٰہی اُن کے بدن میں سرایت کر جاتا ہے حضرت بلال کی محبت رسول

اور عشق الٰہی کا دردناک سماں آنکھوں کے تصور میں آ جاتا ہے۔ جب اُنہیں تپتی ریت پر لٹا کر کوڑے مارے گئے لیکن اُن کی زبان پر مسلسل کلمہ حق جاری تھا۔

کلمہ حق سنا دیا تیروں کے سائے میں
دیں کو بچا گیا یہی کلمہ حسین کا
ظالم کے آگے سر کو جھکاؤ نہ شاہ زماں
پیغام دے رہا ہے سجدہ حسین کا

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق — عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

کیونکہ

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

اہل حق کے دل میں ماسویٰ اللہ کی محبت ناقابل تصور ہے۔ عشق مجازی ہو تو عاشق زار اپنی نیندیں حرام کر لیتے ہیں، ہجر و فراق میں آنسو بہاتے ہیں، بغاوت پر اُتر آتے ہیں۔ اُس حسن کی خاطر جو ہمیشہ تخت نشین نہیں رہتا آخری عمر میں بازی ہار جاتا ہے۔ اس کے برعکس جسے عشق حقیقی (محبت رسول اور عشق الٰہی) نصیب ہوتا ہے اُس کا عشق حقیقی ایسا نور ہے جو ازل سے ابد تک قائم و دائم رہتا ہے۔ میاں محمد بخش فرماتے ہیں۔

چنگی صورت تے عاشق ہونا ایہہ کاہدی دانائی
عاشق ہو تو اُس سوہنے دا جس ایہہ شکل بنائی

معطر دہر تیری بو سے گلِ دیدہ — ہو کیسے بیاں تیرے اوصاف حمیدہ
دیدارِ شب ہجراں دو شاہِ زماں کو — گریاں دلِ مضطر پرنم رہے دیدہ

انسان کے اندر عشق و محبت کا جوہر موجود ہے اس کی آبیاری ہجر و فراق سے ہوتی ہے پھر کہیں جا کر اہل عشق دنیاوی رعنائیوں سے ہٹ کر جلال و جمال الٰہی کا نمونہ کمالِ مصطفوی میں گم ہو جاتے ہیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذت آشنائی

سورۂ آل عمران میں عاشقوں کے احوال و کیفیات کی طرف اشارہ ایک خاص انداز میں دیا گیا ہے۔ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (۱۹۱:۳) (وہ (عاشق) اٹھتے بیٹھتے ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مگن رہتے ہیں)۔

وہی دل دل ہے جو دل یادِ الٰہی میں رہے
وہی سر سر ہیں جو سر تن سے جدا ہوتے ہیں
شاہ زماں پل کے صدف میں ہی گہر بنتے ہیں
وہی قطرے جو کہ دریا میں فنا ہوتے ہیں

(۵) مرحلہ پنجم۔ رضائے الٰہی: عشق الٰہی کا نقطہ کمال رضائے الٰہی پر شاکر رہنا۔ عبادات شب بیداری، ذکر نیم شبی، مراقبے، ذکر و فکر کا مقصود اپنے رب کو راضی کرنا ہے۔ تمام تر لمحات و مجاہدات اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کیلئے کرتے ہیں۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (۷۲:۹) اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے۔

جام رحمت انہیں بھر بھر کے عطا ہوتے ہیں
تیرے نزدیک جو مقبول رضا ہوتے ہیں
وہی ذرے جو کرنوں سے اثر لیتے ہیں
آخر اک روز وہ خورشید نما ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (۲۹:۴۸) (اے دیکھنے والے تو انہیں (عاشقوں) کو دیکھتا ہے کہ وہ کبھی رکوع اور کبھی سجود میں ہیں ہر طرح اللہ سے اُس کا فضل اور اُس کی (رحمت) رضامندی کے طلبگار ہیں)۔ قیام رکوع و سجود خشوع و خضوع یکسوئی سے کرنے والوں کا مدعا اللہ کی محبت و رضا ہے۔

تیرا ذکر حرز زباں رہا مرے قیام رکوع و سجود میں
تیرا نقشِ پا مجھے مل گیا میرے قلبِ روحی وجود میں

اللہ والوں کا مقام صبر و رضا یہی ہے کہ مل جائے تو تقسیم کر دیتے ہیں نہ ملے تہی دامن ہوتے ہوئے شکر کرتے ہیں اور اللہ کی رضا پر ہمہ وقت راضی اور اظہار تشکر کرتے رہتے ہیں۔ اہل عشق و رضا ہر مصیبت اور تکلیف رنج و غم میں مسکراتے ہیں۔ ان مصائب کو خندہ پیشانی سے اپنے محبوب کی عنایت و کرم اور نوازش سمجھ کر قبول کرتے ہیں۔ کسی مصیبت و تکلیف میں حرف شکوہ و شکایت زبان پر نہیں لاتے۔

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

الٰہی میں تیری رضا چاہتا ہوں — اپنے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

(٦) مرحلہ ششم۔ معرفت الٰہی: اللہ کی رضا پر راضی رہنے والے کے قلب کے حجابات اور پردے اٹھ جاتے ہیں اور وہ اپنے باطنی بصائر سے ہر شے میں فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اللہ کی ذات کو جلوہ گر دیکھتا ہے۔ رضا و معرفت کا عملی طور پر مشاہدہ کرنا ہو تو علی المرتضیٰ کا فقر علم تصوف، صدیق اکبر کا عشق رسول اللہ کو سامنے رکھا جائے جو اپنی جان و مال غرضیکہ اپنی ذات کو اللہ پر قربان کر دینے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ اسی بنا پر ان کو امام الاولیاء

کہا جاتا ہے۔ جب مرد مومن مقام رضا پر فائز ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عنایات کی بارش قلب مومن کو ہمہ وقت سیراب کرتی رہتی ہے۔

ملا جن کو ہے تیرا غم قسم تیری، تری خاطر
وہ سب کچھ بھی لٹانے پر ذرا غمگین نہیں ہوتے

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

معرفتِ الٰہی کے درجہ پر ذات حق کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ نفس اپنی مسلسل اصلاح سے بتدریج مطمئنہ، راضیہ، مرضیہ اور کاملہ بن جاتا ہے گویا نوری بشر کا وجود اطہر لطیف ترین (صفت براق) بن جاتا ہے۔

نہیں ممکن کسی بشر کے لیے — بنے مہماں خدا کے گھر کے لیے
ان کے نور کی رفتار کیا ہو گی — ملا براق جنہیں سفر کے لیے

نفس امارہ کو بے مہار گھوڑے سے بھی تشبیہ دی گئی ہے جو بمشکل عنان اور باگ قبول کرتا ہے۔ اُس کی سرکشی کو مردِ صالح مرشد و رہبر زیر کرنا سکھاتا ہے اور انسانی نفس نہایت اطمینان سے سالک کو منزل مقصود کی طرف لے جاتا ہے اور درجہ کمال پر پہنچ کر اپنے سوار کو عرش معلیٰ کی سیر بھی کروا دیتا ہے۔ یاد رکھیئے نفس مرتا نہیں بلکہ رہبر کامل کی رہنمائی سے علم تصوف کا جامہ پہن کر مطمعنہ، راضیہ اور مرضیہ بن جاتا ہے اور اللہ کی معرفت پالیتا ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب — آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

(۷) مرحلہ ہفتم۔قربِ الٰہی: معرفتِ الٰہی کا نقطہ کمال کیا ہے؟ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (۲:۱۱۵) (پس تم جس طرف رخ کرو ہیں اللہ موجود ہے) انسان جس طرف دیکھتا ہے ذات الٰہی جلوہ گر نظر آتی ہے اُس کی نگاہ جملہ حقائق کائنات کو بالفعل دیکھتی ہے۔ دنیا و مافیہا کی ہر شے کل شی ھالك الا وجه ہلاک اور معدوم ہو جاتی ہے۔ فنا سے بقائے ذات تک تمام منازل تصوف طے کرنے کے بعد قرب دوام الٰہی نصیب ہوتا ہے ہر طرف خالق نظر آتا ہے۔ نظروں کے سامنے سے ہر فنا ہونے والی شے بے ثبات نظر آتی ہے۔ ظاہر و باطن میں صرف صفات حق تعالیٰ وارالوجود معلوم ہوتی ہیں۔

نسبت نور بندے کو نور بنا دیتی ہے
قربت حق دل کو حضور بنا دیتی ہے
وہی دل دل ہے جو دل قربِ الٰہی میں رہے
وہی سر سر ہیں جو سر تن سے جدا ہوتے ہیں
شاہ زماں پل کے صدف میں ہی گہرے بنتے ہیں
وہی قطرے جو کہ دریا میں فنا ہوتے ہیں

معمولات وظائف واذکار

قرآن مجید میں سورۃ العنکبوت آیت ۶۹ میں ارشاد باری ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۶۹

(۶۹:۲۹) جو لوگ ہماری راہ (راہ مستقیم) میں (زہد و ریاضت) کی مشقیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (تک رسائی کے) رستے ضرور دکھا دیں گے)۔

کیونکہ سورۃ الشوریٰ میں اپنی رضا اور منشاء کو واضح کر دیا ہے۔

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳ (۴۲:۱۳) (اللہ تعالیٰ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے)۔

انسان کا وجود لباس بشریت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نور محمدی ﷺ کیلئے پسند فرمایا یہ نوری وجود وہ اُم الکتاب ہے جس کے ہر حرف سے روشن ہوتی ہے پوشیدہ چیز حضرت امام اولیاء اباء آئمہ علی المرتضیٰ کا قول ہے کہ والانسان کامل کتاب لا ریب فیه قرآن مجید کا موضوع بھی یہی اُم لکتاب ہے (ناطق القرآن) ہے۔ اس لئے ارشاد باری ہے کہ انسان کے وجود میں انوار اور برکتوں والے سات مقام ہیں جن کو لطائف ستہ کہا جاتا ہے۔ پہلا لطیفہ نفس ہے، دوسرا قلبی، تیسرا سری، چوتھا روحی، پانچواں خفی، چھٹا اخفا، ساتواں رفیق (سلطان) فنا فی اللہ ہے۔ ان لطائف کو جاری وساری کرنے کیلئے معمولات وظائف اور اذکار ہیں۔ شریعت کے آداب وضوابط اور پنجگانہ نماز کی پابندی سے پیر طریقت کی رہنمائی میں راہ طریقت (راہ مستقیم) پر گامزن ہو کر شغل مراقبہ میں لطائف کا جاری کرنا شریعت وطریقت کی عظیم عمارت کا تزئین اور آراستہ کرنا مقصود ہے۔

جولوگ اس عمارت کوانوار تجلیات الٰہیہ سے آراستہ نہیں کر پاتے ان کی مثال ترتیل القرآن تک کا نصاب پڑھنے والے پرائمری کے طالب علم کی سی ہے۔مثال کے طور پر جولوگ نماز تو پڑھتے ہیں لیکن نماز میں غفلت اور بے خبری کا اشارہ قرآن پاک سے ملتا ہے اس سے لاعلم ہیں۔ارشاد ہے۔

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ۝٤ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۝٥ (۱۰۷: ۴، ۵) (بڑی خرابی ہے (دوزخ) ہے نمازیوں کیلئے جو اپنی نمازوں سے غافل اور بے خبر ہیں)۔

اور وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ (۲: ۴۳) اور صراط مستقیم کے مفہوم سے بے خبر اور لاعلم رہتے ہیں۔قرآن کی رو سے مسلمان سے مومن بننے کیلئے نماز کے ظاہری اور باطنی ساھون دور کرنے پڑتے ہیں پھر کہیں جا کر صالحین اور مومنین کے زمرے میں داخل ہو کر انسان غوث، قطب، اولیاء، ابدال، صدیقین اور شہداء کے مراتب پر فائز ہو جاتا ہے۔قرآن پاک نے سورۃ فاطر آیت ۳۲ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مقربین اور عارفین کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ (۳۵: ۳۲) (پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے بندوں میں پسند فرمایا)۔

اس کتاب الٰہی (قرآن) کو سمجھنے کیلئے نور مصطفیٰ ﷺ کی روشنی، حضرت علی المرتضیٰؓ کا فہم وادراک، صدیق اکبرؓ کی صداقت اور قوت حافظہ، حضرت عمر بن خطابؓ کا عزم صمیم اور حضرت عثمان غنیؓ کا قلب سلیم درکار ہے اور جسکی حفاظت سید الشہداامام حسینؓ اور شہیدان کربلا کے خون سے ہوئی۔اس لئے معمولات اذکار اور وظائف میں دعائے حزب البحر، نادِعلی اور اسماء بارہ امام اور چند مخصوص دُعاؤں کو روزمرہ کا معمول

وظائف بنانے سے زبان میں تاثیر اور شفاء پیدا ہوتی ہے۔یہ وظائف اور روحانی چلہ جات قارئین کیلئے دوسری کتاب ''مینار معرفت'' میں تحریر کر دیئے گئے ہیں۔چند ضروری اذکار اور وظائف طالبان اور سالکین کو انوار الٰہیہ کیلئے اس کتاب میں بھی دیئے جا رہے ہیں۔تا کہ اجازت خاص سے عمل میں لا سکیں۔

معمولات اذکار: اذکار کا مقصود روح انسانی کی آراستگی اور تزئین ہے۔وجود انسان میں تین بادشاہ اور اسکے تین وزیر ہیں۔روح بادشاہ ہے تو ام الدماغ اسکا وزیر ہے۔ام الدماغ کے رکن قوت حافظہ اور قوت متخیلہ ہیں۔قلب بادشاہ ہے تو زبان اس کی وزیر ہے اور حواس خمسہ اسکے رکن ہیں۔نفس بادشاہ ہے تو شیطان اس کا وزیر ہے اور نفس امارہ کے رکن طمع، تکبر، حسد، کینہ، جھوٹ اور ظلم اس کے کارکنوں میں شامل ہیں۔ہر ایک بادشاہ اپنی حکمرانی کر رہا ہے۔نفس امارہ قلب اور روح کی قوتوں کو باہم ملنے سے روکنے کیلئے کوشاں رہتا ہے لیکن مرشد کامل اپنے مرید طالب وسالک کو عبادات الٰہیہ کے ساتھ معمولات اذکار و وظائف اور چلہ جات کی مدد سے تذکیہ نفس اور تصفیہ قلب کرواتا ہے جس سے روح اور قلب میں باہمی تعلق سے ایک ایسی حربی اور نوری قوت پیدا ہوتی ہے جو نفس امارہ اور اس کے وزیر اور کارکنوں کو شکست سے دوچار کر کے مغلوب کر لیتی ہے۔بے شک نفس امارہ انسان کے جسم کے جملہ اعضاء کو متاثر کرتا ہے اور خصوصاً دل، جو کہ روح حیوانی (دوران خون) کا منبع ہے، پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔روح اور قلب کا تعلق قرآن نے مصباح اور دجاجہ کی مثال دے کر سمجھایا ہے۔ان دونوں کے باہمی ربط سے جو نوری قوت پیدا ہوتی ہے وہی انسانی روح (نفخ روحی) روح حیوانی کے منبع دل کو حرکت دیتی ہے۔دونوں میں ایک راکب ہے اور دوسرا مرکب ہے۔اذکار و وظائف و اشغال کے اثرات اس

حرکت میں لطائف اور جلا پیدا کرتے ہیں۔ اس بناء پر صوفیاء کرام تعلیمات تصوف ابتداء سے آخر تک ذکر اسم ذات' اذکارِ اسماء حسنہ' ذکر نفی اثبات' ذکر جہر وخفی' ذکر قلبی' ذکر روحی' سلطان اذکار' لطائفِ ستہ کا ذکر، اذکار مراقبہ نور و مراقبہ فنا فی اللہ کرواتے ہیں کیونکہ قال کی زبان سے حال کی زبان زیادہ موثر ہوتی ہے۔ علماء جو زبان سے کہتے ہیں صوفیاء اکرام اس کا عملی نمونہ ہوتے ہیں۔ ان اذکار کے سات مقامات ہیں جن میں پہلا نیت ہے اور آخری تصوف کی تکمیل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف روح کے سفر کے دوران جو ناف (لطیفہ نفس) سے شروع ہو کر تمام لطائف سے ہوتا ہوا سینہ میں اخفا سے گزر کر انا سلطان فنا فی اللہ ماتھے تک پہنچتا ہے اس میں طالب دیدار وانوار کو اتنی غیر متعین کیفیتوں کا سامنا ہوتا ہے کہ ان کا کوئی مستند تصوراتی خاکہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ لاکھوں جو راہ سلوک اختیار کرتے ہیں، ان میں سے چند ایک ہی آخری منزل کو پاتے ہیں اور ولایت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ تاہم آرزوئے یار جستجوئے یار سے کم نہیں اور جستجوئے یار وصل یار سے کم نہیں۔ کوئی عاشق زار جستجوئے یار کی لگن میں اتنا محو ہو کر زبان حال سے یہ کہتا سنائی دیتا ہے۔

جز ذوقِ طلب جز شوقِ سفر کچھ اور مجھے منظور نہیں
اے عشق بتا اب کیا ہوگا لگتا ہے منزل دور نہیں

طریقہ ذکر اسم ذات: (ا) اسم ذات (اللہ) سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ سب سے پہلے پاس انفاس کے طریقہ سے سانس اندر لیا جائے تو اِلَّا اللہ کہے اور باہر آئے تو لَآ اِلٰہَ کہے اور نگاہ ناف پر رکھے۔ اسی شغل میں حسب ضرورت مصروف رہے۔ اللہ پاک کے تمام اذکارِ اسماء حسنہ میں ہر ایک اسم کی خصوصیت کے مطابق شفا عطا ہوتی ہے۔

(۲) اس کے بعد اپنے دائیں کندھے کی طرف گردن جھکا کر "ہا" کہیں، پھر بائیں کندھے پر "ھو" کہیں اور سر کو نیچے جھکا کر "ہی" کا ضرب لگائیں۔ (بابا فرید گنج شکر کا یہ عمل تھا)

(۳) آخر میں سانس کو اندر لے جاتے وقت "ھو" کہے اور باہر نکالتے وقت "اللہ" کہے کچھ وقت کرنے کے بعد اللہ، اللہ کی رٹ لگائے۔ اللہ کے ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ قلب پر اور ھو خفی پر کہے۔ اللہ ھو کے ذکر سے دل زندہ ہوتا ہے۔ ذکر جبروتی اور لاھوتی کیلئے اللہ کو سانس اوپر کھینچتے وقت کہیں اور ھو کو سانس لیتے وقت، الا اللہ اور ھو سے دل پر ضرب لگائے جہاں تک کہ دل خود ذکر کرنے لگے۔

عقیدہ توحید پر ایمان لانے والے گورونانک، جو سکھوں کے رہبر تھے، نے ایک دفعہ پاک پٹن جا کر بابا مسعود الدین گنج شکر کے گدی نشین بہرام شاہ سے ایک سوال کا جواب پوچھا۔ چیتے چیتے دند گھسے کسے نہ کیتی ہو۔ بہرام شاہ کا جواب "گندم کا جواب جو" والی بات ہوئی، انہوں نے جواب میں کہا متھے تیوڑیاں ناں لیا پتہ چھڈ یں دھو۔ میرے خیال میں جواب قرآن کی رو سے دینا مناسب تھا۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (۲:۱۵۲)

جپتے جپتے دند گھسے کسے نہ کیتی ھو   اللہ اللہ تو کہے تے اللہ کہے گا ھو

طریقہ ذکر اسم ذات: چار طریقے ہیں جملہ اذکار مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) یک ضربی: یعنی لطیفہ قلب پر ضرب لگانا اللہ کی۔ یہ لطیفہ سینہ پر بائیں پستان سے تین اُنگلیاں نیچے واقع ہے۔

(۲) دوضربی: اللہ اللہ۔ ایک ضرب داہنی جانب جگر پر۔ یہ لطیفہ روح کا مقام ہے اور

دوسری ضرب لطیفہ قلب پر۔

(۳) سہ ضربی: پہلی ضرب ناف پر۔ یہ مقام نفس امارہ کا ہے۔ دوسری ضرب لطیفہ روح پر اور تیسری ضرب لطیفہ قلب پر۔

(۴) چہار ضربی: پہلی ضرب بائیں گھٹنے پر۔ دوسری ضرب دائیں گھٹنے پر۔ تیسری ضرب داہنے شانہ پر۔ چوتھی ضرب قلب پر۔ نشست ہر حالت میں چارزانوں رہے گی۔

یاد رکھیں کہ جملہ سہ ضربی اذکار کا ذکر یوں کیا جائے گا کہ پہلی ضرب داہنے شانے پر لگائی جائے۔ دوسری ضرب وسط سینہ میں جو کہ مقام لطیفہ سری ہے اور تیسری ضرب لطیفہ قلب پر۔ یہ ہدایات جملہ اذکار یک ضربی دو ضربی و سہ ضربی و چہار ضربی پر حاوی ہیں۔

چار انواع ذکر عام سالکین کیلئے درج کئے جا رہے ہیں۔ جن سے عالم ناسوت لطیفہ نفس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ذکر سے سالک کی ذات معدوم اور اللہ کی ذات قائم ہوتی ہے لطیفہ قلبی پر عالم ملکوت میں سالک داخل ہوجاتا ہے۔ اِلَّا اللہ کی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے کہ اللہ کی ذات کا اثبات ہوتا ہے۔ لطیفہ روحی پر ذکر اللہ ھُوْ عالم جبروت میں لے جاتا ہے وہاں ذکر دوطرفہ ہوجاتا ہے۔ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (۱۵۲:۲) ھو (اثبات) کی آواز بازگشت مذکور (اللہ) کی طرف سے آتی ہے یہ دوطرفہ ذکر ذاکر و مذکور کے درمیان رابطہ کا کام دیتا ہے اور سالک کو ذکر اسم ذات میں مشغول کر دیتا ہے۔ اللہ اللہ کرتے ہوئے منزل لاھوت تک رسائی میں رہنمائی کرتا ہے۔ جب سالک اسم ذات کو قلب و روح میں سمایا ہوا محسوس کرتا ہے تو لاہوتی ذکر ھو ھو شروع ہوجاتا ہے۔

ذکر جہر وخفی: اول ۲۰۰ بار درود پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ پھر ۲۰۰ بار اَسْتَغْفِرُ اللہ۔ اَسْتَغْفِرُ اللہ کہے آخر میں ایک دفعہ اَسْتَغْفِرُ اللہ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ کہے۔ پھر سر کو جھکا کر تھوڑی سینے پر رکھ کر ذکر جہر وخفی شروع کردے لَآ اِلٰہَ کو سینے پر کہے اور اِلَّا اللہ کی ضرب گردن ہلا کر قلب پر مارے۔ یہ ذکر با آواز بلند کیا جاتا ہے۔ جب ۱۰۰ تک پہنچ جائے تو ایک دفعہ محمد رسول اللہ کہے اور پھر ۱۰۰ تک مزید ذکر کو پورا کرے، پھر لبوں اور منہ کو بند کر کے ارادے میں دائیں جانب لَآ اِلٰہَ کہتے ہوئے یہ خیال کرے کہ تمام معبود باطلہ کی نفی ہے اور معبود برحق اللہ کی ذات ہے بائیں طرف اِلَّا اللہ کہے خیال کرے کہ صرف ذات حق ہی معبود حقیقی ہے۔ ابوبکر محمد بہاؤالدین ذکریا نے اس ذکر جہری وخفی کرتے وقت لَآ اِلٰہَ کو بہت لمبا کرتے تھے۔

اذکار بالجہر وغیرہ کی غایت یہ ہے کہ روح انسانی پر اذکار و اشغال کے اثرات طاری ہوں اور روح میں لطافت وجلا پیدا ہو۔ اسی بناء پر صوفیائے کرام ابتداء میں ہدایت فرماتے ہیں کہ ذکر جہری میں ضرب قلب پر لگائی جائے۔ دل کو عرف عام میں قلب کہتے ہیں۔ یہ قلب منبع ہے روح حیوانی کا اور روح انسانی کا۔ موت کے وقت جسم انسانی میں آخری عضو جو اپنے فعل کو ترک کرتا ہے دل ہی ہے۔ دل کی حرکت بند ہوتے ہی حواس خمسہ کا بھی خاتمہ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ذکر کرتے وقت دل کی جانب متوجہ رہنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ذکر کا اثر روح انسانی تک پہنچتا ہے۔ تعلیم اذکار کا مقصود روح انسانی کی آراستگی ہے مگر روح تک اثر کا براہ راست پہنچنا ویسا ہی دشوار ہے جیسا کسی کا سیدھے راستہ کو چھوڑ کر ٹیڑھا اور دشوار گزار راستہ اختیار کرنا اور کہیں پہنچنے کی کوشش کرنا، وہ سیدھا راستہ خواہ نزدیک کا ہو خواہ دور کا۔ اس لئے صوفیائے کرام نے اپنی تعلیمات کیلئے اسی کو مناسب سمجھا کہ جسم انسانی اور

حواس خمسہ ظاہری کی راہ سے پہلے روح کو حجابات سے آزاد کیا جائے۔ ام الدماغ کے قریب قوت حافظہ اور قوت متخیلہ وغیرہ جمع ہیں۔ اس لئے جب دل کی جانب متوجہ ہو کر زبان سے ذکر جہری کیا جاتا ہے تو اس سے دو فائدے مرتب ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ روح انسانی درجہ بدرجہ تعلیم پاتی ہے اور آراستہ ہوتی ہے دوسرا یہ کہ (بسبب دل و دماغ میں باہمی تعلق ہونے کے) یہ ذکر حافظہ میں محفوظ ہو جائے اور خیال میں پختگی پیدا کردے۔ ضرب لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ دل میں دو سوراخ ہوتے ہیں۔ ایک تحتانی دوسرا فوقانی۔ ان دونوں کے درمیان ایک جھلی ہے۔ ضرب لگانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا ذکر دل پر ہر دو جانب ایسا اثر کرے کہ کوئی حجاب باقی نہ رہے۔

ذکر اسم ذات و نفی اثبات: قرآن کریم کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کو ان اذکار کی بھی تلقین کی گئی۔ ارشاد باری ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾ (۹،۸:۷۳) اور اپنے رب کے نام (اللہ) کا ذکر کیجئے اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف ہو جایئے۔ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے (یہ اثبات ہے) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں (اس میں ماسویٰ اللہ ہر شے کی نفی ہے)

طریقہ نفی اثبات: (۱) لَآ ناف سے کھینچ کر ناسوت کی نفی کرتے ہوئے لطیفہ اخفاء یعنی سینہ کے پول ''خلاء'' سے سانس کو گزارتے ہوئے اِلٰہ کو پیشانی پر اثبات کر کے ساتواں لطیفہ انا سلطان فنافی اللہ تک لے جائے اور گردن کو دائیں کندھے کی طرف گھما کر قلب پر اِلَّا اللہ کی ضرب لگائے۔ اس سے مقام ملکوت حاصل ہوگا اور اللہ ھُو کی ضرب کے اوپر لطیفہ خفی پر ختم کرے۔ اس مقام پر لاھوتی اسرار کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ میرے شیخ کے فرمان

کے مطابق ۲۰۰ بار نفی اور ۵۰۰ بار اثبات کی ضرب لگائے۔

(۲) پھر اِلَّا اللہ کو لطیفہ روحی پر ھُو کو لطیفہ خفی پر کہے اسی طرح اِلَّا اللہ کو قلب سے شروع کر کے اس کے اوپر لطیفہ خفی کو ھُو کہے۔ طریقہ نمبر (۱) اور طریقہ نمبر (۲) کو آدھا آدھا وقت دے جتنا طبیعت برداشت کر سکے۔ (لطائف ستہ کی تفصیل کتاب میں درج ہے)۔

روحانی عمل شغل صوت سرمدی: غار حرا جیسی خاموشی میں تنہا گوشہ نشین ہونے سے کان توجہ کے ساتھ لگانے سے ایک ہلکی آواز جھینگے کی سی آئے گی۔ اس آواز پر خیال جمانے سے آواز جو ازل سے ابد تک جاری ہے آہستہ آہستہ دس آوازوں تک بڑھ جائے گی۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد نو آوازیں فنا ہو کر ایک ایسی خوش الحان آواز سنائی دیتی ہے جس میں انسان مدہوش ہو کر قابل حیرت اسرار مکاشفات کے روحانی تجربے سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ یہ ایک قدرتی عمل ہے ہر ایک شخص کے کان میں ایسی سرمدی آواز نہیں آتی بعض لوگ اس سرمدی آواز سے حیران اور پریشان ہو جاتے ہیں۔

شغل مُوتُوْ قَبْلَ اَنْت مُوتُوْ: عمل اور طریقہ اس طرح ہے کہ بغیر بالین زمین پر چت لیٹ جائے اور خیال کرے کہ میں مردہ ہوں اور موت کے تصور میں یہ خیال کرے کہ جان میرے پاؤں سے نکل کر ران میں اب کمر میں اب سینے میں سے ہو کر گلے تک آگئی ہے۔ گویا نکل گئی ہے اور دل میں قرآن کی اس آیت کریمہ کا تصور کرے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (۸۸:۲۸) وجہ چند روز کے بعد موت طاری ہونے لگے گی لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اس کیفیت سے موت اور حیات یکساں محسوس اور معلوم ہوتی ہے۔ اس وجدانی باطنی کیفیت میں روح کا مثالی وجود حیات کی قید و بند سے آزاد ہو جاتا ہے۔ موت سے قبل ہی موت کی کیفیت کو طاری کرنا مقصود ہے۔

پہلے ہو موتو قبل انت موتو — فنا ہو کے دیکھو بقا ہونے سے پہلے
درود و سلام شاہ زماں مصطفیٰ پر — خدا کی حمد و ثنا ہونے سے پہلے

مراقبہ کرنے کا طریقہ: مراقبہ کی کئی اقسام ہیں۔ مرقبہ نور' مراقبہ رُویت' مراقبہ معصیت' مراقبہ رفاقت' مراقبہ غنا' مراقبہ علمیت' مراقبہ توکل' مراقبہ فنا۔ جس آیت یا کلمہ کا مراقبہ کرنا منظور ہو اسی آیت یا کلمہ کو قرآن سے تلاش کر کے اس طریقہ سے مراقبہ شروع کرے کہ نماز عشاء یا تہجد کے بعد غار حرا جیسا سکون اور خاموشی والی جگہ پر باوضو مراقبہ میں دوزانوں ہو کر بیٹھے۔ ۱۱ مرتبہ درود پاک پڑھے اور اس کے بعد جو مراقبہ درکار ہو اس کی آیت کی تلاوت ۲۱ بار کرے۔ مثلاً مرقبہ نور کرنا ہو تو اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ کو ۲۱ بار پڑھے دنیا و مافیا کے خیالات حتیٰ کہ اپنا خیال بھی نکال دے۔ صرف یکسوئی سے یہ تصور کرے کہ لَآ موجود اِلَّا اللّٰه اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔ سنہری رنگ میں اسم اللہ کو قلب پر لکھا ہوا تصور کرے اور دل میں ہی اللّٰه اللّٰه کی رٹ لگائے۔ آہستہ آہستہ سانس کو ۵ سیکنڈ تک اندر لے جائے۔ ۱۰ سیکنڈ تک روک کر فوراً باہر نکال دے۔ آنکھوں کو بند رکھے اور تصور کرے کہ آسمان نیلگوں ہے اوپر سے نور کی بارش ہو رہی ہے۔ اختتام پر منہ کھول کر کہے کہ اے اللہ میرا دل پاک کر اور اپنی محبت اور عرفان عطا فرما۔ اسی طرح مراقبہ فنا کا طریقہ ہے، ۱۱ مرتبہ دورد کے بعد ۲۱ بار متعلقہ آیت كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ۝۲۶ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ۝۲۷ پڑھے (ترجمہ: دنیا میں جو کوئی ہے وہ ضرور فنا ہوگا اور بزرگی اور بڑھائی والا خدا ہی باقی رہے گا)۔ اس مراقبہ فنا سے نفس کے خصائل بدلتے ہیں۔ نفس امارہ تمام برائیاں' طمع' تکبر' فریب' جھوٹ' کینہ چھوڑ کر اوصاف حمیدہ اختیار کر کے نفس لوامہ بن جاتا ہے۔ احکام شرعی کے ظاہری اور باطنی مفہوم سے آگاہ ہو کر اسکی پابندی لازم سمجھتا ہے۔

پھر ذکر قلبی اور اللہ ھو ذکر اسم ذات متابعت سنت رسول میں ان کے احوال اور ذوق کی پیروی کر کے نفس ملہمہ بن جاتا ہے اور ذکر جہری و خفی اور ذکر نفی و اثبات کرنے والے کی کیفیت بھی بقول اعلیٰ حضرت سلطان العارفین بابا پیر سید محمد حسین ایسی ہو جاتی ہے۔

پڑھ کلہ ہو کلمہ جائیں کلمے وچ سمائیں
سارا جسم بنا کے کلمہ کلمے تھیں حقپائیں

مراقبہ فنا: میں طالب سالک دیگر مذکورہ اذکار کی وجہ سے تمام موجودات کے اوصاف اور افعال کو موجود مطلق (خدا تعالیٰ) کے اوصاف اور افعال میں گم اور فنا تصور کرتا ہے اس علم صالح سے انسانی نفس کی اعلیٰ خصلت کو نفس مطمعنہ کہا گیا ہے اور انسان اپنے رب کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے تو پھر رب اپنے بندے سے راضی ہو کر فرماتے ہیں۔

(۸۹:۲۷،۲۸) اے نفس مطمعنۂ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس حال میں تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔

(۱) طریقہ کشف قبور: اولاً ذکر دو رکعت نماز نفل واسطے کشف قبور اہل اللہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر ادا کریں۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے يَا رَبُّ 41 بار ضرب ماریں۔ اور يَا رُوْح کی ضرب بھی 41 بار ماریں۔ پھر يَا رُوْح الرُّوح کی ضرب قلب پر مارتے جائیں جب دل کی دھڑکن تیز ہو جائے تو اس ذکر کو بند کر کے آنکھیں بند کر لیں اور مندرجہ ذیل اسم پڑھتے رہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ۝۲۶ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ۝۲۷

(۲) مطلوب بزرگ صالح کی قبر کی دائیں جانب درمیاں قبر بیٹھ کر سورہ فاتحہ پڑھ کر روح کو بخشے۔ پھر ایک سو بار درود پڑھے۔ پھر تین سو بار یہ وظیفہ پڑھیں۔ اِکْشِفْ لِیْ يَا نُوْرُ کی

ضرب آسمان کی جانب ماریں یعنی اشارہ کریں دوسری دفعہ عَنۡ حَالِہٖ کہہ قلب پر متوجہ ہوکر آنکھیں بند کرلے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم مبارک محمد کا خیال دل میں رکھے۔

(۳) تیسرا طریقہ کشف قبور کتاب مینار معرفتہ صفحہ ۹۲ پر پڑھ لیں، پتہ اس کتاب میں درج ہے۔

زیارت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: (۱) قبل از نمازِ جمعہ المبارک ۳۰۰۰ مرتبہ مدینہ منورہ کی جانب رخ کر کے پڑھیں۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الۡاُمِّيِّ وَآلِهٖ وَبَارِكۡ وَسَلِّمۡ۔

(۲) بعد نمازِ عشاء تصور شیخ مرشد طاری کریں اور درود شریف پڑھیں گیارہ مرتبہ پڑھ کر اپنے داہنی جانب یا محمد اور گیارہ دفعہ پڑھ کر یا رسول اللہ کی ضرب دل پر ماریں قبلہ طرف رخ کر کے سو جائیں۔ انشاءاللہ دیدارِ مصطفیٰ کے انوار سے مشرف ہوگا۔

سوال: صلوٰۃ دائمون کیا ہے؟ اس نماز کا طریقہ عمل کیا ہے؟

جواب: اعلحضرت سلطان العارفین پیرومرشد سید محمد حسین شاہ تاج والی سرکار نے طریق صلوٰۃ دائمون اپنے پنجابی کلام میں یوں سمجھایا ہے۔

صلوٰۃ سمجھ لے عشق دا وضو کر کے خیال غیر دا دلوں ہے دور کرنا
قائم کر تو پھر نماز دائمی نال تکبر دے خودی نوں چور کرنا
حاضر ناظر جاننا ذات تائیں پیدا سمجھ وجود وچ نور کرنا
محمد حسین پھر ساجد مسجود وہی سجدہ ویکھ کے وچ حضور کرنا

تصوف کی تکمیل کیلئے نفس کی اصلاح اور قلب کی صفائی، محبت الٰہی، حب رسول اور طاعت ورضائے الٰہی نقطہ کمال تک پہنچ جائے کہ قلب ونظر میں ہمہ وقت یادِ الٰہی اور ذکر

مصطفیٰ کے سوا کچھ باقی نہ رہے اور قلبی کیفیت ایسی ہوجائے کہ نماز میں قرب الٰہی دائمی نصیب ہوجائے۔

تجھی کو دیکھنا اور یاد کرنا تجھ میں گم ہونا
مقام معرفت اہل طریقت جس کو کہتے ہیں
اصل میں شاہ زماں کچھ واں پر ایسا ھو کا عالم ہے
صلوٰۃ دائمون میں اہل اللہ مست رہتے ہیں

مراقبہ معصیت کا طریقہ: قرآن کی آیت کریمہ ۲۱ بار پڑھی جاتی ہے۔ اور ۱۱ مرتبہ درود حسب معمول پڑھے۔ خود کو بے ثبات خیال کرے اور معصیت زدہ اور خطاوار سمجھے اور اللہ کو قائم ودائم خطاؤں کو معاف کرنے والا سمجھے۔

روحانی تریاق معمولات وظائف عامہ برائے شفا: دعائے حزب البحر کی چلہ کشی سے ظاہر اور باطنی پاکیزگی قلب حاصل ہوتی ہے اور زبان میں ایسی تاثیر پیدا ہوجاتی ہے کہ مندرجہ ذیل وظائف اپنی ذات کے علاوہ دوسرے لوگوں پر پڑھنے سے شفائے کاملہ ہوتی ہے۔ دعائے حزب البحر کا چلہ تمام اولیاء کرام نے کیا ہے۔ مندرجہ ذیل وظائف اور دعاؤں کو کامل مرشد (عارف اللہ) کی اجازت خاص سے پڑھنا مفید عمل ہے۔

نمازِ استخارہ: خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ استخارہ کی نماز جو شب میں پڑھی جاتی ہے، اس کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پڑھے، اور سوتے وقت اپنے مقصد کے متعلق تصور اور دعا کر کے سو رہے۔

اقوال زریں

☆ حیاء اور ایمان دونوں باہم ملے ہوئے ہیں جب ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔

☆ خدا کے بندوں میں بہترین بندے وہ ہیں جب انکو دیکھا جائے یا اُن کا ذکر ہو تو خدا یاد آئے۔

☆ خدا اس بندے کو آباد کرے جس نے میری باتوں کو سنا اور دوسروں تک پہنچا دیا۔

(ارشاد نبوی)

☆ عبادت کے غرور اور تکبر سے گناہ کی شرمندگی بہتر ہے۔

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام)

☆ دانا وہ ہے جو کم بولے اور زیادہ سنے۔ (حضرت داؤد علیہ السلام)

☆ اس شخص کو کبھی موت نہیں آتی جو علم کی روشنی بخشتا ہے۔ قناعت وہ خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

☆ احسان کرو تو اُسے چھپاؤ اور کوئی تم پر کرے تو پھیلاؤ۔

☆ جب علم عقل سے بڑھ جائے تو وبال جان بن جاتا ہے۔ (علی المرتضیٰ)

☆ انسان صوم وصلوٰۃ سے نہیں معاملات سے پہچانا جاتا ہے۔ (عمر فاروق اعظم)

☆ تمہیں اُس دن پر رونا چاہیے جو نیکی کے بغیر گذر گیا۔ (حضرت ابوبکر صدیق)

☆ غصہ کا علاج خاموشی ہے۔ ایسی بات مت کہو جو مخاطب کی سمجھ سے باہر ہو۔

(عثمان غنیؓ)

☆ اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہ کرو گے تو وہ تم کو برائی میں مشغول کر دے گا۔

(امام شافعی)

☆ انسان کو چار چیزیں بلند کرتی ہیں علم، حلم، کرم اور خوش اخلاقی۔ (بایزید بسطامی)

☆ جو اپنوں کے ساتھ وفا نہیں کرتا داناؤں کے نزدیک وہ کسی کا دوست نہیں۔

(شیخ سعدیؒ)

☆ عبدیت کی انتہا معراج ہے۔

☆ اتباع رسول میں جمود سے نمود کی طرف آنا شرط ہے۔

☆ ولیوں کا کوئی دشمن نہیں ہوتا سوائے نفس کے۔

☆ فرقہ واریت جہالت، انا پرستی اور بھوک تعصب کا نتیجہ ہے۔

(الشیخ شاہ زمان سید)

☆ جو شخص یہ کہے کہ ہر چیز حق ہے وہ احمق ہے اور جو یہ کہے کہ ہر چیز باطل ہے وہ شقی ہے۔

☆ اس دنیا میں کوئی خزانہ سانپ کے بغیر کوئی پھول کانٹے کے بغیر اور کوئی خوشی غم کے بغیر نہیں ہے۔ (مولانا جلال الدین رومی)

☆ ایمان اور معرفت کی انتہا عشق و محبت ہے اور محبت کی علامت بندگی و غلامی ہے۔

☆ حکمران بے علم، عالم بے عمل اور فقیر بے توکل ہو تو سارے ملک میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

☆ عبادت سے مقام کشف و مشاہدہ ملتا ہے۔ (داتا گنج بخشؒ)

☆ اللہ تعالیٰ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے قالب سے نہیں۔ رحمت لے کر کیا کرے گا۔ رحیم کو لے۔ (عبدالقادر جیلانی)

☆ خود پرستی اور نفس پرستی دراصل بت پرستی ہے۔ اس کو ترک کرنے کے بعد خدا

پرستی کی منزل شروع ہوتی ہے۔ (خواجہ معین الدین چشتیؒ)

☆ توکل اور تقویٰ سے اللہ کی رضا اور روحانی طاقت ملتی ہے۔

(سلطان العارفین سید محمد حسین تارج والی سرکار)

☆ احسان ہر جگہ بہتر ہے لیکن ہمسائے کیلئے بہترین ہے۔

☆ اگر نماز باجماعت کا حکم نہ ہوتا تو مرنے سے پہلے اپنے دروازے سے کبھی باہر نہ نکلتا۔ (مجدد الف ثانی)

☆ جس نے مراقبہ اور اخلاص کے ذریعے سے اپنا باطن درست کر لیا اللہ اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور اتباع سنت سے زینت بخشتا ہے۔ (حارث محاسبی)

☆ جب نفس انسانی خلوت سے جلوت، قدر و خود آشنائی سے کارفرمائی (عشق کے ذریعہ) وجدان کی طرف بڑھتا ہے تو اُس سے زمان جوہری تخلیق ہوتی ہے۔

(علامہ اقبال)

تقریظ آباؤ اجداد اکرام و نامور مشائخ عظام

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

بہر ایں آورد ما یزداں بروں (مولانا روم)

ذکر و عرفان کیلئے رب نے مجھے تخلیق کیا ہو جیسے
لا موجود الا اللہ ہر جا تیری ضیا ہو جیسے
مرے گوش تخیل میں ابھی یادِ ماضی کی صدا ہو جیسے
شاہ زمان مصور کا کمال پس تصویر چھپا ہو جیسے

صانع ذوالجلال حقیقی شعورِ اعظم ذات احدیت مقام لاتعین پر كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا تھا جب مقام وحدت تعین اول پر فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کا ارادہ ازلی کیا تو اعیانِ ثابتہ مقام وحدیت پر اپنے جمال ذاتی اور کمال صفاتی کے ساتھ اسمائے الٰہیہ و جمیع صفات کو عالم اعیان خارجہ میں لایا اور وحدت کو کثرت میں ظاہر کرنے کیلئے تمام ارواح (نقشوں) سے وعدہ میثاق اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ لے کر وجود آدم میں وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ داخل کر کے عالم اعیان خارجہ میں فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ کہا عرش عظیم سے کن کی جبروتی آواز نے عما کے طلسم سکوت کو توڑا اور نگار خانہ کائنات میں نورِ وحدت کا ظہور ہوا اور جوہر کمال کا سرچشمہ تصوف ہدایت و عبادت کا عملی خاکہ غار حرا سے شروع ہو کر سلسلہ بیعت رسالت حضور پُرنور حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارک پر اپنی انتہائے عروج و اختتام تک پہنچا۔ درسگاہ مصطفیٰ میں تصوف کے علم باطن کی تعلیم تربیت لینے والے اصحابہ صفہ اور رسول اللہ کے باطنی دوست حضرت صدیق اکبر اور اویس قرنی اصحابہ کرام اور بعد میں تابعین تبع تابعین، مشائخ عظام حضور اکرم کے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے رہے۔ ان میں ممتاز و

محترم باب علم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم جو اباء آئمہ امام الاولیاء تھے سے بمطابق (سورۃ المائدہ آیت ۳۵۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ (۳۵:۵) طریقہ بیعت مرشد شروع ہوا اور دولت عرفان مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ وَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ سے طالبان طریقت حسن بصری، حسنین کریمین، غوث الثقلین، حضرت خواجہ معین الدین سنجری اجمیری چشتی، قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی، حضرت فرید الدین مسعود شکر گنج (قطب الاقطاب)، نظام الدین اولیاء، سلطان العارفین جنید بغدادی، مجدد الف ثانی، سلطان العارفین سلطان باہو، مجدد العصر پیر سید مہر علی شاہ رزاقی چشتی اور میرے مرشد و والد گرامی سلطان العارفین اعلیٰ حضرت پیر سید محمد حسین شاہ الگیلانی رزاقی چشتی صابری جیسے جملہ اکابرین مشائخ عظام نے چشمہ تصوف امام اولیاء حضرت علی المرتضیٰ سے فیض یاب ہو کر علم و عرفان، تصوف کے علمی و روحانی کمال میں نہایت اعلیٰ وارفع مقام حاصل کیا اور لاکھوں عقیدتمندوں، تشنگان قرب ولایت کو علم تصوف اور معرفت ربانی سے سیراب کیا۔

دورِ حاضر کے قریب ترین عرفا، اولیاء اور اکابرین کی کتابوں کے مطالعہ اور فیض و کرامات کے مدنظر مناسب ہوگا کہ احتیاط کے ساتھ ان کا تعارف وتقریظ برکت کے طور پر اس کتاب میں شامل کیا جائے۔ اولاً اپنے آباؤ اجداد اور اسلاف جنہوں نے ہر دور میں باطل کے خلاف نبرد آزما ہو کر اسلام کی سربلندگی کیلئے دینی اور روحانی خدمات انجام دیں۔ مناسب ہوگا کہ سادات خاندان، حال بیت کا تذکرہ، ورقہ قرطاس پر لاؤں اور شجرہائے نسبت وولایت وتصوف مولائے کائنات جناب علی المرتضیٰ امام اولیا اکرام وآباء آئمہ کا اظہار اختصار کے ساتھ قلمبند کیا جائے، اپنے آبائے عظام کے ساتھ ایک ایسے سند یافتہ سادات خاندان کو منسلک کیا جانا باعثِ

فخر وانبساط سمجھتا ہوں جنہوں نے تحقیقی دلائل سے علمی اور روحانی طور پر اہل بیت کی بے جا تنقید کرنے والے اور دشمنانِ آلِ رسول ﷺ کو اپنے سید ہونے کی تائید وتصدیق کی اور ثبوت فراہم کئے۔ فضائل اہل بیت اکرام نبی اور اولادِ علی حسنین کریمین، غوث پاک سیدنا محی الدین محمد عبد القادر جیلانی حسنی پر اکابرین کے ارشادات با احسن الطریق پیش کئے وہ شخصیت مجدد العصر پیر سید مہر علی شاہ رزاقی چشتی نظامی مہروی ہیں۔

شجرہ شریف تصوف ونسب

سیدالانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدہ فاطمہ زہرہ زوجہ ——— سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

شجرہ سلسلہ تصوف

۱۔ پیرخواجہ حسن بصری
۲۔ پیرعبدالواحد چشتی
۳۔ پیرشیخ محمد فضیل
۴۔ پیرابراہیم ادھم
۵۔ پیرشاہ ابوحذیفہ
۶۔ پیرشاہ ہبیرہ
۷۔ پیرشاہ ممشاد
۸۔ پیرابواسحاق
۹۔ پیرابواحمد ابدال
۱۰۔ پیرابومحمد
۱۱۔ پیرابویوسف (لقب ناصرالدین)
۱۲۔ پیرشاہ مودود
۱۳۔ پیرخواجہ حاجی شیخ شریف
۱۴۔ پیرعثمانی ہارونی
۱۵۔ پیرخواجہ معین الدین سنجری
۱۶۔ پیربختیار کاکی قطب الدین
۱۷۔ پیرفریدالدین گنج شکر
۱۸۔ پیرعلاؤالدین علی احمد صابر
۱۹۔ پیرشمس الدین ترکی
۲۰۔ پیرجلال الدین کبیرالاولیاء
۲۱۔ پیرعبدالحق
۲۲۔ پیرخواجہ محمد عارف
۲۳۔ پیرشیخ محمد
۲۴۔ پیرعبدالقدوس گنگوہی
۲۵۔ پیرجلال الدین محمود
۲۶۔ پیرنظام الدین بلخی
۲۷۔ پیرابوسعید
۲۸۔ پیرمحمد صادق
۲۹۔ پیرداؤد گنگوہی
۳۰۔ پیرعبدالقادر
۳۱۔ پیرعبدالفتح
۳۲۔ پیرسیدنجم الدین
۳۳۔ پیرشہاب الدین
۳۴۔ پیرسیدفتح محمد
۳۵۔ پیرشاہ نواز
۳۶۔ پیرمحمد ناظم شاہ

شجرہ نسبی

۱۔ سیدامام حسنؓ
۲۔ سیدحسن مثنیٰؒ
۳۔ سیدابومحمد عبداللہ المحض
۴۔ سیدموسیٰ انجون
۵۔ سیدعبداللہ ثانی
۶۔ سیدموسیٰ ثانی
۷۔ سیدداؤد امیر
۸۔ سیدمحمد رومی
۹۔ سیدیحییٰ الذاہد
۱۰۔ سیدعبداللہ الجیلی
۱۱۔ سیدابوصالح موسیٰ
۱۲۔ سیدعبدالقادر جیلانی
۱۳۔ سیدعبدالرزاق
۱۴۔ سیدعمادالدین ابوصالح نصر
۱۵۔ سیدجمال الدین علی
۱۶۔ سیدمشتاق احمد سوہاری
۱۷۔ سیدعبداللہ مومن قادری
۱۸۔ سیدشمس العارفین شمس الدین
۱۹۔ سیدنورعلی شاہ
۲۰۔ سیدکبیرالدین
۲۱۔ سیدشرف الدین شاہ
۲۲۔ سیدمصطفیٰ شاہ
۲۳۔ سیدابوبراہین شاہ محمد معروف سیدشاہ محمد شاہ
۲۴۔ سیدمحمد یٰسین
۲۵۔ سیدحمیدالدین عرف افضل شاہ
۲۶۔ سیدفتح الدین شاہ
۲۷۔ سیدمحمد یونس عرف کبیرالدین
۲۸۔ سیدشیخ فتح محمد شاہ عرف جمال الدین
۲۹۔ حضرت سیدتاج الدین
۳۰۔ سیدمحمد شفیع شاہ معروف سیدوڈا
۳۱۔ سیدابراہیم شاہ
۳۲۔ سیدعبدالنبی شاہ بانی شاہ پور
۳۳۔ سیدمعظم محمد شاح زمان
۳۴۔ سیدشاہ شرف الدین
۳۵۔ سیدمیراں شاہ
۳۶۔ سیدبرکت علی شاہ
۳۷۔ سیدغلام محمد شاہ

۳۷۔ اعلیحضرت عرف باللہ پیرسیدمحمد حسین شاہ گیلانی رزاقی چشتی صابری

پیرسیددلشاد حسینؒ — صاحبزادہ سیدظفرحسین شاہ — کامل حسین شاہ، اسامہ عباس، محمد ضیغم
پیرسیدمحمد شاہ زمان سید — صوفیہ، فوزیہ، ثمینہ، روبینہ
سیدنعیم الزماں حیدر — ذیشان سید، زین سید، زوہب سید
سیدقمرالزماں سید — رضوان سید، نعمان سید
سیدفقیرحسین طاہر — سیدسجاد حسین طاہر، سیدعماد حسین طاہر
محمد اسلام سید — سہیل سید، راحیل سید
محمد اسلم سید — سیدمعظم علی شاہ

پیرسیدمحمد حسین شاہ المعروف تاج والی سرکار دربار عالیہ لدھڑاں شریف تحصیل گوجرہ۔ حضرت سید پیرمہرعلی شاہ رزاقی مجدد العصر درگاہ گولڑا شریف اسلام آباد کے شجرہائے نسبی وتصوف علی الترتیب غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی سے ۲۶، ۲۵ واسطوں سے ۳۷، ۳۶، ۳۵ سے سیدنا امام حسنؓ اور حسن مثنیٰ سے جاملتا ہے۔ سیدمشتاق احمد سوہاری بن جمال الدین سیدعلی سے سیدمحمد حسین شاہ اور دوسرے برادر حقیقی سیدداؤد سے سیدمہرعلی شاہ کا شجرہ ہائے نسبی منسلک ہیں۔ آپ کی والدہ سیدہ معصومہ صوفیہ کا ہمارے خاندان پاک گیلانیہ رزاقیہ کے اٹھارویں بزرگ سیدشمس الدین سے جاملتا ہے۔ رب کریم سے دعا ہے کہ دونوں سادات خاندان آباد وشاد رہیں اور اپنے دینی فرائض بااحسن الطریق ادا کرتے رہیں۔ (پیرمحمد شاہ زمان سید)

نوٹ: سیدعبدالرزاق کے فرزند صالح نصر تھے اور صالح نصر کے بیٹے سیدجمال الدین علی جن کے دو بیٹے تھے سیدمودود جن سے سیدمہرعلی شاہ کا سلسلہ نسب ہے۔ دوسرے بیٹے سیدمشتاق احمد سوہاری جن سے اعلیحضرت سیدمحمد حسین شاہ تاج والی سرکار کا سلسلہ جاملتا ہے۔

شجرہ شریف سلسلہ تصوف

سلطان العارفین پیرسیدمحمد حسین شاہ تاج والی سرکار قبلہ عالمؒ کا سلسلہ شریف چشتیہ وشجرہ ہائے سلسلہ تصوف

حضور سرورِ کائنات سیدالمرسلین خاتم النبی ابوالقاسم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ)

حضرت مولائے کائنات شاہِ ولایت امیرالمومنین ابوالحسن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم (وصال ۲۱ رمضان ۴۰ھ)

ظاہری دوست

حضرت ابوبکر صدیقؓ

۱۔ سلمان فارسیؓ
۲۔ امام قاسم
۳۔ ابوبکر
۴۔ امام جعفر صادق
۵۔ ابویزید بسطامی
۶۔ ابوحسن خرقانی
۷۔ ابوعلی فارسدی
۸۔ یوسف ہمدانی
۹۔ عبدالخالق مجددانی
۱۰۔ خواجہ عارف دیوگری
۱۱۔ محمودالخیر قضوی
۱۲۔ خواجہ عزیزان علی
۱۳۔ محمد باباسمائی
۱۴۔ سیدامیر کلاں
۱۵۔ بہاؤالدین نقشبند
(سلسلہ نقشبندیہ)

حضرت عمرؓ — حضرت عثمانؓ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریمؓ

۱۔ خواجہ حسن بصری
۲۔ عبدالواحد بن زید — ممتاز فردوسی — ابواسحاق
۳۔ پیرشیخ محمد فضیل
۴۔ پیرابراہیم ادھم
۵۔ پیرشاہ ابوحذیفہ
۶۔ پیرشاہ ابوہریرہ
۷۔ پیرشاہ ممشاد
۸۔ پیرابواسحاق
۹۔ پیرابواحمد ابدال
۱۰۔ پیرابواحمد
۱۱۔ پیرابویوسف (لقب ناصرالدین)
۱۲۔ پیرشاہ مودود
۱۳۔ پیرخواجہ حاجی شیخ شریف
۱۴۔ پیرعثمان ہارونی
۱۵۔ پیرخواجہ معین الدین سنجری
۱۶۔ قطب الدین بختیار کاکی

۱۷۔ پیرفریدالدین گنج شکر

سلسلہ چشتیہ صابریہ

۱۸۔ پیرعلاؤالدین علی احمد صابر
۱۹۔ پیرشمس الدین ترکی
۲۰۔ پیرجلال الدین کبیرالاولیاء
۲۱۔ پیرعبدالحق
۲۲۔ پیرخواجہ محمد عارف
۲۳۔ پیرشیخ محمد
۲۴۔ پیرعبدالقدوس گنگوہی
۲۵۔ پیرجلال الدین محمود
۲۶۔ پیرنظام الدین بلخی
۲۷۔ پیرابوسعید
۲۸۔ پیرمحمد صادق
۲۹۔ پیرداؤد گنگوہی
۳۰۔ پیرعبدالقادر
۳۱۔ پیرابوالفتح
۳۲۔ پیرسیدنجم الدین
۳۳۔ پیرشہاب الدین
۳۴۔ پیرسیدفتح محمد
۳۵۔ پیرشاہ نواز
۳۶۔ پیرمحمد ناظم شاہ
۳۷۔ پیرسیدمحمد حسین شاہ گیلانی
۳۸۔ پیرسیدمحمد شاہ زمان سید الرزاقی چشتی صابری

سلسلہ چشتیہ نظامیہ

۱۸۔ خواجہ نظام الدین اولیاء
۱۹۔ خواجہ نصیرالدین
۲۰۔ خواجہ کمال الدین
۲۱۔ خواجہ سراج الدین
۲۲۔ خواجہ علم الدین
۲۳۔ خواجہ محمود راجن
۲۴۔ خواجہ جمال الدین جمن
۲۵۔ خواجہ جمال الدین حسن محمد
۲۶۔ خواجہ قطب الدین شمس الدین
۲۷۔ خواجہ یحییٰ مدنی
۲۸۔ خواجہ کلیم اللہ جہان
۲۹۔ خواجہ نظام الدین
۳۰۔ خواجہ فخرالدین
۳۱۔ خواجہ نورمحمد قبلہ عالم
۳۲۔ خواجہ محمد سلیمان تونسوی
۳۳۔ خواجہ شمس الدین سیالوی
۳۴۔ حضرت خواجہ پیرسیدمہرعلی شاہ قبلہ عالمؒ
گولڑہ شریف حسنی گیلانی ۱۲۷۵ھ تا ۱۳۶۵ھ
۲۹ صفر۔

۱۷۔ بدرالدین غزنوی
۱۸۔ امام الدین ابدالی
۱۹۔ شہاب الدین
۲۰۔ شرف الدین بوعلی قلندر
سلسلہ قلندریہ

امام حسن علیہ السلام — امام حسین علیہ السلام

حبیب عجمی
داؤد طائی
شیخ معروف کرخی
سری الدین سقطی
ابی القاسم جنید
ابوبکر خلف بن مجدد
ابوالفضل عبدالواحد
ابوالفرج طوسی
ابی الحسن ہکاری
ابوسعید بن علی المبارک
محبوب سبحانی سیدنا ابی محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

خلافت سلسلہ قادریہ

شیخ شہاب الدین سہروردی
(سلسلہ سہروردیہ)

اولاد

۱۔ عبدالوہاب
۲۔ سیف الدین
۳۔ ابوالنصر
۴۔ سیدصوفی
۵۔ سیدعارف احمد
۶۔ مسعود شاہد
۷۔ سیدعلی شاہ
۸۔ سیدمیراں
۹۔ شمس الدین
۱۰۔ شاہ محمد
۱۱۔ غوث وارث
۱۲۔ سیدمارک
۱۳۔ معروف شاہ (قادریہ نوشاہیہ)
۱۴۔ سخی سلیمان
۱۵۔ نوشوپاک (قادریہ نوشاہیہ)

۱۔ عبدالرزاق
۲۔ عبدالجبار
۳۔ صادق یحییٰ
۴۔ نجم الدین
۵۔ عبدالفتاح
۶۔ عبدالستار
۷۔ عبدالبقا
۸۔ عبدالجلیل
۹۔ عبدالرحمٰن
۱۰۔ سلطان باہو
۱۱۔ سیدمبارک
(سلسلہ قادریہ)

امام حسین علیہ السلام

۴۔ امام زین العابدین علیہ السلام
۵۔ امام باقر علیہ السلام
۶۔ امام جعفر صادق علیہ السلام
۷۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
۸۔ امام علی موسیٰ علیہ السلام
۹۔ امام محمد تقی علیہ السلام
۱۰۔ امام محمد نقی علیہ السلام
۱۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام
۱۲۔ ظہور امام مہدی وعیسیٰ علیہ السلام

باطنی دوست

حضرت خواجہ اویس قرنیؓ — حضرت وھیا قلبی — شاہ عقیق — حضرت بلالؓ

آئمہ کرام اہل بیت سے روحانی فیض لیا
۹۔ خواجہ معروف کرخی
۱۰۔ خواجہ سری سقطی
۱۱۔ ابوالقاسم جنید بغدادی
۱۲۔ خواجہ ابوبکر شبلی
۱۳۔ عبدالواحد
۱۴۔ علاؤالدین طرطوسی
۱۵۔ ابی الحسن علی بن محمودا
ابوسعید بن علی المبارک
سلسلہ قادریہ امامیہ

سلطان العارفین حضرت پیر سید محمد حسین شاہ المعروف تاج والی سرکار دربار عالیہ لڈھراں شریف تحصیل گوجرہ اور حضرت سید پیر مہر علی شاہ رزاقی مجدد العصر درگاہ غوثیہ گولڑا شریف اسلام آباد کے شجر ہائے نسبی وتصوف علی الترتیب غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی سے ۲۶، ۲۵ واسطوں سے ۳۷، ۳۶ واسطوں سے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن مثنیٰ سے جاملتا ہے۔ سیدنا مہر علی شاہ کا شجر ہائے نسبی کتاب میں شامل ہے۔ آپ کی والدہ سیدہ معصومہ صوفیہ کا ہمارے خاندان پاک گیلانیہ رزاقیہ کے اٹھارویں بزرگ سید شمس الدین سے جاملتا ہے۔ رب کریم سے دعا ہے کہ دونوں سادات خاندان آباد وشاد رہیں اور اپنے دینی فرائض بااحسن الطریق ادا کرتے رہیں۔ (پیر محمد شاہ زمان سید)

نوٹ: سید عبدالرزاق کے فرزند صالح نصر تھے اور صالح نصر کے بیٹے سید جمال الدین علی جن کے دو بیٹے تھے سید مودود جن سے سید مہر علی شاہ کا سلسلہ نسب ہے۔ دوسرے بیٹے سید مشتاق احمد سوہاوی جن سے اعلیٰ حضرت سید محمد حسین شاہ تاج والی سرکار کا سلسلہ نسبی جاملتا ہے۔

مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ ؓ

حضرت علی مولائے کائنات شاہِ ولایت امیر المومنین ابوالحسن علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کا یوم وصال ۲۱ رمضان ۴۰ھ ہے۔ آپ علم طریقت میں شانِ عظیم وارفع انمول حقائق کی تشریح میں درجہ کمال تک دسترس رکھتے تھے۔ بقول سلطان العارفین جنید بغدادی، حضرت علی اولیاء اللہ، اہل تصوف کے رہنما اور امام ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مکتوبات شریفہ دفتر سوئم مکتوب ۱۲۴ میں تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے (قرب الٰہی) کے دو راستے ہیں۔ پہلا راستہ قرب نبوت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راستے کے واصلان انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اپنی امت میں جس کو چاہیں دولت وصل سے نواز دیں اور دوسرے راستے کو راہِ سلوک کہا جاتا ہے۔ اس راہِ مستقیم کے واصلین کے پیشوا اور رہبر اور اُن کے فیض کا منبع وسرچشمہ حضرت علی المرتضیٰ ہیں حضرت سیدہ فاطمہ حضرات حسنین ؓ اس اعلیٰ وارفع مقام میں مولا علی کے ساتھ شامل ہیں۔ اس راہ سلوک کے واصلین آپ ہی کی روحانیت کے توسل سے منزل مقصود (معرفت وقرب ربانی) تک پہنچتے ہیں۔ آپ کے بعد یہ منصب اعلیٰ آپ کی اولاد حسنین کریمین کو تفویض ہوئے پھر یکے بعد دیگرے اہل بیت، اولیاء کرام کو عطا ہوئے۔ حضرت غوث اعظم کو قطبیت کبریٰ پر فائز کیا گیا۔ سیدنا غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی کی نیابت سے درجہ بدرجہ مقامات تصوف حاصل ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مقام صبر وفقر، جذب و ولایت کے فاتح اوّل سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اُن کی اولاد ہے۔

حدیث خم غدیر مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ جس کا مَیں محبوب ہوں یہ علی بھی اُس کا محبوب ہے۔ الٰہی جو اس کے

ساتھ محبت رکھے تو بھی اُس کے ساتھ محبت رکھ اور جو اُس کے ساتھ عداوت کرے گا تو بھی اُس کے ساتھ عداوت رکھ اس کے علاوہ حدیث ہے **انا مدینۃ العلم و علی بابھا** میں علم (ولایت) کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے۔ ولایت سے علوم مقدسہ مراد ہیں مولا سے مراد لازم الوہیت اور اُس پر حق کے ساتھ بقا ہو۔ ایک مرتبہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ آپ ﷺ نے واضح طور پر یہ فرمایا کہ میرے بعد علی ہر مومن کا ولی ہے۔ آپ عرفان القرآن کی تعلیم وحکمت کے باب علم ہیں۔ تعلیم کے پانچ حروف (ت ع ل ی م) کا سرچشمہ پنجتن اور اس میں ع ل ی (علی) پوشیدہ ہیں۔

فضائل اہل بیت وعلی المرتضیٰ: بخاری شریف میں خلیفہ اوّل شیخ الاسلام صدق وصفا امام صدیقین اہل تحقیق بحر محبت رسول اللہ کے غریق وغواص ابوبکر عبداللہ بن عثمان صدیق اکبرؓ فرمایا کرتے تھے **ارقبوا محمدا فی اهل بیته** اے مسلمانوں نبی کریم کے اہل بیت آنحضرت کا احترام اور ادب ملحوظ رکھو۔ نیز فرمایا مجھے اپنی قربت سے آنحضرت ﷺ کی قرابت زیادہ عزیز ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے حضور نبی پاک ﷺ کی اہل بیت سے اکثر محبت کا اظہار کیا۔ شفاء مصنفہ قاضی عباس میں ہے کہ صدیق اکبر محبت واحترام سے حضرات حسنین کو اپنے کندھوں پر اٹھایا کرتے تھے۔ میرے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ کی شان حضورِ اکرم کی حدیث مبارکہ **انا مدینۃ العلم و علی بابھا** کے مطابق نور کا عکس نور ولایت کے آئینہ میں عیاں ہے۔ حالت مراقبہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کو القا ہوا کہ آپ کو مولا کریم کی طرف سے چار خوبیاں ودیعت کی گئی ہیں شجاعت، امامت، سخاوت اور ولایت مولائے کائنات کی طرف سے تقسیم وراثت میں سے امام حسن عنہ کو سخاوت اور ولایت عطا ہوئی اور امام حسین عالی مقام کو شجاعت اور امامت

ملی۔ ان خوبیوں کی جھلک دونوں شہزادوں میں نمایاں تھیں۔ انہوں نے اپنی ذاتی ولایت کا درس خواص کو دیا اور عالم اسلام میں آل رسول کے اس گھرانے کی بدولت کوئی غوث، قطب، ابدال اور اولیاء اللہ بن گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے ہمیشہ اصول، انصاف اور حرمت دین کو مقدم رکھا آپ کے حقیقی وارثوں نے کبھی اقتدار کی خواہش نہیں کی کیونکہ وہ روحانیت وولایت کے خزانے سے مالا مال تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ سے کسی نے دریافت کیا کہ سب سے اچھا عمل کونسا ہے۔ آپ نے فرمایا **غِنَاءُ الْقَلْبِ بِاللّٰهِ تَعَالٰی** اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کو تونگر (امیر) بنانا جو دل خدا کے ساتھ غنی ہوتا ہے نہ اُسے دنیا کی نیستی (فنا ہوجانے والی) پریشان کرسکتی ہے اور نہ دنیا کی ہستی خوش کرسکتی ہے۔ یعنی غمی ہو یا خوشی وہ ہر حال میں اپنے رب کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ لہٰذا اہل طریقت کو چاہیے کہ عبادت کے حقائق، روحانی باطنی ارشارات کے (پیچیدہ نکات) دقائق اور آخرت کا زادِ راہ جمع کر کے تقدیر الٰہی کے سامنے اللہ کی مصلحت کو مدنظر رکھے۔ آپ علم وحکمت، عرفان القرآن ولایت عظمیٰ کے مخزن تھے۔ یہ فیضان آپ کو براہِ راست صحبت وقربتِ رسول ﷺ سے عطا ہوا۔

منقول ہے کہ کسی نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے عرض کیا اے امیر المومنین مجھے کوئی وصیت فرمائیے کہ کام آئے، آپ نے فرمایا۔ اپنے اہل وعیال میں بہت زیادہ کھو جانا تیرا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ نہ بن جائے۔ ہاں اگر تیرے اہل وعیال اولیاء اللہ میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے وہ اپنے نیک بندوں (ولیوں) کے اعمال صالح کو ضائع نہیں کرتا۔ اگر وہ دشمن خدا ہیں تو اُس کے دشمن سے کیا لینا دینا، حضرت عائشہ صدیقہ اُم المومنین نے اپنے والد صدیق اکبر سے پوچھا کہ آپ اکثر علی المرتضیٰ کے چہرے کو تکتے رہتے ہیں۔

آپ نے جواب دیا یہ فرمان رسول اللہ ہے کہ علی (کرم اللہ وجہ) کو دیکھنا عبادت ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے تقریباً تمام غزوات میں حضرت ﷺ کے ہم رکاب رہ کر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ درہ خیبر یہودیوں کا مضبوط قلعہ تھا جس کو فتح کرنے کا سہرا حضرت علی المرتضیٰ کے حصہ میں آیا غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ نے اپنا نائب بنا کر مدینہ میں چھوڑا تو آپ مغموم اور افسردہ ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی (کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کے ساتھ تھی) تمام اولیاء اور آئمہ اہل بیت علوم فقہ، حدیث، تفسیر، سیرت و اخلاق اللہ، علم تعبیر و اعداد، بلاغت و مطالب وغیرہ کے علوم جفر و قیافہ خصوصاً علم تصوف بھی حضرت موصوف کے مرہون منت نظر آتے ہیں الغرض نقشبندیہ سلسلہ حضرت امام جعفر کے واسطے سے صدیق اکبر سے منسلک ہے۔ دیگر تمام سلاسل طریقت براہ راست امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب سے وابستہ ہیں۔

شہر علم کے باب ہیں راز داں علی
مصطفیٰ کے فیض کا سیلِ رواں علی
گذرے بابِ علم سے غوث و قطب و ولی
ولایت کے شہسوار ہیں شاہ زماں علی

محمد شہر علم ہیں تو اُن کے در ہیں علی
قربت حق و رسالت کی رہگذر ہیں علی
جان پیغمبر دیں قوتِ داور ہیں علی
شاہ زماں بے گماں میرے رہبر ہیں علی

سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث الثقلین قدس سرہٗ

غوث اعظم سیدنا محی الدین ابی محمد عبدالقادر جیلانی کی ولادت رمضان ۴۷۱ھ بمقام قصبہ جیلان طبرستان میں ہوئی۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے والد سید عمادالدین ابوصالح نصر ولی کامل تھے۔ ان سے ایک دلچسپ روحانی واقعہ قابل تحریر ہے۔ آپ بسلسلہ عبادات و ریاضیات ایک دریا کے کنارے جا رہے تھے۔ فقیری حالت میں کئی دنوں سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ آپ نے دریا کے کنارے ایک سیب پڑا پایا اور اٹھا کر کھالیا۔ دل میں خیال آیا یہ سیب کسی کی امانت نہ ہو۔ اس کا مالک یہاں رکھ کر بھول گیا ہو۔ اسی خیال میں آگے چل پڑے دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک سیب کے پھلوں کا باغ ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ باغ سید عبداللہ کا ہے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ کی دیانتداری اور سادگی سے متاثر ہو کر آپ نے معافی کی شرط لکھی کہ کچھ عرصہ باغ کی رکھوالی کرو۔ مقرر کئیے ہوئے عرصہ گذرنے کے بعد آپ دوبارہ معافی کے طلبگار ہوئے تو سید عبداللہ نے کہا کہ ایک شرط باقی ہے وہ یہ کہ میری لڑکی معذور، اندھی، بہری اور لنگڑی ہے، اُسے نکاح میں قبول کرو۔ حضرت ابوصالح نصر نے شرط قبول کرلی۔ بعد از نکاح اپنی بیوی کو بے عیب اور خوبصورت پایا۔ آپ کو پریشان حیران دیکھ کر لڑکی کے والد نے وضاحت کی کہ میں نے جو عیوب بتائے تھے وہ آزمانے کیلئے تھے۔ میری بیٹی فاطمہ نے آج تک کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا، نہ کوئی خلاف حق بات سنی اور نہ ہی گھر سے قدم باہر رکھا ابوصالح نصر اپنی بیوی کی پاکبازی سے بہت خوش ہوئے۔

اظہار تشکر کیا حضرت غوث اعظم پیدائشی ولی تھے۔ اکثر بچپن میں روحانی مشاہدے اور غیر معمولی واقعات پیش آئے۔ سکول جاتے ہوئے اپنے پیچھے کچھ سائے چلتے

دیکھتے تھے وہ دراصل نوری فرشتے تھے جو آپ کی حفاظت پر مامور تھے۔ اسکول کے بچوں کے ساتھ کھیلنے کو جی چاہتا تو کانوں میں ندا آتی اِلَیَّا مبارک اے برکت والے میری طرف آ۔ آپ سہم جاتے اور کھیل کا خیال ترک کر دیتے۔ تعلیم کا بے حد شوق تھا۔ حاجیوں کا قافلہ دیکھ کر والدہ ماجدہ سے بغداد قافلے کے ساتھ تحصیل علوم کیلئے جانے کی اجازت مانگی۔ والدہ نے چالیس سکے دینار آپ کے کرتے میں سی دیئے اور نصیحت کی کہ ہمیشہ سچ بولنا اور تمہیں خدا کے سپرد کر دیا۔ راستے میں قافلے والوں کو ڈاکوؤں کے گروہ نے لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے اٹھارہ سال کے طالب علم سے پوچھا کہ لڑکے تیرے پاس بھی کچھ ہے۔ آپ نے کہا ہاں چالیس دینار ہیں۔ سردار بہت متاثر ہو کر کہنے لگا کہ تم نے اپنے کرتے میں چھپائے ہوئے دینار کا کیوں بتا دیا۔ آپ نے فرمایا جب میں گھر سے چلا تو میری والدہ سے مجھ سے سچ بولنے کا وعدہ لیا تھا۔ یہ سن کر ڈاکو پر رقت طاری ہوگئی اور کہنے لگا ماں کے ساتھ عہد کا اتنا پاس جبکہ میں اپنے خالق کے ساتھ روزِ میثاق پر کئے ہوئے وعدے کو اس دنیا میں آ کر بھول گیا ہوں۔ یہ کہہ کر اُس نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کر لی۔ بغداد میں حصولِ تعلیم اور کھانے پینے میں چالیس دینار جلد ہی ختم ہوگئے تو اسی دوران بادشاہ کے محلات کے کھنڈرات میں ستر اولیاء اللہ کو سرگرداں دیکھا۔ اُن کو اپنے مشاہدات میں مشغول دیکھ کر واپس آئے تو ایک آشنا سے جو آپ کی تلاش میں تھا ملا اور سونے کا ایک ٹکڑا دیا۔ جو والدہ محترمہ نے مرتے وقت آپ کیلئے بھیجا تھا۔ آپ نے اُس قیمتی سونے کو فروخت کر کے کھنڈرات کے پاس فقراء کی خدمت کی۔ گیارہ سال تک شب و روز عبادت، ریاضت، مجاہدات ایک پرانے ویران برج میں بیٹھ کر چلے کئے اور نفس کو بھوکا رکھ کر اپنے پروردگار سے عہد کیا کہ اس کو بھوکا رکھوں گا جب تک کوئی نہ کھلائے۔ چالیس روز کی چلہ کشی کے بعد کوئی شخص آیا اور کھانا میرے سامنے رکھ

کر چلا گیا۔ میں نے کھانے کی طرف توجہ نہ کی تو نفس بھوک کے مارے نڈھال ہو کر شور مچانے لگا اسی اثنا میں شیخ ابوسعید مخزومی ادھر سے گذرے تو پوچھا یہ شور کیا ہے۔ میں نے جواب دیا یہ اضطرابِ نفس ہے مگر روح و قلب مطمئن ہو کر یادِ الٰہی میں خوش ہیں۔ انہوں نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور چلے گئے۔ دل میں خیال آیا کہ کوئی خود لینے نہ آئے گا اُس وقت تک نہ جاؤں گا۔ دیکھا حضرت خضر علیہ السلام آئے اور مجھے حضرت ابوسعید کے مکان پر لے گئے۔ شیخ ابوسعید نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ عبدالقادر میرا کہنا کافی نہ تھا کہ خضر علیہ السلام کی رہنمائی کی ضرورت پیش آئی، یہ کہہ کر خود مجھے کھانا کھلایا۔

ویران کھنڈرات کسریٰ میں خلوت نشینی کے دوران شیطانی قوتیں حضرت غوث اعظم کو عبادات الٰہی سے غافل کرنے کے درپہ رہیں مگر اپنے علم باطن اور روحانی استقامت متابعتِ رسول اکرم ﷺ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی پیروی میں دنیا و مافیہا کی رعنائیوں اور دلربائیوں کی دلکش حسینہ کو کہا مجھ سے دور رہو میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں۔ تائید ایزدی سے وہ دلربا حسینہ واپس لوٹ گئی تو آپ نے فرمایا۔

عشق فارغ کرد از دنیا و مافیہا مرا
کے تو اند برد ازرہ عشوہ دنیا مرا

۴۸۹ھ میں خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے عہد میں بغداد تشریف لائے اور تئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں آپ کی ظاہری اور باطنی علوم و تصرف کی تکمیل فرما کر اللہ نے آپ کو محی الدین کے غیبی لقب سے سرفراز کیا۔ ۵۱۱ھ کا واقعہ ہے کہ سفر میں ننگے پاؤں بغداد کی جامعہ مسجد کی طرف آ رہا تھا تو ایک نہایت لاغر نحیف بیمار کے قریب سے میرا گذر ہوا تو اُس نے کہا السلام علیک یا عبدالقادر میں نے سلام کا جواب دیا۔ کہنے لگا مجھے اٹھاؤ۔ میں نے اٹھا کر بٹھا دیا تو اچانک اُس کا چہرہ بارونق اور فربہ ہوگیا میں حیران ہوا تو کہنے لگا حیرانی کی بات

نہیں میں آپ کے جد پاک ﷺ کا دین ہوں جو مردہ ہو رہا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ مجھے نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔ آپ محی الدین ہیں (دین کو زندہ کرنے والے) جب میں جامعہ مسجد کی حدود میں داخل ہوا تو ایک شخص نے مجھے برہنہ پا دیکھ کر اپنا جوتا مجھے پہنا دیا اور با آواز بلند مجھے یا سیدی محی الدین کے نام سے پکارا نمازِ جمعہ ختم ہوئی تو لوگ دوڑتے ہوئے میری طرف آئے اور یا محی الدین محی الدین پکارتے ہوئے میرے ہاتھوں کو بوسے دینے لگے۔ دین اسلام ظاہری اعمال اور باطنی اعتقاد و ایمان کا ایک جامع نظام ہے اس نظام کی تجدید و احیاء کا فریضہ ادا کرنے والوں کی فہرست میں بہت سے کاملین کے اسمائے گرامی پائے جاتے ہیں مگر محی الدین (احیائے کامل) کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ آپ بغداد میں ہفتہ وار تین مجالس منعقد فرماتے تھے با آواز بلند واعظ فرماتے سامعین پر وجدانی کیفیت اور رقت طاری ہو جاتی تھی۔ دورِ حاضر کے ایک بہت بڑے سائنسدان کا تذکرہ سابقہ مضمون وحدت الوجود میں آ چکا ہے۔ کائنات کی بے شمار کہکشاؤں میں ایک ایسا کہکشاں دریافت کیا جو زمین سے دو کروڑ نوری سال کے فاصلے پر ہے کیونکہ وہاں روشنی فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار طے کرے تو دو کروڑ سال میں پہنچے گی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ قصیدہ غوثیہ میں سراج منیر حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں کہ میری نظر میں اللہ تعالیٰ کی تمام کائنات ہتھیلی پر ایک رائی کے دانہ کے برابر ہے۔ حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی المعروف غریب نواز فرماتے ہیں کہ حشر کے دن سو سائنس دانوں کی عمروں کا حساب طرفۃ العین میں ختم ہو جائے گا مگر عاشق کی زندگی کے ایک لمحے کا حساب سو حشر بھی برپا ہوں تو ختم نہیں ہو سکتا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے خراساں کے پہاڑوں کی وادی میں مجاہدات چلہ کشی کے دوران روحانی طور پر غیبی آواز سنی کہ دنیائے ولایت کے شہنشاہ غوثِ اعظم اپنے مہمان خانے میں وعظ فرماتے ہوئے حالت کشف آفاقی میں فرمایا قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰه میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو خواجہ معین

الدین نے اپنی گردن سے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔ قَدَمَاتَ عَلٰی رَاسِیْ وَ عینی آپ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر آپ کو روحانی طور پر منکشف ہو گیا اور فرمایا کہ سید غیاث الدین (خالو) کے بیٹے (چچا زاد برادر) نے سر تسلیم ختم کرنے میں سبقت کی جس کے باعث وہ عنقریب سلطان ہند کی ولایت کبریٰ سے سرفراز ہونگے۔

اصفہان کے ایک ولی اللہ شیخ صنعان نے غوث اعظم کے فرمان کو تسلیم کرنے میں تامل کیا تو اُن کی ولایت سلب ہو گئی بالآخر اُن کے ایک ارادت مند کی سفارش سے آپ نے متوجہ ہو کر شیخ صنعان کو کفر سے بچا لیا۔

غوث اعظم کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مقام جذب و ولایت کے فاتح اول قرار دیتے ہوئے جناب سیدہ فاطمہ زہرا، حسنین شریفین اور اہلبیت کرام قطبیت سے بالا درجے پر ہیں امت نبوی کے اولیائے عظام میں راہِ جذب و وجدان کی تکمیل کے بعد جس شخص نے کامل و مکمل طور پر نسبت اویسیہ کی طرح خاص رجوع سے استقامت دکھائی وہ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔ ایک مجلس میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ڈیڑھ سو سال کے بعد بخارا میں ایک درویش بہاؤالدین نامی نقشبندی پیدا ہوگا جو میدان سلوک کا شہسوار ہوگا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے، جو غوث اعظم کے رشتے میں خالہ زاد بھائی ہیں، اشعار لکھے۔

یا غوث معظم نور ہدیٰ مختار نبی مختارِ خدا
سلطان دو عالم قطب علیٰ، حیراں ز جلالت ارض و سما
گرداد مسیح بہ مردہ رواں جاری تو بدین محمدؐ جاں
ہمہ عالم محی الدیں گویاں بر حسن و جمالت گشتہ فدا

حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری عرض گذار ہیں۔

من آمدم بہ پیش تو سلطانِ عاشقاں
ذاتِ تو ہست قبلہ ایمانِ عاشقاں
در ہر دو کون جُز تو کسے نیست دستگیر
دستم بگیر از کرم اے جانِ عاشقاں

غوث اعظم کے حضور نذرانۂ عقیدت از پیر سید نا محمد شاہ زمان سید مصنف موصوف۔

غوثِ اعظم فیض عالم نورِ حق جانِ جہاں
مصطفیٰ کے فیض کا آپ ہیں سیلِ رواں
علم کا مخزن حلم کا ایک بحرِ بیکراں
چومتا ہے آپ کی پیشانی کو جھک کر آسماں
منبع علم و عرفان مخزن سر نہاں
مرجع ہر خاص و عام آپ کا ہے آستاں
عرفان الٰہی کا مصنف عارف عرفان القرآں
طلبگارِ فیض ہے آپ کا یہ ترجماں
آپ ہیں پیروں کے پیر رہنمائے کاملاں
آپ کی نظر کرم سے شاہ زماں قطبِ زماں

سید تاج الدین عبدالرزاق

حضرت غوث اعظم کے منجھلے فرزند سید تاج الدین قدس سرہ العزیز اپنے وقت کے مشائخ عظام میں سے ہوئے ہیں۔آپ مفتی اعظم عراق کے لقب سے مشہور تھے۔ آستانہ عالیہ غوثیہ بغداد شریف کی سجادگی و تولیت کا شرف آپ کی اولاد کو حاصل رہا۔آپ کے دوسرے فرزند عبدالوہاب ہیں جن سے سلسلہ قادریہ سلطان العارفین سخی سلطان باہو تک پہنچا۔آپ کے ایک اور فرزند سید جمال الدین المعروف حیات المیر زندہ پیر والد کے وصال کے بعد عام لوگوں کی نظروں سے روپوش ہوگئے تھے۔مگر ان کے بیٹے سید جمال الدین جو غوث اعظم کی شکل وصورت سے بہت مشابہ تھے اُن سے سید مقیم شاہ حجرہ شاہ مقیم اور امام بری لطیف نور پور اسلام آباد نے کسب فیض حاصل کیا۔

سید عماد الدین ابو صالح نصر

سید ابو صالح نصر سید عبدالرزاق کے دوسرے فرزند تھے۔آپ بھی مفتی اعظم عراق کے منصب پر فائز رہے۔ان کے صاحبزادے سید جمال الدین علی بغدادی تھے۔ سید علی کے دو صاحبزادے سید مشتاق احمد سوہاری اور سید داؤد تھے۔سید داؤد کا سلسلہ نصب پیر مہر علی شاہ سے جا ملتا ہے اور سید مشتاق احمد سے سلسلۂ نسب سلطان العارفین بابا پیر سید محمد حسین شاہ تاج والی سرکار تک پہنچا جو میرے والد گرامی مرشد کامل ہیں۔

حضرت اویس قرنیؒ

تابع تابعین کے آئمہ طریقت اور اہل تصوف کے مشائخ عظام میں سے آفتابِ امت حضرت خواجہ اویس قرنی رسول اکرم ﷺ کے باطنی دوست تھے جن کے بارے میں آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ قرن میں ایک اویس نامی مردِ خدا عاشق رسول ہے جسکی شفاعت سے روزِ قیامت کو قبائل ببیعہ اور مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری اُمت جنت میں داخل ہوگی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ میرے وصال کے بعد میرا جُبّہ اُسے دے کر میرا سلام پہنچانا اور کہنا میری اُمت کیلئے دعا کریں۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد دونوں حضرات مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حضرت عمر نے دوران خطبہ زائرین سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی قرن کا رہنے والا ہے اور حضرت اویس نامی شخص کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس نام کا ایک خلوت پسند دیوانہ ہے جو ویرانے میں ہمارے اونٹوں کے پاس رہتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم اور حضرت علی المرتضیٰ دونوں قرن میں اویس قرنی کے پاس پہنچے۔ وہ نماز میں مصروف تھے۔ فارغ ہوئے تو سلام کے بعد حضور اکرم ﷺ کا سلام اور امت کیلئے دعا کی وصیت پہنچائی۔ اویس قرنیؓ نے فرمایا آپ نے بڑی تکلیف وزحمت فرمائی اب آپ حضرات جایئے قیامت نزدیک ہے وہاں ہمیں ایسا دیدار ہوگا جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اب میں قیامت کا راستہ بنانے اور اسے صاف کرنے میں مشغول ہوں اور نصیحت فرمائی کہ اپنے دل کی حفاظت کرو محبت الٰہی کیلئے خلوت اور یکتائی میں سلامتی ہے اس لئے کہ دل تنہا ہو تو وہ غیر کے فکر و اندیشہ سے بے پروا اور دنیا کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ تنہائی خلوت نشینی اور یکتائی صاف دل بندہ کی صفت ہے۔

سنو اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ ؕ (۳۶:۳۹) (کیا اللہ بندے کیلئے کافی نہیں ہے)۔ اس ملاقات کے بعد حضرت اویس کا بھید لوگوں کو معلوم ہوا حضرت اویس قرنی کے مقام ولایت کا ثبوت اس حکایت سے واضح ہو جاتا ہے۔ ایک شخص حضرت اویس قرنی کے پاس زیارت کیلئے آیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا آپ کے اردگرد بھیڑ بکریوں کی نگرانی کر رہا ہے وہ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اُس شخص نے پوچھا یہ کیا ماجرہ ہے کہ لوگوں نے اپنی بھیڑ بکریاں آپ کی حفاظت میں چھوڑ رکھی ہیں اور آپ ہمہ وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور حفاظت اور نگرانی ایک خونخوار درندے کے حوالے کی ہوئی ہے۔ آپ نے جواب دیا سادہ سی بات ہے جو بندہ رب کے کام میں لگ جائے تو رب کی مخلوق اُس کے کام میں لگ جاتی ہے۔ میرے رب کو میری باطنی کیفیت کا علم ہے مَیں اُس کی عبادت اور یاد میں مصروف کار ہوں تو اُس نے بھیڑئے کو کتے کی صفت دے کر اُسے اس ریوڑ کی نگرانی کے کام پر لگا دیا ہے۔ اللہ کا دوست ولی وہ ہوتا ہے جو اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دے۔ جو اللہ کا ولی ہے اللہ اُن کا والی بن جاتا ہے اور صاحب ولایت بنا دیتا ہے جو کوئی اُن کے پاس دعائے حاجت روائی کیلئے جاتا ہے تو اللہ حسب الوعدہ حاجت روائی کا کام اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم دریا کی مچھلیوں کو حکم دے کہ میری سوئی پانی سے نکال لاؤ تو اُن کے حکم کی فوراً تعمیل ہوتی ہے۔

جام رحمت انہیں بھر بھر کے عطا ہوتے ہیں
تیرے نزدیک جو مقبول رضا ہوتے ہیں
شاہ زماں پل کے صدف میں ہی گہر بنتے ہیں
وہی قطرے جو کہ دریا میں فنا ہوتے ہیں

حضرت حسن بصریؒ

حضرت ابوالحسن بصری تبع تابعین آئمہ طریقت میں سے امام عصر رسول اللہ کے قریب ترین دور سے واصل ہیں۔ آپ عالم، عابد، جامع و بلند مقام کے حامل تھے۔ اہل طریقت کے درمیان آپ کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ علم سلوک میں آپ کے لطیف اشارات ہیں۔ آپ خوبصورت اور منفرد، بہادر، عابد، صاحب علم ولایت اور فصیح تھے۔ سلسلہ تصوف میں حضرت علی المرتضیٰ سے بیعت تھے۔ اکیس ہجری میں پیدا ہوئے جب حضرت فاروق اعظم کی خلافت کے دوسال باقی تھے اور ۱۱۰ھ یا ۱۲۰ھ کو انتقال فرمایا۔ مولائے علی المرتضیٰ سے تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور معرفت الٰہیہ کی تعلیم لی۔ آپ نے بڑے بڑے نامور اصحابہ کو بہت قریب سے دیکھا اور اُن کی صحبت فیض رساں سے فیض یاب ہوئے۔ ایک روایت ہے کہ حسن بصری کی والدہ ماجدہ نبی اکرم ﷺ کے ازواج مطہرات کے گھروں میں کام کیا کرتی تھیں چونکہ گھر مسجد نبوی سے تین چار میل کے فاصلے پر تھا اس لئے اپنے ننھے بچے حسن بصری کو ساتھ لے آتیں جب وہ رونے لگتے تو اُم المومنین حضرت اُم سلمہ آپ کو گود میں لے کر پیار کرتی اور اپنا دودھ بھی پلاتیں۔ اس طرح حسن بصری کو حضور ﷺ کا رضائی بیٹا ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ کو خلفائے راشدین حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی اس لئے آپ براہ راست اصحابہ کے فیض یافتہ ہیں۔ آپ کو قرآن کے اعراب لکھنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ایک حکایت آپ سے منسوب ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بصری نے ایک دیہاتی کے سوال پر فرمایا صبر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک مصیبت پر صبر کرلینا دوسرا صبر اُن پر کرنا جس کو اللہ نے نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ دیہاتی شخص نے کہا۔ مَیں نے آپ سے بڑھ کر کوئی زاہد نہیں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا میرا زہد پسندیدہ چیزوں میں ہے۔ میرا صبر بے قراری میں ہے۔ دیہاتی نے کہا آپ کی بات سے میرا اعتقاد متزلزل ہوگیا ہے۔ آپ اپنے قول کی

وضاحت فرمائیں۔ بلاؤں اور مصیبت پر صبر اور ممنوع چیزوں سے کنارہ کشی اطاعت کی وجہ سے ہے کہ کہیں آتش دوزخ میں نہ ڈال دیا جاؤں اگر اطاعت میں کوتاہی ہوجائے میرا دوسرا صبر بے قراری اور آخرت کی رغبت سے ہے۔ اصل خوشی ومسرت اس بات میں ہے کہ دنیا میں اپنے نصیب مقدر پر قناعت کرے یہ صبر حق تعالیٰ کیلئے ہو نہ کہ آتش دوزخ کے ڈر سے اور زہد وعبادت جنت کی خواہش کی بجائے خالص اللہ کے ہی کیلئے ہو۔ آپ نے مزید فرمایا کہ بُروں کی صحبت نیکیوں سے بدگمانی پیدا کرتی ہے۔ اس لئے بری صحبت سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ صوفیاء کے تمام افعال اور اعمال اطاعتِ الٰہی میں ہوتے ہیں۔ اُن کی زبان پر کلمہ حق، کلام حق سننا اور مشاہدہ جمال الٰہی کرنا مقصود ہوتا ہے۔ صوفیا کا طریقہ دنیا بھر میں برگزیدہ ہے اور اُن کی برکتوں سے دونوں جہاں کی مرادیں حاصل ہوتی ہیں۔ ہر شخص کو اپنے ہم جنسوں، ہم نفسوں سے ہی مراد ملتی ہے۔

ایک دفعہ حجاج کے ظلم سے بھاگ کر اپنے مرید حبیب عجمی کی خانقاہ میں تشریف لائے۔ حجاج کے سپاہی تعاقب کرتے ہوئے اندر گھس آئے اور حبیب سے پوچھا تم نے حسن بصری کو دیکھا فرمایا وہ میرے حجرے میں ہیں۔ سپاہیوں نے حجرے کے اندر کسی کو نہ پایا۔ سپاہی بار بار اندر گئے مایوس لوٹے اور چلے گئے۔ حسن بصری نے حجرے سے باہر آکر کہا حبیب آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں سے محفوظ رکھا۔ حضرت حبیب عجمی نے جواب دیا اے میرے مرشد حق تعالیٰ نے آپ کو میری برکت کی وجہ سے ظاہر نہیں کیا بلکہ سچ بولنے کی وجہ سے خدا نے آپ کو اس شر سے محفوظ رکھا۔ اگر جھوٹ کہتا تو اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو رسوا کرتا۔ حبیب عجمی نے اپنے مرشد سے علم طریقت ومعرفت کی تعلیم لی مگر عجمی زبان ہونے کی وجہ سے عربی زبان پر عبور نہ تھا اور تلاوت قرآن کریم پر آپ کو قدرت حاصل نہ تھی۔ حضرت حسن بصری نے دیکھا کہ خانقاہ پر اقامت کہہ کر مغرب کی نماز شروع

کر چکے تھے۔ آپ نے حبیب عجمی کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے گریز کیا۔ خواب میں حسن بصری کو حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اے حسن بصری تو نے میری رضا تو پائی لیکن قدر نہیں کی اگر اپنے مرید حبیب عجمی کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتا تو انکار کے خطرے سے محفوظ رہتا اور رضائے الٰہی سے سرفراز ہوجاتا۔

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ

حضرت بایزید بسطامی طیفور بن عیسیٰ بسطامی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو دوسری صدی ہجری کے ایک مشہور جلیل القدر صوفی اور عاشقِ رسول ہیں۔ آپ کا حال اور روحانی کیفیت تمام مشائخ طریقت میں اعلیٰ درجہ کا حامل ہے۔ آپ کی جلالت شان اور امامت مشائخ کاملان کے بارے میں حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام میں بایزید بسطامی کی شان ایسی ہے جیسے فرشتوں میں جبرئیل امین ہیں۔

آپ کے آباؤ اجداد بسطام کے رہنے والے مجوسی تھے لیکن آپ کے دادا نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسی حدیثیں روایت کی ہیں جن کا مقام اعلیٰ وارفع ہے۔ تصوف کے دس اماموں میں آپ کا نام شامل ہے۔ حقائق معرفت پر آپ کو کماحقہ دسترس حاصل تھی۔ تمام علوم ظاہر و باطن اور اِن کے احوال مراقبہ، مکاشفہ، جذب و وجدان کے شناور اور عارف تھے۔ آپ کا ابتدائی زمانہ شریعت میں زہد وعبادت، مجاہدات، ریاضیات اور تحصیل علم طریقت میں گذرا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال مجاہدے میں گذارے لیکن علم شریعت اور اس کی پیروی سے زیادہ سخت و دشوار کوئی چیز مجھ پر نہیں گذری علماء کا اختلاف میری راہ سلوک میں رکاوٹ کی بجائے رحمت بنا جس سے دین حق کی معرفت نصیب ہوگئی۔ علم کے ساتھ ایک قدم چلنا مشکل ہوتا ہے۔ شریعت کی راہ تمام

راستوں سے زیادہ باریک اور پرخطر ہے۔ بلند مقامات پر احول سے گذرنے والے کو کسی مشکل وقت شریعت ہی سہارا دیتی ہے۔ سب دعویٰ اور زبانیں گنگ اور خاموش ہوجاتی ہیں۔ اہل عشق کے نزدیک جنت ایک بے قدر و قیمت مخلوق ہے لیکن حق تعالیٰ کی محبت ایسی صفت رسول ہے جو غیر مخلوق ولا فانی ہے۔ اہل عشق کے نزدیک مخلوق بے معنی اور خالق حقیقی کی غیر مخلوق لافانی محبت اصل توحید ہے جس میں وجود ہستی کی دوئی ناممکن ہے۔ محبت میں وجود اور ہستی کا دخل رہے تو آفت ہے محبت کی بقا یکتائی ہونے میں جو بقائے محبت میں کامل طور پر فنا ہوجائے۔

حضرت بایزید خود اپنی حالت کیفیت بیان کرتے ہیں جب پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا تو خالی مکان (کعبہ) دیکھ کر گمان کیا کہ حج قبول نہیں ہوا کہ ایسے پتھر کے مکان دنیا میں بہت دیکھے ہیں۔ دوسری مرتبہ حاضر ہوا تو خانہ اور صاحب خانہ دونوں کو دیکھا سوچا کہ ابھی حقیقت توحید کی معرفت سے دور ہوں۔ تیسری بار حاضر ہوا تو خانہ کعبہ میں گھر والا ہی نظر آیا گھر نظر نہیں آیا۔

حاجی برہِ کعبہ و من طالب دیدار
او خانہ ہمی جوید و من صاحبِ خانہ

غیب سے ندا آئی اے بایزید خود کو دیکھا سارے عالم کو نہ دیکھا تو مشرک ہوگئے جب تم نے اپنی ہستی موہومہ سے نظر اٹھا کر سارے عالم کو دیکھا تو مشرک نہ ہوئے۔ اہم لطیف نقطہ درستگی حال میں قابل غور ہے۔

گر میں نہیں ماسوا میرے کیا ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر ہی خدا ہے
نقش حیات کائنات تیری نمودِ ذات ہے
تیرا ظہور صبح نور تیرا عدم ہی رات ہے

یہ جہانِ رنگ و بوشانِ جل جلال ھو
نورِ خدا سے چار سو روشن یہ ممکنات ہے
گم ہو کے وچ اُس دے یارا اپنی مَیں (انا) بھلاویں
حق دی میں نوں وارد کر کے آپ نفی ہو جاویں
لا موجود الّا اللہ ظاہر باطن جانو
گذر کے خود تھیں خود نوں پاناہر جا ذات پچھانو

حضرت داتا گنج بخشؒ

آپ کا زمانہ ۴۰۰ھ تا ۱۹ صفر ۴۶۵ھ ہے۔ آپ کا نام علی، کنیت ابوالحسن اور عرف داتا گنج بخش ہے۔ آپ ایک بلند پایہ صوفی بزرگ ہیں۔ داتا گنج بخش کی وجہ تسمیع کے بارے میں عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ جب خواجہ معین الدین چشتی کو دربار رسالت سے ہندوستان کی ولایت عطا ہوئی تو حکم ہوا کہ پہلے جا کر سید علی ہجویری کے روضہ مبارک پر اعتکاف کرنا اور ان سے فیض حاصل کر کے راجپوتانہ کے صحرا میں جا کر اسلامی جھنڈا نصب کرنا۔ چنانچہ خواجہ معین الدین چشتی نے آپ کے روضہ مبارک کے سامنے ایک کوٹھڑی میں چالیس دن تک اعتکاف کیا۔ چلہ کشی کے بعد وقت رخصت یہ شعر کہا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما

اسی وقت سے آپ گنج بخش کے نام سے مشہور ہوئے۔ حقیقت عام لوگوں کے خیال سے کچھ مختلف نظر آتی ہے۔ حضرت گنج بخش خود اپنی تصنیف " کشف الاسرار" میں فرماتے ہیں کہ "اے علی تجھے خلقت گنج بخش کہتی ہے اور تو ایک دانہ اپنے پاس نہیں رکھتا۔

اس بات کا خیال ہرگز دل میں نہ لا ورنہ محض دعویٰ اور غرور ہوگا۔ گنج بخش تو وہی ذات پاک (اللہ تعالیٰ) ہے اس کے ساتھ شرک سے بچنا ورنہ تیری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ بیشک وہ اکیلا خدا ہے جس کا کوئی شریک نہیں" ۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کی زندگی میں بھی یہ لقب مشہور تھا۔ خواجہ غریب نواز نے بھی اپنے شعر میں آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یہ لقب استعمال کیا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھ واسطوں سے حضرت علی سے جا ملتا ہے۔ سید علی ہجویری بن سید عثمان غزنوی بن سید علی بن عبدالرحمن بن سید عبداللہ بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن سید زید بن امام حسن بن حضرت علی۔ آپ فقہی اعتبار سے حنفی المذہب تھے۔

حضرت داتا گنج بخش کا سلسلہ طریقت نو واسطوں سے حضرت علی سے جا ملتا ہے۔ مخدوم حضرت سید علی ہجویری حضرت شیخ ابوالفضل غزنوی کے خلیفہ تھے۔ شیخ ابوالفضلؒ حضرت علی حضرمکی کے مرید تھے۔ حضرت مکی حضرت ابوبکر شبلیؒ سے بیعت تھے اور وہ حضرت جنید بغدادیؒ سے بیعت تھے۔ حضرت بغدادیؒ اپنے ماموں خواجہ سری سقطیؒ کے مرید تھے اور خواجہ سقطیؒ خواجہ معروف کرخیؒ سے بیعت تھے۔ خواجہ کرخیؒ نے حضرت داؤدؒ طائی کے دست حق پر بیعت کی تھی۔ حضرت طائی کے مرشد حضرت خواجہ حبیبؒ عجمی تھے۔ خواجہ عجمیؒ خواجہ حسن بصری کے مرید تھے اور خواجہ حسن بصریؒ کے مرشد سید علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تھے۔ داراشکوہ مولف سفینۃ الاولیاء نے حضرت گنج بخش کا آبائی وطن غزنوی بتایا ہے۔ آپ کا خاندان ہجویر میں رہتا تھا۔ ہجویر غزنوی سے بہت قریب ہونے کی وجہ سے غزنی کا ایک محلہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد آپ کا خاندان جلاب آ گیا۔ جلاب قصبہ غزنی سے ہجویر کی نسبت زیادہ قریب تھا۔ حضرت گنج بخش کے والد ماجد کا نام عثمانی جلابی مشہور

ہے۔حضرت ہجویری نے دینی تعلیم اپنے آبائی وطن میں ابوالعلا عبدالرحیم اور ابوالعباس بن احمد سے حاصل کی۔حضرت شیخ ابوجعفر محمد حسین سے حسین بن منصور حلاج کی تصانیف پڑھیں۔زندگی کا بیشتر حصہ روحانی تجربات اور تزکیہ نفس کی خاطر سیر وسیاحت میں گزارا۔ دوران سیاحت بغداد، طبرستان، خراسان، کرمان، ماوراالنہر، شام، عراق اور ترکی تشریف لے گئے۔دور سیاحت میں آپ نے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام سے فیض حاصل کیا۔

ایک روز حضرت داتا کے مرشد ابوالفضل غزنویؒ نے آپ کو حکم دیا کہ رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر لاہور چلے جائیں۔آپ نے حکم کی تعمیل فرمائی اور اپنے دو پیر بھائیوں حضرت ابوسعیدؒ اور سید لطفیؒ کے ہمراہ لاہور شہر کے شمالی جانب دریائے راوی کے نزدیک شب بسری کیلئے ٹھہرے۔اگلے روز شہر میں داخل ہوئے اور اس طرف چل دیئے جہاں آپ کا روضہ مبارک ہے۔دارالشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ نے خانقاہ میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی۔بعض علمائے لاہور کو مسجد کی سمت کعبہ پر اعتراض ہوا۔آپ نے ایک شام معترضین کو دعوت پر بلایا۔نماز کی امامت کے فرائض انجام دینے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ کو اس مسجد کی سمت کعبہ پر اعتراض ہے ذرا نظر اٹھا کر دیکھئے کہ سامنے کعبہ نظر آرہا ہے یا نہیں۔چنانچہ سب نے بچشم خود کعبہ کو سامنے پایا اور حضرت ہجویری کے کمالات کے قائل ہوگئے۔کشف المحجوب میں آپ لکھتے ہیں کہ ایک بار میں عراق میں دنیا کو حاصل کرنے اور لٹا دینے میں مشغول تھا اور بہت قرضدار ہوگیا تھا جس کسی کو بھی کسی چیز کی آرزو ہوتی میری طرف رجوع کرتا اور میں اس فکر میں رہتا کہ سب کی آرزو کیسے پوری کروں، اندریں حالات ایک شیخ نے مجھے لکھا کہ اے فرزند اگر ممکن ہوتو دوسروں کی حاجت ضرور پوری کرو مگر سب کیلئے اپنا دل پریشان نہ کیا کرو کیونکہ رب

العالمین ہی حقیقی حاجت روا ہے اور اپنے بندوں کیلئے کافی ہے۔حضرت شیخ ابوالعباسؒ سے شرف ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ وہ ضرب اللہ پڑھ رہے ہیں اور ان پر رقت طاری ہے پھر انہوں نے اس زور سے نعرہ لگایا جس سے مجھے خطرہ پیدا ہوا کہ وہ وفات پا جائیں گے۔میں نے پوچھا یا شیخ یہ کیا کیفیت ہے؟ شیخ نے فرمایا آج گیارہ سال ہوگئے ہیں اور اسی مقام پر ہوں ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکا۔کشف المحجوب سے ماخوذ ہے کہ آپ نے تین ماہ تک حضرت بایزید بسطامی کے مزار مبارک پر اعتکاف کیا۔آپ نے کشف المحجوب، کشف الاسرار، منہاج الدین اور دیوان علی تصنیف فرمائے جن میں سے کشف المحجوب اور کشف الاسرار دستیاب ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ اور اُن کے ہمعصر مشائخ عظام

اصحاب صفہ سے اسلامی تصوف کا آغاز اکثر محققین اور ناقدین تسلیم کرتے ہیں۔دوسری صدی ہجری کے اولین حامل حسن بصری، رابعہ بصری، سفیان ثوری، ابو ہاشم اور ابراہیم بن ادھم ہیں۔حضرت رابعہ بصری کا نظریہ تصوف، زہد وعبادت خدا تعالیٰ کی شدید لگن اور اُس سے بےلوث محبت تھی۔بایزید بسطامی اور حسین بن منصور حلاج دونوں محبت میں یکتائی اور فنائے کامل کو محبت کی بقا تصور کرتے تھے جبکہ ابوطالب مکی (مصنف قوت القلوب) شیخ علی ہجویری (مصنف کشف المحجوب) حارث محاسی ابوشبلی، امام غزالی متوفی 450-505ھ (احیائے علوم کے مصنف) ابوالقاسم قشیری متوفی 456ھ، معروف کرخی اور ان کے مرید سری سقطی اور ان کے مرید خاص نہایت قابل احترام شیخ الشیوخ حضرت جنید بغدادی (مصنف کتب امثال القرآن اور کتاب رسائل) جوفنون علم میں مصاحب تھے۔آپ کا علم

بلند پایہ حسب احوال تھا۔ آپ کے پیر طریقت سری سقطی سے لوگوں نے پوچھا کیا مرید کوئی اپنے پیر سے بلند مرتبہ ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا ثبوت ظاہر ہے حضرت جنید کا درجہ میرے درجے سے بلند ہے۔ آپ نے چشم بصیرت سے جب بھی دیکھا اپنے سے کم مرتبہ ہونے والے کو بلندی پر پایا۔ چند پیر بھائیوں نے حضرت جنید سے عرض کیا اے شیخ ہمیں ایسی نصیحت فرما دیجئے جس سے سکون قلب میسر ہو آپ نے جواب دیا جب تک میرے شیخ اپنے مقام پر جلوہ افروز ہیں میں کوئی تلقین نہیں کرسکتا۔ ایک رات آپ کو زیارت رسول ہوئی، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے جنید لوگوں کو وعظ و نصائح کیوں نہیں کرتے تا کہ تمہارے ذریعہ عقیدت مندوں کو راہ نجات ملے۔ آپ بیدار ہوئے اسی سوچ میں تھے کہ میرا درجہ میرے شیخ کے درجہ میں پیوست ہو گیا ہے اور اُدھر دعوت عام کا حکم آ گیا ہے۔ صبح ہوئی حضرت سری سقطی نے اپنے ایک مرید کو حضرت جنید کے پاس پیغام دے کر بھیجا کہ تعلیم و تبلیغ کیلئے کسی کی بھی سفارش قبول نہیں کی اب تو نبی کریم ﷺ کا حکم بھی ہو چکا ہے، اب تو حکم کی تعمیل کرو۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میرا شیخ میرے دل سے بخوبی واقف ہے، میرے ظاہر باطن سے باخبر ہے اُن کا درجہ میرے درجہ سے بلند ہے کیونکہ میرے اسرار سے واقف ہے اور میں تو ان کے اعمال سے بے خبر ہوں چنانچہ شیخ کامل کے دربار میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ حضرت آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں نے خواب میں حضور کی زیارت کی ہے۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ مجھے رب العزت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کو جنید کے پاس بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو وعظ و تبلیغ سے مستفید کیا کریں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مرشد کامل اپنے مریدوں کے احوال سے باخبر ہوتا ہے۔ حضرت جنید کا بلند پایہ لطف کلام واضح ہے، فرماتے ہیں کہ نبیوں کا کلام حضورِ

حق کی اطلاع دیتا ہے اور صدیقوں کا کلام بامشاہدہ ہوتا ہے۔ خبر کی صحت و درستی نظر سے اور مشاہدے کی صحت فکر سے ہوتی ہے۔ صدیقین و عارفین کا جو حد کمال اور انتہا ہے وہ انبیا علیہم السلام کے احوال کی ابتداء ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں شیطان کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ مسجد کے باہر ایک ضعیف المرگ بوڑھا اپنی طرف آتا نظر آیا۔ مجھے اس کی موجودگی میں نفرت و وحشت محسوس ہو رہی تھی۔ اُس نے آتے ہی کہا میں وہی ابلیس ہوں جسے دیکھنے کی تم نے تمنا کی تھی۔ مَیں نے اُسے کہا او ملعون حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا۔ شیطان نے جواب دیا اے جنید تمہارا کیا خیال ہے کہ میں غیر خدا کو سجدہ کر لیتا۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا کوئی جواب نہ بن پایا اتنے میں غیب سے ندا آئی کہ اس خبیث سے کہو تو جھوٹا ہے اگر تو فرمانبردار ہوتا تو حکم عدولی کیوں کرتا۔ شیطان میرے دل کی باطنی آواز سن کر چیخا اور کہنے لگا خدا کی قسم تم نے مجھے جلا دیا اور غائب ہو گیا۔ ایک واقعہ ہے کہ ضعیف الاعتقاد مرید کی بدگمانی پر اُس کے دل میں یقین کی راحت و سکون سلب کر کے اُسے سزا کا مستوجب قرار دیا۔ واقعہ یوں ہے آپ کے ایک مرید کو گمان اور تکبر ہوا کہ وہ جزوی ولایت کے کسی درجہ پر پہنچ گیا ہے اب پیر کی صحبت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس خیال سے اپنے مرشد حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ تجربہ کرے کیا کامل مرشد مریدوں کے دلوں کے احوال سے واقف ہے۔ کشف قلوب سے حضرت جنید اُس کے دلی خیالات سے باخبر ہو چکے تھے۔ جب اُس نے کشف احوال پر سوال کیا تو آپ نے فرمایا جواب لفظوں میں چاہتے ہو یا معنی میں۔ بدگمان ہونے والے شخص نے کہا دونوں میں۔ حضرت نے فرمایا لفظوں میں چاہتا ہے تو تُو نے اپنا تجربہ کر لیا ہے۔ اب میرے تجربے کی تجھے حاجت نہیں۔ اگر معنوی تجربہ چاہتا ہے تو

میں تمہیں معزول کرتا ہوں فوراً اُس مرید کا چہرہ لال ہو گیا یقین کی راحت جاتی رہی توبہ استغفار کرنے لگا اور فضول باتوں سے تائب ہو گیا۔ آپ نے دم فرمایا اور کہا تو نہیں جانتا کہ اولیاء اللہ اسرار کے والی اور حکم خدا رکھنے والے ہوتے ہیں اُسی کے حکم سے بات کرتے ہیں۔ ایک اور واقعہ عوام الناس میں بے حد مقبول ہے۔ حضرت جنید بغدادی اپنے عالم شباب میں شاہی پہلوان تھے کسی پہلوان سے مات نہیں کھائی تھی۔ ایک نحیف فاقہ کش شخص نے آپ کو کشتی کا چیلنج کر دیا۔ مقابلہ کا دن آ گیا لوگوں کا جم غفیر تھا۔ آپ نے اس کمزور شخص کو مقابلے میں دیکھا اس کے عبرتناک انجام سے اُسے خبردار کیا تو اُس نے جواب میں کہا کہ میں غریب سید ہوں اگر میں جیت جاؤں تو غریبی دور ہو سکتی ہے۔

آپ نے سیدزادے کی عرض مان لی اور کشتی اُس کے حق میں ہار گئے تو اس نیکی کے عوض اللہ تعالیٰ نے آپ کو درجہ قطبیت عطا فرمایا۔

آپ کی تصنیف طبقات الکبریٰ میں جنید بغدادی کا اپنا بیان ہے کہ میں اپنے پیر سری سقطی کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا ایک شخص بے ہوش پڑا ہے۔ آپ نے سبب پوچھا تو حضرت سری سقطی نے بتایا کہ اس نے مجھ سے قرآن کی ایک آیت سنی تو بے ہوش ہو گیا۔ حضرت نے تجویز پیش کی اسے دوبارہ وہی آیت سنائی جائے جب آیت پڑھی گئی تو وہ فوراً ہوش میں آ گیا۔ آپ کے مرشد نے اس حکمت عملی کا راز پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ نسخہ میں نے قرآن کی حکمت سے سیکھا ہے۔ جب حضرت یوسف کی قمیض اپنے والد یعقوب علیہ السلام کا نور بصیرت چھن جانے کا سبب بنی تھی اُسی قمیض کو آنکھوں پر لگانے سے اُن کی بینائی واپس لانے کا سبب بنی۔ سری سقطی اپنے خلیفہ کی ذہانت اور علم سے بے حد خوش ہوئے۔

وہی ذرے جو کہ کرنوں سے اثر لیتے ہیں
آخر اک روز وہ خورشید نما ہوتے ہیں
شاہ زماں پل کے صدف میں ہی گوہر بنتے ہیں
وہ قطرے جو کہ دریا میں فنا ہوتے ہیں

نظر کوئی آئے چہرہ نورانی
عشق اویسی کا جذبہ ایمانی
کہاں شاہ زماں ہیں تصوف کے بانی
رومی، غزالی، جنید، الف ثانی

نائب رسول سلطان المشائخ قطب العارفین

خواجہ سیدنا معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری المعروف غریب نوازؒ

آپ ۱۴ رجب ۵۳۷ھ میں سیستان کے ایک قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سیدنا غیاث الدین حسن کا شجرہ نسب والد کی طرف سے امام عالی مقام حسینؓ اور والدہ کی طرف سے شہنشاہ ولایت حضرت امام حسنؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید اور غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی کی چچا زاد بہن کے بیٹے تھے۔ خواجہ غریب نواز کے دو بھائی ایک بہن تھی جن کا بیٹا خواجہ صاحب کا مرید اور خلیفہ بنا۔ آپ کی پہلی بیوی سے آپ کے بیٹے خواجہ فخر الدین، خواجہ حسام الدین اور خواجہ ضیا الدین تھے۔ دوسری بیوی سے ایک بیٹی بی بی حافظہ جمال تھیں۔ آپ کے اکہتر ۷۱ خلفاء میں خلیفہ اول خواجہ قطب الدین بختیار کاکی تھے۔ جن کا وصال ۱۴ ربیع الاول ۶۳۵ھ دہلی میں ہوا۔ سیدالاقطاب میں درج ہے کہ آپ کی والدہ بی بی ماہ نور کو آپ کی ولادت سے قبل خواب میں بشارت اور ندا کی سماعت ہوئی "میں نے اپنے نور کو تیرے فرزند جس کا نام معین الدین ہوگا کے قلب اطہر میں بھر دیا ہے جس کی روشنی عالم اسلام میں پھیلے گی اور اُسے دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے"۔ آپ کی پرائمری درجہ کی تعلیم سنجر میں ہوئی اُس کے بعد آپ کو نیشا پور تحصیل علم کیلئے بھیج دیا گیا۔ آپ پانچ سال تک تعلیم میں مصروف رہے۔ خراساں کی سلجوقی حکومت پر ترکوں اور غزنیوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کر کے قبضہ کرلیا۔ دوران جنگ آپ کے مدرسے کے استاد بھی لقمہ اجل ہوئے آپ کی عمر سولہ 16 سال تھی۔ آپ ظالم حکمران سے بچتے ہوئے اپنے گھر بحفاظت سنجر آ گئے۔ ایک سال کے عرصہ میں آپ کے

والدین بھی ۵۵۰ھ میں وفات پا گئے اور آپ یتیم ہو گئے۔ ورثے میں ایک باغ اور پن چکی ملی جس سے گذر اوقات ہوتی تھی۔ ایک دن اپنے باغ کے پودوں کو پانی دے رہے تھے کہ ایک مجذوب بزرگ ابراہیم قندوزی اُدھر آ نکلے۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انگور کا خوشہ پیش کیا۔ حضرت ابراہیم نے جیب سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا تھوڑا چبا کر آپ کے منہ میں ڈال دیا یہ کھلی کا ٹکڑا کیا تھا؟ گویا کوئی جام معرفت تھا۔ آپ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ حالت مدہوشی سے باہر آئے تو بزرگ مہمان جا چکے تھے۔

دل کو سکون اور راحت محسوس ہوئی سوچ رہے تھے کہ ابراہیم قندوزی جیسے صاحب حال لوگ آزاد اور ہم لوگ دنیا داری کے غم و فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ سبزیوں اور پھلوں کو اگا کر نفس کو پالنے میں مصروف ہیں۔ جبکہ روح کی غذا کیلئے مجذوب کے ایک لقمے کا اس قدر اثر ہے۔ آپ کا دل دنیا کے کاموں سے اکتا گیا سب کچھ حقیر نظر آنے لگا۔ چنانچہ باغ اور پن چکی فروخت کر کے زندہ رہنے کے اصل مقصد کی تلاش میں گھر بار چھوڑ کر بخارا پہنچے اور تعلیم مکمل کرنے کیلئے شیخ حسام الدین کے مدرسے میں داخل ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد سمرقند میں اعلیٰ تعلیم وفنون کیلئے مولانا شرف الدین کے حلقہ درس میں شامل ہو کر پانچ سال میں قرآن، حدیث، فقہ اصول، فقہ و احادیث، منطق، کلام اور ادب حاصل کیا اور عالم دین بن گئے۔ روحانی تشنگی برقرار تھی۔ اس زمانے کے ایک صاحب کمال صوفی بزرگ عثمان ہارونی کی صحبت میں رہ کر شریعت و طریقت کے فضائل سے کماحقہ واقفیت حاصل کی۔ خواجہ عثمان ہارونی آپ کی لگن، پارسائی اور عمدہ اخلاق و انکساری اور ادب دیکھ کر عاشق ہو گئے اور آپ کو اپنی مریدی میں لے کر تعلیم و تربیت دینے کا فیصلہ کرلیا۔ خواجہ غریب نواز خود بیان کرتے ہیں کہ مجلس میں بڑے بڑے بزرگ موجود تھے حکم ہوا معین

الدین وضو کر کے دو رکعات نماز پڑھو اور قبلہ رو ہو کر سورۂ بقرہ کی تلاوت کرو اور بعد میں ساٹھ بار سبحان اللہ پڑھو۔

میں نے حکم کی تعمیل کی میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا میں نے تجھے خدا تک رسائی دے دی اور چہار کونی کلاہ سر پر رکھ کر مجھے اپنا جبہ عطا فرمایا اور کہا اب دو زانو بیٹھ کر ہزار بار سورۂ اخلاص کا ورد کرو اور ایک دن کا مجاہدہ بھی کرو۔ مرشد کے حکم کے مطابق ایک رات اور دن عبادت الٰہی اور ذکر اسم ذات میں گذاری خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اوپر نظر اٹھا کر دیکھو کہاں تک باطنی بصارت کام کر رہے ہیں۔ عرض کیا عرش اعظم تک۔ اب نیچے نظر دوڑاؤ کہاں تک دیکھتے ہو۔ مَیں نے عرض کیا تحت الثریٰ تک۔ توحید خالص پر غور کرنے سے حجاب عظمت کا دریچہ کھلے گا اپنی دو انگلیوں کے خلا کے پار دیکھو فرمایا کچھ دکھائی دیا اٹھارہ ہزار عالم کو باطنی بصائر میں دیکھ رہا ہوں فرمایا بس معین الدین تمہارا کام ہو گیا۔ سامنے ایک اینٹ پڑی ہے فرمایا اس کے نیچے جو کچھ پڑا ہے اٹھا لو۔ میں نے دیکھا چند دینار تھے۔ آپ نے حکم دیا جا کر غریبوں میں تقسیم کر دو اور چند روز ہمارے پاس رہو۔ خواجہ غریب نواز کی عمر چھبیس سال کے لگ بھگ تھی۔ آپ تین سال اپنے مرشد کی خدمت میں رہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے قرآن کی اس آیت سورۂ انعام پر عمل کرنے کا حکم فرمایا۔ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١١﴾
(اے پیغمبر (ان لوگوں سے) کہہ دو کہ زمین میں پھرو (اور جہاں بڑی بڑی قومیں آباد تھیں ان جگہوں پر اور ان کے جو نشان باقی رہ گئے ہیں ان پر نظر ڈالو) اور دیکھو جھٹلانے والوں کا

کیا انجام ہوا)۔ بزرگوں نے بھی کہا ہے سفر وسیلہ ظفر ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین ۵۶۱ھ کے شروع میں سفر کیلئے نکلے بغداد میں اپنے ماموں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ ابوالجنیب عبدالقادر، شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت وحدالدین کرمانی اور بہت سے نامور بزرگوں سے ملاقات کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے شغل سہ گوشی اور حرف سیفی کے وظائف خواجہ معین الدین چشتی کو بطور تحفہ دیئے۔ آپ نے حضرت غوث اعظم کی شان پر اشعار کہے۔

یا غوث اعظم نور الہدیٰ مختار نبی مختارِ خدا
سلطانِ دو عالم قطب اعلیٰ حیراں ز جلالت ارض و سما
گر داد مسیح بہ مرداں رواں داری تو بدیں محمدؐ جاں
ہمہ عالم محی الدین گویاں بر حسن و جمالت گشتہ فدا

حضرت اوحدالدین کرمانی کو آپ سے اس قدر محبت ہوگئی وہ آپ کے ساتھ رہنے لگے۔ بصرہ، اصفہان، ہمداں، تبریز، بدخشاں، بخارا اور سمرقند کا سفر کیا اور بزرگوں سے فیض یاب ہوتے رہے۔ پانچ چھ برس کے بعد خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں پہنچے۔ کامل مرشد اپنے قابل مرید کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے ۵۶۷ھ میں خواجہ عثمان ہارونی نے روضۂ رسول پر حاضری کا ارادہ کیا تو شیخ اوحدالدین، شیخ محمد عارف اور خواجہ معین الدین سفر مدینہ منورہ میں شامل ہوئے۔ حضور کے روضہ پر سلام کا جواب آیا۔ وعلیکم السلام یا قطب المشائخ بحر و بر حضور عثمان ہارونی نے سن کر فرمایا معین الدین سنا تمہارا کام بن گیا۔ حضور کے دربار سے قطب المشائخ کا خطاب عطا ہو گیا مدینہ منورہ کے بعد مکہ مکرمہ خانہ کعبہ میں حاضری دی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد عثمان ہارونی نے میرا بازو پکڑا اور کہا

اے باری تعالیٰ اسے تیرے سپرد کرتا ہوں پھر بغداد ہوتے ہوئے واپس اپنے آستانہ ہروان آ گئے اور حکم فرمایا کہ میرے فرمودات ہر روز جمع کرو اور مریدین کو ہماری جگہ بیٹھ کر وعظ و نصیحت کیا کرو۔ اس طرح خواجہ عثمان ہارونی کے اقوال و نصائح کی ایک کتاب تیار ہوگئی جس کا نام انیس الارواح رکھا گیا۔

خواجہ عثمان ہارونی نے اپنا عصا، خرقہ، نعلین اور مصلےٰ خواجہ صاحب کو دے کر فرمایا بزرگوں کی نشانیاں ہیں جس مرد خدا کو ان کا اہل سمجھنا اس کے سپرد کر دینا۔ اس کے بعد خواجہ غریب نواز حج پر گئے اور روضہ رسول پر حاضری دی تو روضے سے آواز سنی معین الدین تمہارے سپرد ہندوستان کی ولایت بطور سلطان الہند عطا کی جاتی ہے۔ تبلیغ و ہدایت کا مرکز اجمیر میں بنا کر مخلوق خدا کو اسلام کی دعوت دو۔ دربار رسالت سے جو حکم ملا اپنے مرشد کو بتایا آپ نے مبارک باد دی اور سینے سے لگا لیا۔

بلخ سے روانگی کے بعد سمرقند پہنچے تو دیکھا کہ ایک مسجد کی تعمیر میں سمتِ قبلہ پر کوئی شخص بحث کر رہا تھا۔ آپ نے اُسے سمجھایا نہ مانا خواجہ صاحب نے اُس کا منہ کعبہ کی طرف کر کے کہا سامنے دیکھ! کیا نظر آ رہا ہے۔ اُس نے جواب دیا کعبۃ اللہ نظر آ رہا ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔ بلخ سے بدخشاں ہوتے ہوئے سبزوار میں حاکم شہر شیخ محمد یادگار کے باغ میں آئے تو سیر و تفریح کیلئے حاکم بھی آ پہنچا اور وہاں خواجہ غریب نواز کو چند درویشوں کے ساتھ رونق افروز دیکھا تو اپنے خدام کو مخاطب کر کے کہا اس فقیر کو میرے بیٹھنے کی جگہ سے کیوں نہیں اٹھایا۔ خواجہ صاحب نے اُس پر جلالت کی نظر ڈالی وہ لرزہ براندام ہو کر گر پڑا۔ پھر خدام کی التجا پر بسم اللہ پڑھ کر محمد یادگار پر پانی چھڑکا اُس نے ہوش میں آتے ہی قدموں میں گر کر گستاخی کی معافی مانگی اور آپ کے دست حق پر بیعت ہوا اور

خواجہ صاحب کے ہمراہ ہی ہندوستان میں آ کر اپنی ساری زندگی گذار دی۔ آپ نے غزنی سے ملتان آ کر کچھ دن قیام کیا۔ زبان اور رسم و رواج کو سیکھا۔

اُس وقت حضرت بہاؤالدین ذکریا کی عمر گیارہ بارہ برس تھی اور مدرسے میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ پھر لاہور آ کر داتا علی ہجویری گنج بخش کے مزار پر چالیس روز تک چلہ کیا وہاں کشف قبور کر کے داتا گنج بخش کی روح سے زیارت کا شرف حاصل کیا اور عالم استغراق میں یہ شعر لکھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ۔۔۔ ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

۵۷۷ھ میں اجمیر پہنچے وہاں مہاراجہ پرتھوی راج حکمران تھا۔ پنجاب اور راجپوتانہ غوری سلطنت کی حکمرانی کیلئے جولان گاہ بنا ہوا تھا۔ بھٹنڈہ کے قلعہ پر راجہ پرتھوی راج دوبارہ قابض ہو گیا تھا ادھر خواجہ غریب نواز کی وہاں آمد سے پریشان بھی تھا لوگ آپ کے حلقہ عقیدت و ارادت میں جوق در جوق شامل ہو رہے تھے کیونکہ اجمیر میں خواجہ صاحب نے ہندوؤں کے آشنان والے تالاب کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی۔ تو راجہ نے آپ کو شہر بدر کر دیا۔ آپ نے جاتے وقت ایک کوزہ تالاب سے بھر کر کہا تالاب کا پانی ہمارے کوزے میں آ گیا ہے۔ دوسرے دن تالاب کو خشک دیکھ کر لوگ آپ کی کرامت سے متاثر ہوئے۔ پرتھوی راج نے ایک مسلمان ملازم کے ذریعہ خواجہ صاحب کا چیلا بننے کی درخواست کی۔ آپ نے جواب دیا کہ مرید کسی کی سفارش سے نہیں بنایا جاتا ہے اس کیلئے سچا عقیدہ توحید ہونا ضروری ہے آپ کے انکار پر پرتھوی راج نے حکم دیا کہ اس درویش کو اپنی حدود سے باہر نکال دو۔ خواجہ صاحب کے پاس راجے کے کارندے پہنچے تو آپ نے فرمایا تین دن ٹھہر جاؤ پھر جسے نکلنا ہوگا وہ خود ہی نکل جائے گا۔ اس واقعہ کے

دوسرے دن ترائن کے مقام پر شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج کی فوجوں کو شکست دے کر قلعہ بھٹنڈہ پر قبضہ کرلیا۔ پرتھوی راج کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا جنگ ترائن کے بعد شہاب الدین غوری براستہ دہلی اجمیر پہنچا اور خواجہ صاحب کی دُعا لی اور حلقہ بیعت میں شامل ہوگیا۔ علامہ اقبال آپ کے علمی وروحانی کمالات کے معترف ہیں۔

من نمی دائم چہ افسوں مے کند　　روح را در تن دگردوں مے کند

جادوگروں سے مقابلہ: پرتھوی راج کے جادوگروں کو خواجہ صاحب سے مقابلے میں شکست ہوئی اور شہاب الدین کو خواجہ غریب نوازؒ کی دعا سے فتح نصیب ہوئی۔ اب صوبہ پنجاب، راجستھان پر سلطان شہاب الدین قابض تھا اس طرح اسلامی سلطنت کا آغاز ہوگیا۔ مراۃ اسرار میں ہے کہ خواجہ غریب نواز فنائے ذات احدیت میں مستغرق ہوکر حق تعالیٰ کے ساتھ سبغتہ اللہ کے رنگ سے ہم رنگ ہو گئے تھے۔ مقامات غوث، قطب الاقطاب، محبوبیت عظمیٰ پر پہنچ گئے تھے۔ کبھی کبھی استغراقی کیفیت ایسی ہوتی کہ بختیار کاکی اور حمید الدین ناگوری الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکارتے تو تھوڑی دیر کیلئے آنکھیں کھولتے اور ادائیگی نماز کے بعد پھر اُن پر یہی کیفیت طاری ہوجاتی۔

حال وجدان میں آنا میرا دوش نہیں
ہوش آئے تو لگتا مجھے ہوش نہیں
تہی پہلو جو رہے میرا آغوش نہیں
شاہ زماں ہوش میں ہوں مدہوش نہیں

آپ زہد وقناعت، جودوکرم میں یکتا، سخی اور غریب پرور تھے۔ آپ کا دہلی میں فائز کردہ

خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا سلطان التمش مرید تھا۔ خواجہ صاحب کے بڑے بیٹے حضرت شیخ فخر الدین قصبہ سردار میں اپنی زمین پر کاشتکاری کرتے تھے۔ حاکم اجمیر نے مقبوضہ اراضی پر اعتراض کیا تو خواجہ صاحب بنفس نفیس سلطان التمش کے پاس دہلی گئے اور فرمان اراضی کی توثیق کروائی۔ شیخ فخر الدین کے صاحبزادے خواجہ قیام الدین کے پانچ صاحبزادے تھے آپ کا ایک صاحبزادہ شیخ بایزید ایام طفولیت میں غائب ہوگیا تھا۔ ایک مدت بعد سلطان محمود خلجی کو پتہ چلا کہ شیخ بایزید خواجہ غریب نواز کی اولاد میں سے ہیں تو بادشاہ نے اجمیر کی ریاست اُن کو عطا کر دی۔ حسین ناگوری بڑے عالم تھے۔ انہوں نے اپنی لڑکی شیخ بایزید کے نکاح میں دے دی اس طرح شیخ بایزید اور اُن کی اولاد اجمیر شریف میں ہی آباد رہی اور سجادگی اور جانشینی کے فرائض سرانجام دیتی رہی 100 سالہ طویل عمر پانے والے خواجہ قیام الدین کے بیٹے بایزید وفات پا گئے تو جانشینی اُن کے بھتیجے شیخ معین الدین اور ان کے بعد شیخ علاؤالدین اور ان کے بعد شیخ سراج الدین سجادہ تھے یہ عہد مغلیہ خاندان کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا تھا اب خواجہ غریب نواز کی سجادگی تقریباً آٹھ گھرانوں میں تقسیم ہوکر رہ گئی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز کی کرامتیں بے شمار ہیں۔ رام دیو مہنت اور اُس کے حواری مددگار جادوگروں کا قبول اسلام، جے پال جوگی کی چپلوں سے مرمت، انا ساگر اور کنویں خشک ہونے کی کرامت دیکھ کر خواجہ صاحب کا مرید ہونا، سلطان شہاب الدین غوری کو فتح کی بشارت دینا اور سلطان شمس الدین التمش کی بادشاہ بننے کی پیش گوئی حتیٰ کہ مردے کو زندہ کر دینا بہت بڑی کرامت ہے۔ آپ روحانی فیضان کے ایک بحر بیکراں ہیں۔ کتابیں لکھنے کا شوق نہ تھا۔ آپ کے خوبصورت اشعار اپنی نظیر آپ ہیں۔ آپ کا مشہور شعر قارئین کو ازبر ہے۔

شاہ است حسین پادشاہ است حسین　　　دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید　　　حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

آپ نے لاکھوں لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔کوئی حاجت روائی کیلئے آتا تو سورۂ فاتحہ سات بار فرض وسنت کے درمیان بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے آخری حرف میم کو اَلۡحَمۡدُ کے ساتھ ملا کر مِلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴿۱﴾ پڑھنے کا حکم دیتے۔ یَا شَفِیۡقُ یَا رَفِیۡقُ نَحۡنُ مِنۡ کُلِّ یَقِیۡنٍ تین بار پڑھنے کا فرماتے (اس سے سب لوگ دوست بن جاتے ہیں اور حاکم کا دل نرم ہو جاتا ہے)۔اپنے مریدین کو تصور شیخ کر کے یہ وظیفہ پڑھنے کی تلقین کرتے۔

بگرداب بلا اُفتادہ کشتی　　　ضعیفان و شکستہ را تو پشتی
بحق خواجہ عثمان ہارونی　　　مدد کن یا معین الدین چشتی

آپ فرماتے مشکل میں اپنے مرشد کو پکارنا قرآن سے ثابت ہے۔خواجہ صاحب کا وصال 6 رجب 633ھ بعد نماز عشاء بند حجرہ میں ہوا۔آپ نے 99 سال عمر پائی۔عقیدت کے چند اشعار درج ہیں۔

تاجِ عرفا غوث جہاں غریب نواز　　　شان صلحا ظل یزداں غریب نواز
آئینہ صورت سبحان غریب نواز　　　گنج علم وعرفان غریب نواز
نسبت غوث جیلاں غریب نواز　　　رہنمائے شاہ زماں غریب نواز
قائم رہے یہ آستاں غریب نواز　　　چھوڑ کر جائیں کہاں غریب نواز

حضرت بابا فرید الدین مسعود المعروف گنج شکر

آنحضرت ﷺ کی پیروی میں جن اصحابہ قدسیہ نے درجہ کمال حاصل کیا اُن میں ایک نامور تاجِ فقرائے کاملین میں حضرت فرید الدین مسعود قدس سرہ ہیں۔ بلا مبالغہ آپ ایک صاحب کشف وکرامت ولی کامل ہیں۔ اپنے دور کے قطب الاقطاب، عاشق جمال حق سرور ارباب توحید ذاتی وافعالی اور متوکل الی اللہ تھے۔آپ کی ولادت باسعادت 575ھ میں ہوئی۔آپ کی والدہ قاسم خاتون بہت عبادت گذار تھیں اور ملتان کے عظیم المرتبت عالم دین مولانا وجیہہ الدین کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت فرید الدین مسعود تین بھائی اور ایک بہن حضرت حاجرہ جو زہد وتقویٰ کی بنا پر جمیلہ خاتون کے نام سے مشہور تھیں جو حضرت علاؤالدین علی احمد صابر کی والدہ ماجدہ تھیں اکثر اپنے رب کے حضور نہایت عاجزی سے اپنے گناہوں کوتاہیوں کی بخشش کیلئے دعا مانگتی تھیں۔اندھیری رات میں ایک چور گھر میں داخل ہوا تو اس کی بینائی جاتی رہی تو اُسے احساس ہوا کہ یہ گھر کسی ولی اللہ کا ہے۔توبہ کی کہ اللہ مجھے بینائی واپس کر دے آئیندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔اُس کی بینائی واپس آ گئی۔ بابا فرید الدین گنج شکر کا نسب حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم سے جا ملتا ہے۔ جن کے اپنے دس سالہ دورِ خلافت میں شاندار فتوحات ہوئیں۔عراق، ایران، فلسطین اور مصر پر عربوں کا قبضہ تھا۔آپ نے اپنی کرامت، فراست اور قیادت سے مفتوح علاقوں میں نظم ونسق چلانے کیلئے عمدہ ترین اقدامات کئے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر کے جد امجد حضرت شعیب جو کہ بابا فرید الدین گنج شکر کے دادا تھے، غزنی سے ہجرت کر کے دہلی آئے پھر سلطان محمود غزنوی کے آئے دن حملوں کی وجہ سے لاہور آ کر کچھ عرصہ ٹھہرے اور پھر ملتان کا رخ کیا اور موضع کھتوال میں قاضی بن کر قاضی شعیب کے نام سے مشہور و

معروف ہوئے۔حضرت شعیب کے بڑے بیٹے شیخ جمال الدین سلیمان سے مولانا وجیہہ الدین کی بیٹی قاسم بی بی کی شادی ہوئی۔ بابا کی ابتدائی تعلیم کھتوال میں سید نذیر احمد کی زیر نگرانی ہوئی۔ آپ نے ۱۳ سال کی عمر میں اپنے استاد سید نذیر شاہ کے ساتھ والدہ کی اجازت سے حج کیا اور واپس آ کر حضرت مولانا منہاج الدین کے مدرسے میں مزید تعلیم کیلئے ملتان چلے گئے۔ ایک دن آپ مسجد میں عبادت الٰہی اور کتابوں کے مطالعہ میں مصروف تھے کہ نہایت لطیف خوشبو کی مہک آئی دیکھا کہ ایک فرشتہ صورت بزرگ آئے وضو کر کے نماز میں مصروف ہوگئے۔ آپ نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں تو اُس نے بتایا کہ کیا تم انہیں نہیں جانتے یہ تو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے خلیفہ اکبر شیخ قطب الدین بختیار کاکی ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ فرید الدین کی طرف آئے تو فرید حضرت شیخ بختیار کاکی کے احترام میں جلدی سے کھڑے ہوگئے۔ حضرت شیخ بختیار کاکی نے بذریعہ کشف قلوب نوجوان بابا فرید کے دل کی کیفیت معلوم کرلی۔ آپ نے پوچھا بیٹا کیا پڑھ رہے ہو؟ آپ نے عرض کیا کتاب نافع۔ تمہیں معلوم ہے کہ نافع سے تمہیں نفع ہوگا۔ آپ نے عرض کیا کہ حضور نفع تو آپ کی قدم بوسی سے ہی حاصل ہوگا۔ آپ مسکرائے تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ اور کیا ہوں؟ جی ہاں میرا دل یہ جانتا ہے کہ آپ میری جستجو کا محور اور مرکز ہیں۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے نہایت شفقت و پیار سے نوجوان طالب علم کو بابا کہہ کر پکارا اور کہا کہ وہ شیخ بہاؤالدین ذکریا کے مہمان ہیں۔ اگر فرصت ملے تو وہیں چلے آنا، وہ میرے قرابت دار ہیں۔ حضرت بابا فرید کو حضرت بختیار کاکی نے اپنے دس دن قیام کے دوران بیعت فرمایا اور کہا اچھا بابا فرید تم جاؤ۔ عبادت، مجاہدات اور تعلیم مکمل کرو یہ حکم فرما کر دہلی واپس چلے گئے۔

حضرت بابا فرید نے ملتان میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق عازم سفر کیا اور بغداد روانہ ہوئے۔ اس زمانے میں بغداد عالم اسلام کا دینی اور علمی مرکز تھا اور پوری دنیا سے طالبعلم اعلیٰ تعلیم و تربیت کیلئے بغداد کا رخ کرتے تھے۔ آپ کے دادا مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری نے بھی کافی طویل سفر کئے اور تقریباً گیارہ مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور تصوف کے راہ سلوک کے اسرار و رموز سے مستفید ہوئے۔ صاحب علم حصول فیض کیلئے اُم الکتاب کے شہر کا دروازہ بند نہیں کرتا۔ حضرت بابا فرید الدین کو اپنے مرشد حضرت بختیار کاکی کا فرمان یاد تھا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کو مل کر دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ چنانچہ دوران مسافت نو مشائخ دین اولیاء اللہ سے مل کر کسب فیض حاصل کیا جن کے نام حضرت اجل سنجری، حضرت شہاب الدین، شیخ سیف الدین باخرزی، حضرت شیخ ابو یوسف چشتی، حضرت شیخ شہاب الدین زندوہی اور حضرت فرید الدین عطار ہیں۔ ان بزرگان دین کے فیوض و برکات سمیٹے ہوئے تقریباً پانچ برس کی سیاحت کے بعد ملتان واپس تشریف لائے۔ آپ نے ملتان پہنچ کر آرام کرنا مناسب نہ سمجھا تو فوراً اپنی والدہ صاحبہ سے ملنے کھتوال روانہ ہوگئے۔ پورے قصبے کے لوگ وارفتگی کے ساتھ نوجوان فرید کی زیارت کیلئے آ رہے تھے۔ اُن میں تعلیم ظاہری و باطنی کی قدردان ممتاز والدہ صاحبہ نظر آئیں تو دیوانہ وار آگے بڑھے اور اپنی والدہ سے لپٹ گئے۔ اب دوسرا مرحلہ قطب الاقطاب حضرت سیدنا و مولانا بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل کر کے بقول والدہ محترمہ مرد حق پرست کی مجلس عالیہ میں حاضری کے اہل بن کر اس قدر مجاہدات و عبادات میں کامیابی کی سند قبولیت لینا مقصود تھا۔ چنانچہ والدہ محترمہ کی دعائیں لے کر دہلی پہنچے اور لوگوں سے اپنے مرشد کے آستانے کا پتہ دریافت کیا۔ حضرت شیخ بختیار کاکی

کے عقیدت مندوں کا مجمع دیکھ کر ابھی یہ سوچ رہے تھے کہ شیخ کی نظر کرم مجھ پر پڑے گی تو سند قبولیت کا شرف حاصل ہوگا۔ درس ختم ہوا مجلس میں قاضی حمید الدین ناگوری، مولنا علی کرمانی، سید نور الدین، شیخ نظام الدین، شیخ محمود کے سوا باقی لوگ جا چکے تھے میرے کانوں میں آواز آئی مولانا فرید کار خود تمام کردی آں گاہ بہ من آمدی۔ ترجمہ مولانا فرید اپنا کام پورا کر کے ہمارے پاس آئے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ بیعت تجدید سنت رسول ہے۔ اور آپ کو دوبارہ بیعت کیا اور حاضرین کو مختصر گفتگو سے مخاطب فرمایا کہ رسالت مآب ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے لیے صحابہ کرامؓ سے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر دوبارہ بیعت لی جسے بیعت رضوان کہتے ہیں۔

صوفیا کرام کے نزدیک تجدید بیعت کی بنیاد وہی بیعت رضوان سے ہوئی۔ سر الاولیاء میں تحریر ہے کہ خواجہ شکر گنج نے اپنے شیخ سے مجاہدہ ریاضت اذکار کی اجازت طلب کی۔ آپ نے تزکیہ نفس کا محاسبہ کرنے کیلئے تین دن روزہ، مجاہدہ اور قیام کا حکم دیا اور فرمایا تین دن کے بعد جو کچھ غیب سے آجائے اُس سے روزہ افطار کر لینا۔ کوئی شخص افطاری کیلئے کھانا رکھ گیا۔ اُسے کھاتے ہی قے سے پیٹ بالکل خالی ہوگیا۔ مرشد کو اپنی حالت بتائی کہ آپ نے فرمایا کہ کھانا لانے والا شرابی تھا۔ اس لئے تمہارے معدہ میں حرام کھانا نہ ٹھہر سکا۔ اب دوبارہ عمل شروع کرو۔ آپ پھر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو کر بھوک و پیاس بھول گئے۔ چھ روز کے بعد طبیعت غیر ہوگئی سکت باقی نہ رہی۔ غشی طاری ہو رہی تھی۔ مٹی کا ڈھیلہ اٹھاتے اور منہ میں ڈالتے وہ شریں ہو جاتا تو اسے رزق حلال سمجھ کر افطاری کر لیتے۔ اس ضمن میں ایک روایت بہت معروف ہے کہ بچپن میں آپ کو شکر بہت پسند تھی والدہ مصلے کے نیچے شکر رکھ دیتی تھی۔ آپ مدرسے سے گھر آتے نماز کے بعد مصلے کو اٹھاتے

تو شکر کھا لیتے ایک روز کسی کام کیلئے باہر گئیں اور شکر رکھنا بھول گئیں۔ گھر واپس آکر پوچھا کہ آج تم نے شکر نہیں کھائی۔ آپ نے فرمایا آج تو شکر پہلے سے زیادہ تھی۔

والدہ سجدے میں گر کر شکر ادا کرنے لگیں۔ اس سے بھی دلچسپ واقعہ ہے ایک ہندو تاجر اپنے اونٹوں پر شکر کے بورے لادے جا رہا تھا۔ آپ نے شکر طلب کی تو اُس نے جواب دیا یہ نمک ہے۔ آپ نے کہا اچھا نمک ہی ہوگا۔ سوداگر نے مال خریدار کو چکھایا تو وہ نمک تھا۔ وہ واپس آپ کے پاس آیا کہ جھوٹ بول کر آپ کو ٹال دیا تھا۔ اب تو بہ کرتا ہوں آپ نمک کو شکر بنا دیں۔ آپ نے نمک کہا تھا وہی کچھ ہوگیا اب تم کہتے ہو کہ بوریوں میں شکر تھی چلو شکر ہی سہی تاجر نے اونٹوں پر لدی ہوئی شکر غریبوں میں تقسیم کر دی اور آپ کے دست حق پر اسلام قبول کر لیا۔ خواجہ معین الدین چشتی دہلی تشریف لائے اور کا کی قطب الدین بختیار نے اپنے مریدوں سے ملوایا۔ آپ نے فرمایا اے قطب تم نے خط میں ایک فرید کا ذکر کیا ہے اُس سے نہیں ملوایا۔ عرض کیا کہ وہ چلہ کشی میں مصروف ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا چلو ہم خود اُسے جا کر مل آتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ فرید کمزوری کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ خواجہ صاحب نے ملول خاطر ہو کر کہا "بابا بختیار ایں جواں راچند در مجاہدہ خواہی سوخت چیز بخش کنید" (پیارے بختیار اس جوان کو کب تک مجاہدے میں جلاؤ گے اس کو کچھ بخش دو)۔

حضرت قطب الدین بختیار کا کی نے عرض کیا یا پیر و مرشد "مرا چہ مجال کہ در نظر آں حضرت عطائے توانم کرد" ترجمہ میری کیا مجال ہے کہ اس کو آپ کی موجودگی میں کچھ دوں۔ خواجہ خواجگان نے فرمایا اچھا تو پھر دونوں مل کر درگاہ ایزدی میں عرض کریں کہ ہمارے اس فرزند کو شرف قبولیت دے۔ اتنا فرمانے کے بعد دونوں بزرگ آگے بڑھے

اور بابا فرید کو بازوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور دعا فرمائی دعا کے دوران آپ کی جسمانی قوت بحال ہوگئی اور آپ کی دعا پر آمین کہنے والوں میں خواجہ قطب جیسے عظیم المرتبت مرشد کا فیض بھی شامل تھا۔ اس موقع پر خواجہ معین الدین چشتی نے ارشاد فرمایا "فرید شمع است خانوادۂ درویشاں روشن خواہد کرد" (فرید ایک ایسی شمع ہے جس سے درویشوں کا سارا خاندان روشن ہوگا) اس دعا کے بعد آپ نے بابا فرید کو اپنے سینے سے لگایا۔ معرفت کے اسرار و لطائف روز روشن کی طرح عیاں ہوگئے۔ آپ کے پیر و مرشد نے اپنے وصال سے قبل بابا فرید کو بتا دیا تھا کہ تیری امانت سجادگی خرقہ، دستار اور کھڑاویں قاضی حمید الدین ناگوری کے سپرد کردوں گا۔ آپ آکر لے جانا۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد امانت رکھی ہوئی اشیاء تبرکات آپ کے حوالے کردی گئیں۔ آپ نے خرقہ زیب تن کیا اور حضرت قطب کی سند پر بیٹھ گئے۔ آپ دس سال تک دہلی میں اور بارہ سال ہانسی میں قیام پذیر رہے۔ ہانسی میں شیخ جمال الدین ہانسوی آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ کو جمال الدین سے بے حد اُنس تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ جلال الدین ہانسوی نے حدیث مبارکہ پڑھی "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ، دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے" اس حدیث کا اثر دل و دماغ پر ایسا ہوا کہ تمام خواہشات مردہ ہوگئیں اور ہر وقت استغفار پڑھتے رہتے۔ خواجہ فرید کو اپنے اس مرید (جمال) کا تقویٰ توبہ استغفار کرنا پسند تھا کہ آپ فرماتے جمال ہمارا ہے۔ حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی بھی ایسے جانثار مرید سے متاثر تھے۔ آپ نے بابا فرید کو خط لکھا کہ میرے سارے مرید لے لو اور اپنا جمال الدین مجھے دے دو۔ آپ نے جواب بھیجا جمال تو میرا جمال ہے، معاوضہ مال میں ہوتا ہے نہ کہ جمال میں۔ حضرت بہاء الدین ذکریا شیخ شہاب الدین سہروردی کے فیض یافتہ تھے اپنی روحانی

طاقت سے جمال کا دل قابو کرلیا اور جمال نے بابا فرید گنج شکر سے جناب ذکریا کے ہاں چلے جانے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت بابا فرید جلال میں آگئے اور کہا کہ یہ کوئی کھیل نہیں آج کسی کے مرید اور کل کسی اور سے فیض لینے چل دیئے اور جمال الدین ہانسوی کے کشف کا فیض سلب کرلیا۔ شیخ جمال سے جمال ہی ہوکر رہ گئے۔ آپ کے ایک پیر بھائی عالم صاحب تھے انہوں نے رو کر باباجی کو منالیا اور جمال الدین کو معافی لے دی۔ آپ نے فرمایا کہ اہل سلوک کیلئے یہ مناسب نہیں کہ آج ایک کا دامن پکڑ لیا تو کل کسی اور کا دامن۔

؎ سر جس پہ نہ جھک جائے اسے در نہیں کہتے
ہر در پہ جو جھک جائے اسے سر نہیں کہتے

؎ مرشد دے دروازے اُتے محکم لائیے جھوکاں
نویں نویں نہ یار بنائیے وانگ کمینیاں لوکاں

اکثر اولیائے کاملین صاحبانِ کرامت ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے ولیوں کی جانب متوجہ کرکے اُن سے فیض یاب ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اللہ کی طرف راہِ مستقیم پر گامزن کرنے کیلئے کرامات دکھانے کی ضرورت نہیں۔ بعض اولیائے کامل ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بعد از انتقال اُن کے تصرفات ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کی بے شمار کرامتیں علم فی اِرادہ ہیں جسے ایک مولانا کے سوال پر آپ نے فرمایا کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی ہے۔ دوسری کرامت ایک خودسر گستاخ ملنگ کو غرق دریا کرنا اور اپنے محبوب مرید کو شیخ جمال سے جمال اور معافی مانگنے پر پھر شیخ جمال کے منصب پر بحال کردینا۔ صاحب کرامت کا بلند ہونا اس بات پر ہے کہ خلاف عادت فعل کا علم بھی اور ارادہ بھی رکھتا ہو۔ حضرت عمرؓ کے فرمان سے دریائے نیل کا جاری

ہونا اور نہاوند میں حصرت ساریہ کو ہزاروں میل دور سے رہنمائی کرنا، حضرت خالد بن ولید کا زہر ہلاہل پی لینا اور زہر کا بے اثر ہونا ایسی کرامتوں کو بزرگان وصالحین نے افضل قرار دیا ہے۔ ہذالقیاس عارفین اللہ دونوں صفات علم اور کرامات سے متصف ہوں تو خدا کا عطا کردہ درجہ کمال ہے۔ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کے تیرہ خلفا میں صف اول کے خلفائے مجاز میں آپ کے جانشین حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت بدرالدین سلیمان اور حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابری کلیری تھے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر کا وصال ۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ سنہ بوقت نماز عشا یا حیی یا قیوم کرتے ہوئے ہوا۔ آپ کے پانچ صاحبزادگان آپ کو قبرستان دفنانے کیلئے لے جا رہے تھے کہ چوتھے نمبر کے بیٹے شیخ نظام الدین نے جنازہ روک کر قلعہ کے اندر آپ کو آپ کے حجرے میں دفن کیا۔

اللہ محمد چار یار حاجی خواجہ قطب فرید
خواجہ قطب کے دلدار دو پیروں کے خاص مرید

حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابری کلیری

حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابری بروز جمعرات ۱۹ ربیع الاوّل ۵۹۲ھ سنہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ خاتون المعروف جمیلہ خاتون حضرت شیخ قطب الاقطاب فریدالدین مسعود گنج شکر کی بہن تھیں۔ آپ کی وِلادت پر نرس (دایہ) نے نومولود بچے کے جسم کو چھوا اُسے تپش محسوس ہوئی آپ کی والدہ نے نرس کو ہدایت کی کہ بغیر وضو کے بچے کو ہاتھ نہ لگائیں۔ جب نرس نے وضو کر کے بچے کو چھوا تو ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ روائیت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق کو خواب میں حضورِ اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ کے دائیں بائیں امام حسن اور امام حسین کو کھڑے دیکھا۔ اُن کے پیچھے صحابہ کرام استادہ تھے۔ حضور موتیوں سے مرصع تخت پر تشریف فرما تھے کہ ان ارواح کو مثالی وجود میں دیکھا۔ ان جملہ ارواح کے بعد سامنے دو ارواح اپنے عالم مثال میں حاضر ہوئیں آپ نے فرمایا میرے دائیں طرف کی روح حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی کی ہے اور بائیں طرف کی روح علاؤالدین علی احمد صابر کی۔

روایت ہے کہ جب علی احمد نے بولنا شروع کیا تو پہلے الفاظ جو منہ سے نکلے لاموجود الا اللہ۔ اوائل عمر میں عبادت مشغول ہوگئے۔ بچپن میں آپ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم کا انتقال ہوگیا تو گھر بھوک وافلاس کا شکار ہوگیا۔ ایک دن گھر میں کھانے کیلئے کچھ نہ تھا۔ آپ کی والدہ نے بھوکے بچے کو بہلانے کیلئے چولہے پر دیگچی پانی سے بھر کر رکھ دی۔ نماز مغرب کے بعد علی احمد نے کہا کہ چاول تیار ہوگئے ہیں۔ والدہ نے علی احمد کے اصرار پر ڈھکنا اٹھایا تو حیران رہ گئی کہ واقعی اُبلے ہوئے چاول تھے۔ کھانا ختم کرنے کے بعد علی احمد کو حضرت عبدالقاسم گورگانی کو بلوانے کیلئے بھیجا جب وہ آئے تو آپ کی والدہ صاحبہ نے سارا ماجرا سنایا تو

انہوں نے مشورہ دیا کہ انہیں اپنے برادر بزرگ حضرت بابا فرید کی نگرانی اور تربیت میں دے دو۔ آپ نے اپنا سفر والدہ کے ہمراہ ہرات سے ہانس تک کیا جہاں حضرت بابا فرید کا قیام تھا۔ راستے میں حضرت علی ملا (علیم الدین) ابدال بھی ملا اور ساتھی بن گیا۔ ۲۴ شعبان ۶۰۱ھ کو حضرت علی احمد صابر اور ان کی والدہ حضرت محمد عبدالقاسم اور علیم الدین ابدال حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر کی قیام گاہ پر پہنچے۔ آپ نے اپنے بھانجے علی احمد کا نورانی چہرہ دیکھ کر کہا بہن یہ انمول موتی ہے۔ اسے روحانی تربیت دیں گے۔ آپ نے فرمایا اس کی تعلیم و تربیت کیلئے تین سال کا عرصہ درکار ہے۔ حضرت علی احمد نہایت ذہین تھے۔ بہت جلد دینی اور روحانی علوم سیکھ لئے۔ آپ کی بہن نے فرمایا کہ اسے کھانے پینے کا شوق نہیں سارا وقت عبادت گذاری میں صرف کر دیتا ہے۔ سوچا کہ آپ کا لنگر کھا کر صحت مند ہو جائے گا۔ آپ نے اپنے پیارے بھانجے علی احمد کو کہا بیٹا آج سے تم لنگر اور کچن کے انچارج ہو تم لنگر تقسیم کیا کرو۔ والدہ اپنے ہونہار فرزند کو اپنے بھائی کی نگرانی اور تربیت میں دے کر واپس ہرات کیلئے روانہ ہوتے وقت کہا کہ اب بارہ سال کے بعد واپس آؤں گی اُس وقت تک دلجمعی سے اپنی تعلیم مکمل کر چکے ہو گے۔ حضرت علی احمد نے تین سال میں اپنی تعلیم مکمل کر لی اور حضرت فرید الدین گنج شکر کے دست حق پر بیعت کی۔ بہت سے مشائخ مجلس میں موجود تھے۔ آپ کے شیخ نے مجاہدات مراتب ستہ کی طرف متوجہ ہو کر فنائے ذات حق تک رسائی کے اذکار سمجھائے کہ اہل تصوف کے نزدیک علم تصوف لکھنے پڑھنے کی چیز نہیں یہ علم با اخلاص علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین سے تمام منازل تصوف سے گذر کر مقام فنائے ذات تک رسائی حاصل کرنے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے ہم اُن کو اپنی طرف رسائی دے دیتے ہیں جو خلوص دل سے ہماری طرف رجوع

کرے۔ حضرت علی احمد صابر جذب کی حالت میں دنیا سے لاتعلق ہو کر اپنے رب کے ہی ہو کر رہ گئے تھے۔ ایک دن پیر و مرشد کے صاحبزادے نعیم الدین نے حضرت علی احمد صابر کی عبادت گاہ کے ایک سوراخ سے اندر جھانکنے کی کوشش کی تو اُسے خون کی قے آئی اور فوت ہو گیا۔ آپ کے دوسرے چھوٹے بیٹے نے علی احمد صابر کے حجرہ عبادت کے سامنے پیشاب کر دیا تو وہ بچھو کے کاٹنے سے مر گیا۔ ایسے دو افسوسناک واقعات کے بعد حضرت بابا فرید نے اپنے مریدوں اور خادموں کو تنبیہ کر دی کہ حضرت علی احمد صابر کی جلالی طبع کی وجہ سے اُس کے حجرے سے دور رہا کرو، وہ ایک ننگی تلوار ہے۔ چند دن ہی گذرے تھے کہ حضرت بابا فرید کے جوان بیٹے عزیز الدین نے حضرت علی احمد صابر سے اجازت لئے بغیر لنگر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ خدام کے روکنے سے بھی باز نہ آئے۔ جب حضرت علی احمد صابر حسب معمول لنگر تقسیم کیلئے حجرے سے باہر آئے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ کے ماموں زاد بھائی صاحبزادہ عزیز الدین نے ہمارے منع کرنے کے باوجود لنگر تقسیم کر دیا ہے۔ حضرت علی احمد نے جلالی لہجے میں کہا کہ ابھی تک وہ زندہ کیسے ہے؟ آپ کی زبان سے یہ الفاظ کا نکلنا ہی تھا کہ عزیز الدین جو اپنی والدہ سے گفتگو کر رہے تھے بیہوش ہو کر گر پڑے اور جانبر نہ ہو سکے۔ بابا صاحب کو تیسرے بیٹے کی دردناک موت کی خبر ملی تو فرمایا کہ عزیز الدین قصوروار تھا۔ اُس نے علی احمد صابر کے کام میں مداخلت کیوں کی۔ حضرت علی احمد صابر کی والدہ ماجدہ جمیلہ خاتون کو ان المناک واقعات کا علم ہوا تو وہ ہرات سے افسوس کا اظہار کرتے ہانسی تشریف لائیں۔ اور اپنے محترم بھائی بابا فرید سے اپنے بیٹے کے رویے کی معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے۔ والدہ نے جب علی احمد کو نہایت نحیف اور کمزور دیکھا تو اپنے بھائی بابا فرید سے خواستگار ہوئیں کہ ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ یہ بھوک سے قریب المرگ ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا بہن اس کے سپرد لنگر کے تمام انتظامات ہیں جو چاہے کھائے۔ حضرت علی احمد کو انکی والدہ کے سامنے بلوا کر بابا صاحب نے پوچھا کہ آپ کو لنگر کا منتظم بنایا گیا کہ لنگر پکوا کر لوگوں کو کھلایا کرو کیا تم سیر ہو کر نہیں کھاتے۔ حضرت علی احمد نے جواباً عرض کیا کہ آپ نے لنگر کا تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا خود کھانے کا نہیں کہا تھا۔ میں کیونکر آپ کے حکم کے بغیر کھا سکتا ہوں۔ بابا فرید بہن سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ علی احمد بچپن سے ہی کھانے کیلئے نہیں لوگوں کو کھلانے کیلئے پیدا ہوا ہے۔ اس کا روحانی مستقبل تابندہ ہے اسے ہم صابر کے لقب سے پکارا کریں گے۔ چند ماہ گذرنے کے بعد آپ کی والدہ نے اپنے بھائی بابا فرید گنج شکر سے اُن کی بیٹی کا رشتہ ازدواجی علی احمد صابر کیلئے طلب کیا۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ آپ کا بیٹا دنیاوی فرائض سرانجام دینے کے قابل نہیں رہا۔ لیکن وہ رشتہ لینے پر بضد تھیں کہ مجھے غریب سمجھ کر انکار کر رہے ہیں۔ خواجہ فرید نے عزیزہ بہن کی حسب الخواہش اپنی بیٹی کی شادی علی احمد سے کردی۔ حضرت علی احمد کے حجرہ میں جانے کیلئے بیوی نے دروازے پر دستک دی تو آواز آئی کون ہے؟ آپ کی زوجہ ہوں، بیوی نے جواب دیا۔ فرمایا کہ ایک دل میں دو کو جگہ دینا کیسے ممکن ہے؟ میرے دل میں فقط اللہ کی محبت کیلئے جگہ ہے کسی غیر کا اس میں دخل نہیں ہوسکتا۔ آپ نے اپنی جلالی نظر سے بیوی کو خاکستر کر ڈالا۔ والدہ کو اس حادثے کا علم ہوا تو وہ غصہ میں آئیں دونوں ہاتھ اپنے بیٹے پر مار کر کہا تم نے یہ کیا کیا! میں تمہارے ماموں کو کیا جواب دوں گی۔ علی احمد نے اس المناک واقعہ سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ خدائی قوت جو مجھ پر حکمرانی کر رہی ہے یہ اُس کا ہی فعل ہوگا۔ والدہ ماجدہ پر اس المناک واقعہ کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ چند دن بیمار رہ کر ۲ محرم ۶۱۴ کو رحلت فرما گئیں ۱۷ محرم

۶۲۴ کو بابا فرید شکر گنج حضرت علی احمد صابر کے حجرہ میں گئے اور دیکھا کہ آپ مراقبہ فنا میں مستغرق ہیں آپ نے اُن کے کان میں سات مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر آواز دی۔ جب ہوش آیا تو ان کو ساتھ لے کر سب لوگوں کے سامنے خرقہ خلافت چشتیہ عطا کیا اور اپنی کلاہ پہنائی اور ضلع سہارنپور میں کلیر جانے کا حکم دیا کہ وہاں جا کر بطور روحانی خلیفہ دین اسلام کی تبلیغ کریں۔ ۱۵ ذوالحج ۶۵۰ ہجری کو حضرت علیم اللہ ابدال کو ساتھ لے کر سولہ دن میں کلیئر پہنچے اور مسماۃ گلریزی اور اُس کے دو بیٹوں بہاؤالدین اور جمال کے ہاں ٹھہرے اور اُن کو مرید کیا اور کلیئر کی جامع مسجد میں اپنے پیر کی طرف سے خلافت کا ذکر کیا۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ ہمارا پیر قرآن ہے۔ اُس مسجد کا امام قاضی تبرک کوفی جو یزید کی اولاد میں سے تھا اور موجودہ حالات میں کسی قسم کی تبدیلی اور انقلاب لانے کے حق میں نہ تھا۔ جامعہ مسجد کے امام کا ساتھی قیام الدین زموان نے حضرت علی احمد صابر سے خود کو پیر اور خطیب ثابت کرنے کیلئے کہا کہ ہماری ایک بکری گم ہوگئی ہے اگر آپ قطب ہیں تو بتاؤ کہ ہماری کھوئی ہوئی بکری کہاں ہے۔ مجمع میں ۷۲ لوگوں کے سامنے حضرت علی احمد صابر نے کہا کہ بکری کو اُس کا نام لے کر آواز دو۔ جن لوگوں نے بکری چرا کر کھائی تھی ان کے پیٹ سے آواز آئی کہ ان لوگوں نے مجھے کھایا ہے۔ آپ کی کرامت سے میرا ایک ذاتی واقعہ منسوب ہے کہ بچپن میں علی احمد صابر کی مجھے بھی زیارت نصیب ہوئی اور میرے شکم پر ہاتھ پھیر کر صحت یاب کر دیا تھا۔ اس کا ذکر کتاب میں ہو چکا ہے۔ علیم اللہ ابدال نے حضرت بابا فرید کو کلیئر میں مخالفین کے احوال سے مطلع کیا۔ آپ نے ایک خط قیام الدین زموان کو علیم اللہ ابدال کے ہاتھ بھیجا کہ علی احمد ہماری طرف سے بھیجا ہوا آپ سب کا روحانی پیشوا ہے اس کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ اسے امام تسلیم کیا جائے۔ آپ جب بمطابق ۱ محرم الحرام ۶۵۱ جامعہ مسجد کلیئر میں نماز جمعہ

کیلئے گئے آپ کے ہمراہ بہاؤ الدین، جمال اور علیم اللہ ابدال تھے۔ حضرت علی احمد صابر جمعہ کی نماز کی امامت کرنے کیلئے مصلیٰ امامت پر بیٹھے تھے کہ قاضی تبرک آگیا۔ آپ کو مصلیٰ خالی کرنے کو کہا۔ حضرت علی احمد صابر جلال میں آگئے اور فرمانے لگے آج تم ہمیں اپنا امام تسلیم کرلو ورنہ تباہی اور بربادی سے دوچار ہوگے اور روزِ قیامت تک پچھتاؤ گے۔ آپ نے اپنے عقیدت مندوں، بہاؤ الدین اور جمال الدین کو کلیئر سے دور چلے جانے کا حکم دیا تاکہ تم آگ سے محفوظ رہو۔ آپ نے مصلیٰ خالی کردیا اور میدان میں ایک گلر کے درخت کی ٹہنی پکڑ کر کھڑے ہوگئے۔ یونہی نمازِ جمعہ شروع ہوئی اور تمام نمازی رکوع میں گئے۔ آپ نے مسجد کی عمارت کو حکم دیا کہ تم بھی رکوع میں چلی جاؤ۔ اور شہر کی جانب انگلی سے دوسرا اشارہ کیا تو شہر آگ کی لپیٹ میں آگیا۔ اپنے خلیفہ مرید حضرت شمس الدین ترکی کو اپنے اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے کا بھی اشارہ کردیا اور فرمایا میری وفات کے بعد میرے جسم کو کوئی شخص ہاتھ نہ لگائے۔ حضرت شمس الدین جو کہ آپ کے خلیفہ تھے فوراً شہر ایمبر پہنچے اور اپنے میزبان شیخ سلیمان کو ہدایت کی کہ میری آمد کی خبر کسی کو نہ ہو کہ جو حضرت نے اپنی پیشگوئی میں فرمایا ہے کہ ضروری رسوم ادا کرنے کے بعد میری میت کو رجال الغیب کے حوالے کردینا۔ ۱۳ ربیع الاوّل حضرت شمس الدین نے سلطان علاؤ الدین خلجی سے ملاقات کی اور نماز فجر پڑھانے کے بعد شہر ایمبر کے قلعہ کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو قلعہ تباہ ہوگیا اور سلطان علاؤ الدین خلجی کی فوج نے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اس معجزانہ فتح دلوانے کے بعد حضرت شمس الدین ترکی کلیئر واپس آئے تو معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ پڑھنے کیلئے لوگ جمع ہیں۔ تو اچانک ایک پردہ پوش سوار سامنے آیا۔ اُس نے گھوڑے سے اُتر کر جنازہ پڑھایا اور تدفین کے بعد اپنے چہرے سے پردہ ہٹا کر اپنے خلیفہ شمس الدین ترکی کو فنا و بقا کا راز

سمجھایا "اے شمس الدین فقیر کا جنازہ فقیر خود ہی پڑھاتا ہے۔ میرے مرشد حضرت سلطان العارفین تاج والی سرکار فرماتے ہیں"۔

یہ نسخہ کیمیا سمجھو فنا ہوکر بقا ہونا — پڑھایا سبق مرشد نے کہ جیتے جی فنا ہونا
کیا کروں تعریف تیری مخدوم صابر کلیئری — جس کو اللہ نے کہا مخدوم صابر کلیئری
تو نے باطل کو مٹایا تیغ لا الہ سے — نور چشم مصطفیٰ مخدوم صابر کلیئری

(بابا پیر محمد حسین تاج والی سرکار)

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ

سلطان المشائخ خواجہ نظام اولیا محبوب الٰہی ۲۴ صفر ۶۳۶ھ ۱۴ اکتوبر ۱۲۳۸ء ہندوستان کے مغربی علاقہ یوپی کے شہر بدایوں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا خواجہ علی بخاری اور نانا خواجہ عرب بخاری وسط ایشیاء میں بخارا کے رہنے والے تھے۔ منگولوں کا تسلط ہونے کے بعد ہجرت کرکے ہندوستان آگئے۔ دونوں بزرگوں کا پیشہ تجارت تھا۔ آپ کے والد کا نام خواجہ احمد اور والدہ کا نام بی بی زلیخا تھا۔ ولادت سے قبل آپ کے والد کا انتقال ہوگیا تھا۔ ولادت کے وقت آپ کا نام محمد بن احمد تھا۔ ایک دن بدایوں میں اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کسی نے آواز دی مولانا نظام الدین۔ آپ نے سوچا کہ اس گھر میں اس نام کا کوئی شخص موجود نہیں۔ گھر سے باہر نکلے جو بھی ملتا وہ آپ کو نظام الدین کے نام سے پکارتا۔ اسے غیبی حکمت سمجھ کر یہ لقب اختیار کرلیا۔ ابتدائی تعلیم گھر میں ہی پائی اوسط درجہ کی تعلیم شہر کے ممتاز علما سے لی۔ حضرت علاؤ الدین اصولی سے علم اصول فقہ کا درس لیا۔ درس کی تکمیل کے بعد مولانا اصولی نے دستار بندی کا اہتمام کرنے کیلئے کہا۔ گھر کے مالی حالات اچھے نہ تھے جیسے کہ اکثر اولیائے کرام کے نامساعد اور غربت کے حالات مطالعہ کو

ملتے ہیں۔والدہ نے سوت خرید کر خود دستار تیار کردی۔مولانا اصولی اوراُن کے ہمعصر مولانا علی نے دستار بندی فرمائی جو کہ صاحب نظر تھے اور آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ یہ لڑکا "بہت بڑا ہوسی"۔ایک قوال نے حضرت ذکریا ملتانی کی خانقاہ کا حال بیان کیا لیکن اُن کی تعریف کا کوئی اثر نہ ہوا۔جب ملتان سے اجودھن میں موجودہ نام (پاک پتن) میں ایسے اعلیٰ درجہ کے درویش کا تذکرہ کیا تو دل میں قدرتی طور پر محبت اور کشش پیدا ہوئی اور حاضری کا اشتیاق ہوا۔زبان پر ایک ورد جاری ہوگیا۔دس دس بار شیخ فرید الدین مولانا فرید الدین ہر کسی کو انہی ناموں کی قسم کہلواتے۔شہر بدایوں اعلیٰ صلحا اور اولیاء اللہ اور شعرا کا مسکن تھا۔حضرت کے ملفوضات میں سہروردیہ اور چشتیہ بزرگان دین اسی مدینۃ الاولیاء کی زینت تھے۔حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے ایک بھائی شیخ نجیب الدین متوکل بدایوں میں رہتے تھے۔وہ ہر سال اپنے بھائی کو ملنے جایا کرتے تھے۔حضرت نظام الدین کو بدایوں میں دیوانوں اور مجذوبوں سے بھی محبت تھی۔وہ مجذوبوں مسعود نخاسی اور خواجہ عزیز کرکی کا آپ کے ملفوظات کی کتاب فوائد الفواد میں ذکر ہے۔حضرت طفولیت کی عمر میں علما کے وعظوں کو شوق سے سنتے تھے۔ایک واعظ خواجہ نظام الدین ابوالموید اور قاری قاسم کی واعظیں بھی سنیں آپ فرماتے ہیں ایک رباعی نے تمام ناظرین کو رلا دیا۔

بر عشق تو بر تو نظر خواہم کرد
جان در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

ترجمہ: میں تجھ پر اور تیرے عشق پر نظر رکھوں گا
اور تیرے غم میں اپنی جان کو تہ و بالا کرلوں گا

پُر درد دِلے بخاک دَر خواہم برد
پُر عشق سرے زگور بَر خواہم کرد

ترجمہ: جب مروں گا تو قبر میں درد بھرا دل لے کر جاؤں گا
اور تیرے عشق کا دیوانہ بن کر روزِ حشر قبر سے اٹھوں گا

خواجہ نظام الدین اولیاء کتاب مشارق الانوار کے مصنف علامہ رضی الدین حسن صفانی کے بڑے مداح ہیں۔آپ کا قیام بدایوں میں تنگی وترشی کا تھا۔والد کے انتقال کے بعد مالی حالت ابتر ہوگئی تھی کبھی گھر میں کھانے کیلئے کچھ بھی نہ ہوتا تو والدہ کہتی کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں۔سولہ سال کی عمر میں متوسط کتابوں کے درس سے فارغ ہو چکے تھے۔ چنانچہ دہلی کا رخ کیا کہ کوئی ذریعہ معاش مل جائے گا اور درس نظامی مکمل کرنے کا بندوست ہو جائے گا۔دہلی آ کر قرآن حفظ کیا اور حدیث شریف کی کتاب مشارق الانوار بھی پوری حفظ کرلی۔آپ اپنے پیرومرشد بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ سے بیعت کر چکے تھے۔ جب وہ حضرت کے بھائی کے ساتھ اجودھن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

آپ دہلی میں تقریباً چار سال مزید تعلیم حاصل کرتے رہے۔آپ کے اساتذہ میں شمس الدین خوارزمی خطاب شمس الملک اور نام عبدالرحمن تھا یہ بادشاہ بلبن کے وزیر بھی ہوئے ہیں۔دہلی میں متعدد مکانوں میں قیام پذیر رہنے کے بعد امیر خسرو کے نانا عماد الملک کے خالی مکان میں رہائش اختیار کرلی۔مکان کی نچلی منزل میں سید محمد محمود کرمانی رہائش پذیر تھے۔وہ از راہ کرم کبھی کبھار کھانا لے آتے تھے۔دہلی میں قیام کے دوران شیخ نجیب الدین متوکل کے بے مثل کردار خدادوستی، توکل، استغفار، شان فقرا اور محبت علم نے آپ کے ذہن کی تربیت اور مزاج کی تشکیل کی جسکا تذکرہ ہو چکا ہے کہ آپ کی وساطت سے سفر اجودھن

کر کے آپ نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ حضرت بابا فرید کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے۔ ان کے حسنِ عبادت، لطافت تقریر، شرینی گفتار کی حلاوت سے یوں محسوس ہوتا تھا وہ واقعی گنج شکر ہیں۔ آپ نے دل میں پہلے طے کرلیا تھا کہ اپنے پیرومرشد کی زبان سے جو سنوں گا لکھ لیا کروں گا۔ حضرت جب کوئی معرفت کا نقطہ بیاں فرماتے تو پوچھ لیتے تھے کہ مولانا نظام الدین موجود ہیں اگر موجود نہ ہوتے تو اُن کے آنے پر اُن کی حکایات اور فوائد نکات عجیبہ کا اعادہ کرتے تا کہ نظام الدین اپنے بیاض میں لکھ سکیں۔ یہ مجموعہ ملفوظات ۲۱ مارچ ۱۳۰۹ تک حضرت نظام الدین اولیاء کے پاس محفوظ تھا۔

ایک دفعہ نظام الدین اولیاء دہلی سے اپنے پیرومرشد حضرت بابا فرید کی خانقاہ پر زیارت کیلئے آئے تو بابا صاحب نے اپنے داماد اور مرید خاص حضرت بدرالدین اسحاق کو بلایا اور فرمایا۔ مولانا نظام الدین دہلی سے آئے ہیں انہیں جماعت خانہ میں ٹھہراؤ اور چارپائی کا انتظام کرو۔ جماعت خانہ میں سب درویش فرش پر سوتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں بھی محمدی فرش پر ہی سوؤں گا یہاں چارپائی پر سونا اچھا نہیں لگتا۔ حضرت بدرالدین اسحاق نے کہا تم اپنی مرضی کرو گے یا شیخ کا حکم مانو گے۔ اس پر لاجواب ہو گئے مگر سونے کیلئے چارپائی پر الٹا کر کے آرام کیا۔ دوسرے دن بابا صاحب نے حاضرین سے فرمایا۔ میں کسی کو منصبِ خلافت دینا چاہتا ہوں مگر میرے دل میں القا کیا گیا ہے کہ نظام الدین دہلی سے آرہے ہیں ان کا انتظار کرو۔ جب حضرت خواجہ نظام الدین نے حضرت بابا صاحب سے بیعت ہونے کی درخواست کی تو سر منڈوانے کا ارادہ نہ تھا۔ آپ نے درخواست منظور فرمائی اور اس کے تھوڑے سے حصہ کے بال کاٹ دیئے۔ آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقہ بیعت کو سمجھایا اور آپ کو بیعت کیا۔ پہلے سورۃ فاتحہ

پڑھوائی پھر اُس کے بعد سورۃ اخلاص پھر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا
يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا
تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ
لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ اور اَشْهَدُ اَنْ
لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط اور اِنَّ
الَّذِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا اللّٰهُ تلاوت کروائی اور کہو میں نے اس فقیر بابا فرید الدین شکر گنج اور اُس کے خواجگان اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ پیر اور آنکھوں کو شریعت کا پابند رکھوں گا۔ حضرت نظام الدین نے یہ الفاظ دہرائے تو بابا صاحب نے اپنا کرتا اپنے ہاتھوں سے پہنایا اور حاضرین سے فرمایا آج ہم نے ایسا درخت لگایا ہے جس کے سائے میں بہت سی خلقت آرام پائے گی۔

بیعت کے بعد شیخ (بابا فرید) نے وصیت فرمائی جو اس فقیر کا مرید ہوا اُسے قرض نہیں لینا چاہیے۔ اپنے دشمنوں سے نیک سلوک کرو اور اُسے خوش رکھنا چاہیے۔ تیسرے حقدار کو اُس کا حق دینا چاہیے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کو یاد آیا کہ دہلی میں ایک بزاز سے کپڑا قرض لیا تھا اُس کے بیس چیتل باقی رہ گئے ہیں۔ کسی سے ایک کتاب مستعار لی تھی وہ کھو گئی۔ دہلی جا کر پہلا کام یہی کرونگا اُن دونوں کے حقوق ادا کروں گا۔ جب اجودھن (پاک پتن) سے واپس آرہے تھے تو راستے میں ایک کمبل پڑا دیکھا آپ وہاں ٹھہر گئے

اور کمبل کی حفاظت کرتے رہے کہ کوئی اٹھانہ لے اور حقدار کا حق نہ مارا جائے۔ دوسرا واقع یہ ہے کہ ایک دفعہ بابا فرید فرمانے لگے کوئی ہے جو مجھ سے یہ دعا یاد کر لے حضرت نظام الدین حاضر تھے سمجھ گئے کہ شیخ کا اشارہ میری طرف ہے۔آپ نے پرچہ پکڑا کر کہا پڑھو آپکے نزدیک اعراب گرائمر کے مطابق شیخ کے لکھے ہوئے اعراب سے مختلف تھے۔آپ نے درست کر کے پڑھے۔حضرت بابا جی نے فرمایا ویسے ہی پڑھو جس طرح لکھے ہیں۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی۔حضرت بدر اسحق نے باہر آنے پر فرمایا مولانا آپ نے اچھا کیا یہ ادب اور متابعت کاملہ جو آپ ملحوظ خاطر رکھتے ہو ہم میں سے کسی کو نصیب نہیں۔

بقول حضرت سلطان العارفین تاج والی سرکار۔

محمد حسین اوہو کر جو پیر کہے او سجدہ چنگا وچ قدمیں رہے
جس فقر فقیر دی میں نہ مرے اودھی فقر فقیری تے گدا کیڑے کم

محمد حسین کچھ بنتا نہیں زہد و ریاضت سے
یہ سارا کھیل ہے از بر کلامِ پیشوا ہونا

حضرت شیخ حمید الدین ناگوری سہروری کی تصنیف (لواح) بھی نظام الدین اولیاء نے اپنے مرشد کامل باباصاحب سے پڑھی۔اکثر یہ شعر آپ کی زبان پر ہوتا تھا۔

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے — دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

حضرت نظام الدین اولیاء نے اجودھن (پاک پتن) کا دس بار سفر کیا۔تیسرا سفر وہ تھا جب آپ کو خلافت ملی ۶۶۹ ھ کو حضرت باباصاحب کا انتقال ہوا دو ماہ قبل از وفات حضرت نظام الدین دہلی واپس جا چکے تھے۔باباصاحب کے انتقال کے وقت حضرت بدر الدین اسحاق جو خانقاہ کی مسجد کے امام بھی تھے کو وصیت فرمائی کہ میرا عصا، مصلیٰ، تسبیح، خرقہ

اور نعلین نظام الدین دہلی سے آئیں گے اُن کو دے دینا۔آپ کا چوتھا سفر حضرت نے اس وقت کیا جب پیر و مرشد کے انتقال کی خبر ملی ۶۷۰ ھ میں آپ نے وہ دروازہ تعمیر کرایا جسے بہشتی دروازہ کہتے ہیں۔ پانچواں سفر اس وقت کیا کہ جب آپ کو حج کا اشتیاق تھا تو آپ نے اجودھن کا سفر اختیار کر لیا اور میرا مقصود اپنے مرشد کی زیارت سے مل گیا۔دہلی میں حضور خواجہ نظام الدین کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔مخلوق خدا میں بہت زیادہ اضافہ دیکھ کر آپ غیاث پور دریائے جمنا کے کنارے منتقل ہو گئے تا کہ اپنی منزل تک رسائی کیلئے مجاہدات اذکار مکمل کر لیں مگر بادشاہ غیاث الدین بلبن کے بیٹے کیقباد نے دریائے جمنا کے کنارے محل تعمیر کروا کر وہاں رقص و سرور کی محفلیں سجانا شروع کر دیں۔ خواجہ صاحب نے دل میں وہاں سے بھی کوچ کا ارادہ کیا تو ایک نوجوان آیا اور سامنے یہ شعر پڑھا۔

آں روز کہ مرشدی نمے دانستی — کانگشت نمای عالمی خواہی شد
امروز کہ زلف دل خلقے بر بود — در گوشہ نشستن نمید آرد سود

(ترجمہ) جس دن تم چاند بنے تھے کیا یہ نہیں سوچا تھا کہ ایک دن تمہاری طرف انگلیاں بھی اٹھیں گی۔اب تمہاری زلفوں نے ایک عالم کا دل اچک لیا ہے۔تو کونے میں جا کر بیٹھے گا تو اُس سے کوئی فائدہ نہیں۔حضرت نے دل میں نیت کر لی کہ اب اس فسق و فجور کے ماحول میں ہی ہدایت نبوی کی شمع روشن کرونگا۔چنانچہ آپ کے ایک معتقد مرید ضیاء الدین وکیل نے وسیع رقبہ پر کشادہ عمارت بنوادی۔آپ نے وہاں بیعت عام کا دروازہ کھول دیا۔لوگ آ کر گناہوں سے توبہ کرتے اور بیعت ہو جاتے۔گھر گھر میں نماز باجماعت کا انتظام ہونے لگا بادشاہ بلبن تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے پہلے بدگمان ہو گیا تھا لیکن آپ کے

کردار اور حسن سلوک سے معتقد ہو گیا اپنے دو بیٹوں کو آپ کا مرید کروا دیا۔

آپ کو سماع کا اسقدر شوق تھا اپنے خلیفہ امیر خسرو کو کہا آج تم قوال بن جاؤ اور مَیں قاری بن کر تلاوت کروں گا اور تم اشعار گا کر سناؤ۔ امیر خسرو موسیقی کے ماہر تھے خوش الحان آواز سے اپنی ہی غزل پڑھ کر سنائی تب جا کر کھانا تناول فرمایا اوّل روح کیلئے کلام بعد میں طعام تناول فرمایا۔

ماہ ہلال ابروئے من عقل مرا شیدا مکن
غمزہ زنان زاں سومیا آہنگ جان ما مکن
زحال مسکیں مکن تغافل ورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
چو شمع سوزاں چو زرہ حیراں زمہر آں مہ بگشتم
نہ نیند نیناں، نہ انگ چیناں نہ آپ آئیں نہ بھیجیں پتیاں

خواجہ نظام الدین کی ولادت سے وفات تک دہلی کے تحت پر چودہ بادشاہ بیٹھے اور آپ کے دہلی تشریف لانے پر گیارہ بادشاہ تخت نشین ہوئے ان میں تین بادشاہ حضرت کے معتقد تھے۔ مگر آپ نے کبھی دربار کا رخ نہیں کیا نہ کوئی جاگیر قبول کی لیکن بالواسطہ طور پر حکمرانوں کی اصلاح بوقت ضرورت کرتے رہے اور اُن کے ہوس اقتدار کی پیاس بھی بجھاتے رہے۔ آپ نکتہ رس فقیہ، محدث، مفسر، محقق اور ادبیات عربی و فارسی کے متبحر عالم اور شاعر تھے۔ آپ کے خلفا اور خاص مریدین کی تعداد ایک سو گیارہ تھی۔ آپ کی مشہور تصانیف سیر الاولیاء، خلاصہ اللطائف ہیں اس کے علاوہ آپ کے ملفوظات کی کتاب فوائد الفواد ہے۔

آخری علالت اور وصال: نہایت سخت مجاہدات کی وجہ سے حضرت کی صحت بھی اچھی نہیں رہی مگر اپنی ایمانی قوت اور روحانی برکت سے کمزوری کے باوجود سارے مشاغل پورے اہتمام اور پابندی سے جاری رکھتے تھے۔ اُس زمانے میں گلے کی بیماری بہت ہوتی تھی اس نے بھی حضرت کو بہت پریشان کیا۔ کبھی سر میں درد بھی ہوتا تھا یہ مسلسل جاگنے کے سبب سے ہوتا تھا۔ کبھی بواسیر کی شکایت ہو جاتی تھی۔ ان بیماریوں سے آپ کی بصارت بھی متاثر ہوئی تھی۔ ایک بار آپ بیمار تھے کہ حضرت برہان الدین غریب آستانے پر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ مولانا برہان الدین آؤ یہ کہہ کر مصافحہ کیلئے دست مبارک دوسری طرف بڑھائے۔ حضرت غریب سمجھ گئے کہ حضرت کی بصارت کچھ متاثر ہے بہت دکھی ہوئے اور جماعت خانے میں آ کر رنجیدہ بیٹھ گئے۔ پھر اُنہیں حضرت کا فرمان یاد آیا کہ اگر کسی کو کوئی حاجت پیش آئے تو آیت۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ (۶۵:۲،۳) ۷۵ بار پڑھے انشاء اللہ وہ پریشانی دور ہو جائے گی۔ حضرت غریب نے یہی ورد شروع کیا۔ جیسے ہی ۷۵ کا عدد پورا ہوا اوپر سے کسی آنے والے نے بتایا کہ حضرت کو صحت ہو گئی ہے، ہر چیز کو صحیح دیکھ رہے ہیں۔ (نفاس الانفاس)

حضرت شیخ رکن الدین ملتانیؒ دہلی میں تھے وہ عیادت کیلئے آئے تو انہوں نے حضرت سے کہا کہ انبیاء کو حیات و موت میں اختیار دیا جاتا ہے۔ علماء و مشائخ بھی وارثین انبیاء ہیں۔ آپ بھی اگر کچھ دن اور دنیا میں رہنے کا ارادہ فرما لیں تو اس سے بہت سے طالبوں کو فائدہ پہنچے گا۔ حضرت نے دھیمی آواز میں فرمایا۔ "آج کل ہر شب رسالت

ماب ﷺ کوخواب میں دیکھ رہا ہوں وہ فرماتے ہیں۔ نظام اشتیاقِ تومارا بیشتر است زود بیاد در کنف ما بیاسا" (نظام تم سے ملنے کا ہمیں بہت اشتیاق ہے جلدی سے آؤ اور ہمارے پاس آرام کرو)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا وصال ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ بمطابق 2 اپریل 1235ء صبح سات بجے بعد از طلوع آفتاب ہوا۔ آپ کو حضرت رکن الدین ملتانی اور حضرت چراغ دہلوی نے لحد میں اُتارا اور آپ کے تبرکات آپ کے ساتھ ہی رکھے گئے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی

حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک وہند کے عظیم عالم دین، جید صوفی اور مجتہد تھے۔ وہ 26 جون 1564ء کو مشرقی پنجاب کے قصبے سرہند میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد محترم حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مرید اور صاحب علم بزرگ تھے۔ شیخ احمد سرہندیؒ نے اوائل عمر ہی میں قران پاک حفظ کرلیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی جس کے بعد سیالکوٹ جاکر مولانا کمال کاشمیریؒ کی شاگردی میں معقولات کی بعض کتابیں پڑھیں۔ حدیث، فقہ وتفسیر اور عربی ادب میں آپؒ کے استاد مولانا یعقوب کاشمیریؒ تھے۔ طلب علم کے شوق میں آپؒ نے اکبرآباد (آگرہ) جونپور اور سیالکوٹ کے سفر کئے اور وہاں کے کمال علماء سے فیض حاصل کیا۔ شیخ احمد سرہندیؒ کا سلسلہ نسب 29 ویں پشت میں خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے۔ اسلئے آپ فاروقی بھی کہلائے۔

شیخ احمدؒ نے درس وتدریس کا سلسلہ سرہند میں ہی شروع کیا اور سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد حضرت شیخ عبدالاحدؒ، سلسلہ سہروردیہ میں اپنے استاد محترم حضرت شیخ یعقوب کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ سکندریہؒ اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے اجازت وخلافت حاصل فرمائی۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ آپ ہی کی کاوشوں سے اس سلسلے کو پاک وہند اور دیگر ممالک اسلامیہ میں فروغ حاصل ہوا۔ بہت سے نامور علماء ومشائخ دور دراز سے آپ کے پاس سرہند حاضر ہوئے اور بیعت واستفادہ کیا۔ آپ نے ان میں سے اکثر کو خلافت واجازت عطا فرما کر دعوت وتبلیغ کیلئے مختلف مقامات کی طرف روانہ کیا۔

اس دور میں ملحدانہ اعتقادات اور معاشرتی انتشار پھیلانے والی کئی تحریکوں نے سر اٹھایا، بالخصوص مغل بادشاہ اکبر اور اس کے حواریوں نے غیر مسلموں کو اپنا ہم نوا بنانے کیلئے وسیع المشربی کے نام پر الحاد وگمراہی کا طوفان اٹھا رکھا تھا۔ اقتدار کو طول دینے کیلئے ہندو اکثریت کو اپنے ساتھ ملانا اور ان کے دل جیتنا دراصل اکبر کی سیاسی ضرورت تھی۔ جسے اس نے نام نہاد "مذہبی رواداری" کی آڑ میں پورا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے نہ صرف ہندوؤں سے رشتے داریاں کیں بلکہ شریعت اسلامی میں نقب لگا کر "دین الٰہی" ایجاد کرنے کی بھی جسارت کی۔ اکبر کے ذہن میں یہ خیال راسخ ہوگیا تھا کہ ہر ایک ہزار سال کے بعد نئے دین کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ اشاعت اسلام کے ایک ہزار سال مکمل ہو جانے کے بعد اس نے اپنی دانست میں ایک نئے مذہب "دین الٰہی" کی بنیاد رکھی۔ اکبر کو گمراہی کی طرف لے جانے میں زبردست درباری ملاؤں کا کردار بہت اہم تھا۔ درباری علماء نے اختلافی مذہبی معاملات میں حتمی فیصلہ کرنے کا اختیار بھی بادشاہ کو دے دیا تھا۔ یہ

کیسے ممکن تھا کہ اس دور کے علمائے حق شہنشاہ اکبر اور علمائے سو کی ان حرکتوں کو نظرانداز کر دیتے! بادشاہِ وقت کے خلاف کلمہ حق کہنا، موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ اکبر کی مخالفت کرنے والے بیشتر علماء کو شہید یا ملک بدر کر دیا گیا۔ ایسے نازک وقت پر شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ گوشہ نشین ہوئے نہ حالات سے چشم پوشی کی بلکہ ایسے جہاد کا آغاز کیا جو قتل و غارت کے بغیر روحانی و مذہبی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دور کی مذہبی گمراہی اور فکری انتشار کا ذمہ دار علمائے سُو کو قرار دیا اور ان کے مکر و فریب کا پردہ چاک کیا۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے سنت نبوی ﷺ کو اپناتے ہوئے تبلیغ دین کیلئے خطوط ارسال کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امراء، وزراء، علماء، ادنیٰ و اعلیٰ کے علاوہ اپنے خلفاء و مریدین کو بھی خطوط لکھے۔ اُن کو اصلاح و تبلیغ کی طرف راغب کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں دینی علوم کا احیاء کیا اور آپ کا مدرسہ درس و تدریس کیلئے برصغیر میں معروف ہوگیا۔

شیخ احمد سرہندیؒ جب بھی اور جہاں بھی کوئی کام سنتِ نبویِ ﷺ شریعت کے خلاف ہوتے دیکھتے تھے آپ کی "رگ فاروقی" حرکت میں آجاتی اور آپ اس کی کھل کر مخالفت کرتے تھے۔ اکبر کے بعد جب جہانگیر بادشاہ بنا تب بھی آپؒ کا طریقہ یہی رہا۔ چنانچہ جہانگیر کو سجدۂ تعظیمی کرنے سے انکار کے باعث آپؒ کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ قید خانے میں بھی آپؒ نے دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپؒ کے دست حق پرست پر بہت سے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور کئی مجرموں نے صدق دل سے توبہ کی۔ آپؒ نے کبھی بادشاہ کیلئے بددعا نہ کی بلکہ اس کیلئے ہدایت ہی مانگی۔ کچھ عرصے کے بعد جہانگیر اپنی حرکت پر شرمسار ہوا اور اس نے آپ کو رہا کر دیا۔

شیخ احمد سرہندیؒ نے حکمرانوں کے بارے میں لوگوں کے سامنے یہ تاریخی کلیہ پیش کیا کہ دنیا میں بادشاہ کی وہی حیثیت ہے جو جسم میں دل کی ہے۔ اگر دل ٹھیک ہے تو بدن بھی درست ہے اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہو جائے گا۔ لہٰذا بادشاہ کی درستی دنیا و حکومت کی درستی ہے اور بادشاہ کی خرابی پورے نظام کی خرابی بن جاتی ہے۔ تجدید و احیائے دین کے عظیم کارناموں کی بدولت شیخ احمد سرہندیؒ "مجدد الف ثانی" یعنی دوسرے ہزار سال (2nd Millenium) کے مجدد کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اسلامی تصوف میں نظریہ وحدت الوجود اور نظریہ وحدت الشہود بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے نظریہ وحدت الشہود کا پرچار کیا۔ تاہم اس کے باوجود انہوں نے نظریہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے داعی شیخ محی الدین ابن عربیؒ کو مقربین الٰہی میں قرار دیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات نے ایک نئے (ذیلی) سلسلہ تصوف کی شکل اختیار کی اور یہ سلسلہ "مجددیہ نقشبندیہ" کہلایا۔ آپ نے 22 کتابیں تحریر فرمائیں۔ جن میں الرسالہ فی اثباۃ النبوۃ، مکاشفات عینیہ، معارف لدنیہ، آداب المریدین، رسالہ علم حدیث، مجموعہ تصوف اور مکتوبات امام ربانیؒ قابل ذکر ہیں۔

حضرت مجددؒ اپنے مکتوبات میں ایک مقام پر لکھتے ہیں "ہم فقراء پر لازم ہے کہ ہمیشہ عاجز و گریاں رہیں۔ حدود شرعی کی پابندی رکھیں، اپنے باطن کو خالص (یعنی ہر کام میں نیت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی) رکھیں اور ظاہر کو (پابندی شریعت سے) سلامت رکھیں۔ اپنے عیبوں کو دیکھتے رہیں اور اپنے گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کرتے رہیں اور عالم الغیوب کے انتقام سے ڈرتے رہیں۔ اپنی نیکیوں کو تھوڑا سمجھیں اگرچہ بہت ہوں اور برائیوں کو بہت خیال کریں اگرچہ تھوڑی ہوں۔ شہرت سے ڈرتے رہیں۔ دنیا کے مال کی محبت اور

اسے جمع کرنے سے بچتے رہیں کیونکہ جناب رسول پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اس لئے لازم ہے کہ فقیر دنیا داروں کی صحبت اور ان کی محبت سے بچے"۔

10 دسمبر 1624ء کو آسمان ولایت کا یہ درخشندہ ستارہ غروب ہوگیا۔ آپؒ کا مزار سرہند (بھارت) میں مرجع خلائق ہے۔ علامہ اقبالؒ نے "بال جبریل" میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کو خراجِ عقیدت کچھ یوں پیش کیا ہے۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان ۔۔۔ اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

سلطان العارفین حضرت سخی سلطانِ باھوؒ

سلطان العارفین سلطان الفقراء حضرت سخی سلطان باھوؒ یکم جمادی الثانی 1039ھ (17 جنوری 1630) بروز جمعرات بوقت فجر شاہجہان کے عہد حکومت میں قصبہ شورکوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ صاحب "مناقبِ سلطانی" کے بیان کے مطابق حضرت بی بی راستیؒ جب انگہ (وادی سون سکیسر) سے شورکوٹ پہنچیں تو امید سے تھیں اور انہیں الہاماً و کشفاً معلوم ہو چکا تھا کہ یہ بچہ عارفین کا سلطان ہوگا۔ اور اس کی ولادت وادی چناب میں ہوگی۔ آپؒ چونکہ پید ہونے والے بچے کے مقام سے آگاہ تھیں اور آپؒ کو نام بھی بتا دیا گیا تھا اس لیے بحکم خداوندی آپؒ کا نام "باھو" رکھا گیا۔ آپؒ فرماتے ہیں (اگر بائے بشریت حائل نبود باھو عین یاھو است (اگر بشریت کی 'با' درمیان میں حائل نہ ہو تو باھو عین یاھو ہے)۔

جہاں تک "سلطان" کے آپؒ کے نام کا حصہ ہونے کا تعلق ہے تو انسان کامل

کے بارے میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں (انسان کامل سے مراد قطب زماں اور اپنے وقت کا "سلطان" ہے۔ (شرح فصوص الحکم) ذکر ھو سلطان الاذکار ہے اور جو ھو میں فنا ہو کر فنا فی ھو جاوے وہی "سلطان" ہے)۔

سلطان الفقرا، سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ اعوان قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور اعوانوں کا شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی غیر فاطمی اولاد ہیں۔

یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ اعوان قوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ان کا سلسلہ نسب آپؓ کے فرزند حضرت عباس علمدارؓ کی وساطت سے ملتا ہے۔

کتاب "میزان ہاشمی و میزان قطبی وخلاصۃ الانساب" کے مطابق اعوانوں کے مورث اعلیٰ قطب شاہ اولاد عباسؓ بن علیؓ ہیں۔ اعوانوں کے نسب نامے میں اس الجھاؤ اور اختلاف کے باوجود جو حقائق مصدقہ اور مسلمہ ہیں وہ یہ ہیں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ تمام شجروں کا اختتام قطب شاہؒ پر ہوتا ہے جن کی شخصیت پر کسی کو اختلاف نہیں اور اعوان جہاں بھی ہوں اپنا شجرہ نسب میر قطب شاہ سے ہی ملاتے ہیں اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمی اولاد ہیں۔ لیکن جہاں تک سلطان العارفین سلطان الفقرا حضرت سخی سلطان باھوؒ کا تعلق ہے وہ نسلی تفاخر کے قائل نہیں ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ مادر زاد ولی تھے اور پھر علوم باطنی کے حصول کیلئے والدہ محترمہ کا سایہ ہی کافی تھا کیونکہ حضرت بی بی راستیؒ عارفہ کاملہ تھی۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ میں تیس (30) سال تک مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہا لیکن مجھے اپنے پائے کا

مرشد نہیں مل سکا۔

ایک دفعہ عالم استغراق میں آپ کو حضرت علی المرتضیٰ کی زیارت ہوئی۔ آپؓ نے فرمایا "فرزند آج تم رسول اللہ ﷺ کے دربار میں طلب کیے گئے ہو"۔ آپ نے خود کو آقا پاک ﷺ کی بارگاہ میں موجود پایا۔ اس وقت اس بارگاہ عالیہ میں حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور تمام اہل بیتؓ حاضر تھے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ میری بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سپرد فرمائیں گے مگر آنحضرت ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا "میرے ہاتھ پکڑو" اور مجھے دونوں ہاتھوں سے بیعت فرمایا۔

ظاہری دستِ بیعت: اس باطنی مہربانی کے بعد جب سلطان العارفین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باہوؒ واپس گھر پہنچے تو والدہ محترمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرہ آپؒ کے گوش گزار کیا۔ آپؒ نے سارا ماجرہ سن کر فرمایا اب تمہیں کسی مرشد کامل سے ظاہری دستِ بیعت کر لینی چاہیے۔ "بیعت تو میں کر چکا ہوں" آپؒ نے جواب دیا "اویسی طریقہ کے مطابق مجھے حضور رسالت مآب ﷺ سے براہِ راست فیضان حاصل ہوا ہے، حضور غوث الاعظمؓ نے مجھے باطنی فیض سے مالا مال کیا ہے اور تلقین و ارشاد کی اجازت بھی عطا فرمائی ہے"۔ لیکن آپؒ کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ یہ باطنی بیعت ہے راہِ فقر میں ظاہری بیعت ضروری ہے اور اس کیلئے مرشدِ کامل تلاش کرو۔ آپؒ نے فرمایا "تلاش کی کیا ضرورت ہے آپ ہی میری مرشد ہیں"۔ آپؒ کی والدہ محترمہ نے جواب دیا "بیٹا عورتوں کو بیعت اور تلقین کرنے کا حکم نہیں کیونکہ حضرت فاطمہ الزہراؓ اور حضرت رابعہ بصریؒ نے بیعت و تلقین نہیں کی"۔

حضرت سخی سلطان باہوؒ نے عرض کیا "کہاں تلاش کروں؟" فرمایا: روئے زمین پر ڈھونڈو" اور اشارہ مشرق کی طرف فرمایا۔ یوں آپؒ مرشد کامل کی تلاش میں ایک بار پھر گھر سے نکل پڑے۔ آپؒ تجسس کی مسافت کے راستوں کو طے کرتے مختلف درویشوں اور فقیروں سے ملے لیکن کوئی بھی آپؒ کی طلب پوری نہ کر پا رہا تھا۔ آپؒ نے لا تعداد فقراء گڑھ بغداد (میاں چنوں ضلع خانیوال۔ پنجاب پاکستان) راوی کے کنارے ایک گاؤں میں رہائش پذیر شاہ حبیب اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ جو کہ سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کی اولاد پاک میں سے تھے کا شہرہ سنا تو ان سے ملاقات کی خواہش دل میں پیدا ہوئی۔ چنانچہ حضرت شاہ حبیب اللہ قادریؒ سے ملاقات کیلئے آپ گڑھ بغداد تشریف لے گئے۔ جیسے ہی خانقاہ میں داخل ہوئے تو دیکھا خانقاہ درویشوں، فقیروں اور خدام سے پر ہے۔ لوگ جوق در جوق ایک جانب آگ پر رکھی پانی سے بھری دیگ میں ہاتھ ڈالتے جاتے ہیں اور مرادیں پاتے جاتے ہیں۔ آپؒ نے خاموشی سے یہ منظر دیکھا اور چپ چاپ ایک طرف بیٹھ گئے۔ دفعتاً شاہ حبیب اللہ قادریؒ کی نظر آپؒ پر پڑی تو انہوں نے حضرت سلطان باہوؒ سے کہا کہ تیری ظاہری حالت سے تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تو طویل مسافت طے کر کے یہاں تک پہنچا ہے۔ پھر اب خاموش اور علیحدہ کیوں بیٹھا ہے؟ اُٹھ تو بھی دیگ میں ہاتھ ڈال کر اپنی مراد پا"۔ فقر کے شہسوار حضرت سخی سلطان باہوؒ نے خاموشی سے ان کی بات سنی اور ادب سے بولے۔ "مجھے کشف و کرامت کے یہ کھلونے متاثر نہیں کرتے اور نہ میری مراد ایسی ہے جو اس طرح بر آئے"۔

حضرت شاہ حبیب اللہ قادریؒ نے چونک کر آپؒ پر نظر ڈالی اور کہا "بیشک" حضرت سلطان باہوؒ نے جواب دیا "اور میں نے یہ طویل مسافت بے سبب طے نہیں کی۔

آپ حکم دیجئے" شاہ حبیب اللہ قادریؒ کچھ دیر آپؒ کے چہرہ مبارک پر نظریں جمائے آپؒ کو دیکھتے رہے پھر بولے "اچھا فی الحال تو حوض میں پانی بھر" اور ایک مشکیزہ لا کر آپؒ کے حوالے کر دیا۔ حضرت سخی سلطان باہوؒ نے وہ مشکیزہ اٹھایا اسے پانی سے بھرا اور لے جا کر حوض میں ڈالا، حوض لبالب بھر گیا۔ شاہ حبیب اللہؒ سمیت تمام حاضرین نے حیرت سے آپؒ کو دیکھا۔ پھر شاہ حبیب اللہؒ حضرت سخی سلطان باہوؒ سے مخاطب ہوئے۔ کیا تو آزمائش کیلئے خود کو آمادہ پاتا ہے؟ "آپؒ نے فوراً آمادگی ظاہر کی۔ شاہ حبیب اللہؒ نے پوچھا" تیرے پاس کوئی دنیاوی مال واسباب بھی ہے۔ "آپؒ نے اثبات میں سر ہلایا۔ شاہ حبیب اللہ قادریؒ برجستہ بولے" درویش اور دنیاوی مال کا آپس میں کیا تعلق؟ ایک میان میں دو تلواریں کیسے رکھی جا سکتی ہیں تو ایک دل میں دو محبتیں جمع کرنا چاہتا ہے۔

آپ فوراً گھر واپس آئے اور اپنے بچپن کا سامان تقسیم کر دیا دراصل شاہ حبیب اللہ آپ کی آزمائش کر رہے تھے کہ اللہ والے دنیاوی معاملات اور خواہشات کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں۔ سلطان باہو اس آزمائش میں پاس ہو گئے تو شاہ صاحب حبیب اللہ قادری نے فرمایا جس منزل تک آپ پہنچنا چاہتے ہیں میں اس کا متحمل نہیں ہوں۔ آپ کا فیض شیخ عبدالرحمن قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہے جو دہلی میں ہیں۔

چنانچہ آپ دہلی کی طرف روانہ ہو گئے ۲۹ ذیقعد ۱۰۷۸ھ ۱۱ مئی ۱۶۶۸ء بروز جمعۃ المبارک شیخ سید عبدالرحمن قادری کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ مرشد کامل نے ایک نظر میں اپنا روحانی فیض آپ کو منتقل کر دیا کیونکہ جب دودھ کڑ کر لال ہو جائے تو اُسے صرف جاگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جونہی باہوؒ رخصت ہوئے آپ فیض ربانی سے لبریز تھے۔ آپ ہر خاص و عام پر توجہ کرنے لگے اور فیض عام کر دیا۔ پیر موصوف نے دوبارہ پاس بلا کر کہا آپ نے اس

قدر ہجوم اکٹھا کر لیا تو ہماری خاص نعمت کو عام کر دیا ہے مگر خیال رہے کہ ہر شخص اس نعمت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جواب دیا کہ ٹھونک بجا کر ہی مرید کر رہا ہوں۔ مجھے سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ خلوت نشینی کی بجائے خلق خدا کو تلقین کیوں نہیں کرتا۔ وہاں سے آپ جامع گئے مسجد جہاں بادشاہ اورنگ زیب ارکان حکومت سمیت نماز جمعہ ادا کر رہا تھا۔

حضرت سخی سلطان باہوؒ سب سے پیچھے جہاں جوتیاں رکھتے ہیں کھڑے ہو گئے اور جب آپؒ نے توجہ کی تو تمام مسجد میں شور اور وجد برپا ہو گیا۔ یہاں تک کہ صرف تین آدمی اورنگ زیب، قاضی اور کوتوال جذبہ کی تاثیر اور نگاہ کے اثر سے محجوب رہے۔ جیسے ہی حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ منقطع کی اور مجمع اپنی حالت میں واپس آیا تو وہ تینوں حضرات سخی سلطان باہوؒ کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ اس روحانی کیفیت کے حصول کے لیے کیا شرائط ہیں۔ فرمایا" تم اور تمہاری اولاد، ہماری اولاد اور پس ماندگان کیلئے دنیاوی مال و متاع سے مروت نہ کریں اور ہمارے مکان اور گھر نہ آئیں تاکہ تمہارے دنیاوی امور کے سبب ہماری عیال اور اولاد میں دنیاوی جھگڑے اور فساد نہ پڑ جائیں"۔ آپؒ نے اورنگ زیب سے یہ اقرار لے کر اس پر توجہ کی اور خاص فیض تک پہنچایا۔ آپ شاہی شان و شوکت سے اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کو دور رکھنا چاہتے تھے اولیاء اللہ کا یہی طریق رہا ہے کہ۔

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے

حضرت سلطان باہوؒ کی بتیس (۳۲) تصانیف ہیں جن میں دیوان باہو کشف الاسرار، مفتاح العارفین، ابیات باہو قابل مطالعہ ہیں۔

آپ کا ایک شعر مقبول عام ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بوٹی (اسم ذات) مشک مچایا جان پھلن تے آئی ہو
جیوے مرشد کامل باہو جس اے بوٹی لائی ہو

قبلہ عالم مجدد سید مہر علی شاہ قدس سرہ

پیر طریقت رہبر شریعت مجدد دین وملت سید مہر علی شاہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ ۱۴ اپریل ۱۸۵۹ بروز سوموار پیدا ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے جد امجد ساڈھورہ ضلع انبالہ (ہندوستان) سے آئے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسبت ۲۵ واسطوں سے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف غوث الاعظمؒ سے اور ۳۶ واسطوں سے سیدنا امام حسنؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ حافظ قرآن، عربی و فارسی صرف ونحو حدیث کے عالم تھے۔ پیر مہر علی شاہ اپنے استاد محترم حافظ سلطان محمود کے ہمراہ سیال شریف ضلع سرگودھا میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ دور حاضر کے مجدد سیدنا مہر علی شاہ کے نام کے اعداد ابجد سے ۷۸۶ نکلتے ہیں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اعداد ابجد ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ میں حاصل کی۔ قرآن حفظ کیا۔ عربی و فارسی صرف ونحو کا درس مولوی غلام محی الدین ہزاروی سے لیا۔ موضوع بھوئی میں علامہ حسن

ابدال مولانا محمد شفیع قریشی سے اڑھائی سال منطق قطبی، نحو اور اصول فقیہ کی تعلیم لی۔ ہندوستان میں رام پور کے مدرسہ کے پرنسپل مولانا فضل حق خیر آبادی سے معقول کتابوں کی تکمیل کی اور وہیں مدرسہ میں ملازمت کر لی۔ دینوی اور دنیاوی علوم سے بہرہ ہو کر گولڑا شریف کی آبائی مسجد میں طلباء کیلئے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اپنے پیر ومرشد کے بتائے ہوئے وظائف مجاہدات علم وعرفان پر باقاعدگی سے عمل کرتے رہے۔ اپنی تمام عمر شریعت وطریقت کے باہمی ربط سے قرآن اور سنت کی پیروی میں علمی مناظرات اور دینی مباحثے تردید مرزائیت، تحریک وہابیت کے مقابلے، علمائے اہل حدیث کے سوالات کے جوابات دینے میں گذار دی۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تائید میں دعوت مناظرہ قبول کر کے علمائے اہل حدیث کو منہ توڑ جواب دے کر خاموش کر دیا۔ اپنے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے موجد حضرت نظام الدین اولیاء کی طرح بے شمار کتب اور رسالے لکھے اور اسلام اور ملت کی خلوص دل سے خدمت سرانجام دیں۔ مرزائیت، وہابیت کے سیاہ بادل قوم و ملت پر چھائے ہوئے تھے۔ ان کو ضرب لآ اِلٰہ سے نابود کیا۔

آپ نے تمام قلمی، علمی، تقریری خط وخطابت سے مسلمانوں میں اختلافی مسائل کو حل کیا، سنی وشیعہ کا جھگڑا ختم کرنے کیلئے علمی اقدام کئے۔ ہر پیچیدہ مسئلے کا جواب دلائل سے دیتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں فتاویٰ مہریہ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، اعلاء کلمتہ اللہ فی بیان وما اہل بہ لغیر اللہ، الفتوحات الصمدیہ، سیف چشتیائی، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح جیسی بلند پایہ کتب لائق مطالعہ ہیں۔ آخری عمر میں ضعیفی سے سوالات کے جوابات میں تامل کرتے تھے۔

18 اگست 1933ء کو علامہ اقبال کی طرف سے خط موصول ہوا کہ اپنے خطاب

میں مسئلہ وحدت الوجود مابین وحدت الشہود جو اختلاف چلے آرہے تھے، پر روشنی ڈالیں اوراس بارے میں کوئی جواب تحریر فرمائیں۔ آپ نے ایک سطر تحریر کر کے جواب بھیج دیا۔ وحدت الشہود ابتدائے سلوک اور نفس ایمان ہے اور وحدت الوجود انتہائے مقام اور کمال ایمان ہے۔ قرآن کے آیات کے روحانی اور باطنی معانی کو نہایت استدلال سے سمجھانا اور تحریر میں لانا آپ کا کمال تھا۔ ایسے پیچیدہ نکات کے علمی اور روحانی طور پر جوابات لائق مطالعہ ہیں۔

کتابوں میں آپ کی علمی اور روحانی بصیرت سے حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ پہلے مجدد الف ثانی مگر اس دور کے قبلہ عالم مہر ہیں۔ آپ کی کتب ان تمام مسائل کے حل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ چودھویں صدی کے عظیم مبلغ اسلام تھے۔ آپ کی زندگی سے بہت سی کرامات اور عجیب واقعات منسوب ہیں جن کیلئے علیحدہ دفتر کی ضرورت ہے۔ یہ عظیم شخصیت پیکر علم و فضل مجدد العصر سید پیر مہر علی شاہ صاحبؒ ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء بروز منگل اس عالم فانی کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے واصل ہوئے۔ آپ کا مزار اقدس گولڑہ شریف اسلام آباد کے نزدیک واقع ہے۔ ایک عاشق زار مرید نے قبلہ عالم کی جدائی کا اظہار یوں کیا۔

ظلمتِ غم کی سیاہ رات اے مہر منیر
تیری فرقت میں بہت روتا ہے یہ فقیر

ذات مطلق احدیت جب عما میں مستور تھی تو اُس کے ازلی ارادہ میں محبت و پریت اور ذوق وشوق کے اظہار کیلئے لطیف ولولہ اپنے حسن و جمال کی نقاب کشائی پر بے قرار تھا۔ پیر مہر علی شاہ نے حدیث قدسی **کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف** فخلقت و نور محمد کی روشنی میں پنجابی زبان میں رباعی کہی۔

کن فیکون تاں کل دی گل اے اساں اگے پریت لگائی
توں میں حرف نشاں نہ آہا جدوں دتی میم دوہائی
اجے وی سانوں اوپے دسدے بیلے بوٹے کائی
مہر علی شاہ رل تاہیوں بیٹھے جد سک دوہاں نوں آئی

پہلے مجدد الف ثانی مگر اس دور کے قبلہ عالم مہر
(شاہ زمان سید)

سلطان العارفین شیخ کاملین حضرت خواجہ سیدنا پیر محمد حسین شاہ المعروف تاج والی سرکار

اعلیٰ حضرت سلطان العارفین خواجہ خواجگان سیدنا پیر محمد حسین شاہ تاج والی سرکار ۱۲، ۱۳ ربیع الاوّل جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب مورخہ ۲۱، ۲۲ جون ۱۸۸۶ء حضرت سیدنا بابا عبدالنبی والئی شاہ پور سیداں تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور انڈیا کے سادات خادان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے کے نسب پاک کا سلسلہ ۲۶ واسطوں سے حضرت غوث اعظم اور سینتیس ۳۷ واسطوں سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث سے شرفِ نسب کے بارے میں سورہ کہف آیت ۸۲ اور سورۂ طور آیت ۲۱ والدین کی صالحیت کے سبب اولاد کو اعمال صالحہ کے انعامات کا تذکرہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ط اور جولوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے بھی ایمان لانے میں اُن کی پیروی کی تو ہم آخرت میں اُن کی اولاد کو اُن ہی کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے اپنے اعمال صالحہ کے انعامات میں سے بھی کوئی کمی نہیں کریں گے۔

اولاد کو اپنے نیک والدین کا اجر مل جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف یہ شرفِ نسب ہی کا احترام اور لحاظ ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

حضرت سیدنا پیر موصوف نجیب الطرفین سید اور پیدائشی ولی کامل تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ بیگم بی بی صاحبہ حافظہ اور ولیہ تھیں۔ اُن کو قصیدہ غوثیہ اور قصیدہ روحی پر ملکہ حاصل تھا۔ غوث اعظم کی زیارت اور حضوری کا شرف بھی حاصل تھا۔ آپ کے والد سید غلام محمد شاہ صاحب نظر مست وار تھے۔ دعائے قبولیت کی وجہ سے اکثر ضرورت مند حاجت روائی کیلئے دعا کرواتے تھے۔

ابتدائی تعلیم میں والدہ محترمہ کی مدد اور توجہ خاص شامل تھی آپ ساتھ والے گاؤں میں پرائمری کے آخری سال میں تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد کی وفات کے بعد آپ کے تایا نواب شاہ نے ہائی اسکول دوسوہہ جو تقریباً تین میل کے فاصلہ پر تھا بوجہ طویل مسافت کا عذر بنا کر اپنے ساتھ کھیتی باڑی کے کام میں لگا لیا۔ اس طرح تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ وراثت میں دو مربعہ (۵۰ ایکڑ) اراضی حصہ میں آئی تھی لیکن اُس پر محنت مشقت کے سوا آپ کا زیادہ دخل نہ تھا۔ ایک روز اپنے کھیت کے کام میں مصروف تھے کہ عالم پور ملحقہ گاؤں کی جامع مسجد کے امام مولوی غلام رسول جو ایک مشہور فاضل عربی عالم دین تھے (قصہ یوسف زلیخا پر ایک ضخیم کتاب "احسن القصص" کے مصنف بھی ہیں) کا وہاں سے گذر ہوا۔ آپ نے سولہ سالہ نوجوان سے پوچھا کہ دینی و دنیاوی تعلیم کہاں تک حاصل کی ہے آپ نے جواب دیا کہ تحصیل علم کا بہت شوق ہے لیکن والد کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد میرا شوق تشنہ لب ہی رہا۔ مولوی صاحب نے نوجوان سید زادے کو تعلیم دینے کا ارادہ کرلیا اور فرمایا میرا گاؤں قریب ہے تم مجھ سے قرآن اصول فقہ اور حدیث کا درس لے لیا کرو۔ حضرت نے دو سال میں قرآن کی تفسیر، اصول فقہ اور صرف ونحو پڑھی۔ کھیتی باڑی کا کام بدستور جاری رکھا۔ حضرت نے اپنے استاد سے مقطعیات کے حروف کے بارے میں سوال کیا کہ ان مخصوص حروف کے کوئی نہ کوئی معنی ہونے چاہئیں۔ بغیر کسی مقصد کے قرآن کا حصہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ صاحب نظر مولوی غلام رسول ہونہار سید زادے کی تحقیقی طبع اور ذوق غور وفکر سے سمجھ گئے یہ سید زادا بحر معرفت کا شناور اور غواص بننے کا عزم صمیم رکھتا ہے۔ آپ حضرت سیدنا محمد حسین شاہ کو اپنے ہمراہ اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ محمد ناظم شاہ قدس سرہ کی بارگاہ میں لے گئے۔ مودبانہ سلام کرنے کے بعد عرض کیا یا حضرت میں نے اس سید زادے کو قرآن اور حدیث کے علوم سے بہرور کروادیا ہے۔ اب قرآن کے باطنی معانی کی تلاش میں ہے وہ آپ سمجھا دیں۔ حضرت ناظم شاہ جو اپنے وقت کے قطب تھے فرمایا محمد حسین شاہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرو۔ آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے آغازِ تلاوت کیا تو فرمایا ٹھہرو پہلے بِسْمِ اللّٰهِ کو تو سمجھ لو۔ اللہ تو مسمیٰ ہے۔ اس کا اسم کیا ہے۔ سید زادے نے عرض کیا حضور آپ ہی اس کے معنی سمجھا دیں۔ آپ حضور ناظم شاہ نے فرمایا اسم وہ ہوتا ہے جو مسمہ کی پہچان کروائے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش پیغمبر جہاں میں آئے سب نے توحید بیان کی مگر اللہ کی پہچان اور معرفت کس نے کروائی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا اللہ کی پہچان اور عرفان سرِّ معرفت وہی بتا سکتا ہے جو

اُسے دیکھ کر آیا ہو۔حضرت باباجی نے نوعمری میں رموزِ معرفت سے کماحقہ آگہی حاصل کی قطبِ عالم پیر ناظم شاہ کے دستِ حق پر بیعت ہوکر اپنے شیخ جیسا بننے کا ارادہ کرلیا آپ کے دیوان میں عرفانی حکایات اور اپنے خلفاء کو تحریر کردہ مکتوبات کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ عرفانِ خداوندی، اُم الکتاب کے ۲۸ حروف تلاوت الوجود، مراتب حق ، لطائف و تنزیلات ستہ، منازل معرفت اور تلاوت الوجود کے چوداں طبق کو تمثیلاً وضاحت کرتے ہوئے کمال درجہ کی دسترس رکھتے تھے۔انسان کامل اللہ تعالیٰ کی ذات کا عظیم شہکار ہے اسے ناطق قرآن بھی کہا گیا ہے۔

اہل تصوف نے ناطق قرآن (اُم الکتاب) کے ۲۸ حروف کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ حضرت سلطان العارفین نے ایسے نکتہ عجیبہ بیان فرمائے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔اس ناطق قرآن (اُم الکتاب) کو علامہ اقبال نے کو حضور علیہ السلام کے وجود اطہر سے تعبیر کیا ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

الکتاب جس کے ۲۸ حروف ہیں۔جس کو ناطق قرآن اُم الکتاب کے حروف تہجی کا علم نہیں وہ آگے کیا پڑھے گا۔امام حسین عالی مقام اپنی کتاب مرات العارفین میں لکھتے ہیں وجود انسان سرِّ رحمان وہ اُم الکتاب ہے جس کے ہر حرف سے ظاہر ہوتی ہے پوشیدہ چیز۔تاج والی سرکار باباجی کو کسی مست نے پوچھا کہ لوح محفوظ کا طول وعرض کیا ہے؟ اگر بتادیں تو میں آپ کو مرشد مان لوں گا۔آپ نے جواب دیا خود کو ناپ لو۔کوئی شے اس سے باہر نہیں۔اپنے پیرومرشد سے دوسال باقاعدہ رموزِ تصوف اور علم باطنی کی مکمل تعلیم و تربیت حاصل کی۔آپ کے شیخ کامل کی کوئی اولاد نہ تھی وہ آپ کو اپنا معنوی بیٹا اور جانشین خیال

کرتے تھے۔کچھ عرصہ کے بعد آپ کے مرشد اس دارِفانی کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے جو مریدین بوقت رخصت و رحلت موجود تھے اُن کو اپنی آخری وصیت فرمائی کہ سید زادہ محمد حسین شاہ ہماری گدی کا حقدار ہے۔اُس کا فیض معرفت وقرب ربانی ایک مست صاحب کے سپرد کر دیا ہے وہ خود بنفس نفیس ہماری امانت اُس کے سپرد کر دیں گے پہلے اپنے تمام وظائف واذکار مکمل کرلے۔آپ کو اپنے مرشد کی وفات کی اطلاع ملی تو فوراً تقریباً پانچ میل کا سفر پیدل طے کرکے میانی شریف پہنچے اور اپنے مرشد کامل کے جنارے میں شامل ہوئے تو رسم قُل کی تقریب میں تمام خلفا اور مریدین خواص موجود تھے۔مولانا غلام رسول عالپوری نے حضور رہبر کامل کی آخری وصیت سے سب کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ ہمارے شیخ اس سید زادے کو اپنا جانشین مقرر کرکے رحلت فرماگئے ہیں اور اپنا علم باطن ان کو عطا کرگئے ہیں۔جب آپ حضور قبلہ عالم کے سمجھائے ہوئے وظائف واذکار مکمل کرلیں گے تو چالیس سال کی عمر میں اپنے دورِعہد کے مشائخ کے سلطان ہوں گے۔مولانا صاحب کی پیش گوئی تیر بہدف ثابت ہوئی۔

حضرت سلطان العارفین کی جانشینی کے وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔اپنے محبوب مشفق شیخ کے آخری دیدار سے محرومی تو ایک طرف کسی مست کے پاس اپنا فیض بطور امانت رکھنے کی وصیت ایک سوالیہ نشان تھا۔اپنی والدہ کو گھر آکر سارا واقعہ سنایا کہ میرے علم باطن کی تکمیل ہونا ابھی باقی ہے۔آپ اجازت دیں تو اُس مست کو تلاش کروں جس کے پاس مرشد امانت چھوڑ گئے ہیں۔والدہ محترمہ کا آخری سہارا یہی ایک بیٹا تھا جس کو اپنی منزل معرفت وقرب الٰہی کی جستجو تھی۔آپ کے تایا نواب شاہ نے اپنی زمین کے ایک مقدمہ کے سلسلے میں عدالت میں ساتھ لے جانے کو کہا، آپ انکار نہ کرسکے۔عدالت

میں حاضر ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ لوگوں کی بھیڑ کے دوران ایک مست کو دیکھا۔ آپ اُس کی جانب بڑھے تو وہ لوگوں کی آڑ لے کر غائب ہو گیا۔ عدالت کی پیشی کے بعد گھر واپس آ کر اپنی والدہ ماجدہ کو سارا قصہ سنایا کہ ہر صورت میں اُس مست کی تلاش جاری رکھوں گا جب تک یہ معمہ حل نہ ہو جائے۔ گھر کو خیر باد کہا زندگی کے ایک طویل سفر کا آغاز کر دیا تقریباً ہندوستان کی ہر چھوٹی بڑی خانقاہوں پر رک کر کئی بزرگوں، مشائخ دین سے ملاقاتیں کیں۔ دوران سفر میں کئی عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ ہندوستان میں جادوگروں سے بھی مقابلہ ہوا۔ یہ جادوگر عامل لوگوں پر اپنے عمل کر کے انہیں پریشان کرتے اور پیسے بٹورتے۔ وہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور لوگوں کی دادرسی کی اور تصور شیخ کے ذریعہ دم کرتے تو جادو کا اثر فوراً دور ہو جاتا۔ چین کی سرحد سے قریب کے علاقہ تک بھی پہنچے۔ تبت اور کلو کی پہاڑیوں اور وادیوں میں شب و روز با آواز بلند مختلف ذکر کرتے اور دین اسلام کی تبلیغ سے کئی بت پرست لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ دوران سفر ایک سنیاسی حکیم جو مہاتما بدھ کا پجاری تھا سے ملاقات ہوئی۔ اسلامی تصوف کی تعلیم کی دعوت دی تو اُس ہندو سنیاسی نے مہاتما بدھ کی چلہ کشی نفس کو فنا کر کے آتما (روح) کو آزاد کر لینے پر کافی طویل بحث کی۔

آپ نے اُسے چند جملوں میں قائل کر لیا کہ مہاتما بدھ نے فنائے نفس سے کیا پایا اپنی آتما (روح) کی چمک نور روشنی کو دیکھا لیکن روح والے کے راز حق سے محروم رہا جو انسان کی آخری منزل ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کا قول بیان کیا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنی آتما (روح، نفس قلب کے امتزاج) کی حقیقت کو پالیا اُس نے روح والے خالق یکتا کو پالیا جس کی ہر انسان کو تلاش ہے بشرطیکہ وہ تفکر کرے کہ کس کے

امر سے وجود انسان میں روح (آتما) داخل ہوئی اور یہ سننے بولنے والا ہو گیا۔ وہ سنیاسی بہت متاثر ہوا اور آپ کی مہمان نوازی کی اور اپنے سنیاس اور حکمت سے آپ کو آگاہ کیا۔ مانسرہ میں ایک جھیل کے کنارے ایک پھلوں کے باغ میں چشمہ کے پانی سے وضو کیا اور نماز ادا کی، باغبان نے باغ کے متعصب سخت گیر مالک کا بتایا، اچانک باغ کے ہندو مالک کے بیٹے اور بیٹی سیر کیلئے آئے آپ کو دیکھ کر پوچھا کیا آپ ہمارے مستقبل کا حال جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا آپ کا مستقبل تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ ہم صرف یہ بتا دیتے ہیں کہ تمہاری مراد کیا ہے اور وہ پوری ہو جائے گی۔

حضرت کی باتوں سے متاثر ہو کر دونوں نے اسلام قبول کر لیا اُن کے والد کو اسکا علم ہوا تو غصہ کی حالت میں آپ کو وہاں سے نکالنے کیلئے آیا۔ ابھی وہ کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ آپ نے اُس پر نظر کیمیا ڈالی تو وہ بے ہوش ہو کر قدموں پر گر پڑا۔ ایک رات آپ اپنے مراقبہ فنائے ذات میں مصروف تھے کہ خواجہ ہندالولی نائب رسول معین الدین چشتی نے عالم مثال میں آ کر فرمایا کرامتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ تم اپنی منزل مکمل کرو کراچی کے سمندر کے جزیرہ منوڑا کی غار میں کوئی مست تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ آپ نے کراچی کیلئے رخت سفر باندھا اور منوڑا کی غار میں ایک بزرگ کو لیٹے ہوئے دیکھا۔ اُن کو نیند سے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ انتظار میں تین دن رات گزر گئے۔ آپ کی زندگی کا یہ طویل ترین روزہ تھا۔ آخر وہ بزرگ نیند سے بیدار ہوئے اور مثالی چہرے سے مخاطب ہو کر کہا اپنی نیند بھری آنکھیں بند کر کے باطنی بصائر سے بغور دیکھو میں تمہارا شیخ ہوں مبارک ہو تم نے اپنی تمام منازل طے کر لی۔ جاؤ وحدت کا خزانہ حقداروں میں تقسیم کرو۔ آپ پر ایک روحانی وجدانی کیفیت طاری تھی اجمیر میں خواجہ خواجگان چشتیہ کی بارگاہ میں حاضری دی آواز آئی اے

سلطان العارفین آپ کو پنجاب کا گورنر بنا کر بھیج رہے ہیں۔ سر پر چہار کونے والا تاج پہنا کروایسی کلاہ عارفوں کا نشانِ عظمت ہے۔ اجمیر سے واپسی کے دورانِ سفر اپنے تصور الشیخ میں یہ اشعار قلمبند کئے۔

ناظم کا عشق مجھ کو جلوے دکھا رہا ہے   فیضانِ گنج مخفی ناظم لٹا رہا ہے
آخر بغور دیکھا انسان کی موت کیا ہے   ہوکر بقا فنا سے ناظم دکھا رہا ہے

☆☆☆☆☆

ساقیا وہ جام وحدت کا پلانا یاد ہے   اک نظر میں قید ہستی سے چھڑانا یاد ہے
لاو الا کر مقرر وہم کا پردہ کیا   رنگ میں بے رنگ کا جلوہ دکھانا یاد ہے
جو سکھایا پیرا ناظم نے لباس مست میں   محمد حسیں نہ ہو بیان اُن کا بتانا یاد ہے

بیس (20) سال کی ریاضیت وعبادت الٰہیہ اور منازل تصوف کے تمام اذکار و چلہ کشی کی تکمیل کے بعد چالیس سال کی عمر میں خواجہ اجمیری سے ولایت کبریٰ کی مہر لگوا کر اپنے گھر شاہ پور واپس آئے۔ گاؤں میں داخل ہوئے تو سیدھے خاکروب رُلیا کے گھر پہنچے تاکہ اپنے گھر بار کی صفائی کروالیں۔ رُلیا اور اُسکی بیوی نے جبہ زیب تن کیے ہوئے بزرگ ہستی کو دیکھ کر نہایت ادب سے سلام کیا اور کھانے کا انتظام کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا تیار کرو۔ ہاتھ جوڑ کر دونوں نے عرض کیا کہ ہم تو خاکروب ہیں ہمارے ہاتھ کا پکوان آپ کھالیں گے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں خاکروب پیدا نہیں کیا تھا۔ پانی کا کوزہ بھر کر لاؤ۔ اور ہم تمہارے ہاتھوں کو پاک کر دیتے ہیں دونوں کو کلمہ توحید پڑھایا اور کھانا کھا کر اپنے گھر اور باہر دیوان خانہ کو کھولنے اور صاف کروانے کیلئے ان کو ساتھ لے لیا۔

آپ کے تایا نواب شاہ بھتیجے کا نورانی چہرہ دیکھ کر زیادہ خوش نہ ہوا اور گھر کی

چابیاں تھما دیں۔ پانی بھرنے والا ماشکی بھی آگیا۔ دوسرے دن دلاور خان راجپوت جس کے خاندان کو والئی شاہ پور عبدالنبی شاہ نے ایک مربعہ زمین عطا کی تھی گھوڑی لے کر آگیا اور کہا سیدا تمہاری زمین تمہارے تایا نے اپنے نام انتقال کروالی ہے۔ چلو تحصیلدار سے مل کر بتائیں کہ آپ زندہ ہیں۔ تحصیلدار نے اس معاملہ کو صحیح کرنے کے اخراجات طلب کئے تو دلاور خاں نے کہا کہ اللہ والوں سے اُجرت کی بجائے دعائے خیر طلب کرو۔ تحصیلدار نے عرض کیا کہ چلو باوا دعا ہی کردو کہ پرماتما مجھے وارث عطا کرے میں آپ کو انگریز ڈپٹی کمشنر ضلع ہوشیار کی عدالت میں مقدمہ کی سماعت کی تاریخ دے دیتا ہوں۔ عدالت میں ڈپٹی کمشنر نے اپنے مسلمان ریڈر کو حکم دیا کہ سائل سے جواب دعویٰ دینے کو کہو کہ سائل خود کو ہوشمند اور غیر جنونی باشعور ثابت کرے۔ آپ نے جواب دعویٰ کا آغاز ایک عرفانی حکایت سے کیا جو آپ کے دیوان سے ماخوذ ہے۔

ملک وجود میں تین حکمران ہیں روح، دل اور نفس جن کے تین وزیر ہیں۔ روح کا وزیر اصفہان یعنی دماغ ہے دل کا وزیر زبان ہے اور نفس کا وزیر شیطان ہے۔ انسان خدا کی عطا کردہ اُم الکتاب ہے جس کی تلاوت الوجود سے ظاہر ہے کہ تینوں حکمرانوں میں باہمی اقتدار اور تکمیلِ جبلت کیلئے اکثر کشمکش اور چپقلش رہتی ہے۔ روح چونکہ اللہ کا نور ہے جو اللہ کا حکم وامر کی بجا آوری کیلئے مقرر ہے اور دل فطری طور پر مافی الضمیر نیکی وخیر پر لبیک کہتا ہے۔ نفس امارہ سرکش گھوڑے کی طرح اپنی من مانی کرتا ہے اور اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ روح اور دل باہم اکٹھے ہوکر میری سلطنت نہ چھین لیں اور حقداروں کو عدل و انصاف نہ ملے۔

انگریز ڈپٹی کمشنر نے اپنے مسلمان ریڈر سے پوچھا کہ جواب دعویٰ طویل ہوتا جا

رہا ہے۔ مجھے جو تحریر کیا ہے سناؤ۔ ریڈر نے کہا کہ صاحب! سائل ایک روحانی عالم دین ہے اس کے علم کو احاطہ کرنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ سائل مسلمانوں کا پوپ ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے ریڈر کے جواب سے مطمئن ہو کر حکم لکھوایا کہ سید محمد حسین ایک باشعور روحانی عالم دین ہے۔ اس کو پاگل لکھوانے والا خود پاگل معلوم ہوتا ہے۔ تحصیلدار سائل کو زمین کا قبضہ بنفس نفیس دلوائے۔ حضرت سلطان العارفین کی کرامت سے تحصیلدار کو اللہ نے فرزند عطا کیا۔ جس کے عوض نذرانے کے طور پر دربار میں پانی کی قلت دور کرنے کیلئے کنواں بنوا کر دیا۔ حضرت کا ہر لفظ جملہ زبان سے کرامت بن کر نکلتا تھا۔ گویا وہ سراپا کرامت اور علم و عرفان کا بحر بیکراں تھے۔

تقسیم ہند کے بعد پاکستان کے شہر لائل پور (فیصل آباد) میں سکونت اختیار کی۔ شہر کے ملحقہ گاؤں جج والا کے رہائشی ہندو میاں بیوی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اولاد کیلئے عرض کی۔ آپ پر ایک ایسی روحانی کیفیت غالب تھی۔ فرمایا بی بی کتنے بچے چاہئیں۔ عرض کیا پانچ سات۔ آپ نے فرمایا جاؤ سات بچے ہی ہوں گے۔ اُس کے گھر سات بچے پیدا ہوئے۔ بیشمار کرامتیں آپ کی زبان سے سرزد ہوئیں۔

ایک دفعہ آپ اپنے ایک مرید کو ملنے دریائے چناب کے کنارے موضع چوگانی گئے وہاں نمبردار کے ڈیرے پر جھوٹے نبی مرزا غلام احمد کا خلیفہ مرزائیت کی تبلیغ کر رہا تھا۔ قرآن حکیم کے معانی بدل کر لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف تھا کہ اُس کی نظر حضرت پر پڑی تو اپنے علم و فن کی برتری دکھانے کیلئے نمبردار کو کہنے لگا کہ اس درویش کو بلاؤ جو خود کو عالموں کے استاد سمجھتے ہیں۔ اس سے مناظرہ ہو جائے۔ نمبردار خود اٹھا اور حضرت کو سلام کیا اور عرض کیا مرزا غلام محمد قادیانی کا خلیفہ قرآن کی آیتیں پڑھ کر ہمیں لاجواب کر رہا ہے۔

اور ہمارے چند سامعین اُس کی باتوں میں آ گئے ہیں۔

آپ اُس کے سوالوں کا جواب دیں۔ باوا جی تاج والی سرکار نے نمبردار کی درخواست قبول کر لی اور آپ لوگوں کے درمیان جا کر بیٹھے۔ غلام احمد کے خلیفہ اول کی گفتگو سننے لگے آپ کو دیکھ کر اُس نے سوال کیا۔ بھئی آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے جواب دیا میرے گاؤں کا نام دارالورا ہے۔ خلیفہ نے پوچھا کونسی تحصیل اور ضلع آپ نے فرمایا تحصیل سلطان نصیرہ ضلع وراالورا۔ خلیفہ صاحب کھسیانے ہو کر بولے وہاں کوئی سڑک جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ذکر ذات سیدھی سڑک وہاں جاتی ہے۔ جھوٹے نبی کا جھوٹا خلیفہ اپنے اعصاب کھو بیٹھا تھا۔ اُس نے اپنی خفّت مٹانے کیلئے انکسرانہ طور پر سوال کیا کہ آپ حضرت وہاں کیسے پہنچتے ہیں سواری کا کیا انتظام ہوتا ہے۔ حضرت باوا جی نے جواب دیا ہم عشق کی موٹر پر سوار ہو کر منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہ قدرے طویل حکایت ہے۔ (ماخوذ از دیوان۔ سلطان العارفین تاج والی سرکار)

حکایت کے چند آخری جملے قابل تحریر ہیں۔ آپ نے ظلی و بروزی نبی کا دعویٰ کرنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ سے پوچھا کہ تم علم ظاہر اور علم باطن پر یقین رکھتے ہو اُس نے جواب دیا کہ مرزا صاحب کو دونوں علوم پر عبور تھا۔ ابھی آپ کا امتحان لے لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مرزا غلام کس قسم کا نبی تھا وہ بولا کیا نبیوں کی اقسام ہیں۔ فرمایا انبیاء حفظ مراتب کے لحاظ سے چھ عظیم المرتبت ہیں۔ اُن میں چار اہل کتاب ہیں اور دو صاحب معجزات ہیں۔ تیرہ سو ساٹھ مرسل ہیں اور باقی کشفی نبی ہیں۔ اب بتاؤ مرزا نے کس قسم کے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ مرزا غلام احمد کے خلیفہ نے جواب دیا کہ وہ کشفی نبی تھے۔ اچھا بتاؤ کشف کتنے قسم کے ہوتے ہیں۔ جب جھوٹے نبی کے جھوٹے خلیفہ کو چار

مکشوف قلبی، قبوری، علوی اور آفاقی سے بے خبر پایا تو فرمایا اگر تمہارے جھوٹے نبی کو ولیوں کے باطنی علوم کا کچھ پتہ نہیں تو وہ نبی کیا ولیوں کے پیروں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ جہاں تک علم ظاہر کا تعلق ہے شیطان مردود فرشتوں میں بڑا عالم ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اُس کا علم اُس کے گلے کا طوق بن گیا۔ صاحب علم وہ ہوتا ہے جو اپنے جہل سے واقف ہو۔ نمبردار کا پارہ بے قابو ہو گیا۔ اُس نے لعن طعن کر کے جھوٹے نبی کے جھوٹے خلیفہ کو چلتا کیا۔ گاؤں والوں نے حضرت قبلہ بابا جی کے دست حق پر بیعت کی قرآن و حدیث کے حوالے سے آپ نے سب مریدین کو باور کروایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں اُن پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔

محمد ختم المرسلین شاہِ خوباں مہ جبیں　　ذکر و فکر مومنین رُوحِ قرآنِ مبیں
شافئی روزِ جزا رحمت اللعالمیں　　شاہ زماں نور خدا محبوبِ رب العالمیں

آپ نے فرمایا آغاز کائنات سے اب تک مخلوق کی ہدایات اور رہنمائی کیلئے مختلف ادوار میں انبیاء اور رسول آئے۔ نبوت کا سلسلہ رسالتِ مآب حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارکہ پر اپنی انتہائے کمال و عروج پر اختتام ہوا۔ مشائخ دین و علمائے کرام اولیاء اللہ ظاہری باطنی علوم کی ترسیل و تبلیغ کیلئے رسول اکرم کے جانشین ہیں۔ حضرت بابا جی تاج والی سرکار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معرفت الٰہی اور قرب ربانی کا خزانہ حاصل ہوا۔ جمال ظاہری کے ساتھ کمال علمی، عرفانی اور روحانی بدرجہ اتم عطا کیا گیا۔ آپ بلاشبہ اپنے جدامجد غوث اعظم جیلانی اور سلسلہ چشتیہ کے سربراہ سلطان المشائخ ہند رسول ولی خواجہ خواجگان معین الدین چشتی کے صحیح جانشین اور مظہر تھے۔

آپ کی اولاد میں چھ بیٹے سید دلشاد حسین، سید محمد شاہ زمان، سید قمر الزمان، سید فقیر حسین طاہر، سید محمد اسلام اور سید محمد اسلم مست ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے ۲۰ خلفاء اور ایک لاکھ مریدین نے کسب فیض حاصل کیا۔ آپ کا دیوان چھ کتابوں اور ملفوظات، عرفانی مکتوبات بزبان پنجابی، گلدستہ حقیقت، گنجینہ عرفان، ہیر رانجھا (تلاوت الوجود)، مجموعہ سی حرفی، پنج گنج، مسدس رمز حقیقی، مجموعہ عارفانہ کلام، رموز کہانی، مجموعہ کلمہ شریف، درود و وظائف، معجزہ غوث اعظم اور شجرہائے چشت اہل بہشت پر مشتمل ہے۔ آنحضرت بابا جی کے خلیفہ محمد رشید چشتی نے مجھے دیوان کی نثری تحریر اور عرفانی کلام اور چھ نسخوں پر مشتمل ایک جامع کتاب قلمبند کرنے کیلئے کہا۔ کالج کی تعلیم کے دوران بڑی محنت سے دیوان کا مسودہ تیار ہو کر پہلا ایڈیشن حضور مرشد کامل کی حیات میں ہی منظر عام پر آ گیا اور آپ کی دعائے خیر اور تحسین کا موجب بنا دیوان کے تقریباً تین ایڈیشن یکے بعد دیگر شائع ہو چکے ہیں۔ مجھے تمہید اور تقریظ لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

تیسرے ایڈیشن میں میری تصنیف عرفان الٰہی کے چند اقتباسات اور عرفانی نقشہ جات ثواب کی خاطر شامل کئے گئے ہیں۔ عرفان الٰہی کے بھی تین ایڈیشن ورقہ قرطاس پر آ چکے ہیں اور عرفان الٰہی کے چند مضامین اس کتاب (قرآن سائنس اور تصوف) میں قارئین کی حسب خواہش شامل کر دیئے گئے ہیں۔

جب اعلیٰحضرت بابا جی سرکار سلطان العارفین اجمیر سے خواجہ خواجگان نائب رسول سلطان الہند سے اپنے روحانی منصب قطبیت کی مہر لگوا کر اپنے گاؤں شاہ پور تشریف لائے تو طالبان طریقت جوق در جوق آپ کے دست حق پر بیعت ہونے لگے اور سالانہ عرس کی تقریب کا آغاز ۱۹۲۶ سے شروع ہوا جو ہر سال ۲۱، ۲۲ جون کو منعقد ہوتا ہے۔

آپ کا وصال ۱۲، ۱۳ ربیع الاوّل کے درمیانی شب نمازِ عشاء کے بعد تہجد کی صلوٰۃ سے قبل ہوا۔ آپ نے ۸۱ سال عمر پائی۔

مجھے ایک دفعہ خواب میں زیارت ہوئی اور فرمایا کہ ہم خواجگان کا ختم دلواتے تھے۔ آپ میرا ختم ایصال ثواب کیلئے اسلامی مہینہ ۱۲، ۱۳ ربیع الاوّل کو دلوایا کرو۔ آپ کے حکم کے مطابق سالانہ ختم دلوانا شروع کر دیا۔ بعد میں چھوٹے برادران کی معاونت کے باعث یہ ختم ایک عظیم الشان عرس میں تبدیل ہوگیا۔ حضرت قبلہ عالم سلطان العارفین اپنے صاحبزادگان سے مساوی شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ وصال سے قبل وصیت نامہ میں تحریری ہدایت فرمائی سب صاحبزادگان عالم فاضل ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہ سمجھیں۔ جس کو سب بھائی مل کر اپنا امام منتخب کریں وہی میرا جانشین ہوگا۔ آپ نے اولاد میں مساوات اور حفظ مراتب کو ملحوظ خاطر رکھا تا کہ اسلامی روایات قائم رہیں۔

موت ہے وصل حبیب اولیاء اللہ کیلئے — یومِ آخر تو میرے جینے کا ساماں ہوگا
شاہ زماں کوئی تو سمجھائے تصوف کے رموز — پیر کامل تو کوئی عارفِ قرآں ہوگا
یہ نکتہ شاہ زماں سمجھو فنا ہوکر بقا ہونا — فنا فی الذاتِ حق ہوکر خدا سے آشنا ہونا
ہے عالم علم میں معلوم فاعل فعل کا ہونا — کہ لاموجود الا اللہ کا دل میں رونما ہونا

اعلیٰحضرت تاج والی سرکار کا مسلک عشق اور آپ کا عمل فنا فی الرسول اور فنائے ذاتِ حق تھا۔ آپ کے ارشادات سے حقیقت واضح ہے

طلب خواہشِ دنیا غبارِ قلب ہے — قربِ حق ہو کر یہ کیسی طلب ہے

فنائے ذاتِ حق کا ذکرِ سہ گوشی آپ کے اذکار کا جزو لاینفک تھا۔

بند کر آنکھیں ، کان ، زبان — ذکر سہ گوشی شاہ زمان
کلمہ نال وجود سیان — اسم صفت نوں اکو جان

ذکر پاس انفاس پکا — سرتی اندر سُن لگا
سُن ہو کے وچ سما — پھر تو دیکھیں آپ خدا

اخلاق و اعتبار آپکی پُرکشش شخصیت میں اسقدر جامع ہے کہ آپ فقر و استغنا، ایقان و عرفان، فیضانِ رسول اور قربِ حق کے حسین پیکر تھے۔ آپ کی فقیری میں بوئے اسداللہ، خوشبوئے مصطفیٰ، عشق صدیق، سطوت فاروقی، سخاوت عثمانی نمایاں تھی۔ آپ کی گفتگو شیریں اور دلنواز تھی، گویا آپ کی سیرت میں اخلاقِ مصطفوی کی جھلک نظر آتی تھی۔

کشور علم تصوف کے شہنشاہ بے مثال
منفرد ان کا کلام سیرت و حسن و جمال
سلطانِ عارفین عرفان کا سیلِ رواں
چومتا ہے ان کی پیشانی کو جھک کر آسماں
آفتاب حق نما انتہاؤں کی انتہا
پیکر صدق و صفا فیضانِ نورِ مصطفیٰ
خواجہ معین الدینؒ کے نور العین ہیں
اولادِ علی آلِ نبی ﷺ سید الثقلین ہیں
شاہ زماں عین منزل طالبوں کا چین ہیں
تاجدار اولیاء پیر محمد حسین ہیں

مزارِ تاج والی سرکار کی چادر پوشی

صاحبزادہ محمدؐ شاہ زمان سیدؒ
بی۔اے۔ ایف ایم ایس۔ ایف بی آئی ایم (لندن)
انڈسٹریل انجینئرنگ اینڈ مینجمنٹ کنسلٹنٹ و مصنف عرفان الٰہی

جناب حضرت بابا پیر سیدؒ محمدؐ حسین شاہ گیلانی چشتی
(دائیں) صاحبزادہ سیدؒ دلشاد حسین شاہ، (بائیں) سید فقیر حسین طاہر صابری
استادہ (دائیں سے بائیں) (۱) صاحبزادہ قمر الزمان سید (۲) صاحبزادہ محمد شاہ زمان سید
(مصنف عرفانِ الٰہی)
(۳) صاحبزادہ محمدؐ اسلم سیدؒ

قصہ پیر و مرید

دنیائے علوم ظاہر و باطن کے عظیم شاہکار، معلم، مدبر، فلاسفر، مفکر اور عالمی شہرت حاصل کرنے والے شعرا مولانا جلال الدین معروف مولائے رُوم اور حکیم الامت بیرسٹر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال ہیں جنہوں نے علم و ادب دینی ظاہری و باطنی، فلسفہ تحقیق و حکمت اور شاعری میں درجہ کمال تک رسائی کی۔ دونوں شعرا کی فارسی زبان میں شاعری لائق مطالعہ ہے۔ علامہ اقبال کی فارسی شاعری کو اردو شاعری پر تعددی سبقت حاصل ہے۔ مولانا رومی کا دیوان کم و بیش پچاس ہزار اور مثنوی ۲۶۶۶۰ اشعار کا مجموعہ ہے۔

علامہ اقبال کا علم تصوف (قرآن کے علم باطن) کی طرف رجحان زیادہ تر مولانا رومی کی مثنوی کے مطالعہ سے ہوا جب وہ لندن سے قانون کی اعلیٰ ڈگری بار ایٹ لاء اور جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے مابعد الطبیعیات ایران کے نام سے پی ایچ ڈی کر کے 1908ء میں وطن واپس آئے اور بطور بیرسٹر وکالت شروع کی۔ 1926ء میں پنجاب قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ 1935ء میں وکالت چھوڑ دی اور سیاست میں حصہ لے کر آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر بنے۔ پنجاب یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری بھی دی۔ علم ظاہر کی بلندیوں تک پہنچنے والے علامہ اقبال کا دل صوفیائے اکرام کی باطنی تعلیم کیلئے دھڑکتا رہا کہ قوم و ملت اسلامیہ کا ہر فرد تعلیمات اولیاء اللہ سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی خودی کو بلند کرے۔ آپ نے 1931ء میں ایک دفعہ مشہور فلسفی برگسان کو حدیث نبوی سنا کر ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ اسلام کا پیغمبر زماں و مکان (Time and Space) کے بارے میں بتا رہا ہے۔ زمانے کو برا مت کہو زمانہ مَیں ہوں۔ علامہ اقبال نے مولانا رومی کو اپنا روحانی امام تسلیم کرتے ہوئے پیر رومی کہا اور خود کو اُن کا مرید کہا۔ فرماتے ہیں۔

اے امامِ عاشقانِ درد مند — یاد ہے مجھ کو تیرا حرفِ بلند

خشک تار و خشک مغز و خشک پوست — از کجا مے آید ایں آواز دوست

مولانا رومی نے عالم مثال میں غالباً زیارت دی ہوگی اور باطنی علم کا نقطہ راز سمجھایا کہ۔

آدمی دید است باقی پوست است — دید آں باشد کہ دید دوست است

علامہ اقبال کے دو قومی نظریہ کی بیان کردہ علیحدہ اسلامی ریاست پاکستان کا خواب ملت کے عظیم رہنما قائداعظم محمد علی جناح نے 1947ء میں پورا کر کے دکھا دیا۔ 1936ء میں علامہ اقبال کو گلے کی تکلیف شروع ہوئی اور تنگی تنفس اور عارضہ قلب سے آپ 62 سال کی عمر میں 21 اپریل 1938ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ اُن کا آخری شعر یہ ہے۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید — نسیمے از حجاز آید کہ نہ آید

سر آمد روزگار ایں فقیرے — دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

پیر رومی کے مرید علامہ اقبال متوفی 1938ء اور پیر رومی متوفی 672ء کے درمیان ایک طویل العصر وقفہ 603 سال کا ہے لیکن انکے افکار کا فاصلہ سمٹ کر رہ گیا ہے۔ عقیدت اور محبت کے اس باہمی مکالمے کا بیان آگے تحریر ہے۔ پیر و مرید علامہ دورِ حاضر سے دین حق کو زار و زبوں دیکھ کر پیر رومی کی نظر کیمیاء کے طلبگار رہیں۔

تجھ پہ روشن ہے ضمیر کائنات — کس طرح محکم ہو ملت کی حیات

مولانا جلال الدین رومی کے دل سوختہ کو گرمانے والے بے ریا درویش شہنشاہ فقرا شمش تبریز سے ملاقات مولانا کی زندگی کا بہت بڑا واقعہ ہے جہاں سے ایک نامور

عالم دین اور ہر دل عزیز قابل معلم و مدرس کے علم باطن یعنی تصوف کی تعلیم کا آغاز ہوتا ہے۔مولانا کی زندگی کے مختصر حالات کچھ اس طرح ہیں۔آپ کے والد بہاؤالدین بلخی نیک سیرت حسن و جمال کے پیکر بڑے عالم و فاضل حکمران قونیہ کے داماد تھے۔ایک دفعہ قونیہ کا بادشاہ اپنے داماد بہاؤالدین بلخی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت دیکھ کر حسد کرنے لگا۔آپ ناراض ہوکر نیشا پور چلے گئے۔مولانا رومی کی ابتدائی تعلیم آپ کے والد کے عقیدت مند سید برہان الدین کے زیر تربیت ہوئی۔

دمشق میں مدرسہ حلاویہ سے قرآن کی تفسیر اصول فقہ، حدیث اور معقول کی تعلیم حاصل کی 18 ربیع الثانی 628ہجری میں والد کی وفات کے بعد قونیہ واپس آ کر اپنے پہلے استاد سید برہان الدین کے تعاون سے مدرسہ دینیہ قائم کیا۔ وہاں آپ علوم دینیہ کا درس دیتے تھے۔چالیس سال کی عمر میں ایک اعلیٰ پایہ کے عالم دین، مدرس اور مفتی اعظم کے طور پر خاص و عام میں مشہور اور مقبول تھے۔شمش تبریز ایک ولی کامل کمال الدین جندی سے بیعت تھے۔منازل طریقت وحقیقت کے اذکار قلبی اور مراقبہ اور مکاشفہ شمس تبریز کا معمول تھا۔ایک دفعہ مناجات کے وقت دعا مانگی الٰہی کوئی ایسا ہمنوا بندہ خاص ملتا جو میری صحبت کا متحمل ہوسکتا، عالم غیب سے مراقبہ میں ارشاد ہوا روم جاؤ۔آپ نے فوراً قونیہ کی طرف رخت سفر باندھا وہاں پہنچ کر ایک سرائے کے دروازے کے باہر چبوترے پر بیٹھ گئے۔ مولانا رومی کو ایک اجنبی درویش کی خبر ملی تو ملاقات کیلئے آئے اور باہمی گفتگو ہوئی۔شمس نے مولانا سے پوچھا کہ بایزید بسطامی اس قدر عاشق رسول تھے کہ خربوزہ کاٹ کر نہ کھایا اس خیال سے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے کھایا ہوگا۔ وہی زبان سے خود کو کہتے ہیں۔ سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ اللہ اکبر میری شان کس قدر بڑی ہے۔حالانکہ اس کے برعکس

جناب رُسول اللہ دن میں ستر بار استغفار کرتے تھے۔مولانا نے عالمانہ جواب دیا کہ بایزید بسطامی مقام ولایت کے ایک خاص درجہ پر ٹھہر گئے۔اُس درجہ کی عظمت سے اُن کی زبان سے ایسے الفاظ نکلے جبکہ جناب رسول اللہ منازل قرب میں ایک پایہ سے بلند پایہ چڑھ کر پہلے پایہ کو اس قدر پست دیکھتے تو استغفار کرتے۔مولانا رومی نے اپنے مدرسہ کا پتہ دیا اور چلے گئے۔شمس تبریز نے کشف قلوب سے جان لیا کہ اسی شخص کی ہی طرف مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔آپ مولانا رومی کے دارالعلوم میں گئے اور مولانا روم کو چند کتابوں کا مطالعہ کرتے دیکھا اور پوچھا یہ کیا کتابیں ہیں۔مولانا نے جواب دیا یہ قیل وقال تم کو ان سے کیا غرض۔شمس نے کتابیں اٹھا کر پانی کے حوض میں پھینک دیں۔مولانا نے رنجیدہ ہوکر کہا ان کتابوں میں میرے والد کی تصنیف کردہ ایک کتاب تھی جس کا کوئی نعم البدل نہیں مل سکتا۔شمس تبریزی نے حوض سے کتابیں نکال کر مولانا کے آگے رکھ دیں۔وہ اس قدر خشک تھیں کہ نمی کا نام تک نہ تھا۔مولانا نے حیرانی سے پوچھا یہ کیا۔شمس نے کہا یہ علم باطن کی باتیں ہیں تم کیا جانو۔اتنا جملہ کہہ کر چلے گئے۔ایک دن مولانا رومی کی سواری بڑے تزک واحتشام سے نکلی تو شمس نے چبوترے کی جائے نشستن سے اُتر کر مولانا کو سرِراہ ٹوک کر پوچھا کہ مجاہدہ وریاضت کا کیا مقصد ہے؟ مولانا نے کہا اتباع شریعت شمس نے کہا یہ تو سب جانتے ہیں۔مولانا نے کہا اس سے آگے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے شمس تبریزی نے فرمایا کہ علم کے معنی ہے تم کو منزل تک پہنچا دے پھر حکیم سنائی کا شعر پڑھ کر سنایا۔

علم کز تو ترا نہ بستاند جہل ازاں علم بہ بود بسیار

ترجمہ: شاہ زماں بے مرشد جاہل عالم ہو پڑھ پڑھ کے
جاگ بناں دودھ جمدا ناہیں لال ہوے کڑ کڑ کے

مولانا رومی پر شمس تبریز کے ان جملوں کا یہ اثر ہوا کہ تصوف کی راہ اختیار کر لی اور علم حال و باطن کے نشہ میں سرشار رہتے۔ مولانا نے درس وتدریس کے اشغال چھوڑ دیئے اور حضرت شمس کی خدمت سے دم بھر جدا نہ ہوتے تھے۔ تمام شہر میں شور پڑ گیا کہ شمس نے مولانا پر کوئی ایسا جادو کر دیا ہے کہ وہ اب کسی کام کے نہیں رہے۔ شمس تبریز موقع کی نزاکت کے پیش نظر دمشق چلے گئے مولانا رومی کو آپ کی جدائی اور فراق کا ایسا صدمہ ہوا کہ سب مریدین اور معتقدین سے قطع تعلق کر کے خلوت نشینی اختیار کر لی۔

اُس زمانہ میں نہایت رقت آمیز اور پر اثر اشعار لکھے۔ مدت کے بعد شمس نے اپنی خاموشی کی وجہ بتا کر مولانا کو دمشق سے خط لکھا تو شمس کو آزار دینے اور ہدفِ تنقید بنانے والوں نے مولانا سے معافی مانگی اور آپ کے مرشد کو منا کر لانے کیلئے مولانا کا عرضی نامہ معہ تحفہ تحائف دمشق پہنچے۔ بڑی مشکل سے شمس کا پتہ لگا۔ منظوم خط پیش کیا جس میں تحریر تھا۔

در فراق جمال تو مارا   جسم ویراں و جان ہمچوں موم

آپ ان عقیدت مندوں کے ہمراہ دمشق سے قونیہ پا پیادہ آئے۔ مولانا نے بڑی شان سے اپنے پیر کا استقبال کیا۔ مولانا رومی نے اپنی ایک پروردہ عورت کیمیا خاتون سے اپنے مرشد شمس کی شادی کروا کر علیحدہ رہائش گاہ کیلئے خیمہ لگوا دیا۔ آپ گھر میں کسی کو نہ آنے دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی زوجہ کیمیا خاتون بے اجازت باہر چلی گئیں تو اس پر حضرت شمس سخت ناراض ہوئے وہ اُسی وقت بیمار پڑ گئیں اور تین روز کے بعد مر گئیں۔ اُن کی وفات کے بعد 644ھ میں حضرت شمس دمشق واپس چلے گئے۔ مدت تک مولانا کو شمس کی جدائی نے بیقرار و بیتاب رکھا۔ اسی دیوانگی کی حالت میں شیخ صلاح الدین زرکوب کی دکان میں داخل ہوئے تو اس کے چاندی کے ورق کوٹنے کی دھمک سے آپ کو وجد کی

حالت طاری ہوگئی۔ شیخ صلاح الدین صاحب حال تھے۔ دکان کو خیر باد کہہ کر مولانا کی صحبت اختیار کر لی۔ شمس اور مولانا کی صحبت کل دو برس رہی۔ شمس کی ازواجی زندگی کا عرصہ بھی یہی تھا۔ بعض روایات میں ہے شمس تبریز دفعتہً غائب ہو گئے۔ اور مولانا رومی تمام مریدوں کے ساتھ اپنے پیر کو تلاش کرنے دمشق تک گئے لیکن سراغ رسانی ناکام ہونے پر واپس قونیہ آ گئے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ بعض حاسد مریدوں کے مجبور کرنے پر مولانا کے بڑے صاحبزادے علاؤالدین محمد نے شمس کی بے رخی اور اپنے گھر نہ آنے کے سخت رویے اور اپنے والد مولانا رومی کو خستہ حال کرنے کی پاداش میں قتل کر دیا تھا یہ واقعہ 645ہجری کا ہے شمس کی شہادت نے مولانا کی حالت بالکل بدل دی۔ اسی زمانہ میں ہلاکو خان کے شاہی خیمہ کے آگے مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ وہ جھلا کر گھوڑے سے اُترا اور مولانا کی طرف جانے کی کوشش کی لیکن اُس کے پاؤں نہ اُٹھ سکے۔ آپ کی اس کرامت نے اُس کے دل کو مرعوب کر دیا اور وہ شہر کا محاصرا چھوڑ کر چلا گیا۔ صلاح الدین 662ھ میں وفات پا گئے۔ اپنے پیر شمس کی جدائی کے بعد دلاسہ دینے والے استاد اور ہمراز کے فراق میں ایک غزل لکھی۔

ای زہجراں در فراقت آسمان بگریستہ   دل میان خون تشنہ عقل و جان بگریستہ

اس دلخراش سانحہ کے بعد اپنے مرید خاص حسام الدین چلبی کو اپنا ہمدم و ہمراز بنایا 762ھ میں قونیہ میں بڑے زور کا زلزلہ آیا لوگ مولانا کے پاس بلائے آسمانی سے سراسیمگی کی حالت میں آئے۔ آپ نے فرمایا زمین بھوکی ہے لقمۂ تر چاہتی ہے۔ آپ بیمار پڑ گئے۔ آپ سے پوچھا کہ آپ کا جانشین کون ہوگا۔ فرمایا حسام الدین چلبی اور جنازہ کون پڑھائے گا مولانا نے صدرالدین کا نام لے کر وصیتیں فرمائیں اور 672ھ میں 94 سال کی عمر میں 5 جمادی الثانی یکشنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ مولانا رومی نے اپنے مرشد سے

اظہارعقیدت یوں کیا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم   تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مولانا رومی کے افکارِ تصوف تمثیلاً تشبیہاً مختلف مسائل کے جوابات

- الٰہیات کے ضمن میں خدا کا اثبات ہونا اس طرح ہے کہ قلم لکھ رہا ہے ہاتھ چھپا ہوا ہے جیسے جسم روح سے حرکت کرتا ہے لیکن روح کو دیکھ نہیں پاتے سلسلہ کائنات پر غور کریں جو چیزیں محسوس ہیں وہ اصلی نہیں صورت جس چیز سے پیدا ہوتی ہے وہ بے صورت مخفی ہے۔ جو چیز اشرف و برتر ہوگی وہ زیادہ مخفی (لطیف ترین) ہوگی عقل اور ادراک روح سے بھی زیادہ مخفی ہے کیونکہ احساس وحس روح کو جلد دریافت کر لیتی ہے لیکن عقل کو نہیں۔
- وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں یہ فرق ہے کہ ذات باری ہی کائنات کے مظاہر کا عالم ہے۔ عالم اور خالق ایک دوسرے کے علت و معلول ہیں۔ مختلف اشیاء وصورتوں میں جو کثرت نظر آتی ہے وہ اعتباری ہیں اور بے ثبات ہیں وحدت الشہود کے نزدیک انسان کے سایہ کو انسان کہنا دشوار ہے گرچہ سایہ انسان سے جدا بھی نہیں۔ اس طرح آفتاب کی روشنی واحد ہے جدا نہیں بلکہ شہادت دے رہی ہے۔
- مسئلہ کشش وتجاذب تمام اجسام میں ہے اور نظام کائنات کا نیوٹن کا فارمولا کئی صدی پہلے مولانا نے بتا دیا تھا کہ کشش ثقل سے نظام کائنات توازن میں ہے۔ ذرات اشیاء کے وزن حجم میں چھوٹے بڑے ذرات کی باہمی کشش اور حرکت سے جمادات کے اجزاء سے نباتی اجزاء اور ان کے باہمی رگڑ سے حیوانی اجزا

وجود میں آئے۔ ان ارتقائی مدارج کے بعد انسان وجود میں آیا۔ انسانی جسم میں ذرات کے فنا و بقا کا سلسلہ ناتمام ہے۔ پرانے اجزاء کی جگہ نئے اجزائے ترکیبی قائم ہو جاتے ہیں۔

زیست کیا ہے؟ قلب میں جوہری حرکت کا نام
موت کیا؟ سفر منزل میں قیام بہرِ آرام
جسم خاکی خاک میں مل کر بھی زندہ ہے دوام
شاہ زماں سید فنا کا سلسلہ ہے ناتمام

اہلِ تصوف کا دینی لائحہ عمل کیا ہے؟

ملت عشق از ہمہ ملت جدا است   عاشقاں را ملت و مذہب خدا است

طہارت، وضو، نماز: علمائے ظواہر کے نزدیک جسم اور لباس سے نجاست دور کر لینا کافی ہے۔ جبکہ صوفیا کے نزدیک طہارت، وضو اور نماز کا مقصد تزکیہ نفس اور دل کی صفائی اور پاکی ہے۔ ارباب ظواہر اوقات مقررہ کے پابند ہیں جیسے مزدور کو طمع وصلہ مزدوری اور خوف ہوتا ہے۔ اہل دل کی نماز ہر لحہ کی عبادت ہے جسے صلوٰۃ دائمی کہا گیا ہے وہ طمع وخوف سے نہیں بلکہ ذوق طلب اور شوق سفر الی اللہ سے عبادت و ریاضت کرتے ہیں۔

روزہ: ظاہری روزہ یہ ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب تک کھانا نہ کھایا جائے۔ جبکہ معنوی باطنی روزہ اللہ کی طرف توجہ اور دھیان (سُرتا) کا نام ہے۔

حج: اس بارے میں مولانا رومی کا شعر ہے۔

حج زیارت کردن خانہ است   حج رب ابدیت مردانہ شود

توحید کیا ہے: فنافی اللہ ایک وجدانی اور ذوقی چیز ہے۔ یہ سلوک کا افضل ترین مقام ہے۔ جب تک یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو پاتا عشق وجذب محبت الٰہی نا تمام ہے۔ صوفیا اسے توحید کہتے ہیں۔

حال وجداں میں آنا مرا دوش نہیں
ہوش آئے تو لگتا مجھے ہوش نہیں
تہی پہلو جو رہے میرا آغوش نہیں
شاہ زماں ہوش میں ہوں مدہوش نہیں

جذب وعشق: کوئی آسیب زدہ انسان جو کہتا اور کرتا ہے وہ اُس جن وآسیب کا قول وفعل ہوتا ہے۔ اگر انسان پرنورالٰہی چھا جائے یا غالب آجائے تو اُس کے قول وفعل میں اللہ کے اخلاق وقول نمایاں ہوں گے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

چوں پری غالب شود بر آدمی — گم شود از مرد وصفِ مردمی
چوں پری را ایں دم و قانون بود — کرد گارِ آں پری خود چوں شود

لی معلٰی، قوسینا دا راز نبی سمجھایا
ولیاں نے حق وارد کرکے ایہہ نقطہ آزمایا
گم ہوکے وچ اُس دے یارا اپنی مَیں بھلاویں
حق دی میں نوں غالب کرکے آپ نفی ہو جاویں
آپ نفی موجود اِلٰہ ظاہر باطن جانو
گذر کے خود تھیں خود نوں پانا خود وچ ذات پچھانو

(ماخوذ ازمنقبت پیرشاہ زمان سید)

مولانا رومیؒ اپنے والد کامل فاضل اعلیٰ پایہ کے عالم کی طرح اپنے وقت کے مفتی اعظم، امام اور عالم دین تھے۔ شمس تبریزی نے اُن کو اپنے رنگ صبغۃ اللہ میں رنگ لیا۔ دورِ حاضر کے علمائے دین کو بھی کسی کامل مرشد کی جاگ لگ سکتی ہے۔ کسی محب رسول نے عرفان القرآن کے مترجم ومفسر شیخ الاسلام علامہ ڈاکٹر طاہر القادری سے پوچھا کہ اس دور میں بھی ولی علما ہیں۔ انہوں نے جواب دیا اولیاءاللہ موجود ہیں لیکن چھپ گئے ہیں کیونکہ لوگ بے ادب ہوگئے ہیں۔ قارئین کو ولی کامل کی شناخت کیلئے یہ شعر راہ مستقیم کی نشاندہی کرسکتا ہے۔

عارفِ قرآن ہو نبی کا فیضان ہو — اللہ کا احسان ہو کامل ہے وہ ولی

عارفانہ مکالمے معلوماتی سوالات وجوابات

سوال پیرشاہ زمان: باعثِ ایجادِ عالم کون ہیں — موجبِ تخلیق آدم کون ہیں
فخرِ موجوداتِ عالم کون ہیں — شاہ زمان نورِ مجسم کون ہیں

جواب خود:
آنکہ ختم المرسلین شاہِ خوباں مہ جبین
ذکر و فکر مومنین روحِ قرآنِ مبین
شافئ روزِ جزا رحمت اللعالمین
شاہ زماں نورِ خدا محبوب رب العالمین

سوال علامہ اقبال:
کیا خبر اس کو کہ ہے یہ راز کیا
دوست کیا ہے دوست کی آواز کیا
خشک مغز خشک تار و خشک پوست
از کجامے آید این آوازِ دوست

جواب پیرشاہ زمان: کوئی موجود نہیں اللہ کے سوا
روحی پیکر میں شرر کس کا ہے
یحول بَین الْمَرءِ وَ قِلْبِہٖ
نور اللہ نہیں پھر کس کا ہے

سوال علامہ اقبال: چشم بینا سے جاری جوئے خوں
علم حاضر سے دیں زار و زبوں
جواب پیرشاہ زماں: خدا سے علمِ عرفانی طلب کر
اویسی عشق رَبّانی طلب کر
ذوقِ فقر وجدانی طلب کر
کمالِ عمر و عثمانی طلب کر

سوال علامہ اقبال: دور ہنگامہ گلزار سے یکسو بیٹھے
تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر ھُو بیٹھے
یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہو
ہر شے میں جبکہ پنہاں خاموشی ازل ہو
جواب علامہ اقبال کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کر لو
ملت احمد مرسل کو مقامی کر لو

جواب پیرشاہ زمان خدا بین کیلئے ہر برگ گلستاں کا
سر ورق نوشتہ اللہ کے عرفاں کا
قرآں کے عرفان سے شاہ زماں سمجھا
انسان تو محرم ہے عنوان قرآں کا

سوال میاں محمد بخش جے گم ہویں وچ اُس دے یارا اپنی چھوڑ نشانی
ایہہ توحید محمد بخشا دَسّے کون زبانی
جواب پیرشاہ زماں گم ہو کے وِچ اُس دے یارا اپنی مَیں (انا) بھلاویں
حق دی مَیں نوں وارد کر کے آپ نفی ہو جاویں
آپ نفی موجود اِلٰہ ظاہر باطن جانو
گذر کے خود تھیں خود نوں پانا خود وچ ذات پچھانو

سوال میاں محمد بخش لی معلیٰ وقتًا یارو سچ نبی فرمایا
جس نے پایا بھید محمد اُوسے بھید چھپایا
جواب پیرشاہ زمان: لی معلیٰ قوسیناً دا راز نبی سمجھایا
ولیاں نے حق وارد کر کے ایہہ نقطہ آزمایا

سوال بلھے شاہ: عرش معلیٰ بانگاں پیّاں مکے پہ گیا شور
بلھے شاہ اسیں مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور

جواب پیرشاہ زماں: جند شاہ زماں میری تیرے دم ناں بسر ہووے
مَیں مر کے بھی نائیں مرداجے تیری نظر ہووے

جواب علامہ اقبال: ہو اگر خود نِگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

سوال علامہ اقبال: یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات
جواب پیرشاہ زماں: اِک محمدی سجدہ کافی جے کر آن کراوے
ساجد وچ مسجود ہمیشہ فرق دوئی مٹ جاوے

سوال علامہ اقبال: یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
جواب پیرشاہ زماں: قرآں کے عرفان سے شاہ زماں سمجھا
انسان تو محرم ہے عنوان قرآں کا

سوال علامہ اقبال: یہ دستورِ زبان بندی کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری
جواب میاں محمد بخش: منہ چھوٹا تے گل وڈھیری مت کر کوئی ہسے
اعظم شافی حنبل مالک ایہہ مسئلے نائیں دسے

سوال علامہ اقبال: گرچہ بے رونق ہے بازارِ وجود
کون سے سودے میں ہے مردوں کا سُود
جواب پیر رومی: زیرکی بفروش و حیرانی بخر
زیرکی ظن است و حیرانی نظر
عقل (فلسفہ) کو فروخت کر دے اور حیرانی (عشق) کر خرید لے
کیونکہ عقل گمان ہے اور عشق معرفت ہے۔

سوال علامہ اقبال: سر آدم سے مجھے آگاہ کر
خاک کے ذرے کو مہر و ماہ کر
جواب پیر رومی: ظاہرش را پشۂ آرد بہ چرخ
باطنش آور محیط ہفت چرخ
اس (انسان) کے ظاہر (جسم) کو ایک مچھر پٹختا ہے لیکن اس کا
باطن (روح) سات آسمانوں کو محیط ہے۔

سوال علامہ اقبال: کس طرح قابو میں آئے آب و گل
کس طرح بیدار ہو سینے میں دل
جواب پیر رومی: بندہ باش و بر زمیں رو چوں سمند
چوں جنازہ نے کہ برگردن برند
(کسی مرد کامل کا) غلام (مرید) بن اور زمین پر گھوڑے کی طرح
چل تو جنازہ (مردہ) مت بن کہ دوسرے لوگ تجھے اپنے
(کندھوں) گردن پر اٹھاتے رہیں۔

سوال علامہ اقبال: تو یہ کہتا ہے کہ دل کی کر تلاش
طالب دل باش و در پیکار باش
جو میرا دل ہے میرے سینے میں ہے
میرا جوہر میرے آئینے میں ہے

جواب پیر رومی: تو ہمی گوئی مرا دل نیز است
دل فراز عرش باشد نے بہ پست
تو دلِ خود را دلے پنداشتی
جستجوئے اہل دل بگذاشتی

تو کہتا ہے کہ میرے پاس بھی دل ہے حالانکہ اصل دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی (جسم) میں تو نے اپنے (مادی) دل کو ہی اصل دل خیال کرکے اہل دل (مردان خدا) کی تلاش چھوڑ دی ہے۔

سوال علامہ اقبال: خاک تیرے نور سے روشن بصر
غایتِ (مقصد) آدم خبر ہے یا نظر

جواب پیر رومی: آدمی دید است باقی پوست است
دید آں باشد کہ دیدِ دوست است

ترجمہ: وجود آدم میں روح من امر ربی کے سوا باقی فنا ہونے والا گوشت پوست ہی ہے روح یزداں کا امین بن کر روح کے مالک حاکم الحاکمین کے دیدار کی تمنا رکھ۔

سوال علامہ اقبال: سرِّ دین ادراک میں آتا نہیں
کس طرح آئے قیامت کا یقیں

جواب پیر رومی: پس قیامت شو قیامت را ببیں
دیدن ہر چیز را شرط است ایں

ترجمہ: سراپا قیامت (زہد و تقویٰ مجاہدہ) بن کر ہی قیامت کو دیکھ (مشکلات کا مقابلہ کر) کسی (قیامت خیز مشکل) کو سمجھنے اور دیکھنے کی یہی ایک شرط ہے۔

سوال علامہ اقبال: چشم بینا سے جاری جوئے خوں
علمِ حاضر سے دین زار و زبوں

ترجمہ: علامہ نے اپنے دور کے علوم نو کی وجہ سے دین حق سے دُوری، لاعلمی پر دُور رس آنکھوں کو خون کے آنسو بہاتے دیکھا۔

جواب پیر رومی: علم را برتن زنی مارے شود
علم را بر دل زنی یارے شود

ترجمہ: علم کو برائی نفسیانی خواہشات کیلئے استعمال میں لائے گا تو عداوت، حسد اور حرص کا باعث بنے گا، اگر نیک صالح کاموں کیلئے عمل میں لائے گا تو وہ تمہارا بہترین مددگار ثابت ہوگا۔

سوال علامہ اقبال: خردمندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے
مَیں اس فکر میں رہتا ہوں میری انتہا کیا ہے

جواب پیر شاہ زمان سید: علم ابتدا کا نہ ہے انتہا کا
تو ہے راز تعمیرِ ارض و سما کا
فرشتوں کا مسجود بن کر بھی انساں
پا نہ سکا راز اپنی بقا کا

سوال بھلے شاہ: اِک پاسے میرے رہن وہابی ایک پاسے دیوبندی
اَگے پچھے شیعہ سُنی ڈاہڈی فرقہ بندی
وچہ وچالے میرا کوٹھا قسمت میری مندی
اِک محلہ اٹھ مسیتاں کیدی کراں پابندی

جواب علامہ اقبال: منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

سوال علامہ اقبال: تجھ پہ روشن ہے ضمیر کائنات
کس طرح محکم ہو ملت کی حیات

جواب پیر رومی: دانہ باشی مرغکانت بر چنند
غنچہ باشی کودُ کانت برکنند
دانہ پنہاں کن سراپا دام شو
غنچہ پنہاں کن گیاہِ بام شو

ترجمہ: اگر تو دانہ بنے گا تو پرندے تمہیں چن لیں گے۔ اگر تو غنچہ ہوگا تو بچے تمہیں اکھیڑ پھینکیں گے۔ اس لئے تو دانہ کو چھپا کر سراپا جال بن جا تو غنچہ کی کلی کو چھپا کر چھت پر پہنچنے والی گھاس بن جا۔

سوال علامہ اقبال: عشق کا دل بھی وہی حسن کا جادو بھی وہی
اُمتِ احمد مُرسل بھی وہی تو بھی وہی
پھر یہ آزُردگیِ غیرِ سبب کیا معنی
اپنے شیداؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی

جواب یزداں: قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

سوال شاہ زمان سید: بے حد بے مثل جے کہندا زماں
کیوں اندر لُک لُک بہندا زماں
(وحدت الوجود) تو ہے یا میں ہاں ایہہ دس کھاں
نابود ہے تو یا بود ہیں توں

جواب شاہ زمان سید: وہی معبود ذات ہے ہر نفس میں مضمر
(وحدت الشہود) وہی اوّل وہی آخر وہی باطن وہی ظاہر
ہے شوقِ طلب تو گذر جا اس قیدِ ہستی سے
حدودِ عقل کی اس قید سے بالا ہے وہ جوہر

سوال سلطان عارفین: نون میں نقطہ نہ تھا نہ تھے شمس وقمر
تاج والی سرکار: نو برس پہلے خدا سے کون تھا دیکھو خبر
هو الاول هوالآخر لا الہٰ تھا جلوہ گر
محمد حسیں اس راز کو سمجھے تو اسے جانو فقر
جواب شاہ زمان سید: برسوں خدا نے سوچا ہو کیسا حسنِ یکتا
لا سے الہٰ تب اِلَّا میں ہوا اللہ
ظاہر ہوا کن سے اک نوری تجلہ
آغاز ہوا خلق خدا ارض و سما کا
آدم میں یہی نور تھا موجبِ سجدہ
اس نور مجسم کو دیا نام محمد کا

کثرت میں وحدت

من نے گفتم زمن مشنو رموزِ داستاں
من کجا بودم کجا ہستم کہ بیروں از گماں
تانہ وحدت شد اسیرِ کثرت کون و مکاں
مینا پُر از مَے نہ شدنے جام نے ایں بادہ خواں
معنی قرآن ہمیں تفسیرِ ایں ناطق قرآں
اَلصّلوٰۃ دائمون ہستد معراجِ مومناں
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما
شاہ زماں بر آستانم فیض باشد ہر زماں

لاموجود الا اللہ

احدیت تھیں وحدت ہوکے وحدیت وچ آیا
روح مثال شہود وجودی ہر ہر جا سمایا
جبروتی ملکوت ناسوتی تے لاہوت ہاہوتی
محمودہ نصیرہ منزل لاھوتی ھاھوتی
چھ مراتب حقی خلقی تنزیہی تشبیہی
وچ وجوٗب موجود ہے اللہ پائیو نور حقیقی
تشبیہوں تنزیہہ نوں لبھیں حق دی ذات پیارے
جس دے امروں کل پسارے رُوح عناصر چارے
ست افلاک زمیناں اندر چوداں طبق پیارے
سب منازل حقی خلقی وچہ وجود ہیں سارے
فاعل دا ہے فعل تمامی کوئی غیر نہ جانی
لا موجود الا اللہ ہے سمجھ قرآن دے معنی

وجود و عدم

کن فیکون کیہا جس ویلے اسیں بھی کولے ہاسے
قالو بلا اَسیں کنی سنیا کوئی گونگھے بولے ناسے
شاہ زماں عدم دے باسی آن بتاں وچ پھاسے
نفس شریر ذلیل جاں کیتا کوئی اصل ذلیل تے ناسے

ذکر نفی و اثبات کلمہ طیّب

کلمہ ہک پڑھایا مرشد قاری چھ پڑھاسے
پڑھ کلمہ تن کلمہ بنیا کلمہ نال اساندے
کلمے میل اتاری دل دی کھلے راز خلاصے
شاہ زماں دل اندر دلبر دیکھ نہ آسے پاسے

جاہل عالم

بے ادباں مقصود نہ حاصل قدم رکھیں ڈر ڈر کے
نفس امارہ زیر نہ ہویا عمر کٹی لڑ لڑ کے
شاہ زماں بے مرشد جاہل عالم ہو پڑھ پڑھ کے
جاگ بناں دُھد جمدا ناہیں لال ہووے کڑ کڑ کے

جنت کا حقدار

لباس خضر میں چھپے ہیں رہزن — پکڑ لے مسلماں محمد کا دامن
اگر پکڑ لو گے محمد کا پلہ — تمہیں بخش دے گا محمد کا اللہ
مرتے نہیں اولیاء اور شہدا — اللہ کے محبوب اللہ اکبر
اُمت کے ہوں گے فرقے تہتر — جنت میں ہوگا باادب بہتر

حد اور بے حد کون ہے اَنحد

حد لگے تے بشر اے بے حد لگے تے نور
حد ناں بے حد لگے تے احمد پاک حضور
جس حد توڑی چڑھیا سولی وانگوں شاہ منصور
شاہ زماں میرا اللہ اَنحد دل توں ناہیں دور

دیدارِ الٰہی

تیری آنکھ ہی سے تیرا دیدار یا الٰہی — یہ تیرا حُسنِ مطلق کہاں میری کم نگاہی
تو بحرِ بیکراں ہے مَیں ایک بوند پانی — تو آفتابِ تاباں مَیں کرن ہوں ذرا سی
ترے نور سے مُنوّر کون و مکاں دو عالم — لوح و قلم بھی تو ہے کلمات بھی سیاہی
نورِ احد وحدت، وحدیت حق نما ہے — کثرت ہے عین وحدت قرآن دے گواہی
کس کی تلاش میں ہے یہ عدم کا مسافر — جو آپ اپنی منزل خود جُو ہے خود ہی راہی
عجب ہے کہ انساں خالق سے بے خبر ہے — دریا کہاں ہے پوچھے دریا میں رہ کے ماہی
نہ طلب سیم و زر کی نہ ہوس ملک گیری — جن کو عطا ہوئی ہے اللہ کی بادشاہی
یہ خستہ حال فقرا محبوب ہیں خدا کے — اللہ کے دوستوں کا یہ انعامِ شہنشاہی
دو طرفہ عشق کا یہ تعلق ہے قربِ اللہ — اللہ پہ بندہ راضی بندے پہ اللہ راضی
کندن بنے ہیں سب ہی درگاہ مصطفیؐ سے — رومی ہو غزالی، عطار ہو یا رازی
تِری دل پہ بادشاہی رُوح پہ حکمرانی — کھلا راز شاہ زماں پہ تری دید خود آگاہی

نورِ ازل

کب سے بے قرار تھا حسنِ ازل کا نور
صورتِ محبوب میں آخر ہوا ظہور
عابد و معبود خود ہی ذاکر و مذکور
شاہ زماں خوشبو گلوں میں جس طرح مستور

دستورِ دین

یقین اور اتحاد تنظیم و ایماں — عبادت اطاعت اُصولِ مسلماں
اللہ ہی یکتا لائق عبادت — محمد رسول اللہ لائقِ اطاعت
دیں کا منشور کتاب اللہ قرآں — ہے تفسیر جس کی محمد کا فرماں
سب اہل بیت چودہ ستارے — اولیا اور آئمہ ہادی ہمارے
قطبِ زماں شاہ زماں رہبر — رہے جن کا سایہ مریدوں کے سر پر

(خلیفہ ڈاکٹر محمد رمضان۔ کراچی)

نذرانۂ عقیدت

علم باطن کے شناسا شاہ زماں قطب زماں — فقر میں مولا علی شیر خدا کے ترجماں
ظرف اعلیٰ نسب اولے علم کا سیل رواں — دین و دنیا کی ملی تجھ کو ولایت بے گماں
عارفین حق کے شاہ رہنمائے کاملاں — فیض پائے آپ کے در سے ہمیشہ کل جہاں
گر قبول اُفتد جمیل طاہری کا خوش بیاں — شکر صد گویم اے کامل پیر سید شاہ زماں

(جمیل طاہری) ادارہ منہاج القرآن

چشمۂ نور پر عقیدت کے پھول

تیرا نام حرز جاں رہے — ترا نام آقا میرا ورد
تیرا نام چشمہ نُور ہے — پائے خیر اس سے میری خرد
وہ چشم تر میں آگئے — مری روح میں یوں سماگئے
میرا دل بنا پھر اُن کا گھر — آئے حُور و غلماں اردگرد
اے جان جاناں دلنشیں — تو رگ و پے میں جاگزیں
تجھ پہ ذات پاک آفریں — تری نعل پا کی بنوں گرد
چھپے نام میں تیرے معجزے — کرے وا تو اپنی موج سے
تیرا نام دے مجھے حوصلے — جو حسین و اعلیٰ و منفرد
تیرا نام زیست کا متن — ملے بھیک صدقہ پنجتن
آپ صدر بزم حشر ہیں — سزا نظر سے ہو مسترد
کوئی مشکل آئے دہر میں — بنے جاں پہ قبر و حشر میں
ترا نام ہے جو ٹال دے — ترا واسطہ دے ہر فرد
مرے لب دل نظر میں تو — آؤ پھر سے لِلّٰہ رو برو
چاک دل مرا کرو رفو — یہ جنوں نہ ہو کبھی سرد
تیرا فضل عقل سے ماورا — تیری شان ہے وراء الوراء
کرے ذکر آدرؔ آپ کا — عشقِ لازوال کا راہ نورد

(خلیفہ محمد آصف چشتی۔ گلاسگو)

اسلامی عقائد اصحابہ آئمہ والیائے اکرام

اسی عنوان سے مکمل کتاب کی اشاعت اوّل دستیاب ہے۔ باہمی تعصب و منافرت، نظریات اور دینی اختلافات، غیر اسلامی بدعتی عقائد اور فرقہ وارانہ فسادات کو دور کرنے کیلئے باہمی اتحاد و اجتہاد، اتفاق اور یکجہتی کی ضرورت ہے جس کا واحد حل قرآن اور سنت کی روشنی میں اتباع رسول اللہ ﷺ باب العلم علی المرتضیٰ، خلفائے راشدین، مجتہدین، اولیاء اللہ کی تقلید اور پیروی ہے۔

سوال: بدعت کیا ہے؟ بدعت اعتقادیہ اور بدعتِ حسنہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: بدعت کے لغوی معنی نئی چیز اور ایجاد ہے۔ بدعت کے شرعی معنی وہ اعتقاد و عمل ہیں جو کہ حضور علیہ السلام کے بعد ایجاد ہوئے۔ غیر مقلدین اہل حدیث کے جبریہ وقدریہ عقائد بدعت اعتقادیہ ہیں۔ کتاب فتاوی حدیثہ مصنف رشید احمد گنگوہی دیوبندی صفحات ۴۳۵، ۲۴۳، ۸۷، ۴۶۰ جلد دوئم صفحہ نمبر ۹ میں مولوی رشید احمد نے جو کچھ اپنی بدعت اعتقادیہ کا اظہار کیا وہ ملاحظہ ہو۔ مثلاً

خدا جھوٹ پر قادر ہے۔ حضور علیہ السلام علم غیب سے جاہل یا حضور علیہ السلام کا خیال نماز میں بیل اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ اگر اور نبی آجائیں تو آپ کی خاتمیت پر کوئی فرق نہیں آئے گا۔ ایسی بدعت اعتقادیہ کی شہ پا کر مرزا غلام احمد قادیانی نے بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کر کے ان غیر مقلد مولویوں کی شاگردی کا حق ادا کیا۔ اس قسم کے باطل بدعتی اعتقاد بارھویں صدی کی پیداوار ہیں۔

عیسائیوں نے بدعت حسنہ یعنی تارک الدنیا ہونا ایجاد کیا تو رب نے اس کی

تعریف کی بلکہ اس پر اجر بھی دیا بدعت حسنہ اچھی چیز ہے اور باعث ثواب ہے، میلاد شریف کی ایجاد بدعت حسنہ ہے جو ذکر و فکر حمد و ثناء کی محفل ہے، اور قرآن اور سنت کے خلاف نہیں، محافل نعت، مجالس شہدائے عظام بدعت حسنہ ہیں۔ واجب الاحترام فقید الامثال ہستیوں پر بے جا تنقید اور عیب نکالنا گناہ کا باعث ہے اور حسنہ عقائد کو بدعتی عقائد کہ کر تشہیر کرنا اُمت مسلمہ میں انتشار و فساد پیدا کرنا گناہ عظیم ہے۔

سوال: کن مسائل پر تقلید واجب ہے؟

جواب: دینی اجتہادی مسائل جن کو حل کرنے کا علم نہ ہو، وہ فقیہہ اہل علم اور مجتہدین سے دریافت کرنا اور اُن کی تقلید اور پیروی کرنا واجب ہے۔

سورۃ فاتحہ آیت نمبر 5 میں تقلید کا حکم واضح ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿٥﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورۃ النساء۔ آیت ۵۹)

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اپنے میں سے (اہل حق) صاحبان امر کی۔

اطاعت سے مراد تقلید آئمہ علمائے حق سے ثابت ہے۔ اس لئے علمائے مجتہد فرماتے ہیں کہ حدیث کے نور سے قرآن سمجھ آتا ہے اور حدیث امام مجتہد کے علم کی روشنی کے بغیر سمجھ نہیں آتی۔ نماز میں کتنے فرائض کتنے واجب کتنی سنتیں، کتنی مستحبات، کتنے مکروہ، تنزیہی اور تحریمی جیسے مسائل احادیث سے نہیں، اصحابہ اکرام آئمہ مجتہدین مقلدین کے علم و اجتہاد کی روشنی میں ہی سمجھ آسکتے ہیں۔ تمام مفسرین، محدثین، فقہاء، اولیاء اللہ اور اللہ

کے نیک بندے سبھی مقلد تھے۔ جنہوں نے اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تقلید کے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی کا سیدھا راستہ پایا۔

حضور علیہ السلام کے زمانہ میں چشمہ حق کے پاس ہوتے ہوئے اصحابہ کو کسی اور کے مقلد ہونے کی ضرورت نہ تھی، لب دریا کے کھیتوں کو سیراب ہونے کیلئے نہر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سوال: کیا رہبری کیلئے قرآن اور حدیث کافی نہیں؟

جواب: بے شک قرآن اور حدیث رہبری کیلئے کافی ہیں لیکن اس بحر بیکراں میں علم و حکمت کے عرفانی، سائنسی اور روحانی انمول موتی نکالنے کیلئے قابل اور اہل غوطہ خوروں (آئمہ وعلمائے دین) کی ضرورت ہے، اگر قرآن آسان ہوتو قرآن مجید فرقانِ حمید سکھانے کیلئے نبی کیوں آئے۔

جتنا سمجھا آیا اسے نہیں آساں عارفِ قرآں ہونا
علی کو زیبا ولایت کا لقب بابِ علم اہل عرفاں ہونا

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن وحدیث روحانی دوائیں ہیں لیکن آئمہ واولیاء اکرام اور علمائے حق روحانی طبیب ہیں جن کو علم ہے کہ کونسی آیت کریمہ کس روحانی، اخلاقی اور جسمانی بیماری کے لئے ہے، تاکہ قارئین مختلف عنوانات کے تحت بیان کی گئی آیات قرآنی کے روحانی عرفانی اور سائنسی مفاہیم اور اسرار ورموز سے مستفید ہوسکیں۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو علم غیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوسکتا ہے؟

جواب: سورۂ بقرۃ 2 آیت 31 سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو علم غیب دیا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ

(یعنی علم غیب دیا) پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾

پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب) ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔ (سورۃ النساء ۴ آیت ۴۱)

معلوم ہوا حضور ﷺ کی روح تمام روحوں نفسوں کو دیکھنے والی ہے اور گذشتہ اور آئندہ کا علم غیب رکھتی ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

(وہ) غیب جاننے والا ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی (عام شخص) کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (سورۂ جن ۷۲، آیت ۲۶، ۲۷)

انہی کو مطلع علی الغیب کرتا ہے کیونکہ یہ خاصۂ نبوت اور معجزۂ رسالت ہے تو بیشک وہ اس (رسول ﷺ) کے آگے اور پیچھے (علم غیب کی حفاظت کیلئے) نگہبان مقرر فرما دیتا ہے، جیسے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب پر خبردار کر دیا اور منافقین کے حال پر مطلع فرمایا۔

وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ دریاؤں میں ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں پڑا ہوا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔ (سورۃ انعام ۶ آیت ۵۹)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ (سورۃ انعام ۶ آیت ۸۹)

(یہی (وہ لوگ یعنی انبیاء ہیں جنہیں ہم نے (غیب کی خبریں دینے والی) کتاب اور حکم (شریعت) اور نبوت عطا فرمائی۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۗ (سورۃ انعام ۶ آیت ۹۲)

یہ وہ کتاب (غیب کی خبریں دینے والا قرآن) ہے جسے ہم نے نازل فرمایا۔ بابرکت ہے جو کتابیں اس سے پہلے تھیں ان کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے۔

سورۂ الرحمن ۵۵ آیات ۱ تا ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۗ۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۴

(وہ) رحمن ہی ہے جس نے (خود رسول عربی کو) (غیب کی خبریں دینے والا) قرآن سکھایا اور اسی نے (اس کامل) انسان کو پیدا فرمایا۔ اسی نے اسے (یعنی نبی برحق ﷺ کو ما کان و مایکون کا) بیان سکھایا۔

جب قرآن سکھا دیا تو مقطعات متشبہات بھی سکھا دیئے اور ساری سابقہ اور آئندہ باتوں کا بیان بھی سکھا دیا۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ۲۴ (سورۂ التکویر ۸۱ آیت ۲۴)

اور وہ (یعنی نبی اکرم) غیب (سے بتانے) پر بالکل بخیل نہیں ہیں۔

(مالکِ عرش نے ان کیلئے کوئی کمی نہیں چھوڑی)

سورۂ آل عمران ۳ آیت ۴۹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ (آل عمران ۳ آیت ۴۹)

اور میں تمہیں (وہ سب کچھ) بتا دیتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک ولی مکرم خضر علیہ السلام کو علم لدنی (یعنی غیب کا علم) عطا فرمایا۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۶۵ (اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا)

یاد رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم حضور ﷺ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ (اے علم غیب کی خبر دینے والے) کے خطاب سے پکارا، اگر کوئی معترض غیر مقلد مولوی کہے کہ اس سے مراد محض دین کی خبر دینے والا مراد ہے تو پھر ہر مولوی نبی ہے۔

اس میں کوئی حجت نہیں کہ ذاتی علم خدا کی صفت ہے مگر عطائی علم حضور علیہ السلام کی صفت ہے۔ ابوہریرہؓ مشکوٰۃ الاول بروایت بخاری حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ بزبان محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتا ہے۔

پس جبکہ میں اس بندے (غلامی کا حق ادا کرنے والے) سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے کا ہر فعل رضائے الٰہی پر ہوتا ہے اور وہ اللہ ہی کی زبان بن کر آئندہ کے حالات پر پیشگوئی کرتا ہے۔ اسی لئے کرامات اولیائے کرام بھی عطائی علم ہے۔

وحدت الوجود پر حدیث قدسی کا اطلاق ہوتا ہے۔

جتنا سمجھا، سمجھ آیا اُسے — نہیں آسان عارف قرآں ہونا
رونمائی ہے رب برتر کی — روحی پیکر میں شاہ زماں ہونا

سوال: **کیا حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں ان کو اپنے جیسا بشر کہنا جائز ہے؟**

جواب: ابتدائے آفرینش کا منبع نور (انرجی) ہے۔

نور سے تخلیق ارض و سما ہے　　　نور سے ہر چیز کی ابتداء ہے
کیا غیر شے سے بنائے گئے ہو　　　تفکر کرو خاک کی اصل کیا ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا اَوَّلَ خَلَقَ مَا نُوْرِیْ (اللہ تعالیٰ نے) پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ اَنَا مِنْ نُوْرَ اللہ خَلَقَ کُلَّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ (میں اللہ کا نور ہوں اور تمام خلقت اس نور سے ہے) قرآن کریم فرقان حمید سورۃ المائدہ آیت ۱۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ (المائدہ ۵۔آیت ۱۵)

آ گیا ہے نور ہدایت اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)

حضور علیہ السلام نوری بشر ہیں۔ آپ کا ظاہر باطن نوری اور پاک ہے۔ آپ بشری لباس میں تشریف لائے کہ بندوں کو جہالت کے اندھیرے سے نور کی طرف لایا جائے یوں سمجھئے۔

سید الانبیاء مکی مدنی　　　پہن کے آیا پیرہن بشری
شاہ زماں ہے شان لولاکی　　　باطن نوری ظاہر خاکی

القرآن سورۃ الشوریٰ ۴۲۔آیت ۵۱ میں حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا جائز نہیں۔ آپ اپنے بے مثل خالق کے بے مثل عبد ہیں خود رب کریم نے قرآن مجید میں اپنے محبوب نبی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یَا مُحَمَّد۔ یَا اَخَا مُؤْمِنِیْنَ۔ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ۔ یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۔ یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ جیسے پیارے پیارے القابات سے پکارا اور اپنے

فرشتوں اور مومنین کو حکم دیا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب ۳۳۔آیت ۵۶) بیشک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں اے ایمان والو تم (بھی) ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا درود وسلام بھی حضور علیہ السلام کے پیارے پیارے القابات وخطابات پر ہی مشتمل ہے جو مومنوں کو تاکیداً انہیں القابات سے یاد کرنے کو فرمایا گیا ہے۔ اگر کوئی جاہل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بھائی کی طرح پکارے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکم عدولی کر رہا ہے اور اسکے فرمان سے غافل اور بے خبر ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ (سورۃ الکھف ۱۸۔آیت ۱۱۰)

اے میرے محبوب فرمادو کہ (دیکھنے میں) تم جیسا بشر ہوں لیکن مجھ پر وحی آتی ہے تاکہ اس وحی کی صفت سے نبی اور اُمی میں فرق واضح ہو جائے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو اپنے محبوب کو شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ فرما کر اس فرق کو مزید واضح کر رہے ہیں کہ ہماری بشریت اور محبوب علیہ السلام کی بشریت میں یہی فرق ہے ہماری بشریت محدود اور حضور علیہ السلام کی بشریت لامحدود ہے۔

نہیں ممکن کسی بشر کیلئے　　　بنے مہماں خدا کے گھر کیلئے
ان کے نور کی رفتار کیا ہوگی　　　ملا براق جنہیں سفر کیلئے

حضور علیہ السلام نے فرمایا اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم میں سے ہم جیسا کون ہے۔

آپ نے صورت بشری میں اِنَّمَا بَشَرٌ صورت حقی میں مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَا الْحَقِ صورت ملکی میں لِیْ مَعَ اللّٰہُ وَقْتٌ لَا یسعنی فِیہ ملك مقرب وَّلَا نَبِیٌّ

مُرْسَلٌ فرمایا۔

ترجمہ: کہ بعض وقت ہمیں اللہ سے وہ قرب حاصل ہوتا ہے کہ نہ اس میں مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ مرسل نبی کی یہ سب منصب معدوم ہوجاتے ہیں کیونکہ معراج میں سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى پہنچے سے قبل جبرائیلی قوت نے جواب دے دیا تو حضور علیہ السلام کی افضل و اطہر عبدیت میں مخفی نوری قوت تمام حدوں کو عبور کرتی ہوئی اپنے خالق رب کریم کے وصل اور کلام سے سرفراز ہوئی۔ واقعہ معراج کو سائنس کی روشنی میں دیکھا جائے تو البرٹ آئن سٹائن ۱۹۰۵ء میں نظریہ اضافت $E=mc^2$ میں تھیوری آف ریلٹیویٹی سے لطیف ترین جسم کی توانائی (نور یا روشنی) کی تیز رفتاری مثل برق رات کے تھوڑے حصہ میں حضور پرنور (نورمجسم) کے سفر معراج کو ثابت کرتی ہے جب زمینی وقت کے مقابلے میں زمان ومکان وقت (time) ومکان (space) سکڑ جاتے ہیں یعنی انتہائی کم ہوجاتے ہیں۔ اس طرح اپنے خالق کے وصل و دیدار سے سرفراز ہوئے لیکن شانِ رسالت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو تم ہمارے معجزات دیکھ کر عیسائیوں کی طرح ہمیں کہیں اللہ اور ابن اللہ نہ کہہ دینا بلکہ کہنا عبداللہ ورسول اللہ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جیسے نہ کوئی کتاب مثل قرآن کے ہے اس طرح نہ کوئی بنی نوع انسان میں صاحب قرآن کی مثل ہوسکتا ہے۔

سوال: حضور نبی کریم ﷺ حاضر وظاہر کیسے ہیں؟

جواب: القرآن سورۃ ۴۹ آیت ۷ سے ثابت ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (اور جان لو تم میں اللہ کے رسول (موجود) ہیں۔

کلمہ طیبہ سے بھی یہی مراد ہے۔ سورۂ احزاب آیت ۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (نبی (مکرم ﷺ) مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی قریب ہیں)

جب تک کائنات موجود ہے تو ہر محمدی وجود بنی نوع انسان جو اللہ کی نوری (روح) سے محرک ہے حضور علیہ السلام کے موجود ہونے کی شہادت دے رہا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات جانِ جہاں ہے۔ سورۂ فتح آیت ۸ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (ہم نے آپ کو حاضر و ناظر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا)

سورۂ النساء ۴ آیت ۴۱ میں فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک (سرگردہ) گواہ لائیں گے اور (اے حبیب مکرم) ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے)

سائنس کی ترقی نے یہ روحانی مسئلہ کا حل آسان کردیا موبائل اور ٹیلی ویژن پر کروڑوں انسان بیک وقت کسی بھی خطاب کرنے والے مقرر کو دیکھ اور سن سکتے ہیں تو شیطانی وسوسوں سے پاک دلوں کے ٹیلیویژن کی روحانی سکرین پر حضور علیہ السلام رحمتہ اللعالمین کو حاضر وناظر کیونکر نہیں دیکھا اور سنا جاسکتا۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے حاضر و ناظر ہونے پر مہر تصدیق کردی وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط اور رسول اللہ ﷺ آپ ہر وقت گواہ رہتے ہیں (یعنی حاضر وناظر وموجود رہتے ہیں)۔

سوال: کیا انبیاء علیہ السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا واجب ہے؟ کیا وہ مدد مانگنے والے کو سنتے ہیں؟

جواب: مسلمانوں کا نماز میں التحیات پڑھتے وقت حضور علیہ السلام کو پکارنا واجب ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہنا کوئی شرک نہیں۔

سورۂ یونس ۱۰۔آیت ۱۰۶ میں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا ذکر ہے کہ اللہ کے سوا ان (بتوں) کو نہ پکارو جو تم کو نفع و نقصان نہ پہنچا سکیں۔ بے شک غیر خدا کو خدا سمجھ کر پکارنا شرک ہے۔ مگر روز مرہ زندگی میں امداد کیلئے وسیلہ سمجھ کر بھائی، بہن، دوست احباب، حکیم، ڈاکٹر اور روحانی طبیب اولیاء کرام کو پکارنے میں شرک کا کوئی عنصر اور پہلو شامل نہیں مندرجہ ذیل آیات قرآن سے ثابت ہے کہ اہل اللہ اولیاء کرام سے مدد اور وسیلہ طلب کرنا منشاء الٰہی کے عین مطابق ہے کیونکہ ان سے راضی ہو کر ان کی دعائیں قبول کرتا ہے اور ان کو دیتا ہے اور وہ اللہ کی مخلوق کو دیتے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (سورۂ النساء ۴۔آیت ۶۴)

اگر گنہگار اپنی جان پر ظلم کر کے اے محبوب آپ کے پاس آجاتے تو پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کیلئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گنہگار بندوں کیلئے اپنی معافی اور مغفرت کو اپنے محبوب نبی ﷺ کی دعائے مغفرت سے مشروط کر دیا ہے۔ لہٰذا وہی عمل خدا کے یہاں قبول ہے جو بارگاہ رسالت میں منظور ہو جائے۔

سورۂ التوبہ ۹۔ آیت ۱۰۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ قبول فرمائیں اور ان کو (گناہوں) سے پاک اور صالح فرمائیے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ (سورۂ ۵۔آیت ۵۵)

(مسلمانوں)! تمہارا دوست خود اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع (خشوع و خضوع) کرنے والے ہیں۔

سورۂ طٰہٰ ۲۰ آیت ۲۹، ۳۰ کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے کہا خدایا میرے بھائی کو نبی بنا کر میرا وزیر کر دے، میری پشت کو اس کی مدد سے مضبوط کر دے۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ (سورۂ طٰہٰ ۲۰ آیت ۲۹، ۳۰)

اور میرا وزیر میرے کنبے میں سے کر دے۔ یعنی میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) کو۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾

مدد کرو ایک دوسرے کی اوپر نیک کاموں کے اور تقویٰ کے اور نہ مدد کرو ایک دوسرے کی اوپر گناہ اور زیادتی کے۔ (سورۂ المائدہ ۵۔آیت ۲)

قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۗ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ (سورۂ ۳۔آیت ۵۲)

حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم تابعدار ہیں۔

اس آیت سے واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے غیر اللہ سے مدد طلب کی

(عبادت کی نیت سے نہیں)۔

وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۳﴾ (سورالبقرہ ۲۔آیت ۲۳)

(اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو) یہاں غیر اللہ سے مدد لینے اور امداد کیلئے پکارنے کی اجازت دی گئی۔ جہاں تک انبیاء اور اہل اللہ کا عبادات میں ذکر اور ان کو پکارنے والے کی آواز کو دور اور نزدیک سے سننے کا معاملہ ہے تو سورۃ النساء ۴۔آیت ۸۰ ہمیں بتا رہی ہے مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (جس نے رسول کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرنبرداری کی)

علاوہ ازیں کلمہ توحید، نماز، حج، درود پاک، خطبہ اذان غرضیکہ ساری عبادات میں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر داخل اور لازمی ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ذکر بالواسطہ خدا کا ہی ذکر ہے۔ ایک دوسرے کی اطاعت کو مشروط کر دیا گیا ہے۔ نبیوں اور ولیوں کو دور اور نزدیک سے آواز اور فریاد سننے کا وصف عطائے الٰہی ہے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ساریہ کو کوسوں میل دور سے آواز دی جو مقام نہاوند میں جنگ کے دوران انہوں نے سن لی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کی خوشبو پالی اور فرمایا اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد پہاڑ پر کھڑے ہو کر تمام روحوں (نفسوں) کو آواز دی کہ اے اللہ کے بندو چلو (خانہ کعبہ کی طرف) سب نے وہ آواز سن لی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی قوت نبوت سے حقیر سے جاندار چیونٹی کی آواز دور سے سن لی۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ انبیاء اور اولیاء کرام قوتِ خداداد سے ہر ایک جاندار کی آواز (فریاد) کو وہ سنتے ہیں عقل کے اندھے اس کو شرک کہیں تو ان کی کج فہمی اور قرآن وحدیث

کے صحیح مفہوم سے لاعلمی ہے۔

سوال: **کیا گستاخ رسول اور احکام الٰہی سے روگردانی کرنے والے کی بخشش ہوگی؟**

جواب: قرآن کا بیان شانِ رسالت اور فضائل خلفائے راشدین کا آئینہ دار ہے۔ اللہ کی طرف سے بخشش تو رسول اللہ ﷺ کی دعائے مغفرت سے مشروط ہے۔ قران کے شان نزول پر غور کرنے سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ﴿۶۴﴾ (سورۃ النساء ۴۔آیت ۶۴)

(اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر (اے حبیب مکرم) آپ کے پاس آتے اور بخشش کیلئے اللہ سے طلبگار ہوتے تو رسول اللہ ﷺ اُن کیلئے دعائے مغفرت اور بخشش طلب کرتے تو اللہ کو (حضور پر نور کے توسل شفاعت کرنے والے کے وسیلے سے) توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے)۔

سورۃ البقرہ ۲۔آیت ۱۰۴ میں حضور اکرم ﷺ کا ادب ملحوظ خاطر رکھنے کی تنبیہ کی ہے۔ آپ کو متوجہ کرنے کیلئے رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ نہایت ادب و احترام سے اُنۡظُرۡنَا (ہماری طرف نظر کرم فرمایئے)۔

حضور علیہ السلام کے ظاہر و باطن میں تضاد نکالنے والے اور بھائی جیسا درجہ دینے والے بے ادب اور گستاخ لوگوں کو ان آیات کریمہ کے مفہوم ومعنی سے سبق لینا چاہیے۔

گستاخ نبی جو ہوں محروم ہیں رحمت سے — پالیتے ہیں منزل جو رہتے ہیں آداب اندر
سرکار غلاموں کو مایوس نہیں کرتے — جب یاد کریں اُن کو آجاتے ہیں خواب اندر

سوال: کیا دینی و روحانی مسائل کو سمجھنے اور طریقہ عمل میں رہبر کامل عارف قرآن سے بیعت ہوکر روحانی شاگردی، مریدی اختیار کرنے کا حکم کتاب اللہ میں ہے؟

جواب: قرآن مجید نے وسیلہ اور مرشد ہادی کامل یعنی راہ دکھانے والا امام نہایت واضح طور پر سمجھا دیا ہے۔

سورۂ مائدہ آیت ۳۵ میں حکم الٰہی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۳۵ (سورۂ مائدہ ۵۔ آیت ۳۵) (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کا وسیلہ (مرشد کامل) تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ)۔

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۝۱۷ (سورۂ کہف ۱۸۔ آیت ۱۷) (اور جسے وہ گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی ہادی ولی و مرشد (یعنی راہ دکھانے والا امدادگار) نہیں پائے گا۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (سورۂ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۷۱) (جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے)

ذرا غور کرو اگر کوئی امام وسیلہ و مرشد ہی نہیں تو روزِ محشر کو کس کے ساتھ بلائے جاؤ گے۔

سوال: کیا اولیاء اللہ اور شہدا کو وصال کے بعد حیاتِ ابدی حاصل ہوتی ہے؟ ان سے حاجت روائی اور مدد مانگنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۝۱۵۴ (سورۂ البقرہ ۲۔ آیت ۱۵۴) (اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں)۔

اولیاء، شہدا اکرام کو درحقیقت حیات ابدی حاصل ہے، چنانچہ ان کے متعلق

ارشاد ہوا اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝۶۲ (سورۂ یونس ۱۰۔ آیت ۶۲) (یاد رکھو بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

سورۂ المائدہ ۵۔ آیت ۵۵، ۵۶ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام ہر مدد چاہنے والے کی امداد فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝۵۵ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۝۵۶ (تمہارے دوست اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول اور وہ ایمان دار جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا کے آگے جھکتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اور ایمان داروں کو مددگار بنالیتا ہے تو بیشک اللہ کے گروہ ہی غالب ہونے والے ہیں)۔ چنانچہ اللہ کے مقرب بندوں کے تمام گروہ غلبے والے ہیں جو تا قیامت مغلوب نہیں ہوں گے۔

سوال: یوم عید میلا النبی ﷺ منانے کا کیا ثبوت ہے؟ کیا نعت خوانی عبادات میں شامل ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو) اور رسول کی آمد بڑی نعمت ہے لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اے ایمان والوں تمہارے پاس عظمت والے رسول کی آمد بڑی نعمت ہے۔ سورۂ العمران ۳۔ آیت ۱۶۴ میں ارشاد باری ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۶۴﴾
اس آیت سے واضع ہے کہ اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ اپنے رسول کو بھیج دیا۔اور ارشاد باری واضح ہے۔

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴿۵۸﴾ (تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی منائیں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔) اللہ کے فضل و رحمت پر خوشیاں مناؤ چونکہ حضور علیہ السلام بلا شبہ اللہ کا فضل اور سراپا رحمت اللعالمین ہیں لہٰذا ان کی ولادت پر خوشیاں منانے کا نام عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

سورۂ آلِ عمران آیت ۸۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾
جس وقت اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس تشریف لائیں گے ایک رسول جو تصدیق کرنے والے ہیں اس چیز کو جو تمہارے پاس ہے تو تم ان کے ساتھ ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور مدد کرنا، فرمایا، کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر عہد کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار کیا، ارشاد فرمایا تم گواہ رہو میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں)۔ یوم میلاد شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک سے سنت اللہ ثابت ہو گیا۔

چنانچہ اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کے یوم ولادت و وصال کے متعلق ارشاد

فرمایا وَسَلٰمٌ عَلَيۡهِ يَوۡمَ وُلِدَ وَيَوۡمَ يَمُوۡتُ وَيَوۡمَ يُبۡعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ (سورۂ مریم ۱۹) (اس دن پر سلامتی ہو جس دن بھی وہ پیدا ہوئے اور اس دن بھی جب وہ مریں گے اور اس دن بھی جب دوبارہ زندہ اٹھائے جائیں گے)

ان آیات سے انبیاء کرام کیلئے یوم ولادت و یوم وصال کی خصوصیت اللہ کی طرف سے ثابت ہوئی، اگر کوئی متبع انبیاء کرام فرمان الٰہی کے مطابق ان ایام کی خصوصیت میں اعادہ ولادت کرے، صدقہ خیرات دے اور ان کو کلام کا ثواب پہنچائے تو اللہ کی طرف سے ثواب کا مستحق ہوگا۔

سورۂ مریم ۱۹۔ آیات ۱۵ اور ۳۵ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایام ولادت و وصال کا ذکر ہے اور اللہ کی طرف سے سلام اور ایام اللہ کو یاد دلانے کا حکم ہے۔ وَ ذَكِّرۡهُمۡ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ۔

جب عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے دستر خوان اترا تو حضرت مسیح نے خوشی کا دن (عرس ۳) منایا۔ بزرگوں کے وصال کے بعد انکا عرس منانا صدیق اکبر کے قول اَلۡيَوم عُرس رَسُوۡلُ اللهِ ﷺ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرس کا دن ہے کہ مسلم شریف ۱۲ ۳/۱ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔

حتی ماء ليقع فقا عرف اطال القيام ثم رفع يديه ثلاق منيرة حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر سے نکلے اور جنت البقیع کی طرف تشریف لائے تو آپ نے وہاں قیام فرمایا اور عرصہ تک وہاں ٹھہرے رہے۔ پھر آپ نے دونوں دستِ مبارک دعا کیلئے تین مرتبہ اٹھائے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنت البقیع میں قیام اور دعا کرنے کی اس سنت کو ادا کرنے کیلئے بزرگوں کی خانقاہوں پر ٹھہر کر عرس منایا جاتا ہے اور

ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے۔

اللہ اور اس کے پیارے رسول کی حمد وثناء کیلئے نعت کہنا اور پڑھنا بہترین عبادت ہے۔ سارا قرآن حضور علیہ السلام کی نعت ہے۔

سیرت ہے محمد کی قرآن مجیدہ ہو کیسے بیاں انکے اوصاف حمیدہ
تا حشر منائیں گے میلاد نبی کا ہر نعت بنے گی آقا کا قصیدہ

گذشتہ انبیاء کرام نے حضور علیہ السلام کی نعت خوانی اور تعریف کے ساتھ پیشین گوئیاں کیں۔ آپ حضور علیہ السلام نے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت سن کر دعا دی۔ آئمہ و اولیاء اور علمائے اکرام نے نعتیں لکھیں جن کے ذریعہ حضور علیہ السلام کے حالات طیبہ اور سیرت وفضائل سے صالح عمل اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت بڑھتی ہے جو عین اللہ تعالیٰ کے منشا اور حکم کے مطابق ہے۔

سوال: کیا مزارات پر گنبد وعمارت بنانا، حاضری دینا، حاجت روائی کیلئے دعا کرنا قرآن وسنت سے ثابت ہے؟

جواب: سورۂ کہف ۱۸ آیت ۲۱ میں اصحاب کہف کا واقعہ ہے، حکم ہوا کہ ان کی وفات کے بعد ان کے گرد عمارت بناؤ (بطور یادگار) ایمان والوں نے کہا جنہیں ان کے معاملہ پر غلبہ تھا تو ہم ان کے دروازے پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے (تاکہ اہل ایمان اس میں نماز پڑھیں اور خصوصی برکت حاصل کریں)

سورۂ بقرہ آیت ۲۴۸ میں فرمان الٰہی ہے کہ بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئیگا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین اور کچھ بچی ہوئی چیزیں (مزارات کے نقشے، عصا

وتبرکات) ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھائے ہوں گے اس کو فرشتے۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ مزارات اور تبرکات کا محفوظ کرنا شعار اللہ میں شامل ہے ان شعار اللہ سے اللہ کے مومن بندوں کی نسبت سے شفا ہوتی ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ آنکھوں پر لگانے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں دوبارہ روشن ہوگئیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بن گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑھیاں رگڑنے سے آبِ زم زم پیدا ہوکر آبِ شفا بن گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی اللہ آصف بن برخیا پلک جھپکنے میں ملکہ بلقیس کا تخت حاضر کر دیا۔ غوث الاعظم اور خواجہ غریب نواز اجمیری اور ہر ولی نے کرامات دکھائیں سورۂ بنی اسرائیل آیت 1 میں مزارات کی زیارت واضح ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ پاک ہے وہ ذات جو اپنے عبد کو راتوں رات لے گئی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے اردگرد ہم نے برکت (مزارات انبیاء) رکھی کہ ہم اسے اپنی نشانیاں (شعائر اللہ یعنی اپنے پیاروں کی قبریں) دکھائیں۔

مزارات کی زیارت کے علاوہ ان سے مدد مانگنا سورۂ تحریم آیت ۴ سے ثابت ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ﴿۴﴾ (بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرائیل اور صالح مومنین اور اس کے بعد فرشتے مدد کرتے ہیں۔)

سورۂ مائدہ آیت ۵۵ میں فرمایا۔

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ

الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴿۵۵﴾ (اے ایمان والو!) تمہارے دوست صرف اللہ، اس کا رسول اور ایمان لانے والے ہیں جو نماز قائم کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکنے والے ہیں۔

یاد رہے اگر غیر اللہ کو یا علی، یا غوث الاعظم یا خواجہ غریب نواز پکارنا غلط ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام الٰہی میں کبھی اسکا حکم نہ دیتا اور اپنے پیارے حبیب کو ان القابات سے نہ پکارتا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ	اے غیب بتانے والے
یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ	اے کملی اوڑھنے والے

سوال: مسلمان گیارھویں شریف کیوں دلاتے ہیں؟

جواب: ارشاد باری ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴿۵﴾ (ابراہیم ۱۴: آیت ۵) تحقیق اللہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا تا کہ آپ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں اور ان کو اللہ کے دن یاد دلائیں بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے کے واسطے نشانیاں ہیں۔

کنزل العمال میں حدیث نبوی ہے ان ما شوراع یوم من ایام اللہ نبی ﷺ نے فرمایا عاشوریٰ کا دن ایام اللہ سے ہے کیونکہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کو پھاڑ کر فرعون پر موسیٰ علیہ السلام کو فتح دی۔ آدم علیہ السلام کی توبہ اسی دن منظور ہوئی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پہاڑ جودی پر ٹھہری۔ حضور نبی کریم ﷺ کا یوم ولادت و یوم وصال بارھویں ربیع الاوّل ہے اور حضرت غوث الاعظم محی الدین

عبدالقادر جیلانی کے وصال کا دن گیارہ ربیع الثانی ہے۔ آپ حسباً نسباً امام حسن علیہ السلام کی گیارھویں پشت سے ہیں اور آپ کے نام کے حروف بھی گیارہ ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کا سورۂ فجر ۱ / ۱۳ میں ارشاد ہے کہ قسم ہے فجر کی اور قسم ہے دس راتوں یعنی محرم کی یا عشرہ ذوالحجہ کی یا عشرہ اواخر رمضان کی اور قسم ہے جوڑے کی چونکہ حضور علیہ السلام کے وصال کے گیارھویں دن صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو آپ نے کھانا پکوایا تا کہ اس کا ثواب آنحضرت نبی کریم ﷺ کی روح اطہر کو بخشیں، جب لوگ آپ سے اس تقریب السعید کے متعلق پوچھتے تو آپ نے فرمایا کہ "الیوم عرس رسول اللہ ﷺ" یعنی آج رسول اللہ ﷺ کا عرس مبارک ہے۔ چنانچہ ہر کام کی تکمیل کیلئے دن کا مقرر کرنا ضروری ہے اور حضرت عبدالقادر جیلانی قطب ربانی کے پیش نظر دسویں اور بارھویں تاریخوں تک کے تمام دن انبیاء کرام کے انعامات کے دن تھے۔ اس لئے آپ نے آنحضرت نبی کریم ﷺ کے عرس شریف کیلئے ہر ماہ کے اس قابل احترام مخصوص گیارھویں دن کو منتخب فرمایا چنانچہ آپ کے وصال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کا عرس ہر ماہ کی گیارھویں تاریخ کو ہر مومن مسلمان کے گھر میں حسب التوفیق دلایا جاتا ہے، جسے گیارھویں شریف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سوال: ختم بر طعام کیوں دیا جاتا ہے؟ کیا قرآن پڑھنا جائز ہے؟

جواب: قرآن مجید میں ارشاد باری ہے۔ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴿۱۱۸﴾ (الانعام ۶۔ آیت ۱۱۸) (پس کھاؤ تم اس چیز کو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر ہو تم اللہ کی آیتوں کے ساتھ ایمان لانے والے) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ جس شے حلال پر اللہ کا ذکر یا اللہ کا کلام پڑھا گیا ہو وہ چیز کھانے کے قابل ہے

ورنہ نہیں جنہوں نے حکم عدولی کی جسارت کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو متنبہ کیا اور ڈانٹ دیتے ہوئے فرمایا وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ (الانعام ۶۔آیت ۱۱۹) اور تمہیں کیا ہوا کیوں نہیں کھاتے تم اس چیز کو جس پر اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسلم شریف میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں لوگ بھوک سے نڈھال ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے دعا کرانی چاہی حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ کسی کے پاس ہے تھوڑا بہت بچی ہوئی کھانے کی چیز موجود ہے لے آئے **فدعا رسول اللہ ﷺ بالبرکتہ** پھر حضور علیہ السلام نے کھانے پر دعا فرمائی چنانچہ اس میں اتنی برکت ہوئی کہ لوگ اپنے برتن بھر بھر کر لے گئے۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد باری ہے کہ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ پہنچتا ہوں پکارنے والی پکار کو جس وقت مجھے پکارتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے بعد از ختم بر طعام دعا مانگنے کی بھی اجازت ثابت ہو گئی۔

سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۲ کے مطابق قرآن مسلمانوں کیلئے شفا اور رحمت ہے اگر اس کی تلاوت کر دینے سے کھانا حرام ہو جاوے تو قرآن رحمت کہاں رہا پس یوں سمجھئے کہ ماننے والے مومنین کیلئے رحمت اور نہ ماننے والے جاہل نقصان میں رہتے ہیں اور پڑھے جانے والے کھانے سے بھی محروم ہو گئے۔

اگر کوئی معترض مولوی یہ کہے کہ صرف بسم اللہ پڑھنا ہی کافی ہے۔ اس سے کھانا شروع کر لو۔ غور کرو بسم اللہ قرآن کی آیت ہے۔ اگر قرآن کا کھانے پر پڑھنا منع ہے تو بسم اللہ پڑھنی بھی منع ہونی چاہیے۔

سورۂ المائدہ آیت ۴ میں واضح ارشاد باری ہے۔ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ اس (کھانے) کو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو۔

اللہ کا نام تو قرآن کی تلاوت سے ہی آئے گا قرآن نوری کلام ہے اور روح بھی غیر فانی اور نوری ہے۔ لہٰذا نوری کلام بلا شبہ روح کی غذا ہے اور بعد از ختم یعنی نوری کلام پڑھے جانے والی چیز انسانی نفس کی خوراک ہے۔ اس طعام کا کھانا باعث برکت ہے۔ آپ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کی طرف سے قربانی فرما کر ذبیحہ جانور کو سامنے رکھ کر پڑھا۔
اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْ اُمَّتِهٖ مُحَمَّدٍ اے اللہ یہ قربانی میری اُمت کی طرف سے ہے۔

سوال: سماع کے بارے میں احادیث واقوال بزرگان دین کیا ہیں؟

جواب: حضور ﷺ کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں داخل ہوتے وقت لڑکیوں نے دف بجا کر استقبالیہ گیت گایا

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

ایک موقع پر حضور ﷺ کے ابو موسیٰ العشری کی سریلی آواز کو حضرت داؤدؑ کی دلکش آواز سے تشبیح دی اور انکے عہد کے آلات موسیقی میں سے ایک آلہ موسیقی کہا۔ جس طرح انسانی حواس کے لیے لذت کو جائز رکھا گیا ہے اسی طرح آنکھیں خوبصورت پھولوں سے، زبان اچھے طعام سے، ناک خوشبو سے اور کان سریلی آواز سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا صوفیاء اکرام پر تین موقعوں پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ فاقہ، مذاکرہ اور سماع۔ وجود آدم میں روح پھونکتے وقت نفخہ فیہ کی سریلی آواز کا ذکر مولانا عبدالرحمان جامی نے شعر میں بیان کیا ہے

منع سماع نغمہ و نے می کند فقیہ
بے چارہ پے نبرد بہ سر نفخت فیہ

مولانا رومی نے فرمایا کہ

بر سماع راست ہر کس چیز نیست
طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست

ترجمہ (سماع ہر کسی کو راس نہیں آتا، ہر پرندے کی خوراک انجیر نہیں)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے ایک کوچہ میں جا رہے تھے کہ قبیلہ بنی نجار کی چند لڑکیاں آپ کو دیکھ کر تالیاں بجا کر شعر گانے لگیں کہ خوشامد! نصیب ہمارے کہ محمد ﷺ ہمارے پڑوسی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا خدا جانتا ہے کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں۔ ربیع بنت معوذ بن عفر کہتی ہیں کہ میری شادی میں حضور نے شرکت کی میرے پاس کچھ لڑکیاں دف بجا کر قصیدہ گا رہی تھیں۔ ایک لڑکی نے یہ شعر گایا کہ ہمارے اندر ایسے نبی ہیں جو کل ہونے والی بات جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہو جو پہلے کہہ رہی تھی۔ ترمذی نے حمید بن مسعود بصری کی روایت سے نقل کیا کہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ ہم رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھے کہ یکا یک جبرائیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بیشک آپ کی امت کے لوگ تونگروں سے قیامت کے نصف روز پہلے جو دنیا کے پانچ سو برس کے برابر ہیں جنت میں داخل ہوں گے یہ بشارت سن کر آپ نے خوش ہو کر فرمایا۔ تمام لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ہمیں گا کر سنائے۔ ایک بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سناؤں۔ آپ ﷺ نے اجازت دی۔ اس بدوی کے اشعار سن کر رسول اللہ پر وجد طاری ہوا اور آپ کے اصحاب بھی وجد میں آ گئے۔ حضور ﷺ کے دوش مبارک سے چادر گر پڑی، جب فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے معاویہ بن ابی سفیان کے استفسار پر فرمایا۔ جو شخص دوست

کا ذکر سن کر جنبش میں نہ آئے وہ بزرگ نہیں۔

ابن ماجہ ابن عباس سے نقل ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک قرابت دار عورت، جس کو انہوں نے پرورش کیا تھا، نے ایک شخص سے شادی کی اور لڑکی کو رخصت کر دیا۔ آنحضرت نبی کریم ﷺ کو جب اس کے متعلق بتایا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ آپ نے لڑکی کے ساتھ کوئی گانے والی بھی بھیجی۔ عرض کیا نہیں فرمایا انصار عشق دوست لوگ ہیں اگر تم اس کے ساتھ گانے والی بھیجتیں جو یہ شعر گاتیں تو بہتر ہوتا۔

اتینا کم فحیانا وحیا کم

چنانچہ عبداللہ بن جعفر باوجود اس قدر عظمت و بزرگی اپنے چچا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے زمانے میں گایا کرتے تھے اور حضرت علیؓ نے کبھی ان کو منع نہ فرمایا۔ استاد ابوالقاسم قشیری شیخ ابوطالب مکی، امام غزالی اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اقوال سماع کے بارے میں مشہور ہیں۔ قشیریؒ اور سہروردیؒ، حضرت جنیدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ صوفیائے کرام پر سماع، کھانے اور ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں جس طبیعت کو سماع نے حرکت نہ دی وہ ناقص اور اعتدال و انسانیت سے بالکل دور ہے۔ چنانچہ وہ فساد مزاج ہے اس کا علاج کرنا چاہیے۔

صاحب کشف المحجوب داتا گنج بخش فرماتے ہیں سماع سننا گویا محبوب کا پیغام سننا ہے۔

سوال: کیا قرآنِ مجید ایمان والوں کیلئے شفا اور رحمت ہے قرآنی آیات کو پڑھ کر بیمار پر دم کرنا، علم الاعداد سے ان کے تعویزات بنا کر دینا اور اہل اللہ کامل بزرگان دین اور انبیاء کو نذرونیاز پیش کرنا جائز اور ان کا قبول کرنا درست ہے؟

جواب: سورۂ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۸۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ اور ہم نے قرآن میں اتاری ہیں وہ چیزیں جو ایمان والوں کیلئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کا نقصان ہی بڑھتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ (سورۂ یونس ۱۰۔ آیت ۵۷) اے لوگو تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کو صحت و شفا اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کیلئے۔

علم الاعداد سے آیات قرآنی کے تعویذات بنا کر دینا، پڑھ کر دم کرنا برکت کیلئے دوکانات اور مکانات پر لٹکانا باعث رحمت و شفا ہے، تعویذات بنانے اور دم کرنے سے قبل عامل اور مرشد کامل کو 40 روز حزب البحر کا چلہ کرنا لازمی ہے۔ چنانچہ کامل اور باعمل اولیاء کرام اہل حق ہی سے تعویزات لینے اور دم کروانے کیلئے جانا چاہیے۔ بے علم، بے عمل، جاہل عاملوں کے پاس جانا نیم حکیم خطرۂ جان والی بات ہے۔ وہابیوں کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 54 میں بھی درج ہے کہ صدقہ وخیرات اور نذرانہ اولیاء اللہ کی اموات کی نذر ان کی روح کے ایصال ثواب کیلئے ہوتو درست ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ (سورۃ التوبہ ۹۔ آیت ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ ناقلیہ (جس کو یہ لائے ہیں) لے لیجئے۔ جس کے لینے سے آپ ان کو پاک وصاف کریں گے اور ان کیلئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کیلئے موجب تسکین قلب ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں اور خوب جانتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو نذرانے قبول کر لینے کی طرف راغب کیا کیونکہ یہ آیت انبیاء کے نذرانہ قبول کرنے کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس سے انبیاء اولیاء کا نذرانہ قبول کر لینا ثابت ہو گیا۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ سے تین مسائل ثابت ہوتے ہیں، اول: پیر و پیغمبر و بزرگان دین کا معتقدین سے نذرانہ قبول کرنا۔ دوئم: معتقدین کے ظاہر و باطن کی اصلاح کرنا یعنی انہیں پاک کرنا۔ سوم: بعداز قبول نذرانہ ان کیلئے دعا فرمانا جائز ہے۔

اطاعت رسول طاعت خدا ہے
قرآن لاریب باعث شفا ہے

طب نبوی قرآن شفائے امراض

☆ قبض، تبخیر معدہ، یرقان، ورم جگر، مثانہ کی پتھری، سوزاک، عرق النساء کے علاج کیلئے نہار منہ دو گلاس باسی پانی پینا نہایت مفید ہے۔ پونے گھنٹے کے وقفے کے بعد ناشتہ کریں۔ پانی کی بوتل میں لوح قرآنی کا تعویذ معہ آیت اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ مکمل لکھ کر ڈال دیں تو آبِ شفا بن جائے گا۔

☆ دشمن حسد کرنے والے اور ناراض حاکم کیلئے قرآن پاک کے یہ الفاظ پڑھ کر منہ پر اور سارے جسم پر ہاتھ پھیر لے اور حاسد کا گوشہ دل نرم ہو جائے گا۔

كٓهٰيٰعٓصٓ كِفَايَتُنَا حٰمٓ عٓسٓقٓ حِمَايَتُنَا اٰمِيْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ

☆ دکھ غم اور مصیبت میں یہ دُعا پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا۔

☆ گناہوں سے توبہ اور بخشش کیلئے دعا کے بعد پڑھے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

اس آیت مبارکہ کو تین بار پڑھیں، ہر بار پڑھنے کے بعد تین، تین بار درد والی جگہ پر پھونک ماریں۔

☆ ہر مرض کے شفاء کیلئے مندرجہ ذیل آیت پڑھیں۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

☆ مرگی کے مرض کا تریاق نمک میں ہے۔ ہر روز نمک پر 21 بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر طعام سے پہلے اور آخر اور شام کو سونے سے پہلے اور صبح جاگنے کے بعد 6 بار نمک کو چکھیں آرام نہ آنے کی صورت میں تین ماہ تک یہ عمل جاری رکھیں انشاء اللہ شفا ہو گی۔

☆ وجع المفاصل، جسم میں درد اور دماغ میں کرم کا علاج یَا وَهَّابُ سات مرتبہ پڑھ کر درد کے مقام پر ہاتھ پھیریں اور اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ کہتے جائیں۔

ہر مرض کیلئے گنڈہ

مریض کے قد کے برابر سات عدد دھاگے لے کر اُن کو اکتالیس گرہ لگائیں۔ ہر گرہ پر مندرجہ ذیل کلمات اکتالیس بار پڑھ کر دم کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ سَادَتْ ؕ

لوح قرآنی

الٓمّٓ	حٰمٓ عٓسٓقٓ	نٓ
الٓمّٓصٓ	حٰمٓ	یٰسٓ
كٓهٰيٰعٓصٓ	قٓ	اٰمين

لوح قرآنی کو نماز فجر کے بعد دیکھ کر کام شروع کیا جائے وہ پورا ہوگا۔ مشکل آسان ہوگی اور غیبی طریقوں سے رزق میں کشادگی ہوگی۔

کامیابی اور کامرانی کیلئے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿١٠٥﴾ (البقرہ ٢)

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴿١﴾ (فتح ٤٨)

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿٨٩﴾ (الاعراف ٧)

حصول مال زیادتی رزق کیلئے

يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النور ٢٤:٣٣)

اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿١٩﴾ (الشوریٰ ٤٢:١٩)

حصول رزق وتونگری امدادِ ربی

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ (الاعراف ٧:١٠)

نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾ (الانفال ٨:٤٠)

رزق کیلئے

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾ (البقرہ ٢:٢١٢)

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿٥٨﴾ (الذاریات ٥١:٥٨)

فراخی رزق کیلئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ

بعد از نماز فجر اور عشاء اوّل و آخر درود پڑھ کر ایک تسبیح وظیفہ کرلیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿١٩﴾ (الشوریٰ ٤٢:١٩)

وسعت رزق کیلئے

يَا اللّٰه ۔ يَا رَحْمٰنُ ۔ يَا رَزَّاقُ (روزانہ ٦٠٦ مرتبہ یعنی ٦ تسبیح کامل۔قبل نماز فجر پڑھیں انشاءاللہ رزق میں برکت ہوگی۔

حفاظت جان ومال کیلئے

دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے 7 مرتبہ یا 11 مرتبہ آیت الکرسی اوّل آخر درود پاک 3, 7, 11 مرتبہ پڑھیں۔

برائے حفاظت جان ومال

مندرجہ ذیل اسماء الحسنیٰ کی ایک تسبیح بعد نماز فجر روزانہ پڑھیں۔انشاءاللہ حفاظت ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَا اللّٰهُ يَا حَافِظُ يَا حَفِيْظُ يَا رَقِيْبُ يَا وَكِيْلُ۔

رزق میں غیبی برکت ہو

اوّل و آخر ٢١ بار درود شریف بعد میں بھی درود شریف سے شروع کریں۔

(١) يَا بَاسِطُ يَا بَاسِطُ يَا بَاسِطُ الَّذِيْ يُبْسِطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حَسَابٍ

(٢) يَا وَهَابُ يَا رَزَاقُ يَا مُغْنِيْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه والدین کیلئے دعائے خیر ایک سو گیارہ بار پڑھیں۔

(٣) نماز فجر کے بعد ایک سو بار پڑھیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه گیارہ مرتبہ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ بعد نماز عشاء ٣١٣ بار يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ پڑھیں۔

(٤) کاروبار میں برکت کیلئے الٓمّٓ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

باہمی محبت کیلئے بے نظیر عمل

(۱) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيۡنَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿۶۳﴾

(۲) يَاشَفِيۡقُ يَارَفِيۡقُ يَانَجِيِّيۡ مِنۡ كُلِّ يَقِيۡنٍ ضَيۡقٍ۔

ایک سو بار پڑھنے سے حاکم، دوست اور محبوب مہربان ہوگا۔

(۳) فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِىَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۱۲۹﴾ (التوبہ ۹:۱۲۹)

(۴) كٓهٰيٰعٓصٓ كِفَايَتُنَا حٰمٓ عٓسٓقٓ حِمَايَتُنَا۔

(۵) يَا قَادِرُ يَا مُقۡتَدِرُ يَا عَزِيۡزُ يَا حَلِيۡمُ يَا عَلِىُّ۔

میاں بیوی کی محبت کیلئے

اگر میاں بیوی میں اتفاق نہ رہتا ہو۔ یا میاں بیوی پر کسی نے کوئی سفلی عمل کرا دیا ہو تو ان کلمات کو شیرینی پر ایک سو چالیس 140 بار پڑھ کر دم کریں۔ اس شیرینی کو میاں بیوی سات روز تک کھائیں۔ بفضل خدا میاں بیوی میں قلبی محبت پیدا ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓـؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ ﴿۳۲﴾ (فصلت ۴۱:۳۱،۳۲)

تسخیر خلائق کا بے نظیر عمل

اَقۡسَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَ عَزَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ اَجِبۡ يَا جِبۡرَائِيۡلَ يَا عِطرائيۡلَ بَحَقِّ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَجِبۡ يَا مِيۡكَائِلُ يَا اِسۡرَافِيۡلَ بَحَقِّ اَللّٰهُ الصَّمَدُ اَجِبۡ يَا اِسۡرَافِيۡلَ يَا ظلطائيل بَحَقِّ لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ اَجِبۡ يَا عِزۡرَائِيۡلَ يَا رفتائِيۡلَ بَحَقِّ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

تسخیر خلائق

اوّل آخر درود پاک 11-11 مرتبہ بعد نماز فجر 313 مرتبہ پڑھیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَللّٰهُمَّ مُسَخِّرِ سَخِّرۡلِىۡ كُلِّ مَخۡلُوۡقَاتٍ يَا جِبۡرَائِيۡلَ بِحَقِّ يَا اللّٰهُ يَا بَدُوۡحُ يَا بَاسِطُ۔

تسخیر کا بہترین عمل

بعد از نماز تہجد روزانہ 450 مرتبہ حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ﴿۱۷۳﴾

افسر یا حاکم مہربان ہو

افسر یا حاکم کو مہربان کرنے کیلئے سات روز تک بعد از نماز عشاء ہر روز 203 بار پڑھیں اوّل و آخر تین تین بار درود شریف پڑھیں۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡحَكِيۡمُ الۡكَرِيۡمُ۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمُ۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَمَانُ الۡخَالِقِيۡنَ۔

روزگار کا حصول

قرآن مجید کی سورۂ مائدہ میں مذکور ہے۔

رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنۡكَ‌ۚ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرما جو ہمارے اگلے پچھلوں کیلئے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو۔ہم کو رزق عطا فرما اور تو بہترین رازق ہے۔

دشمن کے شر سے حفاظت کیلئے

دشمن کے شر سے حفاظت کیلئے دشمن کا تصور کر کے ہر روز بعد از نماز تہجد ۱۰۴ بار پڑھے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شَرِّ اعدائی اَللّٰهُمَّ زَلۡزِلِّ اَقۡدَامُهُمۡ.

کاروباری رکاوٹ دور کرنے کا عمل

کسی بد عمل شخص نے کاروبار باندھ دیا ہو تو اِس عمل کو کاغذ پر لکھ کر دکان میں لٹکائیں روزانہ اس کی تسبیح بھی کریں۔ يَا جَلِيۡلُ يَا ذُوۡ الۡجَلَالِ وَالۡاِكۡرَام۔ الٓمّٓ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَيُّوۡمُ‌ؕ

(۱) شوہر کو مہربان کرنے کیلئے ان آیات کو کسی شے پر پڑھ کر کھلائیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَنَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ‌ۚ وَقَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ○

(۲) بدکردار اور ظالم شوہر کی اصلاح کیلئے 101 بار پڑھ کر چینی پر اُس کا حلوہ بنا کر شوہر کو

کھلائیں۔

(۱) میاں بیوی میں باہمی محبت وسلوک رکھنے کیلئے تین چار مصری کی ڈلیاں لے کر ہر روز ان پر سورۂ حمزہ اکتالیس روز تک پڑھیں۔ ہر مرتبہ بسم اللہ شریف ضرور پڑھیں۔ یہ عمل جمعرات کو شروع کریں۔ اگر بتی جلا کر پاس رکھیں یا کوئی خوشبو ساتھ ہو ۴۱ دن کے بعد مصری کی ڈلی پیس کر دونوں طالب ومطلوب حلوہ میں ڈال کر کھالیں یا ویسے کھالیں۔

(۲) سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ پڑھ کر بھی کھلائیں تو باہمی محبت بڑھے گی۔

(۳) مندرجہ ذیل کسی میٹھی چیز پر ۱۴۵ بار پڑھ کر دم کریں میاں بیوی دونوں کھالیں بے حد محبت ہو اور آپس میں اتفاق رہے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓؤُكُمۡ فِی الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِی الۡاٰخِرَةِ‌ۚ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِیۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ؕ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ ﴿۳۲﴾ (فصلت ۴۱:۳۱، ۳۲)

شادی حسب الخواہش ہو

بعد از نمازِ عشا ۵۰۰ بار اکیس روز تک پڑھیں اوّل آخر پانچ مرتبہ درود ہزارہ پڑھیں۔ عمل یہ ہے۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَغِثۡنِیۡ اَغِثۡنِیۡ اَغِثۡنِیۡ يَا مُغِيۡثُ۔

آواز میں ترنم

آواز میں ترنم پیدا کرنے کیلئے ۱۲۱ بار درود صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ روزانہ نعت خواں اور قاری حضرات پڑھ لیں تو آواز میں ترنم پیدا ہوگا۔

دردِ چشم

گلاب کے عرق پر سات مرتبہ دم کرکے آنکھوں پر چھینٹیں ماریں دوسرے دن سات مرتبہ دو نفل پڑھ کر دو قطرے کان میں ٹپکائیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اُرۡقِيۡكَ مِنۡ كُلِّ نَفۡسٍ اَوۡ عَيۡنِیۡ حَاسِدٍ اللّٰهَ يَسۡفِيۡكَ بِسۡمِ اللّٰهَ اُرۡقِيۡلَ. اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلۡحَیُّ الۡقَيُّوۡمُ يَا اللّٰهُ يَا نُوۡرُ يَا اللّٰهَ يَا نُوۡرُ يَا نُوۡرُ.

دردِ کان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ يَا سَرۡ حَسَبَا كَيل كَيۡدُ بَحِقِّ سرسوں کے تیل نیم گرم ۱۴ بار دم کرکے کانوں میں ٹپکائیں اور ارد گرد بھی مالش کریں۔

ہر مرض کا علاج

ہر مرض کیلئے ان کلمات کو اکتالیس بار پڑھ کر پانی پر دم کرکے مریض کو پلائیں روزانہ تین بار اسی طرح عمل کریں۔ بفضل خدا چند دنوں میں مرض سے شفا ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ شِفَآءٌ مِنۡ كُلِّ دَآءٍ بِرَحۡمَتِكَ يَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِيۡنَ۔

آیات شفا

ہر مرض کیلئے ان آیات کو پڑھ کر دم کریں یا چینی کی پلیٹ میں لکھ کر پانی ڈال کر مریض کو پلائیں۔ یہ قرآنی آیات شفاء ہر مرض کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

۱۔ وَيَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۴﴾ (پ۱۰۔ع۷)

۲۔ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوۡرِ (پ۱۱۔ع۱۱)

۳۔ يَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِيۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (پ۱۴۔ع۱۵)

۴۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ (پ۱۵۔ع۹)

۵۔ وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ ﴿۸۰﴾ (پ۱۹۔ع۹)

۶۔ قُلۡ هُوَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًى وَّشِفَآءٌ (پ۲۴۔ع۱۹)

ہر دوا کا اثر جلدی اور دیرپا ہو

جب بھی مریض کو دوا دیں تو اُس پر سات مرتبہ درود ابراہیمی پڑھ کر پلائیں انشاء اللہ دوا کا اثر جلدی ہوگا۔

آیت الکرسی کا نہایت نفیس اور قابل قدر عمل

برائے روشنی چشم

ہر نماز فرض کے بعد آیت الکرسی پڑھیں جب وَلَا يَئُوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا پر پہنچیں تو شہادت والی دونوں انگلیاں دونوں آنکھوں پر رکھیں۔ مندرجہ بالا کلمہ کو 11 مرتبہ دہرائیں اور انگلیوں پر دم کرکے دوبارہ آنکھوں پر پھیریں۔ انشاء اللہ بصارت قائم رہے گی۔ اگر اعتقاد ہو تو گئی ہوئی نظر واپس آجائیگی۔

دردِ سر کا عمل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الۡكَبِيۡرِ وَ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ مِنۡ شَرِّ كُلِّ عَرَقٍ تَعَّادٍ مِنَ شَرِّ حَسِّرِ يَا فَتَّاحُ يَا وَهَّابُ يَا كَرِيۡمُ يَا رَحِيۡمُ پر کر دم کریں اور پانی میں دم کرکے پلادیں۔

جملہ امراض کا لاجواب عمل

جملہ امراض کا لاجواب دم جبرائیل علیہ السلام تین بار پڑھ کر دم کر دیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ اَرۡقِیۡكَ وَاللّٰہُ یَشۡفِیۡكَ مِنۡ دَاءٍ فِیۡكَ وَ مِنۡ شَرِّالنَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَاسِدٍ بِسۡمِ اللّٰہِ اَرۡقِیۡكَ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ یُّؤۡذِیۡكَ وَ مِنۡ شَرِّ کُلِّ نَفۡسٍ وَ مِنۡ حَاسِدٍ ط اللّٰہُ یَشۡفِیۡكَ بِسۡمِ اللّٰہِ اَرۡقِیۡكَ۔

رعشہ

چھوٹی مکھی کا شہد بوتل میں ڈال کر ۳۱۳ بار عمل پڑھیں اور پانچ مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کریں دن میں تین بار کھلائیں اور بوتل پر دم کریں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ تُوۡبَۃُ اَرۡضِنَا بِرِیۡقَتِہٖ بِعۡضِنَا یَشۡفِیۡ سَقِیۡعَنَا بِاِذۡنِ رَبَّنَا۔

پتہ میں پتھری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سُبۡحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ۔ سات روز ہر الائچی پر دم کر کے چٹائیں۔

گردہ مثانہ کی پتھری کیلئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَّبُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا﴿۵﴾ فَکَانَتۡ ھَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا﴿۶﴾ وَّحُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً﴿۱۴﴾ (سات روز کا عمل ہے) آیت مبارکہ کو زعفران سے لکھ کر چینی کی پلیٹ پر لکھ کر دھو کر پلائیں۔

سنگ گردہ و مثانہ کا موثر علاج مینارِ معرفت صفحہ نمبر 119 پر درج ہے۔

ایک عجیب عمل

لِیُعَذِّبَہُمۡ طریقہ سانس روک کر درد والی جگہ شہادت والی انگلی سے تین (3) مرتبہ لکھیں اور پھونک ماریں انشاء اللہ درد رفع ہوگا سر سے پاؤں تک کہیں بھی درد ہو۔ درد چلنا شروع ہوگا۔ دو تین مرتبہ دم کریں انشاء اللہ کامل شفاء ہوگی۔

نوٹ: کامل مرشد سے باقاعدہ اجازت شرط ہے۔

سر درد کیلئے ایک اور مجرب عمل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مفرد شہادت والی انگلی سے پیشانی پر یا صرف اس طرف رخ کر کے اشارے سے لکھیں اور پوچھیں انشاء اللہ دوسری مرتبہ کی حاجت نہ ہوگی۔ آزمودہ اور مجرب ہے۔

زہر سے بچنے کی دُعا

کھانا کھانے سے پہلے یہ دُعا پڑھ لیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسۡمِہٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمِ ط حدیث مبارکہ میں ہے کہ اگر اس کھانے میں زہر ہو باذنہ تعالیٰ مضر نہ ہو۔ کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنِیۡ وَ سَقَانِیۡ وَ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ط

آفات سے امن وامان

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا﴿۲﴾ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ط وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمۡرِہٖ ط قَدۡ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیۡءٍ قَدۡرًا﴿۳﴾ (سورۃ طلاق ۶۵:۲)

ناراضگی بین اولاد و والدین دور ہو

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ (الممتحنہ ۶۰:۷)

غلبہ

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ (سورہ یوسف ۱۲:۲۱)

اضطراب اور حالت مجبوری میں

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ ۞ (سورہ نمل آیت ۲۷:۶۲)

تباہی دشمن

يَا قَاهِرُ ذُوالْبَطْشِ الشَّدِيْدِ اَنْتَ الَّذِىْ لَا يُطَاقُ اِنْتِقَامُهٗ ؕ

تسخیر مستورات (منکوحہ)

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ
مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۞ (سورۂ آل عمران ۳:۱۴)

تخفیف غضب سلاطین نزد حکام معزز

وَمِنْ شَرِّ قَضَآءِ السُّوْءِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى
الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الصافات ۳۷)

حب تحفظ

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۞ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۞ (یوسف ۱۲)

تحفظ دشمن و بلا و مصائب

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۞ (یوسف ۱۲)

درود شفا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَ دَوَآئِهَا وَ عَافِيَةِ الْاَبْدَانِ وَ شِفَآئِهَا وَ نُوْرِ الْاَبْصَارِ وَ ضِيَآئِهَا وَاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ دَآئِمًا اَبَدًا اَبَدًا۔

درود شفاء ہر بیماری کیلئے مجرب ہے۔ دل کے عارضہ والوں کیلئے 70 مرتبہ صبح و شام پانی پر دم کر کے پئیں انشاء اللہ بند وال تک کھل جاتے ہیں۔ صدق دل سے پڑھا جائے۔

لیکوریا کیلئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۞

حفاظت حمل کیلئے

سورۃ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ کو روزانہ نماز فجر کے بعد تین بار پڑھنے سے حمل ہر قسم کے امراض سے بفضل خدا محفوظ رہے گا۔

تسہیل ولادت

برائے دردزہ سات مرتبہ اس آیت مبارکہ کو گڑ، شکر یا کسی مناسب عرق پر پڑھ کر کھلائیں فوراً بچہ پیدا ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ○ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ﴿۲﴾ وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ﴿۳﴾ وَاَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا وَتَخَلَّتۡ ﴿۴﴾

پستان کی خارش۔ناسور۔ورم اور درد کیلئے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ○ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ وَ بِحَمۡدِهٖ پستانوں کی خارش۔ناسور۔درد اور ورم کیلئے 21 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ پانی پر (101) ایک سو ایک مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔اس پانی کو صبح، دوپہر اور شام مریضہ کو پلائیں۔اوّل آخر تین تین مرتبہ درود پاک اس عمل کو 21 روز تک جاری رکھیں۔

ہر مرض و درد کیلئے

ہر مرض و درد کیلئے وَ كَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ تین بار پڑھ کر دم کر دیں اور چینی کی طشتری پر كٓهٰيٰعٓصٓ، حٰمٓ عٓسٓقٓ لکھ کر پلائیں۔ (خواجہ معین الدین)

رنج وغم اور درد سے نجات کیلئے

سات سلام پر مشتمل مندرجہ ذیل آیات وتعویز کو چینی کی پلیٹ پر زعفران سے لکھ کر عرق گلاب یا آب زم زم سے دھو کر پئیں انشاءاللہ شفا ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ بِحَقِ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ وَ بِحَقِّ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى ؕ سَلٰمٌ ۚ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ ○ سَلٰمٌ عَلٰى نُوۡحٍ فِى الۡعٰلَمِيۡنَ○ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ○ سَلٰمٌ عَلٰى مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ○ سَلٰمٌ

عَلٰٓى اِلۡ يَاسِيۡنَ○ سَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ اللّٰهُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَا○

سَلٰمٌ	قَوۡلًا	مِّنۡ رَّبٍّ	رَّحِيۡم
قَوۡلًا	مِّنۡ رَّبٍّ	رَّحِيۡم	سَلٰمٌ
مِّنۡ رَّبٍّ	رَّحِيۡم	سَلٰمٌ	قَوۡلًا
رَّحِيۡم	سَلٰمٌ	قَوۡلًا	مِّنۡ رَّبٍّ

ڈپریشن، ذہنی دباؤ کیلئے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ رَبِّ اَنِّىۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ○ اوّل آخر درود پاک پانچ یا سات مرتبہ درمیان میں ایک تسبیح بعد از نماز فجر پڑھیں۔

ہر پریشانی سے بچنے کیلئے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ فَسَيَكۡفِيۡكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ○ رَبِّ اَنِّىۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ○ خَيۡرُ النّٰصِرِيۡنَ○ بعد از نماز فجر 41 مرتبہ اوّل وآخر درود پاک پڑھیں۔

آشوب چشم اور بینائی کیلئے ایک مجرب عمل

شہادت کی انگلیوں پر انگوٹھوں کی پشت پر دم کر کے آنکھوں پر پھیریں اور عرق گلاب پر دم کر کے صبح وشام آنکھوں کو دھوئیں۔بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ اَلۡحَىُّ الۡقَيُّوۡمُ ۚ اَلۡحَقُّ النُّوۡرُ ؕ فَكَشَفۡنَا عَنۡكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الۡيَوۡمَ حَدِيۡدٌ○

بحوالہ عرفان الٰہی مع عرفان القرآن۔

(۲) اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡحَىُّ الۡقَيُّوۡمُ ۚ الٓمّٓ ○ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡحَىُّ الۡقَيُّوۡمُ ۚ اَلۡوَجُوۡدُ لِلۡحَىِّ الۡقَيُّوۡمِ ۚ انگلیوں کے سروں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیرنے سے روشنی تیز

ہوگی۔ درد وغیرہ دور ہوگا۔ (خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ)

دندان کا عجیب عمل

(۱) یہ عمل تین بار پڑھ کر انگلی پر دم کرکے دانتوں پر ملیں یا منجن پر دم کرکے منجن دانتوں پر ملیں ان شاء اللہ دانت ہمیشہ محفوظ رہیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ وَالشَّافِیۡ اللّٰہُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِؕ درد والے دانت پر انگلی رکھ کر 11 مرتبہ یہ آیت مبارکہ پڑھیں۔

(۲) رخسار پر ہاتھ رکھ کر سات بار کہے اَللّٰھُمَّ اَذۡھَبۡ عَنۡہُ سُوۡءَ مَا یَجِدُ وَ فُحۡشَہٗ بِدَعۡوَۃِ۔ (خواجہ معین الدین چشتی)

رجعت سے محفوظ رہنے کیلئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ عَلِیۡقًا مَلِیۡقًا خَالِقًا مَخۡلُوۡقًا کَافِیًا شَافِیًا اِرۡتَضٰی مُرۡتَضٰی بِحَقِّ یَا بُدُوۡحُ وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ وَلَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا ؕ بِحَقِّ اَسَاطَا سَالاً سَالُوۡسًا بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ وَ اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَؕ روزانہ اوّل آخر گیارہ مرتبہ درود پاک پڑھیں انشاء اللہ رجعت سے محفوظ رہے گا اور سفلی یا علوی کے وار سے بھی محفوظ رہے گا، آزمودہ ہے۔

انمول وظیفہ برائے تسکین بدنی وقلبی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ حَسۡبِیَ اللّٰہُ ۖ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۱۲۹﴾ (سورہ توبہ ۹:۱۲۹)

طریقہ بعد از نماز فجر 11 مرتبہ اوّل و آخر درود پاک اور وظیفہ آیات ہاتھوں پر دم کرکے

بدن اور چہرے پر پھیریں تو دن بھر اللہ کی امان اور سکون میں رہے گا۔

بچوں کی تعلیم کیلئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ○ 786 مرتبہ پڑھ کر بادام پر دم کرکے روزانہ 7 بادام کھلائیں۔ ان شاء اللہ حافظہ بھی قائم ہوگا اور پڑھائی میں دل بھی لگے گا۔ مجرب ہے۔

اسم اعظم کی تاثیر

سورہ توبہ کی آخری دو آیات لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ ۖ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۱۲۹﴾

☆ سر درد والے کیلئے سر کو پکڑ کر سات مرتبہ دم کریں۔ انشاء اللہ مفید پائینگے۔

☆ پیٹ کے درد کیلئے 11 مرتبہ پانی پر دم کرکے پلائیں۔ مجرب ہے۔

☆ اگر کوئی فاسق، فاجر، شرابی، جواری ہو تو 41 مرتبہ روزانہ پڑھ کر پانی پر دم کرکے پلائیں تو انشاء اللہ ناپاک عادات بدل جائیں گی۔

☆ اگر خود پڑھے تو روزانہ 101 مرتبہ 21 دن تک انشاء اللہ ناپاک عادات چھوٹ جائینگی بلکہ ہر آفت مصیبت سے محفوظ رہے گا۔ 3000 مرتبہ پڑھنا درجات کی بلندی اور اسم اعظم کا درجہ رکھتا ہے۔

دشمن اور مخلوق کیلئے عمل تسخیر

قبل از طلوع آفتاب و غروب آفتاب اوّل و آخر گیارہ، گیارہ مرتبہ درود پاک۔ اس عمل تسخیر سے انشاء اللہ دشمن بھی تابع ہوجائیگا مخلوق بھی مسخر ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ سَخِّرْلِیْ اَعْدَائِیْ کَمَآ سَخَّرْتَ الرِّیْحَ لِسُلَیْمَان اِبْن دَاؤدَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ وَ لِتَنَّھُمْ کَمَآ لَیَنَّتَ الْحَدِیْدَ لِیْ دَاؤدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ ذَلَّلْتَ فِرْعُوْنَ لِمُوْسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ قَھَّرْھُمْ کَمَآ قَھَرْتَ اَبَا جَھْلُ لِمُحَمَّدٍ ﷺ بِحَقِّ کٓھٰیٰعٓصٓ وَ بِحَقِّ حٰمٓعٓسٓقٓ صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ○ صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ○ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

ادائیگی قرض

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۱۸﴾ (التغابن ۶۴)

بغض

وَاَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (المائدہ ۵:۶۴)

اخراج

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ (نوح ۷۱:۲۶)

عقد اللسان

صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ (البقرہ ۲:۱۷۱)

ہر قسم کے بخار کیلئے

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ﴿۶۹﴾ (الانبیاء ۲۱:۶۹)

اولاد کیلئے

رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ (آل عمران ۳:۳۸)

استقامت قلب کیلئے

فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ ۔ (ھود ۱۱:۱۱۲)

خوف حمل گرنا

اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ (الرعد ۱۳:۸)

دولت مندی: وَاَنَّہٗ ھُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی ﴿۴۸﴾ (النجم ۵۳:۴۸)

شفائے امراض: سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴿۵۸﴾ (یٰسٓ ۳۶:۵۸)

تباہی شیاطین واعدا

اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۳﴾ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿۴﴾ (القارعہ ۱۰۱)

کند ذہنی

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ؕ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ﴿۱۱۳﴾ (النساء ۴:۱۱۳)

بغض مابین اعدا

فَاَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (المائدہ ۵:۱۴)

مقدمہ یا مقابلہ

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾ (الفتح ۴۸:۱۰)

زیادتی رزق: وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ (الطلاق ۶۵:۲)

فتح وجمعیت: نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ (الصّف ۶۱:۱۳)

جذب القلوب کیلئے: وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾ (البقرہ ۲:۱۶۳)

امتحان میں کامیابی اور استقامت کیلئے: هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ

حب کیلئے: وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ﴿٨﴾ (العادیات ۱۰۰:۸)

صلح کلی کیلئے: فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ (الحجرات ۴۹:۱۰)

امن کیلئے: وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا

شفاء کیلئے: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ (بنی اسرائیل ۱۷:۸۲)

قضائے حاجت کیلئے: حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا۔

عقد اللسان: خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ غِشَاوَةٍ۔

شفائے امراض: اللَّهُ يَشْفِي عَبْدَهُ بِلُطْفِهِ۔

شوہر مہربان ہو

حضرت اُمّ طلحہ فرماتی ہیں کہ اگر شوہر کسی وجہ سے اپنی بیوی سے ناراض ہو جائے تو ان آیات شریفہ کو اکیس بار شیرینی پر پڑھ کر دم کریں اور شوہر کو کھلائیں انشاء اللہ شوہر مہربان ہوگا۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

بدکردار اور ظالم شوہر کی اصلاح کیلئے

حضرت خواجہ عبدالباقی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بدکردار اور ظالم شوہر کی اصلاح کیلئے یہ عمل نہایت کارگر ہے۔ عمل اس طرح ہے کہ ان آیات شریفہ کو ایک سو ایک بار (101) بار پڑھ کر مصری پر دم کریں اور اس مصری کا حلوہ تیار کر کے شوہر کو کھلائیں۔ بفضل خدا اس عمل سے شوہر کی اصلاح ہو جائے گی۔ اور بری حرکات سے باز آ جائیگا۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣٥﴾ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ۔

درود تنجینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ
جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَ تَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَ تُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ
جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِھَآ اَقْصَی
الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرٰتِ فِی الْحَیَاتِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ مُجِیْبُ
الدَّعوَاتِ وَرَافِعُ الدَّرَجَاتِ وَ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ وَیَا كَافِیَ الْمُھِمَّاتِ وَ یَا
دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ وَ یَاحَلَّ الْمُشْكِلَاتِ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ یَآ اِلٰھِیْ اِنَّكَ
عَلٰی كُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ○

اولادِ نرینہ کیلئے

زہدالانبیاء حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت کو بکثرت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اولادِ نرینہ کیلئے دُعا بفضل خدا قبول ہوگی۔ اور اولادِ نرینہ پیدا ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

نرینہ اولاد کے لیے تاج والی سرکار کا فیض عام بھی کھلی کرامت ہے۔

دیگر: اگر کسی کے صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں لڑکا پیدا نہ ہوتا ہوتو ان کلمات کو اکیس بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے عورت اور مرد دونوں پیئیں اور اسی دن اکٹھے ہوں۔ بفضل خدا چند بار کے عمل سے عورت حاملہ ہوگی اور لڑکا پیدا ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ الٓمّٓ○ اَللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ
بِحُرْمَةِ اِسْمِكَ الْاَعْظَمِ نَسْئَالُكَ اَنْ تَرْزُقَنَا اِبْنًا صَالِحًا طَوِیْلَ الْعُمْرِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ كٓهٰیٰعٓصٓ حٰمٓعٓسٓقٓ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ ۚ اِلٰهِیْ
بِحُرْمَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ
وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ نَسْئَالُكَ اَنْ تَرْزُقْنَا وَلَدًا صَالِحًا طَوِیْلَ الْعُمْرِ وَ صَلَّی
اللّٰهُ تَعَالٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ۔

اسرار روحانی

حروف مقطعات جن کی تعداد چودہ ہیں۔ اہم امور میں فوائد حاصل کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ جن کے اندر بے پناہ مخفی اسرار موجود ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ جو کوئی ان حروف مقطعات کو نو چندی ہفتہ میں لکھ کر دھو کر پیئے تو سال بھر تک آشوب چشم نہ ہو۔ حروف مقطعات مندرجہ ذیل ہیں۔

الٓمّٓ الٓمّٓصٓ الٓر الٓمّٓرٰ كٓهٰیٰعٓصٓ طٰهٰ طٰسٓمّٓ طٰسٓ یٰسٓ صٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ قٓ
نٓ روزانہ ایک تسبیح پڑھنے سے روحانی قوت متحرک ہوگی آشوب چشم کیلئے حروف مقطعات کو نو چندی ہفتہ میں لکھ کر دھو کر پیئے تو سال بھر تک آشوب چشم نہ ہو۔

برائے حفاظت وجان ومال

جو شخص مندرجہ ذیل اسماء الحسنیٰ کی کم از کم ایک تسبیح روزانہ صبح پڑھے جان و مال کی حفاظت ہوگی۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ یَا اللّٰہُ یَا حَافِظُ یَا حَفِیۡظُ یَا رَقِیۡبُ یَا وَکِیۡلُ۔

شر شیاطین سے بچاؤ کیلئے

جس شخص کے گھر میں جنات اور آسیب ڈھیلے یا پتھر پھینکتے ہوں۔ اس آیت کو چار میخوں کے اوپر 25 مرتبہ پڑھ کر دم کرے اور اُس گھر کے چاروں کونوں میں گاڑ دے۔ شر جن و آسیب سے محفوظ رہے گا۔ وہ آیت یہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيۡدُ كَيۡدًا ۚ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا ﴿۱۷﴾

غصہ، حسد، ظلم سے نجات

سورۂ آل عمران کی آیت 134 میں بغض، حسد، ظلم، غصہ کی حالت میں اپنے کو قابو رکھ کر صبر کرنے والوں کو جنت کی نوید سنائی گئی ہے۔

نفسیاتی امراض سے نجات حاصل کر کے پرسکون ماحول پیدا کرنے میں مندرجہ ذیل استغفار نہایت ہی مفید ثابت ہوگی۔ اگر ان کو واجبات نماز کے بعد اوّل و آخر پانچ مرتبہ درود کے ساتھ 11 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اور پانی پر دم کر کے استعمال کرے تو بہت مفید ہے۔

اَعُوۡذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ رَبِّ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيۡنِ وَ اَعُوۡذُبِكَ رَبِّ اَنۡ يَّحۡضُرُوۡنَ اَعُوۡذُبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنۡ

غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنۡ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيۡنِ وَاَنۡ يَّحۡضُرُوۡنَ۔

مندرجہ ذیل آیات کے عمل میں لانے سے طبیعت مین سکون حدت میں کمی، تیزی نفس و غیض و غضب میں اعتدال، مزاج سلطان جابر، حاکم ظالم، دشمن بد باطن کی اصلاح کے علاوہ وہ جسمانی بیماریاں جن سے نجات ناممکن نظر آتی ہے انتہائی مفید ہیں۔ مثلاً بلڈ پریشر، کینسر، السر، رسولی، نہ اترنے والا بخار وغیرہ۔

گھر کے تمام افراد خانہ خصوصاً مائیں اس عمل پر سختی سے عمل کرنا اپنا معمول بنالیں اور اس کے ثمرات سے اولاد کی تربیت کریں تو چند نسلوں کے اندر معاشرہ سکون و آشتی کا ماحول اور گھر امن و سکون کا گہوارہ ثابت ہونا شروع ہوجائے گا۔ ماحول میں ایک توازن، اعتدال قائم کرنے کی ہمت وجرات ظاہر ہونا شروع ہوجائے گی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جب جن پتھر مارے تو اس پتھر کو لے کر ادھر پھینکیں جہاں سے وہ آیا ہو اور یہ کہے حَسۡبِیَ اللّٰهُ وَ كَفٰى وَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنۡ دَعَا لَيۡسَ وَرَآءَ اللّٰهِ مُنۡتَهٰى مزید جنوں کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے گھر میں مرغی، کبوتر، بھیڑ کا رکھنا مفید ہے۔

دعا برائے امراض قلب

امراض قلب کیلئے یہ دعا سات مرتبہ پڑھے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ سورۃ زمر آیت نمبر 22 ہر فرض نماز کے بعد پانی پر سات مرتبہ دم کر کے پئیں۔

دردِ دانت کیلئے

۱۔ حضرت امیر المومنینؓ سے روایت ہے کہ اپنے ہاتھ کو سجدہ کی جگہ مس کر کے درد کرنے والے دانت پر رکھ کر یہ دعا پڑھیں۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ وَالشَّافِیُ اللّٰہ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ○

۲۔ گیارہ مرتبہ درود شریف، گیارہ مرتبہ اَلۡعَظۡمَتُ لِلّٰہ اور گیارہ مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھ کر درد دانت کو اس کلام کی برکت سے حکم دیں درد کافور ہو جائے گا۔ بلکہ ہر قسم کے درد کیلئے مفید ہے۔

حفاظت/حصار کیلئے

۱۔ صُمٌّۢ بُکۡمٌ عُمۡیٌ فَہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ○ (سورہ البقرہ ۲:۱۷۱)

۲۔ یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۶۹﴾ (الانبیاء ۲۱:۶۹)

۳۔ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الۡجَہۡرَ بِالسُّوۡٓءِ مِنَ الۡقَوۡلِ اِلَّا مَنۡ ظُلِمَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیۡعًا عَلِیۡمًا ﴿۱۴۸﴾ (النساء ۴:۱۴۸)

۴۔ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳۴﴾ (آلِ عمران ۳:۱۳۴)

تمام دعاؤں کے آخر میں حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرمان کے مطابق مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور درد کی ادائیگی لازمی کریں۔

استعمال: مندرجہ بالا چاروں آیات قرآنی کو ہدایت کے مطابق 21 دن تک مسلسل 101 مرتبہ پڑھ کر شربت چینی، پانی پینے کی بوتل پر اور متعلقہ افراد کو دم بھی کر دیا جائے اگر افراد موجود نہ ہوں تو ان کی فوٹو پر دم کر دیا جائے اور عمومی تحفظ کیلئے آسمان کی

طرف منہ کر کے تصور میں افراد کو لا کر پھونک مار دیں پھر مسلسل زندگی کے معمول میں لاتے ہوئے روزانہ فجر کی نماز یا بحالت مجبوری کسی بھی نماز کے بعد 11 مرتبہ پڑھنا یا پڑھوانا عادت بنا لیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ وہ اپنے کرم سے نوازے گا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک سانس میں جتنی مرتبہ آجائے۔

یَا رَبِّ، یَا رَبِّ، یَا رَبِّ، یَا رَبِّ، یَا رَبَّاہُ، یَا رَبَّاہُ، یَا رَبَّاہُ، پھر یَا رَبِّ، یَا رَبِّ، یَا رَبِّ، پھر یَا اَللّٰہُ، یَا اَللّٰہُ، یَا اَللّٰہُ، پھر یَا حَیُّ، یَا حَیُّ، یَا حَیُّ، یَا رَحِیۡمُ، یَا رَحِیۡمُ، پھر یَا رَحۡمٰنُ، یَا رَحۡمٰنُ، آخر میں یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ 7 مرتبہ ادا کر کے جو دعا مانگے گا پوری ہوگی۔ انشاءاللہ۔

سورج نکلنے سے پہلے 200 مرتبہ اَلۡوَدُوۡدُ پڑھ کر پانی پر دم کر کے گھر کے تمام افراد اس پانی کو استعمال کریں۔ نیز نئے چاند کے پہلے جمعہ کو سورج نکلنے کے بعد پہلے گھنٹے میں 1000 مرتبہ اسی اسم کا ورد کر کے چینی پر دم کر کے گھریلو استعمال کی چینی میں شامل کر لیں۔ گھر کے تمام افراد اس چینی کو استعمال کریں نہ صرف خاوند، زوجہ بلکہ اولاد بھی نیک صالح و فرمانبردار ہو کر گھر میں جنت کا ماحول بنا دے گی۔

سفلی جادو سے حفاظت کا نقش یہ ہے

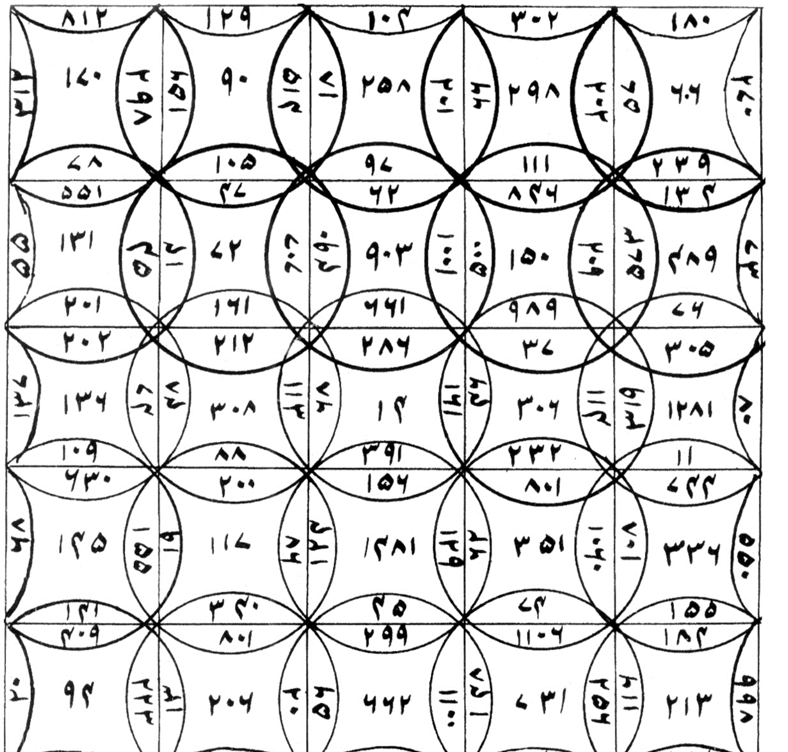

دیگر: حضرت کعب احبارؓ جب مسلمان ہو گئے تو یہودی آپ کی جان کے دشمن ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر میں صبح و شام اس دعا کو نہ پڑھتا تو یہودی جادوگر اپنے جادو سے مجھے کتا یا گدھا بنا دیتے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَاَعُوْذُ بِوَجْهِهِ الْعَظِیْمِ الْجَلِیْلِ الَّذِیْ لَا یَخْتَصِرُ جَارُهُ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ التَّآمَّةِ وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَا فِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا یُنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یُخْرِجُ فِیْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا

یُنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یُخْرِجُ فِیْهَا وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

دفع آسیب کیلئے

جس کسی کو جنات کا خلل ہو تو اس آیت شریفہ کو سات بار پانی پر پڑھ کر دم کریں۔ اوّل آخر سات سات بار درود شریف پڑھیں۔ یہ پانی آسیب زدہ کو پلائیں۔ یہ عمل روزانہ سات بار دہرائیں۔ بفضل خدا چند دنوں میں مریض کو شفاء ہوگی۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۱۸﴾

دیگر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ 21 دفعہ اوّل و آخر درود شریف گیارہ دفعہ ہر نماز کے بعد پڑھ کر سارے جسم پر دم کر کے پھیر لیں سر سے پاؤں تک۔ رات سوتے وقت آیت الکرسی اور چاروں قل شریف پڑھ کر سارے جسم پر دم کر لیں۔

قرآنی دعائیں

دُعائے حضرت آدم علیہ السلام: رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾ (الاعراف ۷: ۲۳)

دُعائے حضرت نوح علیہ السلام: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا

وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ (نوح ۷۱:۲۸)

<u>دُعائے حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ:</u> رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ (البقرہ ۲:۱۲۸)

<u>دُعائے حضرت ابراہیم علیہ السلام:</u> رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ (ابراہیم ۱۴:۴۰)

<u>دُعائے حضرت موسیٰ علیہ السلام:</u> رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۭ (القصص ۲۸:۱۶)

<u>دُعائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:</u> وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ (المومنون ۲۳:۱۱۸)

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ (بنی اسرائیل ۱۷:۸۰)

<u>قرآن سے طلب شفاء:</u> اپنا داہنا ہاتھ اپنی دونوں کنپٹیوں پر رکھ کر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ پڑھ کر آیت مبارکہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ (بنی اسرائیل ۱۷:۸۲) کو سات بار پڑھیں اور جس شخص کے اوپر بھی اسے پڑھو گے خدا اُسے شفا عطا کرے گا۔ میں اکثر یہی آیت متاثرہ تکلیف والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھتا ہوں تو مریض کو منجانب اللہ شفا ہو جاتی ہے۔

<u>شوگر کے مریضوں کیلئے مجرب دُعا:</u> اوّل و آخر تین مرتبہ محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پڑھیں اور اس آیت مبارکہ کی تلاوت صبح و شام کم از کم اڑھائی ماہ تک کریں انشاءاللہ شفا ہوگی۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ (بنی اسرائیل ۱۷:۸۰)

<u>بخار کا علاج:</u> اگر کسی کو بخار آ رہا ہو تو اس کو پیشانی یا شانے پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھی جائے يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ (الانبیاء ۲۱:۶۹) 21 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ اوّل و آخر تین مرتبہ درود شریف ضرور پڑھا جائے۔

<u>وظیفہ برائے قلب:</u> یہ آیت شفائے قلب ہے۔ اس کی تلاوت دل کے مریض کیلئے بہت موثر ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ (الرعد ۲۸)

<u>کشتہ برائے قلب:</u> جسمانی، روحانی اور قلب کی قوت کیلئے کم از کم 11 مرتبہ روزانہ پڑھیں يَا قَوِيُّ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ قَوِّنِيْ وَ قَلْبِيْ اے مضبوط قدرت رکھنے والے طاقت ور مجھے اور میرے دل کو مضبوط بنا۔

<u>دل کے مرض سے محفوظ رہنے کیلئے:</u> ہر واجب نماز کے بعد دل پر ہاتھ رکھ کر پہلے درود پڑھے پھر 11 مرتبہ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ کہے اور بارہویں مرتبہ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُحْيِيَ قَلْبِيْ پھر آخر میں درود پڑھے۔

<u>برائے بخار و بلڈ پریشر:</u> مندرجہ بالا آیات پانی پر 41 مرتبہ پڑھ کر پلانا بخار اور بلڈ پریشر کیلئے موجب شفا ہے۔ يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ

كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝٧٠ (الانبیاء۲۱:۶۹،۷۰)

دُعا برائے شفاء: اگراس قرآنی دُعا کو ہرروز 11 مرتبہ پڑھے تو اسے طویل بیماری سے شفا نصیب ہوگی وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝٨٣
(الانبیاء۲۱:۸۳)

نوٹ: ہرآیت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ پڑھی جائے۔

فتح وکامرانی کے واسطے: خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ پڑھنا چاہیے۔

ہرمشکل کے حل کیلئے: خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں کہ ہر مشکل کے حل کیلئے سورہ فاتحہ زیادہ سے زیادہ پڑھنی چاہیئے۔مشکل کے وقت سورہ فاتحہ اس طرح پڑھنا چاہیے کہ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ کی میم کو اَلْحَمْدُ کے لام سے ملایئے اور آمین کے موقع پر وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧ کے بعد تین مرتبہ آمین کہے۔

حاجت روائی کیلئے ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے سے حاجت پوری ہوگی۔

يَا شَفِيْقُ يَا رَفِيْقُ نَحْنُ مِنْ كُلِّ يَقِيْنٍ (معین الدین چشتی حسن سنجری)

جملہ حاجات ووسعت رزق کا عمل

حاجات وسعت رزق کیلئے وظائف کو تسبیح کریں۔

سورۃ الفاتحہ کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ کی میم کے ساتھ جیسے الرَّحِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ کو ملاکر ۱۰۰ بار پڑھیں۔ يَا بَدِيْعُ الْعَجَآئِبِ بِالْخَيْرِ يَا بَدِيْعُ ۱۰۰ بار پڑھیں۔

خیروبرکت کیلئے یہ وظیفہ کریں ایک تسبیح روزانہ کافی ہے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

حَسْبِىَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

ہرقسم کی بیماری کی شفاء کیلئے ایک تسبیح کریں۔جادواور سحر کا اثر بھی دور ہوجاتا ہے۔

يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اَغِثْنِىْ اَغِثْنِىْ يَا اِلٰهِىْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَآئِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِى النَّوَآئِبِ كُلُّ هَمٍّ وَ غَمٍّ اِلَى اللّٰهِ حَاجَتِىْ وَ عَلَيْهِ مَعَوَّلِىْ كُلَّمَا رَمَيْتُ مُتَقَاضِيًا فِى اللّٰهِ وَ يَدُ اللّٰهِ لِىْ وَلِىَ اللّٰهِ لِىْ دَعْوٰلِ كُلُّ هَمٍّ وَ غَمٍّ سَيَنْجَلِىْ بِعَظْمَتِكَ يَا اللّٰهُ وَ بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ وَبِوَلَايَتِكَ يَا عَلِىُّ يَا عَلِىُّ يَا عَلِىُّ اَدْرِكْنِىْ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ۔

کامیابی اور علم کیلئے: حافظہ اور ذہن کھولنے کیلئے یہ وظیفہ مفید ہے۔رَبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا کو سو بار پڑھ کر اپنے سینے پر دم کرے اور ہاتھوں پر دم کر کے منہ پر پھیرے۔

رَبِّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ ۝٢٥ وَيَسِّرْ لِىْٓ اَمْرِىْ ۝٢٦ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِىْ ۝٢٧ يَفْقَهُوْا قَوْلِىْ ۝٢٨ روزانہ ایک تسبیح کر کے دعا کریں۔

آشوب چشم: آشوب چشم اور بینائی کیلئے یہ وظیفہ نہایت مفید ہے۔انگوٹھوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیرے اور گلاب کے عرق پر دم کر کے صبح وشام آنکھوں کو دھوئے۔ اَلْحَىُّ الْقَيُّوْمُ ۚ اَلْحَقُّ النُّوْرُ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ○

بچہ کا ڈرنا: بچہ خوف اور آسیب سے ڈرتا ہو اور گریہ کرتا ہو تو یہ وظیفہ پڑھ کر دم کریں اور پانی پر دم کر کے پلائیں۔سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝٥٨ اور نادعلی پڑھ کر بھی دم کردیں۔

جسم، گھٹنوں، کان اور آنکھ میں درد کیلئے صبح وشام گیارہ مرتبہ پڑھ کر ہاتھ پھیرے

اَللّٰهُمَّ عَافِنِىْ فِىْ بَدَنِىْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِىْ فِىْ سَمْعِىْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِىْ فِىْ بَصَرِىْ لَآ اِلٰهَ اَنْتَ بیماری یا سحر کی وجہ سے بے ہوش ہوجائے تو پانی پر دم کر کے منہ پر چھڑکیں۔ پانی پر

دم کر کے پلانا بھی مفید ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝٩٧ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝٩٨

ذیابیطس۔ دردگردہ، قبض، تبخیر معدہ، یرقان، ورم جگر، مثانہ کی پتھری، سوزاک، عرق النساء کے علاج کیلئے نہار منہ دو گلاس باسی پانی پینا نہایت مفید ہے۔ پونے گھنٹے کے وقفے کے بعد ناشتہ کریں۔

جملہ دم اور عمل کرنے والا نمازی اور پرہیزگار ہو تو ان کی زبان سے اثر ہوتا ہے۔ یا اُن کی اجازت اور دُعائے خیر کے ساتھ خود بھی اپنے اوپر دم پھونکا جاسکتا ہے۔ ہر ولی اللہ کامل کیلئے وظائف۔ آیات شفا اور مطلوبہ دم کرنے اور اُن کو موثر بنانے کیلئے دُعائے حزب البحر کا چلہ کرنا لازمی ہے۔ (حزب البحر کتاب مینار معرفت کے صفحہ ۹۲ پر درج ہے)

۱۲۱۵	۱۲۲۸	۱۲۲۵	۱۲۲۲
۱۲۲۶	۱۲۲۱	۱۲۱۶	۱۲۲۷
۱۲۲۰	۱۲۲۳	۱۲۳۰	۱۲۱۷
۱۲۲۹	۱۲۱۸	۱۲۱۹	۱۲۲۴

بروز منگل صبح طلوع آفتاب کے دوسرا گھنٹہ میں لکھنا ہے۔ ہر بلا، سفلی جادو سے حفاظت کیلئے تیر بہدف ہے۔

سحر و آسیب زدہ مریض پر نہایت موثر دم مندرہ شاہ علی ہے۔ عامل کیلئے کسی رہبر کامل کی اجازت سے چالیس روز کا چلہ کرنا لازمی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

كٓهٰيٓعٓصٓ كَفَائِتُنَا حٰمٓعٓسٓقٓ حِمَائِتُنَا

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝١٥ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝١٦

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝١٧

مندرہ شاہ علی المرتضیٰؓ

شروع کردا ہاں مندرہ علی مرتضیٰ دا
الحمد کہو یقین ناں درود مصطفیٰ دا

مردان شاہ علی کی ضرب زور سے لگا
دلدل پر سواری کرے آپ شہنشاہ

اللہ لَآ اِلٰهَ کو پڑھے آپ مرتضیٰ
سبحان اللہ پڑھ کمر باندھ ہو کھڑا

سنجوک ا لَّا ھو کی آپ لی لگا
التحیات اللہ کی ڈھال ہوئی عطا

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ شمشیر اٹھا
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا نیزہ ہاتھ میں لیا

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ کی کٹار سان لا
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی کمان لی اٹھا

يَا مُزَّمِّلُ يَا قَهَّارُ کا تیر ترکش میں لا
وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ کی گرز آپ دی اللہ

امیر المومنین کمر باندھ سوار ہو کھڑا
اِنَّ لَآ اِلٰهَ کو پڑھ جبرائیل کو بُلا

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ میکائیل بھی آ
سُبْحَانَكَ اِسْرَافِيْلَ جلدی پھیرایا

اِنِّیْ کُنْتُ عِزْرَائِیْلَ چڑے تھا — مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کَکَائِیْلَ مدد کو آ
یا علی المرتضیٰ یا بدوح مدد کو آ — اسمائے پاک محمد پڑھ اسم اعظم اللہ
آئے اویس قرنی جو نبی کا یار تھا — خواجہ خضر آئے بحروں کے جو ملاح
چڑھے محی الدین غوثوں کے بادشاہ — خواجہ معین الدین، کاکی بختیار آ
بابا فرید شکر گنج زہد الانبیاء — تاج والی سرکار محمد حسین پھیرا پا
آدم تے نبی نوح ذکریا شعیب آ — یعقوب ادریس یوسف بھی ساتھ تھا
موسیٰ لے توریت عصا ہاتھ میں لیا — عیسیٰ انجیل بغل میں یونس بھی ساتھ تھا
سلیمان زنبور لے داؤد آگیا — ابراہیم چڑھے ترت اسماعیل ساتھ تھا
سب اولیاء امام حضرت الیاس کو بلا — چڑھے سارے مرسل محمدؐ کا حکم تھا
دلدل پر سوار ہوئے شاہ لافتاح — کفر کے بل سست ہوئے رستم بھی کانپتا
رام مچھندر ناتھ کو شاہ شرف باندھ لا — جیتھ گرو ناتھ پہ بوعلی کا پہرہ تھا
دھنت بھیم سین ایشر ما کو پکڑ دھا — لوناں چماری کالکاں دیو دھرت میں دھسا
میراں مردانہ قید کر بدوح کی مدد لا — نار و موکل جو گناں سبھی کو زنجیر پا
اُلو کا بدن باندھ گنڈھا تعویذ باندھ لا — منتر جنتر باندھ دھنتر کو پیچ پا
جادو مسان کل جڑی کو میخ پا — کالے علم کو پکڑ چلی مٹھ پکڑ لا
جادو جل آگ کو مردان کی خاک پا — جنتر سبھی کو باندھ سب تار میں لیا
سانپوں کی زہر کیل کر بچھو کی طرف آ — زہر سب کی پکڑ باندھ ڈھنگ ہر چیز کا
سین چندرا فریادی پھوک سے ہٹا — سید احمد کبیر کھیل سبھے باندھ لا
محمودی دیو کو قید کیا جنوں کا بادشاہ — چہل کاف پڑھے نال دور ہوئی بلا

کیلوں سبھی کو باندھ مدار سی مدار کا — چندری، درد، تاپ، تلی، ڈیناں کو باندھ لا
سلیمان تخت پر بھوتوں کی طرف جا — جن پری بھوت سبھی چڑیلوں کو باندھ لا
سایہ سبھی کو باندھ جو غیب میں رہا — نظر، ٹپار، بیماری اک پل میں ہٹا
جھنگ چڑھے پھونک کبھی زخم نہ ہوا — توپ تلوار ہتھیار سب کو روک لا
شاہ زماں پڑھے شاہ علی کا مندرہ — کریں گے تیری مدد دستگیر بادشاہ
رضا کو الحمد دعا پر آمین کہا — درود مصطفیٰ پر یقین سے سدا
سلیمان کا تخت چلے بحکم خدا — شاہ علی کا چلے ایہہ مندرہ
بحق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ — محمد پاک رسول اللہ

نوٹ: شیطان خصلت خبیث جنات کو بھگانے کے لیے یہ مندرہ پڑھا جاتا ہے اور اس کا چلہ کرنا ضروری ہے۔

شجرہ شریف خواجگان چشت

احدیت میں ذات اِلٰہ   وحدت میں جلوہ نما   وحدیت میں رخت بنا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

روحیت، مثال، شہود   جسمیت میں ہوئی نمود   کُنْتُ کَنْزًا کیا نما
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

نورِ احد بن احمد آئے   احکام شریعت ساتھ وہ لائے   درود نبی پر پڑھو سدا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

حسن حسین زہرہ کے بیٹے   نبی کے شانوں پر وہ بیٹھے   مرتبہ ملا شہادت کا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

غوث الاعظم پیر پیارا   ولیوں کی آنکھوں کا تارا   دیئے کئی قطب بنا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

اُمہاتی میں ذات اِلٰہ   وجوب امکاں میں اللہ   کون و مکاں محمد آ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

درود محمد صلی اللہ پر   اولادِ علی نبی سرور   علی فقر کا تاج پہنا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

علی طریقت ناد بجایا   خواجہ حسن بصرے سے آیا   سر تسلیم دیا جھکا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

عبدالواحد مرشد پایا   راز حقیقت سمجھ میں آیا   بیٹھا گھر خدا کے جا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

خواجہ شیخ فضیل جو آئے   شاہ ادھم نے سینے لائے   شاہ حذیفہ فیض لیا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

شاہ ہبیرہ بصرے لال   شاہ ممشاد کرے جمال   ابو اسحاق میں حق نما
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

ابو احمد حقیقت پائی   ابو محمد کو سمجھائی   ابو یوسف عارف اللہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

ابو یوسف فیض دیا   قطب الدین مودود لیا   حاجی شریف لاہوتی جا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

ہارونی عثمان جو آئے   معین الدین پہ کرم کمائے   ہند الولی رسول بنا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

کاکی قطب الدین جو آئے   سارے فیض حقانی پائے   بیٹھے دلی ڈیرا لگا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

فرید شکر نے کی عبادت   قطب صاحب کی ہوئی زیارت   سر تسلیم خم کیا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

پاکپتن میں چلے کمائے   علاؤالدین کلیئر کو آئے   ساتھ جلالت کرے تباہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

ترکی شمس الدین جو آئے   سارے راز فقر کے پائے   پانی پت میں بیٹھے جا
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

پانی پت جلال الدین   گھر خدا کے ہوئے امین   عبدالحق پہ ہوئی نگاہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

خواجہ عارف کے عرفان	شیخ محمد ہوئے قربان	عبدالقدوس عارف اللہ
	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ	
جلال الدین تھانیسر والے	توڑے سب کفر کے تالے	نظام الدین بلخ سے آ
	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ	
ابو سعید ہے پیر پیارے	اِک نظر سے پار اُتارے	راز فقر کے کرے عطا
	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ	
محمد صادق پیارے رہبر	داؤد گنگوہی کامل مُرشد	ہر دم رہے محو خدا
	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ	
مرشد پیارا عبدالقادر	ابو الفتح آئے در پر	سید نجم الدین العلاء
	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ	
پیر شہاب الدین پیارے	فتح محمد آنکھ کے تارے	دیئے راز عرفان بتا
	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ	
شاہ نواز کے ہو قربان	دیا مریدوں کو عرفان	محمد ناظم پہ ہوئی نگاہ
	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ	
بابا پیر محمد حسین	خواجہ جی کا نور العین	سب ولیوں کا پشت پناہ
	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ	
قمر زمان دلشاد پیارے	فقیر حسین اسلام دُلارے	اسلم شاہ کو مست بنا
	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ	
حاجی غوث قطبِ زماں	پیرِ کامل شاہ زمان	عرفان الٰہی کا دریا
	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ	

مطبوعات

- ☆ عرفان الٰہی
- ☆ عقائد اصحابہ اولیائے کرام
- ☆ کلام شاہ زمان رازِ دل
- ☆ عرفان الٰہی معہ عرفان قرآن
- ☆ سلطان العارفین بابا پیر سید محمد حسین شاہ تاج والی سرکار لدھڑاں شریف
- ☆ قرآن صوفی ازم اینڈ سائنس (انگریزی)
- ☆ پانچ ارکانِ اسلام کے روحانی اور طبعی فوائد (انگریزی)
- ☆ پاکستان میں اسلامی نظام حکومت کا قیام (اردو)
- ☆ قرآن سنت کی روشنی میں اپنے اختلافات دور کیجئے (اردو)
- ☆ مینارِ معرفت معہ روحانی وظائف اذکار و نسخہ جات (اردو)

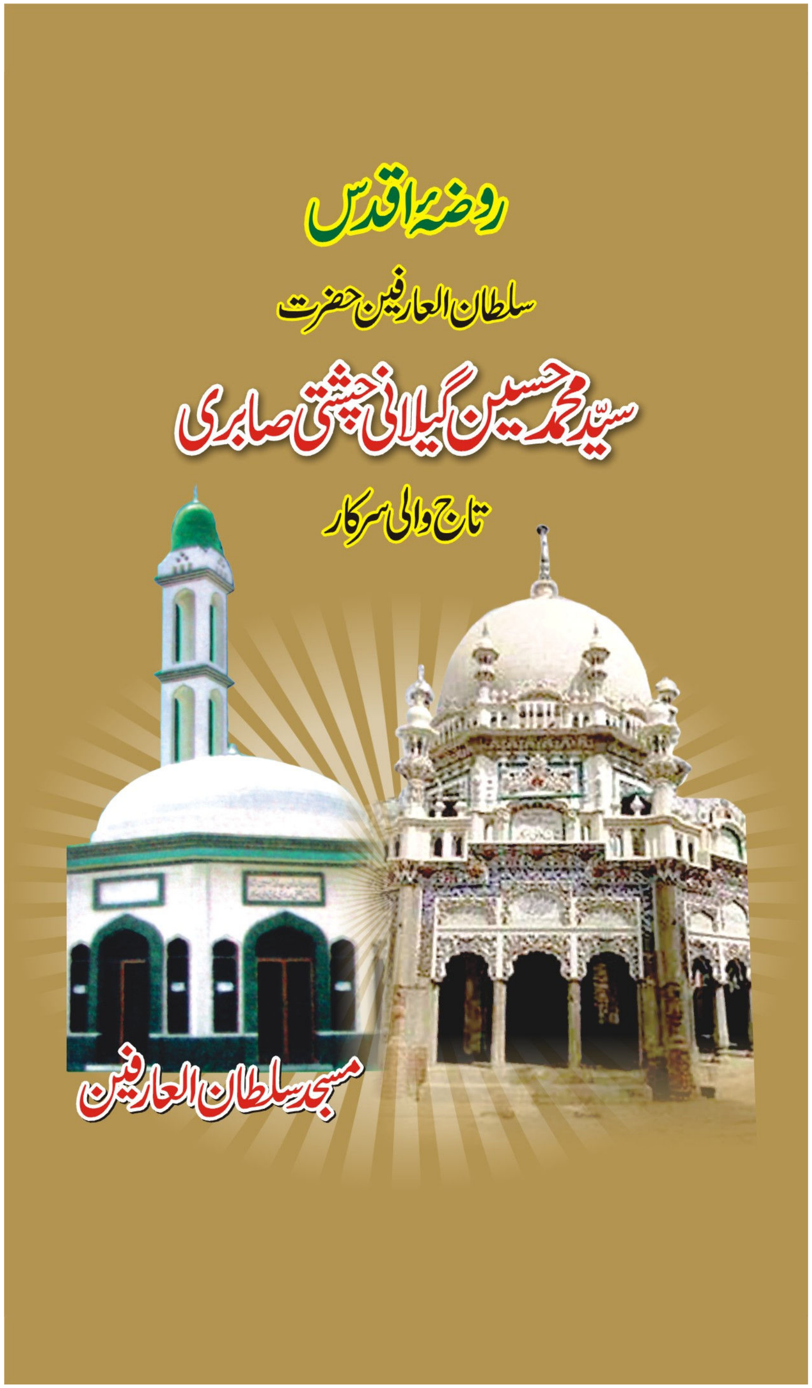

قرآن، سائنس و تصوف